اقبال کی صحبت میں

ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

اقبال کی صحبت میں

ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی

نیشنل کمیٹی برائے صد سالہ تقریبات ولادت علامہ محمد اقبال

مجلس ترقی ادب لاہور

Marfat.com
Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول : نومبر ۱۹۷۷ء

تعداد : ۱۱۰۰

130330

ناشر : احمد ندیم قاسمی
ناظمِ مجلسِ ترقیِ ادب ، لاہور

طابع : محمد زرین خان

مطبع : زرین آرٹ پریس ، ۶۱ ء ریلوے روڈ ، لاہور

قیمت : ۲۵ روپے

تقسیم کنندگان

اقبال اکادمی پاکستان
۹۰/بی - 2 ، گلبرگ III ،
لاہور

Marfat.com
Marfat.com

فہرست مضامین

مقدمہ - - - - - - - - ک

۱- اقبال کے بلند مقام کا اعتراف و احترام - - - - ۱

۲- تاریخِ ولادت - - - - - - - - - ۶

۳- خاندان - - - - - - - - - ۸

۴- علامہ اقبال کے والدین - - - - - - - ۱۱

۵- شعر گوئی کا آغاز اور داغ سے تلمذ - - - - - ۱۵

۶- گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ - - - - - ۲۱

۷- انجمن حمایت اسلام میں پہلی نظم - - - - - ۲۳

۸- ملازمت کا آغاز - - - - - - - - ۲۵

۹- کوچۂ ہندوستان کا [illegible] - - - - - - - [illegible]

۱۰- لاہور میں علامہ کی [illegible] - - - - - - [illegible]

بھاٹی دروازہ - - - - - - - - [illegible]

چنگڑ محلہ، [illegible] روڈ - - - - - [illegible]

انارکلی - - - - - - - [illegible]

میکلوڈ روڈ - - - - - - - - [illegible]

جاوید منزل - - - - - - - - ۴۷

Marfat.com
Marfat.com

۱۱- اعلیٰ تعلیم کے لیے سفر یورپ - - - - - - ۴۹

۱۲- عطیہ بیگم - پروفیسر آرنلڈ (ڈاکٹریٹ کی تیاری) - ۵۰

۱۳- یورپ سے واپسی - - - - - - - - - ۶۹

۱۴- لاہور ہائی کورٹ میں علامہ کی فائل - - - - ۷۱

۱۵- انجمن حمایت اسلام اور علامہ اقبال - - - - - ۷۳

۱۶- خواجہ عبدالصمد ککڑو - - - - - - - ۸۱

۱۷- میر منشی سراج الدین - - - - - - - ۸۶

۱۸- 'شکوہ' اور 'جواب شکوہ' (جنگ طرابلس اور جنگ بلقان) ۹۲

۱۹- اسرار خودی - - - - - - - - - ۹۵

۲۰- ایک مشاعرہ - - - - - - - - - ۹۹

۲۱- 'اسرار خودی' کا انگریزی ترجمہ - - - - - ۱۰۱

۲۲- ترک موالات - - - - - - - - - ۱۰۹

۲۳- خضر راہ - - - - - - - - - ۱۱۶

۲۴- میاں سر فضل حسین - - - - - - - ۱۱۹

۲۵- علامہ سید انور شاہ (بحث زمان و مکان) - - - ۱۲۳

شاہ صاحب سے علامہ کی پہلی ملاقات - - - ۱۲۶

۲۶- علامہ کی موٹر - - - - - - - - - ۱۳۵

۲۷- پیام مشرق - - - - - - - - - ۱۳۷

۲۸- تبصرہ بر 'پیام مشرق' - - - - - - - ۱۴۲

۲۹- علامہ اقبال کا گھرانہ - - - - - - - ۱۶۲

۳۰- ایک واقعہ - - - - - - - - - ۱۶۶

۳۱- 'بانگ درا' کی طباعت و اشاعت - - - - - ۱۶۹

Marfat.com
Marfat.com

۳۲- تاریخِ لاہور کا ایک اہم باب - - - - - - ۱۷۳

۳۳- انتخابِ کونسل - - - - - - - - ۱۷۷

۳۴- علامہ اقبال اور بیرونی ممالک کے اربابِ علم ('زبور عجم' کی اشاعت) - - - - - - - - ۱۸۰

کلامِ اقبال کے تراجم اور ان پر تنقید و تبصرہ - - ۱۸۳

۳۵- مسلم لیگ کا اجلاسِ الہ آباد - - - - - ۱۸۷

۳۶- نورالمشائخ 'ملا' شور بازار - - - - - - ۱۹۰

۳۷- گاما پہلوان - - - - - - - - ۱۹۳

۳۸- پروفیسر براؤن - - - - - - - - ۱۹۵

۳۹- علامہ سید سلیمان ندوی اور علامہ اقبال - - - - ۲۰۰

۴۰- علامہ سید ندوی لاہور میں - - - - - - ۲۰۷

۴۱- ایک ملاقات (سر اکبر حیدری - ڈاکٹر سکرس اور مسٹر و مسز وسوگر) - - - - - - - - ۲۰۹

۴۲- تاریخ گو اقبال - - - - - - - - ۲۱۷

۴۳- اکبر الہ آبادی اور اقبال - - - - - - ۲۲۰

۴۴- آم خوری - - - - - - - - - ۲۲۳

۴۵- پروفیسر قیوم سے ملاقات - - - - - - ۲۲۴

۴۶- میر جمیل لکھنوی - - - - - - -

۴۷- ناسازیٔ طبیعت - - - - - - - ۲۴۰

۴۸- سائمن کمیشن - - - - - - - - - ۲۴۷

۴۹- دوسری گول میز کانفرنس (حضرتِ علامہ کا ... خطبہ) - - - - - - - - - - ۲۴۸

Marfat.com
Marfat.com

انڈیا سوسائٹی کی دعوت پر علامہ کا فاضلانہ خطبہ ۲۵۰
حسن و زوال - - - - - - - - ۲۵۲
حور و شاعر - - - - - - - - ۲۵۳
بوئے گل - - - - - - - - - ۲۵۴
اسرارِ خودی ، رموزِ بے خودی ، پیامِ مشرق - ۲۵۵
'زبورِ عجم' کے معانیِ عالیہ - - - - - ۲۵۶
'جاوید نامہ' کا ذکر - - - - - - - ۲۵۷
کچنر اور فرعون - - - - - - - ۲۵۸
انواعِ اربعہ - - - - - - - - ۲۵۹
مسٹر عبداللہ یوسف علی کی تقریر - - - - - ۲۶۰
۵۰- مولوی محمد شفیع داؤدی - - - - - - - ۲۶۲
۵۱- اٹلی اور مصر و فلسطین کی سیاحت - - - - - ۲۶۵
۵۲- تیسری گول میز کانفرنس (سید امجد علی کی رفاقت) - ۲۶۷
۵۳- پروفیسر لوئی میسنگ نون - - - - - - ۲۷۱
۵۴- قیامِ لندن کی یادداشت - - - - - - - ۲۷۴
۵۵- علامہ اقبال اندلس میں - - - - - - - ۲۸۲
۵۶- سر علی امام اور جہاز 'ملوجا' کے ہم سفر - - - ۲۹۰
۵۷- پروفیسر رشید احمد صدیقی - علی گڑھ - سہیل - - ۲۹۲
۵۸- خطباتِ مدراس کا پس منظر - - - - - - ۲۹۹
۵۹- سفرِ مدراس کا آغاز - - - - - - - ۳۰۷
۶۰- آل پارٹیز مسلم کانفرنس دہلی - - - - - ۳۱۰
۶۱- خطباتِ مدراس - - - - - - - - ۳۱۹

Marfat.com
Marfat.com

۶۲- شمشیر گم شد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۴۵

مقبرے کی زیارت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۵۲

عرس مبارک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۵۳

۶۳- 'مرقعِ چغتائی' اور 'عملِ چغتائی' ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۵۶

۶۴- مذہب اور سائنس (اسلامیہ کالج کی ایجوکیشنل یونین میں خطبہ) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]

۶۵- شعر سنانے کی فرمائش ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]

۶۶- خطبۂ عیدالفطر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]

۶۷- افغانستان کا سفر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]

۶۸- آل انڈیا کشمیر کمیٹی اور کشمیر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]

۶۹- ڈاکٹر محمود الخضیری افرانسیسی فلسفی ڈیکارٹ پر تبصرہ [illegible]

۷۰- مسز سروجنی نائیڈو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]

۷۱- محمد عباس علی لمعہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]

۷۲- آل پارٹیز مسلم کانفرنس لاہور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]

۷۳- دائرۂ معارفِ اسلامیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]

۷۴- علی برادران اور علامہ اقبال ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]

۷۵- اسلامی ممالک اور علامہ اقبال ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]

افغانستان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]

عرب ممالک ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]

ایران ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]

ترکی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]

۷۶- جامعہ ملیہ میں خطبہ [illegible]

۷۷- مثنوی 'ترکِ موالات' ۔ [illegible]

۷۸- نواب احمد یار خاں دولتانہ اور علامہ اقبال [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

۷۹- مسٹر گزٹ	۴۲۵
۸۰- فضل کریم درانی	۴۲۷
۸۱- چراغ حسن حسرت	۴۳۰
۸۲- محمد صدیق نعت خواں	۴۳۳
۸۳- اقبال اور حالی (مولانا حالی کا صد سالہ جشن ولادت)	۴۳۷
۸۴- منشی دین محمد	۴۳۹
۸۵- مسٹر آپسن	۴۴۱
۸۶- مولوی احمد الدین وکیل	۴۴۴
۸۷- پنڈت جواہر لال نہرو	۴۴۶
۸۸- علامہ اقبال اور قائد اعظم	۴۴۸
۸۹- علی بخش (خدمت گذار علامہ اقبال)	۴۵۱
۹۰- ڈاکٹر سیموئل ایم - زویمر	۴۵۶
۹۱- ڈب کا قبول اسلام	۴۶۰
۹۲- علامہ کا لباس اور حلیہ	۴۶۲
۹۳- علامہ اقبال اور رموز قرآن	۴۶۵
۹۴- علامہ اقبال کے خطوط	۴۷۰
۹۵- متفرق واقعات	۴۹۴
۹۶- علامہ اقبال کی بیماری اور آخری ایام	۵۰۷
۹۷- علامہ اقبال کی وفات	۵۱۰
۹۸- آخری ملاقات	۵۱۶
۹۹- علامہ اقبال کی محفل احباب (چودھری محمد حسین)	۵۱۸
۱۰۰- نتیجہ	۵۲۴
اشاریہ	۵۲۹

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

مقدمہ

علامہ اقبال کے فکر و فن اور شخصیت پر اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور آیندہ اس سے زیادہ لکھا جائے گا۔ مگر علامہ کے حالاتِ زندگی کے اکثر پہلو ایسے ہیں جن کے بارے میں تو خاطر خواہ تحقیق نہیں کی گئی اور اگر کی گئی تو وہ بے حد تشنہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ کے علمی و فنی کارناموں پر تو سبھی متفق ہیں مگر ان کے سوانح کے معاملے میں خاصا وسیع اختلافِ رائے موجود ہے۔ اس ضمن میں اب تک جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے درج ذیل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں :

(۱) اقبال ایک نظر : مصنفہ مولوی احمد دین وکیل۔

(۲) ذکرِ اقبال : مصنفہ عبدالمجید سالک۔

(۳) روزگارِ فقیر : مصنفہ فقیر سید وحید الدین۔

علاوہ ازیں علامہ کی زندگی کے بعض حالات متعدد [illegible] تحریروں سے بھی دستیاب ہو جاتے ہیں۔

[illegible]

[illegible] محفوظ [illegible]

جونا گڑھی [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

انھی دنوں عبدالغنی اور خواجہ نور الٰہی نے لاہور سے اقبال پر کتابیات کا مجموعہ شائع کیا۔ فوراً بعد اقبال اکیڈمی کی طرف سے کتابیات متعلقہ اقبال مرتبہ خواجہ عبدالوحید کا مجموعہ طبع ہؤا۔ پھر بہاولپور سے نذیر احمد ملک نے اس سرمائے میں "کلید اقبال" کے نام سے ایک ضخیم کتاب کا اضافہ کیا۔ بعد میں پروفیسر رفیع الدین ہاشمی اور عبدالقوی دسنوی نے "اقبال ریویو" ۱۹۷۶ء میں اس سلسلے میں مزید اضافہ کیا۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ علامہ کے فکر و فن کے مقابلے میں ان کے سوانح پر نسبتاً کم توجہ صرف کی گئی ہے۔

یوں تو مجھے علامہ اقبال کی نظمیں ابتدا ہی سے انجمن حمایت اسلام کے جلسوں اور بعض دوسری مجالس میں سننے کا اتفاق ہوا مگر سنہ ۱۹۱۴ء کے اخیر سے مجھے ان سے زیادہ قریب ہونے کا موقع ملا۔ پھر ۱۹۲۳ء سے لے کر ان کی رحلت تک سفر و حضر میں ان کے ہمرہ رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنی اس تالیف کا نام "اقبال کی صحبت میں" رکھا ہے۔ میں نے اس میں اپنی یادداشتوں اور مشاہدات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہی وہ وقت ہے جب علامہ اقبال کے حالات زندگی پوری صحت کے ساتھ ضبط تحریر میں لائے جا سکتے ہیں۔ علامہ اقبال کے مداحین و معتقدین سے اب تک اس ضمن میں جو غفلت ہوئی ہے اس کا کفارہ اسی طرح ادا کیا جا سکتا ہے کہ علامہ کے بارے میں جس کو بھی، جتنا کچھ بھی معلوم ہو، اسے وہ مستند حوالوں کے ساتھ، منظر عام پر لے آئے۔ ابھی بعض ایسے لوگ زندہ ہیں جنھوں نے علامہ کے فیض صحبت کا اعزاز حاصل کیا۔ علامہ کی اولاد موجود ہے، علامہ کے اعزہ و اقربا موجود ہیں۔ ان سب کی طرف سے علامہ کے حالات زندگی کی جزئیات یک جا کرنے کا کام ہونا

Marfat.com
Marfat.com

چاہیے تاکہ مستقبل کے محقق کا کام آسان ہو جائے اور وہ علامہ کی زندگی کے بعض ایسے گوشوں کی من مانی تاویلیں نہ کرتا پھرے۔ جن کے متعلق تحقیق و تفتیش کرنے سے اس دور کے لوگ ہچکچاتے رہے یا سہل انگاری کے شکار رہے۔

راقم الحروف نے کوشش کی ہے کہ علامہ کے حالاتِ زندگی ترتیب و تنظیم اور اختصار کے ساتھ پیش کر دیے جائیں۔ فیصلہ ہمیشہ قارئینِ کرام کے ہاتھ میں ہوتا ہے کہ وہ کسی مصنف یا مؤلف کی مساعی کی تحسین یا تنقید کریں۔ مجھے صرف اتنا کہنا ہے کہ میں نے واقعات کی ترتیب اور استخراجِ نتائج کے ضمن میں حتی الامکان احتیاط سے کام لیا ہے۔

علامہ کا ہر عمل اور ہر قول، اپنے عصر کے حوالے سے، بہت اہم اور بہت با معنی رہا ہے، چنانچہ علامہ کے حالاتِ زندگی کو قلم بند کرنے والے کی ذمہ داریاں دو چند ہو جاتی ہیں۔ میں نے یہ ذمہ داریاں کس حد تک نبھائی ہیں، اس کا فیصلہ قارئین کریں گے۔

محمد عبداللہ چغتائی

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

۱

اقبال کے بلند مقام کا اعتراف و احترام

آج ہم علامہ اقبال کا سو سالہ جشنِ ولادت منا رہے ہیں۔ ۱۹۷۷ء کو "سالِ اقبال" قرار دیا جا چکا ہے اور مختلف سرکاری و غیر سرکاری ادارے اپنی اپنی بساط کے مطابق تقریبات کا اہتمام کر رہے ہیں۔ علامہ کے کلام اور علمی کارناموں پر، مختلف موضوعات کے تحت، دنیا میں اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ آج اسے سمیٹنا تو درکنار، ان تمام نگارشات کی مفصل فہرست مرتب کرنا بھی ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ یہ علامہ اقبال کے تبحرِ علمی کا اعجاز ہے کہ ان کے فکر و فن پر قلم اٹھانے والے ہر صاحبِ علم نے ان کی عظمت کا اعتراف کیا ہے اور ان کے کلام کو انسانیت کی فلاح کے لیے بالعموم اور دنیائے اسلام کی سربلندی کے لیے بالخصوص ایک اہم پیغام کا درجہ دیا ہے۔ اقبال کے کلام میں اسلامی [illegible] عدل کا مساوات، جرأت کا [illegible] اور [illegible] پیغام ہے۔ [illegible] پر ان کا [illegible] ان کے لیے [illegible]

[illegible] بعض [illegible] اقبال [illegible] تخلیقات [illegible] مشکل اور دقیق [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

حقیقت میں ایسا ہرگز نہیں ہے - اگر سچی لگن کے ساتھ اقبال کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو کلامِ اقبال کوئی معمہ نہیں ہے کہ اسے سمجھا نہ جا سکے لیکن اگر کوئی اس پر مائل ہی نہ ہو تو الگ بات ہے - علامہ نے خود بھی فرمایا ہے :

ہوں وہ مضمون کہ مشکل ہے سمجھنا میرا
کوئی مائل ہو سمجھنے پہ تو آسان ہوں میں

یہ درست ہے کہ اقبال کا ابتدائی کلام حسن و عشق کی شوخیوں سے معمور ہے لیکن اگر بنظرِ تعمّق دیکھا جائے تو اس میں بھی اس غیرفانی پیغام کے نقوش تلاش کیے جا سکتے ہیں جو آگے چل کر عالمِ انسانیت کو اخوت و مساوات، حرّیت و سرفروشی اور خودی و خودشناسی کی دولت سے مالامال کرتا ہے - یہ اقبال ہی کی اقبال مندی ہے کہ انھیں اپنے حینِ حیات وہ عزت اور عالمگیر شہرت نصیب ہوئی جو بہت کم لوگوں کے حصے میں آتی ہے - مگر افسوس کہ آج نہ وہ اقبال ہمارے درمیان موجود ہے اور نہ وہ صاحبانِ بصیرت جنھوں نے اقبال کی پیشانی پر ملّت کے شاندار مستقبل کی جھلک دیکھی تھی اور انھیں شاندار خراجِ عقیدت پیش کیا تھا - شبلی نعمانی جیسے نابغۂ روزگار نے ۱۹۱۰ء میں انھیں ''ملک الشعرا'' کا خطاب دیا تھا جب کہ اقبال کی عمر صرف ۳۴ برس تھی - اسی زمانے میں آزاد بلگرامی نے ''حسان الہند'' اور اس کے ایک سال بعد سید سلیمان نے انھیں ''فرزدقِ ہند'' کے خطاب سے مخاطب کیا - غالبا یہی زمانہ تھا جب لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی نے ایک موقع پر کہا تھا :

حضرتِ اقبال میں جو خوبیاں پیدا ہوئیں
قوم کی نظریں جو ان کے طرز کی شیدا ہوئیں

Marfat.com
Marfat.com

یہ خود آگاہی ، یہ خوش گوئی ، یہ ذوقِ معرفت !
یہ طریقِ دوستی ، خود داریِ با تمکنت !
اس کی شاہد ہیں کہ ان کے والدین ابرار تھے
باخدا تھے ، اہلِ دل تھے ، صاحبِ اسرار تھے

آپ کے ایک گرامی قدر دوست حضرت علامہ گرامی نے کہا تھا :

در دیدۂ حق نگراں حضرت اقبال
پیغمبری کرد و پیمبر نتواں گفت

اسی پر بس نہیں ، بلکہ علامہ کو ان کی زندگی ہی میں خود [illegible] نے "ترجمانِ حقیقت" اور "ترجمانِ اسلام" جیسے خطابات سے نوازا جس کی شاہد انجمنِ حمایتِ اسلام میں پڑھی جانے والی نظمیں ہیں جو انہی خطابات کے ساتھ شائع ہوئی تھیں :

کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

اقبال اوّل و آخر ایک سچے مسلمان تھے اور اسی نقطۂ نظر سے سوچتے تھے - وہ اپنی چشمِ تصوّر سے ایک ایسی جمہوری دنیا کو دیکھتے تھے جس میں تمام اسلامی ریاستیں متحد ہو کر [illegible] عظیم الشان اسلامی دنیا وجود میں آ جائے جس میں [illegible] فرقہ بندی کا کوئی وجود نہیں ہو - یہی تصوّر اقبال [illegible] جھلکتا نظر آتا ہے اور اسی وجہ سے "[illegible]" [illegible] آپ کو "شاعرِ پین اسلامزم" کہا گیا ہے - [illegible] آرنلڈ نے آپ کی شاعری کو "[illegible]" [illegible] دوسرے مغربی مفکرین نے آپ کو گوئٹے ، نٹشے اور [illegible] ملایا ہے - ایک امریکی نقاد نے لکھا ہے کہ گوئٹے [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

اقبال کے پائے کا شاعر دنیا میں پیدا نہیں ہوا ۔ بعض اطالوی یونیورسٹیوں میں پروفیسر نکلسن کا ترجمۂ ''اسرارِ خودی'' نصاب میں شامل ہے اور کئی نظمیں ترکی زبان میں منتقل کی گئی ہیں تاکہ انھیں ترک طلبہ کو پڑھایا جا سکے ۔ غرض کلامِ اقبال صرف برعظیم پاک و ہند کے لیے سرمایۂ افتخار نہیں بلکہ بیرونی دنیا میں بھی اس کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ۔

کلامِ اقبال کی مقبولیت دیکھ کر بہت سے لوگوں نے اس کی تقلید کی کوشش کی مگر اس کا جو نتیجہ نکلا اس کی کیفیت مولانا عبدالمجید سالک کے الفاظ میں یوں ہے :

> ''علامہ اقبال نے اپنی حیات افروز شاعری سے شعر کی دنیا میں جو انقلاب پیدا کر دیا ہے ، وہ کسی سے مخفی نہیں ، لیکن اس کی غلط تقلید نے بہت سے نوجوان شاعروں کی کاوشیں برباد اور عمریں تباہ کی ہیں ۔ ان کے نزدیک اقبال کی تقلید صرف اسی بات میں ہے کہ فارسی کی چند ترکیبیں جمع کر کے ایک نظم تیار کر دی جائے ۔ اس میں معنی نہ ہوں ، اس میں شاعرانہ بلند خیالی اور فطرت کی صحیح مصوری نہ ہو ، اس کی پروا نہیں ـــــ لیکن شعرگفتنی ضرور است ۔''

۱۹۲۲ء میں نوبل پرائز پر تنقید کرتے ہوئے ''بمبئی کرانیکل'' نے لکھا تھا :

> ''شاعری کے خداداد وصف کی بدولت جو اثر مسٹر ییٹس (Yeats) نے اپنے ساتھیوں میں پیدا کیا ہے ، اس کی ہمسری اگر کوئی کر سکتا ہے تو وہ ہندوستان کا اعلیٰ ترین شاعر اقبال ہے ۔''

Marfat.com
Marfat.com

اسی موقع پر ''ٹائمز آف انڈیا'' نے یوں اپنی رائے ظاہر کی تھی :

''یہ اعلان کہ اس سال علم و ادب کا نوبل پرائز مسٹر ییٹس کو دیا گیا ہے ، ہندوستان میں کسی قدر مایوسی کا باعث ہوگا - تین چار مجوزہ ناموں میں سب سے زیادہ قابلِ وقعت نام ہندوستان اور یورپ کے علمی حلقوں میں سر محمد اقبال کا ہے - اگر ہندوستان کی ایک دفعہ اور قدر و منزلت کی جاتی تو اقبال سے بہتر کوئی اور اس کا مستحق نہ ہوتا -''

راقم الحروف اپنی اس خوش بختی پر ہمیشہ ناز کرے گا کہ اسے ایک طویل عرصے تک شاعرِ مشرق کی جوتیوں میں بیٹھنے کا شرف حاصل رہا - خود ان کی مبارک زبان سے ان کا حیات افروز کلام سنا ، ان کی بلیغ تقریریں سنیں اور ان کی شگفتہ مجالس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کی - آنے والی نسلیں اس خوش بختی پر یقیناً رشک کریں گی - ع

جس پہ خالق کو بھی ہو ناز وہ انسان ہوں میں

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۲

تاریخِ ولادت

علامہ اقبال اپنے آبائی وطن سیالکوٹ میں پیدا ہوئے - آپ کی صحیح تاریخِ پیدائش تلاش کرنے کی کماحقہ کوشش کی گئی اور آپ کے تمام سرٹیفیکیٹ وغیرہ کا پوری طرح جائزہ لیا گیا - اس ضمن میں دو تین مرتبہ مولانا غلام رسول مہر مرحوم کی معیت میں سیالکوٹ جانے کا اتفاق بھی ہوا تاکہ آپ کی صحیح تاریخِ پیدائش کا تعیّن ہو سکے - اس سلسلے میں ایک میٹنگ لاہور میں ہوئی تھی جس میں علامہ کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد کے بڑے صاحبزادے شیخ اعجاز احمد نے شرکت کی تھی اور انھوں نے مندرجہ ذیل تاریخ پیش کی تھی جو میونسپل کمیٹی سیالکوٹ کی یادداشتوں میں درج ہے :

> There is absolutely no reason for us to disregard the date of Iqbal's birth as given by him; that is 3rd Ziqadah 1294 A.H. Corresponding to 9th November 1877, although the Municipal record of Sialkot town make no mention of this date.

اس کے بعد میں نے یورپ کے ریکارڈوں سے بھی استفادہ کرنے کی کوشش کی - چنانچہ مندرجہ بالا ریکارڈ کی میونک یونیورسٹی جرمنی سے بھی تائید ہوتی ہے جہاں سے آپ نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری (پی ایچ - ڈی)

Marfat.com
Marfat.com

حاصل کی تھی۔ کیونکہ آپ نے خود بھی ۳ ذی قعدہ ۱۲۹۴ھ اپنی تاریخ پیدائش بیان کی ہے جو ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کے مطابق ہے۔

ان حالات میں ۳ ذی قعدہ ۱۲۹۴ھ مطابق ۹ نومبر ۱۸۷۷ء ہی کو طے شدہ تاریخ پیدائش تصور کرنا چاہیے کہ آپ اسی تاریخ کو مقام سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔ آیندہ اسی تاریخ کو رواج پانا چاہیے جس کے مطابق پاکستان میں یا دوسرے ممالک میں تقریبات یوم اقبال منائی جائیں۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۳

خاندان

علامہ اقبال کشمیر کے ایک قدیم خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اس ضمن میں مرحوم محمد دین فوق نے اپنی تالیف ''مشاہیرِ کشمیر'' میں بھی کچھ روشنی ڈالی ہے اور علامہ نے خود بھی اپنے ایک مکتوب (مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۲۵ء بنام شیخ اعجاز احمد ابنِ شیخ عطا محمد) میں وضاحت کی ہے ۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں :

''لاہور ، ۵ اکتوبر ۱۹۲۵ء

''برادرِ مکرم ۔ السلام علیکم

آپ کا کارڈ مل گیا ہے جس سے بہت اطمینان ہوا ۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ۔ جاوید اقبال بالکل تندرست ہے ۔ آج پورے ایک سال کا ہوگیا ہے ۔ اس کی والدہ آج قربانی دینے میں مصروف ہے ۔ آپ اور والدِ مکرم یہ سن کر خوش ہوں گے کہ مدت کی جستجو کے بعد اپنے بزرگوں کا سراغ مل گیا ہے ۔ حضرت بابا لولی حج ، کشمیر کے مشہور مشائخ میں سے تھے ۔ ان کا ذکر خواجہ اعظم کی ''تاریخِ کشمیر'' میں اتفاقاً مل گیا ہے ۔ والدِ مکرم نے جو کچھ اپنے بزرگوں سے سنا تھا وہ بحیثیتِ مجموعی درست ہے ۔ ان کا اصل ڈؤں

Marfat.com
Marfat.com

لوچر نہ تھا بلکہ موضع چکو پرگنہ اڈون تھا ۔ بارہ سال کشمیر سے باہر رہے اور ممالک کی سیر میں مصروف رہے۔ بیوی کے ساتھ ان کے تعلقات اچھے نہ تھے ۔ اس واسطے ترکِ دنیا کر کے کشمیر سے نکل گئے تھے ۔ واپس آنے پر اشارۂ غیبی پا کر حضرت بابا نصرالدین کے مرید ہوئے جو حضرت نور الدین ولی کے مرید تھے ۔ بقیہ عمر انہوں نے بابا نصرالدین کی صحبت میں گزاری اور اپنے مرشد کے جوار میں مدفون ہیں ۔ اب امید ہے کہ مزید حالات معلوم ہو جائیں گے ۔ خواجہ اعظم کا تذکرہ مختصر ہے مگر یہ مختصر نشان غالباً مزید انکشافات کا باعث ہوگا ۔ ان حالات کے معلوم ہونے کا سبب بھی عجیب و غریب ہے : دہلی یونیورسٹی کے رجسٹرار ، الہ آباد یونیورسٹی سے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے ایک کتاب "کشمیر کی تہذیب و تمدن" لکھ رہے ہیں ۔ میں ان کا ممتحن ہوں ۔ باقی دو ممتحن انگلستان اور آئرلینڈ کے بڑے ماہر ہیں ۔ اتفاق سے رجسٹرار صاحب کل آئے ہوئے تھے ۔ انہوں نے کسی اپنے دوست کو ہدایت کی تھی کہ خواجہ [illegible] "تاریخِ کشمیر" کا قلمی نسخہ [illegible] وہ شخص قلمی نسخہ [illegible] فارغ [illegible] کتاب [illegible] وقف ہی [illegible] بابا صاحب [illegible] مجھ کو بڑی خوشی ہوئی [illegible] کشمیر [illegible] ہوئی ۔ ان سے مزید حالات معلوم ہونے کی توقع ہے ۔ [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

سارا سلسلہ موجود ہو۔"

اس خط سے پتا چلتا ہے کہ علامہ اپنے والدِ محترم کی روایت کی تصدیق کے لیے اپنے اجداد کا سراغ لگانے کی ٹوہ میں رہتے تھے۔ ویسے "تاریخِ کشمیر" اعظمی (واقعاتِ کشمیر) کے قلمی نسخے مل جاتے ہیں۔ میرے پاس بھی ایک نسخہ موجود ہے۔ یہ کتاب ۱۱۶۶ھ میں تالیف ہوئی تھی۔

علامہ کے اس کشمیری خاندان پر مزید روشنی ڈاکٹر باقر نے روزنامہ "نوائے وقت" (۱۷ نومبر ۱۹۷۳ء) میں بھی ڈالی ہے جس کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۴

علامہ اقبال کے والدین

میں نے علامہ کے والد ماجد شیخ نور محمد صاحب کو پہلی مرتبہ ۱۹۱۱ء میں دیکھا تھا جب وہ رواز ہوسٹل میں علامہ کی نظم "شکوہ" سننے کے لیے تشریف لائے تھے۔ ان کا انتقال ۱۹۳۰ء میں سیالکوٹ میں ہوا۔ علامہ اقبال ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ وہ فارسی زبان کی اچھی خاصی استعداد رکھتے تھے اور علامہ کی مثنوی "اسرار خودی" کو بآسانی سمجھ لیتے تھے۔ ایک مرتبہ علامہ نے دوران گفتگو میں فرمایا تھا کہ میں نے والد صاحب کی سہولت کے لیے مثنوی "اسرار خودی" کو جس انداز سے لکھا ہے تاکہ وہ پڑھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کریں۔ وہ انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں اکثر علامہ کی نظمیں سننے کی غرض سے تشریف لاتے تھے۔ انجمن کی مختصر تاریخ میں لکھا ہے:

> سنہ ۱۹۰۰ء میں انجمن کی سٹیج پر [illegible] علامہ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال (عبدالصمد) کا طلوع ہوا [illegible] نہایت [illegible] نظم [illegible] خصوصی حالات اور [illegible] سامعین نے تاثر کی حالت میں [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

ہر دیدہ اشک ریز اور ہر قلب مضطر تھا ۔ وجدان کی یہ کیفیت تھی کہ جب منشی عبدالعزیز مرحوم (پیسہ اخبار) نے ممدوح کو نظم کے چند بند پڑھنے کے بعد اس غرض سے روک دیا کہ نظمِ مذکور کی مطبوعہ کاپیاں، جن کی تعداد کئی صد تھی، فروخت کرلی جائیں (اور قیمت فی جلد چار روپے بتلائی) تو یہ تمام جلدیں آناً فاناً اسی قیمت پر فروخت ہوگئیں لیکن مانگ بدستور تھی ۔ چنانچہ بعض حضرات نے خرید کردہ جلدیں اس شرط پر انجمن کو مکرر دے دیں کہ کوئی جلد پچاس روپے سے کم میں فروخت نہ ہو۔ چند لمحوں میں وہ بھی بک گئیں ۔ خود علامہ کے والد ماجد مرحوم نے، جو اس وقت گیلری میں تشریف فرما تھے، سولہ روپے میں ایک جلد خریدی تھی ۔"

میں نے "زبور عجم" کی اشاعت پر ایک مضمون روزنامہ "انقلاب" میں ۲۴ جولائی ۱۹۲۷ء کو لکھا تھا جسے علامہ کے والدِ ماجد نے بھی پڑھا اور اپنی پسندیدگی کا اظہار ایک خط میں کیا جو انھوں نے علامہ کو لکھا تھا ۔

علامہ کی والدۂ ماجدہ کا اسمِ گرامی امام بی بی تھا ۔ وہ ایک ہردلعزیز خاتون تھیں اور علامہ ان کا حد سے زیادہ احترام کرتے تھے ۔ جب ۱۹۱۴ء میں وہ انتقال فرما گئیں تو علامہ نے ان کی وفات پر "والدۂ مرحومہ کی یاد میں" کے نام سے ایک رقت انگیز مرثیہ تحریر فرمایا جو "بانگ درا" میں شامل ہے ۔ حضرت اکبر الہ آبادی نے بھی مرحومہ کی وفات پر ایک قطعۂ تاریخِ وفات لکھا تھا جو ان کے مزار پر کندہ ہے ۔

علامہ کی چار بہنیں تھیں اور ایک بڑے بھائی تھے جن کا نام

Marfat.com
Marfat.com

شیخ عطا محمد تھا - ان سے وزیرآباد اور پھر لدھیانہ میں راقم نے نیاز حاصل کیا تھا -

میں نے علامہ کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد صاحب کو پہلی مرتبہ ۱۹۲۲ء میں لاہور میں دیکھا تھا جب وہ ملازمت سے سبکدوش ہو چکے تھے - انہی دنوں علامہ نے انارکلی والے مکان کو چھوڑ کر میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں منتقل ہونے کا فیصلہ کیا تھا اور چونکہ ان کے بڑے بھائی شعبہ انجینیرنگ میں ملازم رہے تھے لہٰذا ان کی معرفت مذکورہ کوٹھی میں کچھ عمارتی رد و بدل کرایا تھا - چنانچہ ۱۹۲۳ء میں جب علامہ کو "سر" کا خطاب ملا تو یہ مکان بھی درست ہو چکا تھا - شیخ عطا محمد کی قوتِ سماعت کمزور تھی اور وہ کم سنتے تھے - علامہ صاحب اپنے بڑے بھائی کا بہت احترام کرتے تھے اور انہیں "بھا جی" کہہ کر مخاطب کرتے تھے -

علامہ اقبال کبھی کبھی اپنے سفر بلوچستان کا تذکرہ بھی کیا کرتے تھے جو انہوں نے ۱۹۰۳ء میں کیا تھا - اس سفر میں ان کا پرانا خدمتگار علی بخش بھی ان کے ہمراہ تھا - سفر کی غرض و غایت یہ تھی کہ علامہ کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد صاحب ان دنوں بلوچستان میں تعینات تھے اور بعض [illegible] کی سازش [illegible] انہیں ایک فوجداری مقدمے میں [illegible] گیا تھا - [illegible] خود بلوچستان کے [illegible] کوششوں سے ان کے بھائی [illegible] بر بحال رہے -

اس کے بعد جب [illegible] ہو گیا تو علامہ بھی ایک [illegible] اہل علم حضرات کے [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

کا عنوان تھا ''قومی زندگی'' - یہ لیکچر رسالہ ''مخزن'' کے دو شماروں یعنی اکتوبر ۱۹۰۴ء اور مارچ ۱۹۰۵ء میں شائع ہو چکا ہے -

۱۹۰۱ء میں شیخ عطا محمد مرحوم کا تبادلہ کیمبل پور میں ہوا تو علامہ وہاں بھی تشریف لے گئے - وہ ہمیشہ اپنے بڑے بھائی کی عزت کرتے تھے اور ان کے لیے تقویت کا باعث بنتے تھے - مگر معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کے بڑے بیٹے آفتاب اقبال کو اپنے چچا سے بعض شکایات بھی تھیں - یہ خاندانی نوعیت کی شکایات تھیں جن کا تذکرہ یہاں مناسب نہیں - شیخ عطا محمد صاحب کا انتقال ۲۲ دسمبر ۱۹۴۱ء کو سیالکوٹ میں ہوا - اس وقت ان کی عمر اسی برس کے قریب تھی -

علامہ کو اپنے بڑے بھائی شیخ عطا محمد مرحوم کی اولاد بھی بہت عزیز تھی اور وہ ان کا بہت خیال رکھتے تھے - چنانچہ میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں قیام کے زمانے میں انہوں نے شیخ صاحب کے چھوٹے بیٹے مختار احمد کو خود تعلیم دلوائی اور پھر ملازم کروایا - جب ۱۹۳۱ء - ۱۹۳۲ء میں گول میز کانفرنس میں شرکت کی غرض سے آپ لندن تشریف لے گئے تو مختار احمد ان کے گھر میں موجود تھے -

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۵

شعرگوئی کا آغاز اور داغ سے تلمذ

۱۸۹۵ء میں علامہ اقبال نے گورنمنٹ کالج لاہور میں بی۔ اے
کی کلاس میں داخلہ لیا اور اس طرح لاہور میں [illegible]
حیثیت سے اپنی زندگی کا آغاز کیا۔ بعض شواہد سے [illegible]
لاہور میں اپنے قیام (۱۸۹۵ء) سے خاصا عرصہ [illegible]
شاعری کا آغاز کر چکے تھے۔ رسالہ ''آجکل'' دہلی [illegible]
۱۹۴۳ء کے شمارے میں علامہ کی دو غزلیں [illegible]
رسالہ ''زبان'' دہلی کے شمارہ نومبر [illegible] اور فروری [illegible]
نقل کی گئی ہیں۔ نومبر ۱۸۹۳ء اور فروری [illegible]
جب علامہ اقبال سیالکوٹ میں ایف۔ اے کی کلاس [illegible]
سال دوم کے طالب علم تھے۔ رسالہ ''زبان'' دہلی [illegible]
جس میں سب سے پہلے یہ غزلیں شائع ہوئیں [illegible]
ڈسٹرکٹ ضلع پٹنہ کے مجموعہ رسائل میں محفوظ ہے [illegible]
رسالہ ''آجکل'' کے ۱۵ جولائی ۱۹۴۳ء کے شمارے [illegible]
کی گئی ہیں۔ رسالہ ''آجکل'' [illegible]
میں شائع شدہ غزلیں ہم بعد ازاں [illegible] ہیں۔ [illegible]
غزلوں کے شروع میں ''تلمیذ بلبل ہند حضرت داغ دہلوی'' [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

بھی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اقبال اس زمانے میں داغ کی شاگردی اختیار کر چکے تھے ۔ ''آجکل'' کے نوٹ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اقبال پہلے پہل صاحبِ عالم میرزا ارشد گورگانی دودمانِ مغلیہ سے مشورۂ سخن کیا کرتے تھے ، مگر اصلاح کا یہ سلسلہ منقطع ہو گیا تو نواب فصیح الملک میرزا داغ دہلوی کو اپنا کلام بھیجنے لگے ۔ یہ دونوں غزلیں طرحی ہیں اور علامہ کے کسی مجموعۂ کلام میں شائع نہیں ہوئیں :

۱

''غزل مندرجہ رسالہ ''زبان'' دہلی ، بابت ماہ نومبر ۱۸۹۳ء

مصرع مطروحۂ زبان دہلی :

خوب طوطی بولتا ہے ان دنوں صیّاد کا

کیا مزہ بلبل کو آیا شیوۂ بیداد کا
ڈھونڈتی پھرتی ہے اڑ اڑ کر جو گھر صیّاد کا

کس بتِ پردہ نشیں کے عشق میں ہوں مبتلا
حسرتِ دل پر ہے برقع دامنِ فریاد کا

جب دعا بہرِ اثر مانگی تو یہ پایا جواب
غیر رو کر لے گئے حصّہ تری فریاد کا

ہوں وہ ناداں ڈر سے زیرِ دام پنہاں ہو گیا
دور سے چہرہ نظر آیا اگر صیّاد کا

سن کے اس کو بیرخی سے بھاگ جاتا ہے مدام
کیا اثر معشوق پہ اے دل تری فریاد کا

شرم آئی ، جب مری رگ میں لہو نکلا نہ کچھ
آب میں ہے غرق گویا نیشتر فصّاد کا

Marfat.com
Marfat.com

قمریوں نے باغ میں دیکھا ہے اس خوش قد کو کیا
ہے چھری ان کے لیے پتّا ہر اک شمشاد کا

بھول جاتے ہیں مجھے سب یار کے جور و ستم
میں تو دیوانہ ہوں اے اقبال! تیری یاد کا

۲

غزل مندرجۂ رسالہ ''زبان'' دہلی، بابت ماہ فروری ۱۸۹۴ء

مصرع مطرحۂ زبان دہلی :

یہ اشارے ہمیں پیغامِ قضا دیتے ہیں

جان دے کر تمھیں جینے کی دعا دیتے ہیں
پھر بھی کہتے ہو کہ عاشق ہمیں کیا دیتے ہیں

کوچۂ یار میں ساتھ اٹھنے [illegible]
جنتِ خلد تو مرے [illegible] دیتے ہیں

بد گمانی کی بھی آخر حد ہے کہ ہم قاصد سے
قسمیں سو لیتے ہیں، جب ایک بتا دیتے ہیں

موت بازار میں بکتی ہے [illegible]
ہم نشیں [illegible]

رحم آتا ہے بہت [illegible]
دھجیاں دامنِ [illegible]

[illegible]
[illegible]

خیر گذری ہیں کہ یہ بھول گئے ہے [illegible]
قبر پر [illegible] جو وہ پھول چڑھا دیتے ہیں

Marfat.com
Marfat.com

موت بولی جو ہوا کوچۂ قاتل میں گذر
سر اسی راہ میں مردانِ خدا دیتے ہیں

ان کو بیتاب کیا ، غیر کا گھر پھونک دیا
ہم دعائیں تجھے اے آہِ رسا دیتے ہیں

گرم ہم پر کبھی ہوتا ہے جو وہ بُت **اقبال**
حضرتِ **داغ** کے اشعار سنا دیتے ہیں

شاگردیِ داغ کے سلسلے میں علامہ کا وہ خط خاصا اہم ہے جو انھوں نے مولانا احسن مارہروی کو لکھا تھا ۔ اس کا ضروری حصہ نذرِ قارئین ہے :

"۔ ۔ ۔ اگر آپ کے پاس استادی حضرت میرزا داغ کی تصویر ہو تو ارسال فرمائیے گا ۔ بہت ممنون ہوں گا ۔ اگر آپ کے پاس نہ ہو تو مطلع فرمائیے گا کہ کہاں سے مل سکتی ہے ۔ میں نے تمام دنیا کے بڑے بڑے شاعروں کے فوٹو جمع کرنے شروع کر دیے ہیں ۔ چنانچہ انگریز ، جرمن اور فرنچ شعرا کے فوٹوز کے لیے امریکہ لکھا ہے ۔ غالباً کسی نہ کسی استاد بھائی کے پاس حضرت کا فوٹو ضرور ہوگا ۔ اگر آپ کو معلوم نہ ہو تو از راہِ عنایت جلد مطلع فرمائیے ۔ حضرت امیر مینائی کے فوٹو کی بھی ضرورت ہے ۔ والسلام
خاکسار محمد اقبال
از لاہور گورنمنٹ کالج بورڈنگ ہاؤس ، ۲۸ فروری ۱۸۹۹ع ۔"

حکیم احمد شجاع ، جن کا ۷۶ سال کی عمر میں ۳ جنوری ۱۹۶۹ع کو انتقال ہوا ، اقبال کو اُس زمانے سے جانتے تھے جب وہ گزشتہ صدی کے آخر میں بھاٹی دروازہ لاہور کے اندر ان کے ہاں

Marfat.com
Marfat.com

مشاعروں میں شرکت کیا کرتے تھے ۔ انھوں نے ''نقوش'' لاہور میں بھی ''لاہور کا چیلسی'' کے عنوان سے ایک مضمون اقبال پر لکھا ہے اور اپنی سوانح حیات ''خوں بہا'' میں بھی ان کا ذکر کیا ہے ۔ چنانچہ رسالہ ''نقوش'' میں وہ لکھتے ہیں :

''۳۰ نومبر ۱۸۹۵ء کو پہلا جلسۂ مشاعرہ حکیم امین الدین بار ایٹ لا کے عالی شان مکان پر شام چھ بجے ہوا ۔ اس بزمِ مشاعرہ کے دوسرے مشاعرے میں حضرتِ اقبال نے بھی شرکت کی تھی اور سب سے پہلے اپنی غزل پڑھی تھی ۔ اس محفلِ مشاعرہ کی روداد ''شور محشر'' بابت دسمبر ۱۸۹۵ء میں ان کی غزل پر ان کا نام اس طرح درج ہے :

''جناب شیخ محمد اقبال صاحب اقبال ، تلمیذِ فصیح الملک حضرت داغ دہلوی ۔''

اس غزل کے مقطع میں اقبال نے داغ کی شاگردی پر اس طرح فخر کا اظہار کیا ہے :

نسیم و تشنہ ہی اقبال کچھ نازاں نہیں اس پر
مجھے بھی فخر ہے شاگردیِ داغِ سخن داں کا

اس زمانے میں اقبال کا قیام بھاٹی دروازہ لاہور کے اندر ایک مکان میں تھا ۔ ان مشاعروں میں شاعری سے دلچسپی رکھنے والے صاحبِ ذوق حضرات شرکت کرتے تھے اور شعرا کو داد دیتے تھے ۔ اسی قسم کی ایک محفل میں اقبال نے اپنی [illegible] تھی جس کے اس شعر نے لکھنؤ اور دلی کے [illegible] بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا :

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

Marfat.com
Marfat.com

اس محفل میں میرزا محمد عبدالغنی ، میرزا ارشد گورگانی اور میر ناصر حسین دہلوی جیسے شعرا بھی موجود تھے جو اس شعر کو سن کر تصویرِ حیرت بنے ہوئے تھے ۔ اس وقت کے کم عمر اور نوجوان اقبال کی زبان سے اتنا بلند پایہ شعر واقعی حیرت ناک بات تھی جو اس کے اقبالِ بلند اور روشن مستقبل کی علامت تھی ۔

اس کے بعد بھی اقبال نے بھاٹی دروازے کے بعض مشاعروں میں حصہ لیا اور اپنا کلام سنایا جس سے ان کی شہرت میں خاصا اضافہ ہوا ۔ اس کے بعد آپ نے انجمنِ حمایتِ اسلام کے جلسوں میں شرکت شروع کی اور ۱۸۹۹ء کے بعد باقاعدگی سے ان جلسوں میں اپنے کلام کا جادو جگاتے رہے ۔ اس سے ان کی شہرت و مقبولیت کو جیسے پر لگ گئے اور ملک کے طول و عرض میں اقبال کا نام اور کلام خوشبو کی طرح پھیل گیا جس نے پورے برِعظیم کو مہکا دیا ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۶

گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ

علامہ اقبال گورنمنٹ کالج لاہور میں اپنے زمانۂ طالب علمی اور پھر ملازمت کے واقعات اکثر بیان فرمایا کرتے تھے۔ سیالکوٹ کے مشن کالج سے ۱۸۹۵ء میں ایف۔ اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے اعلیٰ تعلیم کی غرض سے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا تھا۔ ۱۰ فروری ۱۸۹۸ء کو پروفیسر سر ٹامس آرنلڈ گورنمنٹ کالج لاہور میں پرنسپل کی حیثیت سے آئے جو فلسفے کے معروف استاد تھے۔ اپریل ۱۸۹۹ء کو وہ اورینٹل کالج کے پرنسپل بنا [illegible] ۱۸۹۹ء کو وہ پھر گورنمنٹ کالج میں اپنے سابقہ منصب [illegible] آ گئے۔ پروفیسر آرنلڈ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے [illegible] خوبیوں [illegible] صلاحیتوں کو پہچانا اور [illegible] کی بھرپور حوصلہ افزائی کی۔ ۱۸۹۷ء میں [illegible] امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا اور انگریزی [illegible] اوّل آنے پر تمغے حاصل کیے۔ [illegible] ۱۸۹۹ء میں [illegible] کیا۔ زمانۂ طالب علمی میں اقبال [illegible] [illegible] رہے۔ گورنمنٹ کالج میں [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

کے مشاعروں میں شرکت کیا کرتے تھے - اس کا ثبوت ہمیں ان کے اس قدیم ترین خط سے بھی ملتا ہے جو انھوں نے اسی ہوسٹل سے مولانا احسن مارہروی کو لکھا تھا اور جس کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں - غالباً یہ آخری خط ہے جو انھوں نے ہوسٹل سے لکھا تھا - اس کے بعد وہ بھاٹی دروازے والے مکان میں اٹھ آئے تھے -

☆ ☆ ☆

13033

Marfat.com
Marfat.com

۷

انجمنِ حمایتِ اسلام میں پہلی نظم

اقبال کو بھاٹی دروازہ کی محفل ہائے مشاعرہ میں خاصی شہرت حاصل ہو چکی تھی - جو لوگ ان محفلوں میں شامل ہوتے تھے وہی لوگ آپ کو انجمنِ حمایتِ اسلام کے ایک سالانہ جلسے منعقدہ ۱۸۹۹ء میں پہلی بار انجمن کی سٹیج پر لے آئے - یہ جلسہ انجمن حمایتِ اسلام کے بانی سکول واقع شیرانوالہ گیٹ کے اندر میدان میں منعقد ہوا تھا - چنانچہ آپ نے یہاں اپنی ایک طویل نظم بعنوان ''نالۂ یتیم'' نہایت درد انگیز آواز میں پڑھی - اس وقت سامعین کے تاثرات کی کیفیت احاطۂ تحریر میں نہیں آ سکتی - ہر چشم اشک آلود اور لوگوں کے قلوب مضطرب تھے - تاثر کی یہ کیفیت تھی کہ جب منشی عبدالعزیز (پیسہ اخبار) مرحوم نے آپ کو نظم کے چند بند پڑھنے کے بعد روک دیا کہ نظمِ مذکور کی مطبوعہ کاپیاں ، جن کی تعداد کئی صد تھی ، فروخت کر لی جائیں (قیمت فی نسخہ چار روپے اعلان کی گئی) تو یہ تمام جلدیں آناً فاناً اسی وقت فروخت ہو گئی تھیں - [illegible] کی مانگ بدستور باقی تھی - چنانچہ بعض حضرات نے کئی [illegible] دیں اس شرط پر کہ انجمن کو [illegible] میں دے دیں کہ کوئی جلد پچاس روپے سے کم میں فروخت نہ ہو - [illegible] میں وہ

Marfat.com
Marfat.com

بھی بک گئیں ۔ علامہ کے والدِ مرحوم نے ، جو گیلری میں تشریف رکھتے تھے ، سولہ روپے میں ایک جلد خریدی تھی ۔ اس کے بعد علامہ نے مسلسل وہ نظم اپنے مخصوص انداز میں ترنم کے ساتھ پڑھی ۔

اس کے بعد علامہ متواتر انجمن حمایتِ اسلام کے جلسوں میں اپنی نظمیں پڑھتے رہے اور انجمنِ حمایتِ اسلام کے ساتھ آپ کا تعلق اخیر تک قائم رہا ۔

لاہور میں ایک انجمن ''بزمِ اردو'' کے نام سے قائم تھی جس میں لوگ مشاعروں کا اہتمام کرتے تھے اور اکثر معاصر شعرا شامل ہوتے تھے ۔ ایک مرتبہ ۲۵ مارچ ۱۹۵۶ء کو خواجہ دل محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ اس بزم کے مشاعرے عام طور پر محمڈن ہال لاہور میں ہوتے تھے ۔ اس کے سیکرٹری خان بشیر حسین خاں شاہجہان پوری تھے جو اس وقت تک بقیدِ حیات تھے ۔ اقبال نے اس انجمن کے مشاعروں میں اکثر شرکت کی ہے ۔ ان کو یاد تھا کہ اقبال نے بھی اس بزم کے ایک جلسے میں نظم پڑھی تھی ۔ خواجہ دل محمد نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ میں نے بھی ان کی نظم ''نالۂ یتیم'' تبھی سنی تھی جب انہوں نے شیرانوالہ دروازہ کے اسلامیہ ہائی سکول میں پڑھی تھی ۔ وہ فرماتے تھے کہ میں خود بھی اس سکول میں اس وقت پڑھتا تھا ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۸

ملازمت کا آغاز

"تاریخ اورینٹل کالج لاہور" مرتبہ ڈاکٹر غلام حسین میں لکھا ہے :

> "شاعرِ مشرق علامہ اقبال ، جنہوں نے ۱۸۹۹ء میں ایم۔ اے (فلسفہ) کا امتحان پاس کیا تھا ، اسی سال [illegible] مئی کو میکلوڈ پنجاب عربک ریڈر مقرر ہوئے اور [illegible] برس تک اسی حیثیت سے تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے ۔ ڈاکٹر [illegible] اردو ترجمہ کیا اور اردو میں علم الاقتصاد [illegible] انہوں نے اسی دوران میں مرتب کی ۔"

اس کے بعد آپ گورنمنٹ کالج لاہور میں [illegible] چلے گئے جہاں آپ نے [illegible] اکتوبر ۱۹۰۰ء [illegible] چارج سنبھالا [illegible] جنوری [illegible] تک اس [illegible] [illegible] لشریف لے گئے [illegible] جولائی [illegible]

۱۔ تاریخ [illegible]
ص [illegible]

لائے تو جز وقتی ٹیچر کی حیثیت سے اسی کالج میں تعینات ہوئے ۔ بالآخر آپ نے کالج کی ملازمت کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا اور مستقل طور پر پیشۂ وکالت سے منسلک ہوگئے ۔

اورینٹل کالج کے زمانۂ تدریس کی یادگار کتاب ''علم الاقتصاد'' سب سے پہلے ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی تھی ۔ اس کے بعد ۱۹۶۳ء میں اقبال اکیڈمی نے اسے کراچی سے شائع کیا ۔ آپ نے اس کتاب میں جو نظریات پیش کیے ان پر وہ زندگی بھر قائم رہے اور انہی نظریات کا پرتو ان کے ایک اور مقالے میں بھی نظر آتا ہے جس کا نام ''ملّت بیضا پر ایک عمرانی نظر'' ہے ۔ پنجابی کسان اور قائد اعظم کے خطوط میں بھی ان نظریات کی تائید ملتی ہے ۔

اورینٹل کالج لاہور میں علامہ اقبال کا دوسرا علمی کارنامہ شیخ عبدالقادر جیلانی کے نظریۂ توحید مطلق پر وہ بلند پایہ مقالہ ہے جو The Doctorine of the Absolute Unity as Expressed by Al-jilani کے نام سے بمبئی کے ماہوار انگریزی رسالے Indian Antiquity میں ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا تھا ۔ اس زمانے میں اقبال اورینٹل کالج میں بی ۔ او ۔ ایل اور انٹرمیڈیٹ کو پڑھاتے تھے ۔

۱۹۰۸ء میں جب اقبال علامہ یورپ سے واپس آئے تو آپ نے چنگڑ محلہ (رائے بہادر سوہن لال روڈ آردو بازار) میں مکان کرائے پر لیا ۔ ان ایام میں اقبال کے رہن سہن کے متعلق میر غلام بھیک نیرنگ کا وہ بیان بہت دلچسپ ہے جو انہی دنوں اقبال سے اس مکان میں ملے تھے ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اقبال سے ملاقات کی غرض سے لاہور گیا تھا ۔ میں دن کے وقت لاہور پہنچا اور سیدھا اقبال کی قیام گاہ پر حاضر ہوا ۔ ملازموں سے معلوم ہوا کہ علامہ گھومنے کے لیے باہر گئے ہیں ۔ میں بہت خوش ہوا کہ اقبال گھر سے نکلنا سیکھ رہے ہیں ۔

Marfat.com
Marfat.com

تھوڑی دیر بعد جب وہ تشریف لائے تو مجھے بہت حیرت ہوئی کیونکہ اقبال نہایت نستعلیق سوٹ میں ملبوس تھے (اس سے پیشتر وہ لباس کے معاملے میں نہ صرف سادگی پسند تھے بلکہ لاپروا واقع ہوئے تھے) - خیر ملاقات ہوئی تو بہت گرمجوشی سے گلے ملے - اس کے بعد وہ سوٹ اتر گیا اور ہمیشہ کی طرح تہبند اور بنیان کے ساتھ ساتھ کمبل ان کے شانوں پر سوار ہو گیا - ان کا دیرینہ ہم نفس حقہ بھی حاضر ہو گیا اور ہم حسبِ سابق فرش پر بیٹھ کر دنیا جہان کی باتیں کرنے لگے -

۱۹۲۸ء کے ایک موسمِ گرما کا ذکر ہے - علامہ اقبال راقم الحروف کو ساتھ لے کر کالکا ریلوے سٹیشن سے موٹر میں بیٹھ کر شملے جا رہے تھے - دورانِ سفر ہم کسی وجہ سے ایک موڑ پر رک گئے - اسی اثنا میں ایک موٹر آ گئی جو ہمارے قریب آ کر رکی اور اس میں سے غلام بھیک نیرنگ مرحوم برآمد ہوئے - تھوڑی دیر بعد جب ہم اپنی اپنی موٹروں میں سوار ہو کر منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہونے لگے تو ایک تیسری موٹر ہمارے قریب آ کر رکی جس میں فلسفے کے معروف پروفیسر دیوان چند شرما آ رہے تھے - وہ کانپور سے آ رہے تھے - مجھے اس وقت بہت خوشی ہوئی تھی کیونکہ میں نے پہلی مرتبہ ان صاحبانِ علم کو یکجا دیکھا تھا - اس مختصر ملاقات میں غلام بھیک نیرنگ مرحوم نے قادیانی گروہ کے خلاف اشعار بھی سنائے تھے - ان میں سے ایک شعر میں لفظ [illegible] پانی کی بوتل کے معنوں میں استعمال کیا گیا تھا -

ولایت سے آ کر جب علامہ نے وکالت کا شغل اختیار کیا تو وکالت کے علاوہ کچھ عرصہ گورنمنٹ کالج میں جز وقتی طور پر فلسفہ اور انگریزی بھی پڑھاتے رہے - کالج نے بطور خاص علامہ کے لیے یہ انتظام کیا تھا کہ چیف کورٹ میں جن مقدمات میں علامہ کو پیش

Marfat.com
Marfat.com

ہونا ہوتا تھا ان کی ساعت کالج کے اوقات کے بعد ہوتی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ برس تک یہ انتظام رہا۔ ان دنوں انڈین سول سروس اگرچہ زیادہ تر انگریزوں کے لیے مخصوص تھی مگر گورنمنٹ نے بطورِ خاص علامہ اقبال کو یہ اعلیٰ اسامی پیش کی جو انھوں نے قبول نہ فرمائی اور اس کے مقابلے میں اپنے وکالت کے آزاد پیشے کو پسند کیا۔ کیونکہ آپ طبعاً ملازمت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک مرتبہ اپنے بھتیجے شیخ اعجاز احمد کو بطورِ مشورہ ملازمت کے متعلق جواب میں جو کچھ لکھا اس میں ملازمت سے اپنے اجتناب کو اس طرح ظاہر فرمایا:

> ''ایک مرتبہ طالب علموں کی حاضری کے متعلق پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور نے مجھ سے اس طرح گفتگو کی جیسے کوئی اپنے کلرک سے کرتا ہے، اس لیے اُس دن سے ملازمت سے طبیعت بیزار ہو گئی اور ارادہ کر لیا کہ جہاں تک ہو سکے گا، ملازمت سے پرہیز کروں گا۔''

۱۹۲۳ء میں جنوری کے مہینے کی پہلی تاریخ کو سرکار انگلشیہ نے علامہ کو ''سر'' کے خطاب سے سرفراز کیا۔ ۱۹۳۱ء میں پروفیسر چیٹرجی نے لندن سے آکر گورنمنٹ کالج لاہور کے شعبۂ فلسفہ کا چارج لیا۔ اسی زمانے میں قاضی اسلم علی گڑھ سے بی۔ اے پاس کر کے یہاں آئے۔ اے فلسفہ کی کلاس میں داخل ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنی یادداشتوں کے ضمن میں ایک مضمون: Iqbal at a College Reception in Lahore کے عنوان سے کراچی کے مجلہ ''اقبال ریویو'' (اکتوبر ۱۹۵۰ء) میں لکھا تھا جو بڑا دلچسپ ہے۔ انھی کی کوشش سے اقبال کے اعزاز میں ایک استقبالیے کا اہتمام ہوا جو گورنمنٹ کالج کی فلسفے کی انجمن ''برہان'' کی طرف سے دیا گیا، کیونکہ ... خوشی

Marfat.com
Marfat.com

اس مجلس کی بھی تھی۔ اقبال کو ''سر'' کا خطاب ان کے علمی کارناموں کی بدولت ملا تھا، کسی سیاسی خدمت کا صلہ نہ تھا۔

گورنمنٹ کالج کی مذکور انجمن سے زیادہ تر بی۔ اے کے طلبہ وابستہ ہوتے تھے جن میں ہندو، مسلم اور سکھ سب شامل تھے۔ چنانچہ وہ علامہ کی خدمت میں چیٹرجی کی چٹھی لے کر استقبالیے میں شرکت کی دعوت دینے کے لیے حاضر ہوئے۔ علامہ اپنے گھر واقع میکلوڈ روڈ پر بے تکلف بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ دعوت کا دن اور وقت طے کر آئے اور واپس آ کر انہوں نے مدعوین کی فہرست مرتب کی جس میں شہر کے معززین بھی شامل تھے۔ اس بزم کے سیکرٹری [illegible] الرحمٰن لاہور کے ایک معروف خاندان کے فرد تھے اور اسسٹنٹ سیکرٹری منوہر لال تھے۔ دعوت کا دن ۳۰ جنوری ۱۹۲۳ء مقرر ہوا تھا۔ یہ دعوت کالج کے مغربی لان میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کا گروپ فوٹو بھی ''برٹ'' (Brett) کی طرف سے ہوا تھا جس میں کالج کے عہدے داروں میں سے پرنسپل مسٹر [illegible]، پروفیسر [illegible]، پروفیسر احمد حسین (جو بعد میں اسلامیہ کالج لاہور کے [illegible] سال کی عمر تک رہے) اور شرکائے دعوت میں سے [illegible] حق اور [illegible] [illegible] یعنی کالج کی جانب سے [illegible] آپ نے اس موقع پر [illegible] روداد قاضی اسلم نے [illegible]

یہاں [illegible] بھی جنوری ۱۹۲۳ء میں علامہ [illegible] کا خطاب [illegible] تھا، جس میں سکول اور کالج کے [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

گورنمنٹ کالج سے علامہ کے تعلق کے ضمن میں عرض ہے کہ جس سال علامہ اقبال نے اس کالج میں داخلہ لیا اسی سال میر غلام بھیک نیرنگ بھی میٹرک پاس کرنے کے بعد اس کالج میں داخل ہوئے - ان کے ہمراہ کالج میں اور ہوسٹل میں ان کے ہم جماعت چودھری جلال الدین (ضلع سیالکوٹ ، ڈسکہ کے رہنے والے) بھی تھے - ایک روز اقبال بھاٹی دروازے سے کالج کی طرف آ رہے تھے کہ چودھری جلال الدین نے اقبال کا تعارف میر غلام بھیک نیرنگ سے اس طرح کروایا کہ آپ مولوی سید میر حسن کے خاص تربیت یافتہ ہیں اور شاعر بھی ہیں - اس کے بعد ان کو اقبال کا کلام سننے یا پڑھنے کا شوق ہوا تو چودھری صاحب اقبال کے کچھ مطبوعہ اشعار ان کے پاس لائے جو اب ''بانگ درا'' وغیرہ کتابوں میں نہیں ہیں - اسی طرح اقبال نے بھی میر غلام بھیک کے کلام کا نمونہ دیکھنا چاہا -

آپ کے ہم جماعت طلبہ میں ایک صاحب مولوی ضیاء الدین احمد تھے جو کوچہ ہنوسان کمٹی بازار لاہور میں رہتے تھے - اقبال اکثر ہوسٹل سے نکل کر ان کے ہاں آ جاتے تھے - وہ ان کا ذکر اکثر کیا کرتے تھے - بعد میں وہ بمبئی میں پولیس آفیسر ہو گئے تھے - میر غلام بھیک نیرنگ اور مولوی ضیاء الدین احمد گہرے دوست تھے - میں اور اقبال اکثر ان سے ملنے جایا کرتے تھے -

گورنمنٹ کالج میں اقبال کے زمانۂ پروفیسری میں ایک صاحب پروفیسر مدن گوپال سنگھ چاولہ ریاضی پڑھاتے تھے - اگرچہ وہ اپنے مضمون میں بہت قابل تھے مگر عام مجلسی آداب سے قدرے عاری تھے - ایک مرتبہ میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں کوئی صاحب اقبال سے ملنے آئے - وہ بھی اقبال کو عام آداب سے ذرا عاری نظر آئے تو اس کے جانے پر آپ نے مسکرا کر کہا کہ میں اکثر پروفیسر

Marfat.com
Marfat.com

چاولہ کو کالج میں کہا کرتا تھا ، خاص کر جب وہ سٹاف روم میں ہماری طرف پیٹھ کر کے خلافِ قاعدہ بیٹھ جاتے ''پروفیسر چاولہ! نوازش فرما کر آپ مجھے ریاضی پڑھا دیں اور میں آپ کو عادِ مجلسی آداب سکھا دوں گا تا کہ آپ ذرا آدابِ محفل کے مطابق [illegible] کر بیٹھ جایا کریں ۔''

ایک روز علامہ اقبال نے اپنی عادت [illegible] کرتے ہوئے فرمایا کہ جب میں گورنمنٹ کالج کے ہوسٹل میں رہتا تھا تو تمام وقت اپنے کمرے میں مطالعے میں گزارتا تھا ۔ ایک روز قریبِ شام جب دیگر طلبائے ہوسٹل گراؤنڈ میں [illegible] میں مصروف تھے اور میں پڑھنے میں مستغرق تھا ، تو [illegible] صاحب میرے کمرے میں تشریف لے آئے اور فرمانے لگے [illegible] طالب علم باہر گراؤنڈ میں ورزش اور [illegible] میں مصروف ہیں تو تم یہاں پڑھ رہے ہو ۔ میں نے ادب سے جواب دیا [illegible] جگہ ایک ورزش ہی ہے ۔

[illegible] سے جن طلبہ نے گورنمنٹ کالج میں پڑھ [illegible] میں بھی آپ سے ملنے آیا کرتے تھے ۔ مجھے یاد ہے [illegible] والی کوٹھی میں جناب سلیمان خان ، جو [illegible] سکندر خان ، جو سابق ہیڈ کلرک پنجاب [illegible] تھے ، جب بھی لاہور آتے ، علامہ کے ہاں [illegible] ان کو بارہا دیکھا تھا ۔ علی بخش بھی ان کی عزت [illegible] مرتبہ وہ علامہ کے سامنے ان کے [illegible] جو علامہ نے تمیلے پر دیا تھا ۔ وہ [illegible] شاعری پر گفتگو کرتے رہے ۔ علامہ [illegible] بہت پسند تھا ۔ غالباً علامہ نے خود ہی ان کے [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

علامہ کی مدد سے شیلے کے نظریاتِ شاعری کے بارے میں ایک کتاب بھی شائع کی تھی۔ میں نے خود علامہ کے ہاں اس کے معمولی طباعت کے نسخے دیکھے تھے۔ اس پر شیخ محمد اقبال بحیثیتِ مصنّف درج تھا۔

مولوی محمد علی قصوری بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ۱۹۰۹ء سے لے کر ۱۹۱۱ء تک گورنمنٹ کالج لاہور میں علامہ سے پڑھا تھا جب وہ فلسفے کے پروفیسر تھے۔ انھوں نے کئی انگریزی نظمیں بھی علامہ سے پڑھی تھیں۔ ان کا بیان ہے کہ علامہ اقبال دورانِ لیکچر اکثر مطالب سمجھانے کے لیے فارسی اشعار بطورِ مثال پیش کر کے انگریزی شعروں کا مفہوم واضح کیا کرتے تھے۔ انھوں نے بیان کیا تھا کہ ہم نے ملٹن کی نظم "Paradise Lost" اور ورڈز ورتھ کی نظم "Ode to Immortality" علامہ ہی سے پڑھی تھی۔ آپ نے ان کو اس خوش اسلوبی سے سمجھایا کہ آج تک یاد ہے۔ میں نے اپنی یادداشتوں کو ایک مرتبہ علامہ صلاح الدین سلجوقی افغانی کے سامنے بیان کیا جو آن دنوں بمبئی میں افغان گورنمنٹ کے قونسل تھے، تو ان کو بھی علامہ اقبال سے ملنے کا شوق ہوا۔ علامہ صلاح الدین سلجوقی مرحوم اسلامی رنگ کی خاص شان کے مالک تھے۔

علامہ اقبال کبھی کبھی گورنمنٹ کالج کے ماحول کا ذکر بھی کیا کرتے تھے۔ اس کالج میں جہاں اب مسجد تعمیر ہوئی ہے، اس کے قرب میں ایک خانقاہ کسی بزرگ کی تھی جہاں سال میں ایک مرتبہ عرس ہوتا تھا۔ جو لوگ اس میں شرکت کرتے تھے وہ زیادہ تر "ہیر وارث شاہ" پڑھا کرتے تھے۔ علامہ نے بھی اپنے زمانۂ طالب علمی میں ایسی بعض مجالس دیکھی تھیں۔ راقم

Marfat.com
Marfat.com

نے خود بھی آج سے پچاس سال قبل ایسی مجالس دیکھی ہیں جن میں مولوی غلام رسول مصنف "سوہنی مہینوال" جیسے عظیم پنجابی شاعر شامل ہوا کرتے تھے ۔

میر سید غلام بھیک نیرنگ بیان کرتے تھے کہ [illegible] صحبتوں میں ، جو اسی گورنمنٹ کالج میں ہوتی تھیں ، اقبال اپنی ایک تجویز بار بار پیش کیا کرتے تھے : یعنی وہ ملٹن کی مشہور نظم Paradise Lost کا ذکر کرتے اور "Paradise Regained" [illegible] تھے کہ کیوں نہ واقعۂ کربلا کو اس رنگ میں نظم کریں [illegible] ملٹن کی Paradise Regained [illegible] کا جواب ہو جائے ۔ [illegible] کبھی نہ ہو سکی ۔ بقول میر غلام بھیک نیرنگ ، علامہ [illegible] پروفیسر آرنلڈ سے بہت متاثر تھے ۔

جب پروفیسر ڈکنسن گورنمنٹ کالج لاہور میں [illegible] کے صدر ہو کر [illegible] ان کے [illegible] اور علمی معاملات میں ان سے [illegible] تھے ۔ علامہ نے ان کے دماغ سے [illegible] [illegible]

۱۔ [illegible]

ثقافت گفتگو کا موضوع ہوا کرتی تھی - علاوہ ازیں وہ اپنے زمانے کے بعض یوروپین پروفیسروں کے پڑھانے کے طریقے پر بھی گفتگو کیا کرتے تھے -

تجھ پر اے پنجاب نازل ہوں خدا کی رحمتیں
اے کہ تو اسلام کی دولت سے مالامال ہے
ہم نے مانا تو نہیں مسحورِ تہذیبِ فرنگ
تجھ میں سب کچھ ہے اگر اسلام اور اقبال ہے

(حضرت علامہ عبداللہ عمادی)

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۹

کوچۂ ہنومان کا ایک واقعہ

ایک روز علامہ نے برسبیلِ تذکرہ کسی غیر مذہب پر گفتگو کے دوران میں بیان فرمایا کہ وہ ایک مرتبہ لاہور کے کوچۂ ہنومان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہر روز علی الصبح ایک ہندو پنڈت جب نہایت دلکش اور بلند آواز میں کوئی بھجن گاتا تو میں بیدار ہو جاتا اور سوچتا کہ خدا جانے یہ کیا صدا لگاتا ہے۔ آخر ایک صبح میں نے اس سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ شخص دلکش آواز میں اپنی صدا کو ادا کرتا ہے۔ علامہ نے خیال کیا کہ اگر یہ شخص اسی سریلی آواز میں اسلام کی حقانیت اور وحدانیت بیان کرتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ وہ زمانہ تھا جب میں ابھی گورنمنٹ کالج میں زیرِ تعلیم تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقبال کالج میں قیام کے زمانے میں اکثر اپنے بعض دوستوں کے ہاں آیا جایا کرتے تھے۔

دراصل کوچۂ ہنومان میں مولوی صلاح الدین [illegible] کا مکان تھا جہاں علامہ ان کے بڑے بھائی مولوی [illegible] کی وجہ سے جایا کرتے تھے جو گورنمنٹ کالج کے زمانے میں علامہ کے ہم جماعت تھے۔ یہ مکان لاہور کے کسی بازار کے [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

بازار کو جاتے ہوئے ایک تنگ کوچے (کوچۂ ہنومان) کے بائیں طرف واقع تھا - میں نے بھی اس مکان کو دیکھا ہے - اس کے چاروں طرف ہندوؤں کی آبادی تھی اور صرف یہی ایک مکان تھا جس میں مولوی صلاح الدین احمد کے والد مولوی احمد بخش پروفیسر چیفس کالج رہتے تھے - یہاں مولوی صلاح الدین احمد نے اپنے فرزندِ اکبر وجیہ الدین احمد کی شادی بھی کی تھی جس کی دعوتِ ولیمہ میں سر عبد القادر، پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال اور قاضی محمد اسلم وغیرہ بہت سے احباب نے شرکت کی تھی - شیخ عبد القادر اس مکان کے متعلق اپنے تاثرات یوں بیان فرماتے ہیں :

> "جس زمانے میں میر غلام بھیک نیرنگ لا کالج میں پڑھتے تھے تو وہ اسی مکان میں رہتے تھے - میر صاحب، مولوی ضیاء الدین احمد کے بڑے گہرے دوست تھے - اقبال مرحوم اور میں اکثر ان سے ملنے یہاں آیا کرتے تھے - ہمارے ایک دوست کدار ناتھ چوپڑا بھی ہمارے ساتھ ہوتے تھے - مولوی ضیاء الدین احمد اور میر نیرنگ کو کسرت کا بہت شوق تھا - اس کے ایک کونے میں ایک اکھاڑہ بھی انہوں نے بنا رکھا تھا جہاں وہ کشتی لڑتے تھے - کبھی کبھی اقبال مرحوم کو شوق آتا تو وہ بھی لنگوٹ باندھ کر اکھاڑے میں اترتے اور میر صاحب کے ساتھ ان کا دنگل بڑا لطف دیتا تھا . . . ."

افسوس کہ مولانا صلاح الدین احمد کا یہ مکان مارچ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں جل گیا تھا اور اب وہ موجود نہیں ہے - مولانا صلاح الدین احمد کے ایک بڑے بھائی حافظ فیروز الدین احمد تھے - مولوی ضیاء الدین احمد بمبئی پولیس میں ملازم تھے اور حافظ

Marfat.com
Marfat.com

فیروزالدین پنجاب میں پولیس آفیسر تھے۔ میں نے ان کے ہاں امرتسر میں ۱۹۱۵ء میں ایک دعوت میں شرکت کی تھی جو انہوں نے حکیم بھورے میاں کے اعزاز میں دی تھی۔

یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اقبال اپنے قیام لاہور کے ابتدائی دنوں میں اور کہاں کہاں آتے جاتے تھے۔ یہ واقعہ محض اتفاق سے یاد رہ گیا ہے۔

* * *

Marfat.com
Marfat.com

۱۰

لاہور میں علامہ کی قیام گاہیں

بھاٹی دروازہ :

علامہ اقبال گورنمنٹ کالج کے ہوسٹل کو چھوڑ کر سنہ ۱۹۰۰ء کے فوراً بعد بھاٹی دروازے کے اندر کرائے کے ایک مکان میں منتقل ہوگئے تھے ۔ غالباً بھاٹی دروازے کی ادبی محفلوں نے علامہ کو اپنی طرف متوجہ کیا ہوگا ۔ انھوں نے یہاں آ کر کئی مکان بدلے ۔ پہلا مکان ، جس میں وہ قیام پذیر ہوئے ، میاں احمد بخش کی ملکیت تھا ۔ اس کے ایک طرف مولوی محمد باقر پروفیسر فارسی (مشن کالج) رہا کرتے تھے اور ذرا فاصلے پر آگے جا کر شمس العلماء مولوی محمد حسین (پروفیسر عربی ، مشن کالج) کی رہائش تھی ۔ اسی بازار میں مولوی حاکم علی پروفیسر اسلامیہ کالج اور مفتی عبداللہ ٹونکی کا قیام بھی تھا ۔ موجودہ حالت میں اس مکان کا تعیّن ہمارے لیے ممکن نہیں ۔ البتہ کچھ عرصے کے بعد علامہ جس دوسرے مکان میں آئے اس کے بارے میں حتمی طور پر بعض معلومات پیش کی جا سکتی ہیں ۔ بھاٹی دروازے کے اندر جا کر تھوڑے ہی فاصلے پر دائیں طرف یہ مکان موجود ہے ۔ آج کل اس کا نمبر ۷۱۴ - بی ہے ۔ مکان کے ساتھ

Marfat.com
Marfat.com

ہی ایک گلی سڑتی ہے جو کوچہ جلوٹیاں کہلاتی ہے۔ کوچے کے موڑ پر ایک کنواں ہے جس کے ساتھ ہی ایک سیڑھی اوپر جاتی ہے۔ اسی کی بالائی منزل پر علامہ اقبال چند مہینے رہے۔ عرفِ عام میں یہ مکان "مولی پٹال" کا مکان کہلاتا ہے۔ اس کا مالک کھندو ارائیں تھا جس نے بعد میں اسے رائے بہادر لالہ رام سرن داس کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ تقسیمِ برِعظیم کے بعد یہ متروکہ جائداد میں شامل ہے۔

چند ماہ بعد علامہ اقبال اس مکان کے قریب ہی مکان نمبر ۹۵-ب میں اٹھ آئے۔ اس مکان کو بھی بعد میں لالہ رام سرن داس نے خرید لیا تھا۔ یہاں علامہ کا قیام انگلستان جانے تک رہا۔ یعنی ۱۹۰۵ء تک۔ علامہ سے پہلے اس مکان میں مولوی [illegible] رہا کرتے تھے۔ انہی کے مکان چھوڑنے پر علامہ اس میں آئے تھے۔ مکان کا دروازہ گلی کے اندر ہے۔ دوسری منزل میں بازار کے رخ تین کھڑکیاں اور تین جھروکے تھے۔ علامہ اسی مکان میں [illegible] تھے جب ۱۹۰۵ء میں انگلستان گئے تھے مگر وہ جھروکے [illegible] اسی مکان سے مطالعہ کرتے رہتے۔ حالانکہ زینے کے [illegible] ٹوٹ گیا۔ اسی مکان[1] میں علی بخش ان کی ملازمت میں [illegible] کے قریب ہی علامہ کے ہم وطن شیخ گلاب دین [illegible] رہائش پذیر تھے۔ حکیم شہباز الدین کے مکان [illegible]

۱۔ اس مکان کی [illegible] سے ۱۹۵۲ء میں "بزمِ اقبال" لاہور کی معرفت سنگِ مرمر کی ایک تختی لگائی گئی جو ابھی تک موجود ہے۔ اس پر علامہ کے قیام کی تاریخیں بھی درج ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

رہتا ۔ کہا جاتا ہے کہ علامہ روزانہ وہاں جاتے تھے ۔ مکان کے باہر ایک چبوترا تھا جس پر محفل جمتی تھی ۔ حقہ نوشی کے لیے ایک پیسے کا تمباکو منگوایا جاتا اور سب مل کر حظ اٹھاتے ۔ علامہ اقبال ان دلچسپ محفلوں کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے ۔

چنگڑ محلہ ، موہن لال روڈ :

۲ ستمبر ۱۹۰۵ء کو علامہ اقبال ولایت تشریف لے گئے اور ۲۷ جولائی ۱۹۰۸ء کو واپسی ہوئی ۔ احباب کے مشورے سے وکالت کرنے کا پروگرام بنا تو موہن لال روڈ پر رہائش کا بندوبست کیا گیا ۔ علی بخش کو بھی بلا لیا گیا ۔ اس زمانے میں یہ مکان لالہ چونی لال سونلد کی ملکیت تھا ۔ قیام پاکستان کے بعد اس میں ینگ سٹیشنری مارٹ کے نام سے سٹیشنری کی دکان قائم ہوئی ۔ آج کل یہ عمارت بدل چکی ہے ۔ ستمبر ۱۹۰۸ء تک علامہ اقبال کا قیام اسی عمارت میں رہا ۔

انارکلی :

نومبر ۱۹۰۸ء کو علامہ موہن لال رود (اردو بازار) والے مکان سے انارکلی والے مکان میں آگئے ۔ منشی طاہر الدین کے مشورے سے یہ مکان کرائے پر لیا گیا تھا ۔ علامہ سے قبل اس مکان میں سر فضل حسین اور میاں شفیع بھی رہ چکے تھے ۔ اب اس مکان کو گرا کر اس کی جگہ نیو مارکیٹ قائم ہو چکی ہے ۔ علامہ کے ہاں راقم کی حاضری اسی انارکلی والے مکان سے شروع ہوئی ۔ دسمبر ۱۹۰۹ء کے آخر میں علامہ کی شادی لدھیانہ میں ہوئی اور میں جنوری ۱۹۰۵ء کی ابتدا میں لدھیانے میں ملازم ہوا ۔ مجھے علامہ کی اہلیہ

Marfat.com
Marfat.com

کے عزیزوں کے قریب ہی مکان مل گیا تھا ۔ وہ لاہور آتے تھے تو میرا بھی آنا جانا ہو گیا ۔ علامہ اقبال مجھے ''مسمر'' کے نام سے پکارا کرتے تھے ۔ اس دور کی اکثر محفلیں میری دیکھی ہوئی ہیں ۔ علامہ اس مکان کی بالائی منزل میں بازار والے حصے کی طرف رہتے تھے ۔ عقب میں کھڑکیاں تھیں ۔ پچھواڑے میں ایک اور مکان بھی تھا جس میں منشی طاہر الدین رہا کرتے تھے ۔ علامہ اقبال نے ایک [illegible] لگا رکھی ہوئی تھی ۔ وہ خود ہی اس [illegible] کو [illegible] جاتے تھے ۔ ۱۹۱۹ء میں جب امرتسر میں کانگرس کا جلسہ ہوا تو علامہ اقبال اسی مکان سے امرتسر گئے تھے ۔ انہی دنوں لاہور میں مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کا جلوس نکلا [illegible] انارکلی والے اسی مکان میں آ کر [illegible] ادا کی تھی ۔ [illegible] ہوئی تھی ۔ نظم ''خضر راہ'' بھی اسی مکان [illegible] تھی جو انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے [illegible] اسلامیہ سکول [illegible] دروازہ میں پڑھی گئی تھی ۔ [illegible] دوران میں [illegible] ''اسرار خودی'' اور ''رموز بے خودی'' [illegible] لکھی گئی تھیں ۔ ''پیام مشرق'' [illegible] اسی مکان میں [illegible]

میکلوڈ روڈ :

[illegible]

میکلوڈ روڈ کی رہائش کا اس خطاب سے گہرا تعلق ہے ۔ یہ کوٹھی جج سید محمد لطیف مصنف ''تاریخ لاہور'' کی بیوی کی ملکیت تھی ۔ مکان کا کرایہ وصول کرنے اور اس کی دیکھ بھال کرنے کا کام سید محمود احمد کیا کرتے تھے جو ہائی کورٹ میں ملازمت کرتے تھے اور پھر سبکدوش ہو گئے تھے ۔ کوٹھی کا نمبر ۴۲ تھا ۔ اب اسے پاکستان گورنمنٹ نے محکمۂ آثار قدیمہ کی تحویل میں دے دیا ہے ۔ کوٹھی کا صرف ایک حصہ حکومت نے لیا ہے اور وہاں اقبال کے متعلق لائبریری قائم کی ہے ۔ دوسرا حصہ ، جس میں علامہ کی لائبریری ، منشی خانہ اور ملازمین کی رہائش تھی ، کسی اور کی ملکیت ہے ۔ اس مکان میں منتقل ہونے کی روداد علامہ اقبال نے اپنے بعض خطوط میں بھی بیان کی ہے ۔ مولانا گرامی کو ۴ اکتوبر ۱۹۲۲ء کے خط میں لکھتے ہیں :

''میں نے مکان بھی تبدیل کر لیا ہے ۔ مرزا جلال الدین صاحب کے قریب ہے ۔ ایک کوٹھی ایک سو ستر روپے کرائے پر لے لی ہے ۔ آپ تشریف لائیں گے تو آپ کو زیادہ آسائش ملے گی ۔ آپ ضرور تشریف لائیے . . . مصطفیٰ کمال پاشا کی فتوحات کا مادۂ تاریخ یہ ہے :

شاخ ابراہیم را نخل مصطفیٰؐ
سالِ فتحش اسمِ اعظم مصطفیٰ

۱۳۴۰ھ''

اس کے بعد ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو آپ پھر مولانا گرامی کو لکھتے ہیں :

'' . . . مصطفیٰ کمال پاشا کی تاریخِ فتح پر مصرع ایزاد کر کے آپ نے مادۂ تاریخ کو چار چاند لگا دیے ہیں ۔ جب

Marfat.com
Marfat.com

ذرا صحت ہو جائے تو ضرور تشریف لائیے ۔ اب تو سردی کا موسم آ رہا ہے ۔ میں دو چار روز تک نئے مکان میں منتقل ہو جاؤں گا ۔ نواب صاحب (ذوالفقار علی خاں) بھی شملہ سے تشریف لے آئے ہیں . . .''[1]

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ علامہ دسمبر کے آغاز میں نئے مکان میں آ گئے تھے اور یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو انھیں ''سر'' کا خطاب ملا تھا ۔ مکان کی شکل و صورت بنانے میں علامہ کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد نے بڑا کام کیا تھا ۔ وہ اس مکان کو بنانے سنوارنے کے لیے سیالکوٹ سے آ کر کئی مہینے لاہور میں قیام پذیر رہے تھے ۔ علامہ کی زندگی کے اہم واقعات اسی مکان کے دوران قیام سے تعلق رکھتے ہیں ۔ وہ کم و بیش ساڑھے تیرہ برس یہاں رہے اور مئی ۱۹۳۵ء میں اپنے ذاتی مکان میں منتقل ہوئے ۔ میں ۱۹۲۳ء سے مستقل طور پر لاہور آ گیا تھا اور اکثر علامہ کی خدمت میں حاضر رہنے کا موقع ملتا تھا ۔

اسی مکان میں قیام کے زمانے میں ''پیام مشرق'' کا دوسرا ایڈیشن چھپ کر آیا تھا ۔ مطبع جامعہ ملیہ نے اسے بڑے اہتمام سے شائع کیا تھا ۔ اس کے فوراً بعد ''بانگ درا'' کا پہلا ایڈیشن چھپا تھا ۔ پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے الیکشن کے ہنگامے [illegible] بھی اسی مکان میں رہائش کے دور سے تعلق رکھتے ہیں ۔ ''رنگیلا رسول'' کے خلاف جلسے ہوئے کس وقت ابھی [illegible] یہیں تھا ۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی گرفتاری [illegible]

۱- مکاتیب اقبال بنام گرامی، مرتبہ محمد عبداللہ قریشی، کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۲۳۱، ۲۳۰ -

Marfat.com
Marfat.com

عمل میں آئی تھی - مسجد شہید گنج ، راؤنڈ ٹیبل کانفرنس اور مدراس لیکچرز کا دور بھی یہی ہے - مدراس لیکچرز کی تیاری کے سلسلے میں فراہمیٔ مواد کے ضمن میں بھی راقم کو کچھ خدمت کا موقع ملا اور جنوبی ہند کے اس سفر کی رفاقت بھی نصیب ہوئی - لیکچروں کی تیاری کے سلسلے میں علامہ اکثر علماء دین سے مشورہ کرتے تھے - مولانا سید طلحہ مرحوم نے مشورہ دیا تھا کہ امام شاطبی کی کتاب 'الموافقات' کا مطالعہ قیاس کے ضمن میں کیا جائے - اسی طرح مولانا اصغر علی روحی کو بھی میں ایک روز علامہ کی کوٹھی پر لے گیا تھا - مجھے یاد ہے کہ علامہ کوٹھی کے درمیانی حصے میں بیٹھے تھے اور حقے کی نے ہاتھ میں تھی - مولانا نے بے تکلفی سے حقے کا رخ اپنی طرف کر لیا مگر معلوم ہوا کہ حقہ بجھا ہوا ہے - اس پر علامہ نے فرمایا کہ میں تو حقے سے محض باتیں کر رہا تھا - یہ کہہ کر علی بخش کو حقہ تازہ کر کے لانے کو کہا اور مولانا روحی اپنے مخصوص رنگ میں گفتگو کرنے لگے - بعض حوالوں کے سلسلے میں مولانا نے کہا کہ وہ لوگ بکتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ مترادفات سے ایک ہی طرح کے معنی مقصود ہیں - نہیں ، ہر لفظ الگ الگ اپنا خاص معنی اور مفہوم رکھتا ہے -

علامہ کے قیام کے دوران میں اس کوٹھی کی مرمت ہوتے کبھی نہیں دیکھی گئی - اکثر دیواروں سے پلستر غائب تھا -

ایک دفعہ کا ذکر ہے ، سخت گرمی کا زمانہ تھا - پروفیسر ڈکنسن ، جو گورنمنٹ کالج لاہور میں ان دنوں تازہ تازہ علی گڑھ سے آئے تھے ، علامہ کے ہاں آئے - کوٹھی کے [illegible] میں [illegible] کی نشست تھی [illegible] دیوار پر مکہ و مدینہ کی رنگین تصویر بغیر فریم کے آویزاں تھی - پروفیسر

Marfat.com
Marfat.com

ڈکنسن کی نظر جب تصویر پر پڑی تو مسکرا کر علامہ سے پوچھا کہ آپ کو تصاویر کا ذوق بھی ہے؟ علامہ نے تصویر کو اپنے ہاتھ سے ذرا سی حرکت دی تو پیچھے سے دیوار میں ایک شگاف نمودار ہوا جسے تصویر نے ڈھانپ رکھا تھا اور یہی اس تصویر کا مصرف تھا۔

ڈاکٹر سید محمد حسین ہر روز ۹ - ۱۰ بجے کے قریب اس کرسی میں اپنے بنگلے میں آتے اور بے تکلفی سے [illegible] زمانے میں [illegible] جاتے - [illegible] خیر و عافیت معلوم [illegible] واپس [illegible] ان کے ہمراہ رہتا - وہ واپس جانے سے پہلے [illegible] کرتے "اقبال کیا حال ہے" [illegible] اسی طرح [illegible] "شاہ صاحب خیریت ہے" [illegible] ہے - [illegible] ضرورت [illegible] کے مطلب سے [illegible] تعلقات [illegible]

ایک روز علامہ [illegible] مولوی [illegible] کا [illegible] وات [illegible] کے خیال سے [illegible]

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

رہے تھے - منشی طاہر الدین نے دریافت کیا ”خیر تو ہے ؟“ جواب دیا ”میں ذرا بیماری کی یاد تازہ کر رہا ہوں -“

۱۹۲۴ع میں دیوبند کے علمائے کرام کی آپ نے نہایت شاندار دعوت کی تھی جس میں مولوی احمد علی مرحوم ، مولانا سید انور شاہ صاحب اعلی اللہ مقامہ اور ان کے دوسرے رفقائے دیوبند کے علاوہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری ، مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور دیگر حضرات مدعو تھے - مسئلۂ سود پر گفتگو ہوئی اور نہ معلوم کن کن نکات نے جنم لیا -

اسی کوٹھی میں قیام کے زمانے میں آپ کابل گئے تھے - جب آپ ریلوے سٹیشن جانے کے لیے موٹر میں سوار ہو رہے تھے تو اتفاق سے پوسٹ مین نے آ کر خطوط دیے - ان میں سے ایک خط میں کسی نے خاقانی کے اشعار کا مطلب دریافت کیا تھا - آپ دو خط کا جواب فوراً دینے کی عادت تھی مگر اس وقت آپ کے لیے جواب دینا ایک مسئلہ بن گیا - میں ہمراہ تھا ، میں نے فوراً کہا کہ آپ یہ خط پروفیسر محمود شیرانی کے حوالے کر جائیں ، وہ اس کا جواب لکھ دیں گے - چنانچہ ایسا ہی ہوا - آپ نے اسی وقت پروفیسر شیرانی[1] کے نام چند جملے لکھ کر خط علی بخش کو دے دیا کہ ان تک پہنچا دے -

اقبال کی مجلس میں ظرافت ہر وقت جلوہ گر رہتی تھی - ایک روز میں ان کے ہاں حسب معمول آیا تو انہوں نے دریافت کیا کہ فلاں کتاب نہیں لائے ؟ اور فلاں شخص سے نہیں ملے ؟ میں

۱- 'اقبال نامہ' میں علامہ اقبال کے یہ جملے محمود شیرانی کی بجائے غلطی سے اختر شیرانی کے نام منسوب ہوگئے ہیں - (دیکھیے اقبال نامہ ، حصہ دوم ، ص ۳۵۱) -

Marfat.com
Marfat.com

کرسی کی وجہ سے پوری طرح سنبھلا نہیں تھا ۔ میں نے فوراً کہا ''دیکھو ! جی وقت ملتا ہے مگر فرصت نہیں ملتی ۔'' اس پر ڈاکٹر صاحب نے قہقہہ لگایا اور علی بخش کو آواز دی کہ فوراً سہر اور سالک کو بلا کر لاؤ ۔ ماسٹر نے فلسفے کا ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا ہے ۔ ساتھ ہی کسی طرح چودھری محمد حسین کو بھی اطلاع دے دو ۔ بعد میں احباب میں یہ واقعہ بار بار دہرایا جاتا رہا ۔

میں ایک روز صبح صبح پہنچا تو کہنے لگے ''آؤ آج چودھری شہاب الدین کے ہاں چلیں ۔'' ہم موٹر میں چودھری صاحب کے ہاں پہنچے ۔ وہ غسل کر کے دھوپ میں بیٹھے تھے ۔ انہوں نے فوراً علامہ سے کہا کہ کوئی ایسی ویسی بات مت کرنا ۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ہماری کیا مجال ہے ۔ مگر ساتھ ہی ان کے ننگے بازو پر ہاتھ رکھ کر پوچھا ''آپ نے یہ صوف کیا بھاؤ لیا ہے ؟'' چودھری صاحب بہت سیاہ فام تھے ۔

جب علامہ کونسل کے الیکشن میں منتخب ہو گئے تو ملک دین محمد کاتب نے ضیافت کی ۔ ان کی دعوتِ پلاؤ بہت مشہور تھی ۔ ہم جب کوٹھی سے باہر نکل رہے تھے تو ایک صاحب آئے اور ملے اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو ؟ علامہ نے فوراً جواب دیا ''مت پوچھو ۔ آج پلاؤ کی شہادت کا دن ہے ۔''

جاوید منزل :

علامہ کا آخری مسکن ان کی ذاتی کوٹھی ''جاوید منزل'' تھا جو میو روڈ (موجودہ علامہ اقبال روڈ) پر واقع ہے ۔ علامہ نے یہ زمین جاوید اقبال کے نام سے خریدی تھی اور انہی کے نام سے کوٹھی بنوائی تھی ۔ آپ اس میں ۱۹۳۵ء میں اٹھ آئے تھے ۔ [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

میں آئے ہوئے چند ہی ماہ گزرے تھے کہ والدۂ جاوید کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے مرحومہ کی تاریخِ وفات "سرمۂ ما ذاغ" سے ۱۳۵۴ھ نکالی تھی جو ان کی لوحِ مزار پر لکھی ہوئی ہے - اس زمانے میں علامہ کی اپنی صحت بھی اچھی نہیں رہتی تھی - چنانچہ ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو اسی مرض میں آپ نے انتقال فرمایا۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۱۱

اعلیٰ تعلیم کے لیے سفرِ یورپ

جب آپ ۱۹۰۵ء میں لاہور سے اپنے تعلیمی سفر کے لیے یورپ روانہ ہوئے تھے تو پہلے پہل دہلی پہنچے تھے۔ دہلی کے قیام کی تمام تفصیلات میر سید غلام بھیک نیرنگ کے اس مضمون میں ملتی ہیں جو "مخزن" کے اکتوبر ۱۹۰۵ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا (غلام بھیک نیرنگ خود بھی آپ کے ہمراہ تھے)۔

دہلی پہنچنے پر خواجہ حسن نظامی اور محکمہ تعلیم کے منشی نذر محمد نے آپ کا استقبال کیا تھا۔ پھر علامہ نے حضرت نظام الدین اولیا کے آستانے پر حاضری دی اور اپنی نظم "التجائے مسافر" کو دلکش آواز میں پڑھا۔ حضرت نظام الدین اولیا کے آستانے پر موجود قوالوں نے بہت عمدہ قوالی بھی پیش کی تھی۔ اس کے بعد مرزا غالب کے مزار پر گئے اور فاتحہ پڑھی۔

یہ تمام حالات خواجہ حسن نظامی اور ملا واحدی نے "وطن" اور "منادی" میں بھی تحریر کیے ہیں۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۱۲

عطیہ بیگم - پروفیسر آرنلڈ

(ڈاکٹریٹ کی تیاری)

علامہ اقبال کے سوانح پر قلم اٹھانے والا کوئی بھی مصنف عطیہ بیگم کا ذکر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بعض لکھنے والوں نے اس ضمن میں افراط و تفریط سے بھی کام لیا ہے اور واقعات کے پس منظر کو مدنظر نہیں رکھا۔ برعظیم پاک و ہند کی ان دونوں صاحبِ علم ہستیوں کی تحریریں ہمارے پاس موجود ہیں جو ہماری رہنمائی بوجوہِ احسن کرتی ہیں بشرطیکہ سلیم الطبعی سے ان کا تجزیہ کیا جائے۔

علامہ اقبال اور عطیہ بیگم کی پہلی ملاقات یورپ میں یکم اپریل ۱۹۰۷ء کو ہوئی تھی۔ علامہ اقبال ان دنوں پروفیسر آرنلڈ کی زیرِ ہدایت اپنا مقالہ لکھ رہے تھے اور عطیہ بیگم حال ہی میں ہندوستان سے آئی تھیں۔ چنانچہ عطیہ بیگم اقبال سے اپنی پہلی ملاقات اور سفرِ یورپ کی بابت لکھتی ہیں:

''مجھے لندن مسلم گرلز انسٹیٹیوٹ ڈھاکہ میں استانی مقرر کرنے کے لیے کورنیلیا سہراب جی اور برٹش گورنمنٹ نے ایک وظیفے کا انتظام کیا اور سفرِ یورپ کے لیے

Marfat.com
Marfat.com

فرسٹ کلاس کا ٹکٹ مہیا کیا گیا۔ اگرچہ مجھ میں کوئی خاص لیاقت نہیں تھی مگر حکام کو یقین تھا کہ میں ضرور کامیاب رہوں گی۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ لندن میں اقبال سے بھی ملاقات کروں۔ چنانچہ ۲۰ اگست ۱۹۰۶ء کو میں جہاز سے روانہ ہو گئی۔ میں لندن پہنچی تو مس بیک نے، جو علی گڑھ کے پروفیسر بیک کی بہن تھیں، ۱۰ [illegible] ہورن ویل روڈ پر میرے لیے انتظام کر رکھا تھا جہاں ہندوستان سے آئے ہوئے لڑکے جمع ہوتے تھے۔

یکم اپریل ۱۹۰۷ء کو مس بیک نے مجھے مدعو کیا اور بتایا کہ عنقریب تمہاری ملاقات ایک نوجوان [illegible] اقبال سے ہوگی جو کیمبرج سے تمہیں ملنے آ رہے ہیں۔ وہ تمہیں سید علی بلگرامی کی طرف سے کیمبرج آنے کی دعوت بھی دیں گے۔ سید علی بلگرامی صاحب نے مجھے اپنی کتاب "تمدنِ عرب" [illegible] کا ایک نسخہ بھی عنایت فرمایا تھا۔ [illegible] ملاقات ہوئی اور میں نے انہیں بہت [illegible] عربی، فارسی اور سنسکرت سب زبانیں جانتے [illegible] وہ بہت شریف طبع اور [illegible] آدمی [illegible] مجھ سے فرمایا کہ آپ [illegible] میں اور یہاں بہت مشغول ہیں۔ [illegible]

[illegible]

سے پوچھا کہ آپ لندن کس غرض سے آئے ہیں ؟ آنھوں نے فرمایا کہ مجھے فلسفہ پڑھنے کا بے حد شوق ہے ۔ جو کچھ یہاں میسر ہے وہ حاصل کروں گا ، پھر جرمنی اور فرانس جاؤں گا کیونکہ وہاں بہت کچھ ہے جو یہاں نہیں ہے ۔ اقبال ، حافظ کے بہت شائق معلوم ہوتے تھے بلکہ وہ حافظ کے حافظ تھے ۔ آنھوں نے بتایا کہ جب مجھ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے تو حافظ کی سپرٹ مجھ میں حلول کر جاتی ہے اور میں خود حافظ بن جاتا ہوں ۔ میں نے بھی حافظ کو بہت پڑھا تھا لہٰذا گفتگو کے دوران میں جگہ جگہ میں حافظ کے اشعار سناتی رہی ۔ اس سفرنامے کا ذکر بھی ہوا جو ''تہذیبِ نسواں'' میں چھپتا تھا اور کہا کہ زہرہ بیگم بہت قابل خاتون ہیں ۔ اقبال نے کہا کہ میں ایران میں رہ چکا ہوں ۔ آنھوں نے کہا کہ آپ بابا فغانی کو ضرور پڑھیں ۔ ہندوستان میں بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ فغانی کتنے بڑے پائے کے شاعر ہیں ۔''

علامہ اقبال نے بھی اپنی ڈائری میں عطیہ بیگم سے پہلی ملاقات کا ذکر کیا ہے ۔ چنانچہ وہ بھی یکم اپریل ۱۹۰۷ء کو عطیہ بیگم سے اپنے مراسم کے آغاز کی تاریخ بتاتے ہیں ۔

اس موضوع پر قلم آٹھانے والے حضرات کو یہ امر ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ علامہ اقبال اور عطیہ بیگم اپنے وقت کے نابغۂ روزگار لوگوں میں سے تھے اور وہ عام انسانوں سے بہت بلند مقام رکھتے تھے ۔ ہم جس سطح سے ان کی ذات کو موضوعِ بحث بناتے ہیں ، وہ دراصل ہماری اپنی ذہنی سطح ہوتی ہے اور ان بلند پایہ

Marfat.com
Marfat.com

ہستیوں کو بھی ہم اسی سطح پر گھسیٹ لاتے ہیں جو کسی طرح مناسب نہیں ۔

عطیہ بیگم قسطنطنیہ میں پیدا ہوئیں ۔ ان کے والد حسن آفندی ترکی کے دربارِ سلطانی میں بہت زیادہ اثر و رسوخ کے مالک تھے ۔ عطیہ بیگم کی تعلیم و تربیت ترکی ہی میں ہوئی ۔ جب ان کے والد فوت ہوگئے تو یہ خاندان بمبئی میں آ گیا ۔ یہاں اس خاندان کے مراسم طیّب جی خاندان سے ہوگئے ۔ یہ تین بہنیں تھیں جن میں سے عطیہ بیگم سب سے زیادہ تعلیم یافتہ اور ذہین تھی ۔ وہ ترکی ، انگریزی ، فرانسیسی ، جرمن ، اردو اور گجراتی زبانیں بہت اچھی طرح جانتی تھی اور ایک اعلیٰ خاندان کی تربیت یافتہ ہونے کی حیثیت سے سوسائٹی میں ایک نمایاں مقام رکھتی تھی ۔ اقبال اس کی شائستگی ، اعلیٰ ادبی ذوق ، ذہانت اور علم و فضل میں اس کے بلند مقام کو سراہتے تھے ۔ اور یہ ایسے صفات تھے جو خود اقبال میں بھی بدرجہ اتم موجود تھے اور یہی بات ان دونوں میں قدر مشترک بھی تھی ۔

غالباً ۱۹۳۶ء میں نواب حسن یار جنگ بہادر (احمد یار [illegible]) کی ملاقات عطیہ بیگم سے ہوئی تو انہوں نے عطیہ بیگم [illegible] پر آمادہ کر لیا کہ وہ حیدرآباد کی بزمِ اقبال کے [illegible] میں اقبال سے متعلق اپنی یادداشتیں پڑھ کر سنائیں [illegible] بادلِ ناخواستہ اپنی یادداشتوں [illegible] مرتب [illegible] جو ان کے اس خط [illegible] کر لیا ۔

[illegible] ۱۹۰۶ء [illegible] یونیورسٹی کے [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

لیسے واپس لایا جائے جس میں وہ گزشتہ رات سے مبتلا ہے ۔ اقبال
ان دنوں ہائیڈل برگ میں اپنا فلسفے کا تحقیقی مقالہ مکمل کر رہے
تھے اور اسی غرض سے ہائیڈل برگ میں وہ مقیم تھے ۔[1] اس سے پہلے
لندن میں بھی ان سے ملاقات ہو چکی تھی ۔ اس کے بعد وہ لندن میں
اقبال سے اپنی ملاقات کا حال بیان کرتی ہیں اور کیمبرج میں سیّد علی
بلگرامی کی دعوت کا ذکر بھی کرتی ہیں ۔ اس دعوت میں جو تصویر
لی گئی تھی ، عطیہ بیگم نے وہ بھی اپنی کتاب میں شائع کی ہے ۔
اس میں شیخ عبدالقادر اور دیگر حضرات کے علاوہ عطیہ بیگم اور
اقبال بھی بیٹھے ہوئے ہیں ۔

عطیہ بیگم نے اپنی کتاب میں پروفیسر آرنلڈ کا ذکر بھی کیا
ہے جو ہندوستان میں اقبال کے استاد تھے اور جب اقبال یورپ آ گئے
تو یہاں بھی انھیں آرنلڈ جیسے مشفق اور مہربان استاد کی رہنمائی

۱۔ ۱۹۰۷ع - ۱۹۰۸ع کے دوران میں علامہ لندن سے ہیڈل برگ (جرمنی) تشریف لے گئے تھے اور اسی شہر میں قیام کے دوران میں آپ نے اپنا مقالہ ''ڈویلپمنٹ آف میٹا فزکس ان پرشیا'' تحریر فرمایا تھا ۔ یہ یونیورسٹی اس زمانے میں بھی علمی خزانوں کے لیے مشہور تھی ۔ پروفیسر آرنلڈ چونکہ ہیڈل برگ کے علمی خزانوں سے بخوبی آگاہ تھے لہٰذا انھوں نے علامہ کے لیے اسی جگہ کا انتخاب کیا اور ان کو تحقیقی کام کے لیے یہاں قیام کرنے پر آمادہ کیا ۔ یہ ماحول علامہ کے لیے بہت سازگار تھا ۔ چنانچہ علامہ نے اپنی ڈاکٹریٹ کی ڈگری میونخ (جرمنی) یونیورسٹی سے حاصل کی جو ہیڈل برگ سے تقریباً چار سو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے ۔
علامہ اقبال کے اس قیام کی یاد کو زندہ رکھنے کے لیے اب حکومت جرمنی نے وہاں ایک یادگاری پتھر بھی نصب کرا دیا ہے جس پر علامہ اقبال کا نام اور دیگر تفصیلات درج ہیں ۔

Marfat.com
Marfat.com

میسر رہی۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں پروفیسر آرنلڈ کی دعوت پر کیمبرج میں ایک پکنک پارٹی میں شریک ہوئی۔ یہ پارٹی دریا کے کنارے ترتیب دی گئی تھی۔ موت و حیات کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے پروفیسر آرنلڈ نے اقبال کو دعوت دی کہ وہ بھی اس سلسلے میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ پہلے تو اقبال خاموش رہے مگر آخر میں انھوں نے یہ جملہ کہا ”زندگی دراصل موت کی ابتدا ہے اور موت زندگی کی ابتدا۔“ اقبال کے اسی فقرے پر بحث کا خاتمہ ہو گیا۔ آگے چل کر وہ لکھتی ہیں:

”میں ۹ جون ۱۹۰۷ء کو پروفیسر آرنلڈ کے ہاں کھانے پر مدعو تھی۔ اقبال بھی موجود تھے۔ اس موقع پر پروفیسر آرنلڈ نے ایک اہم عربی مخطوطے کی جرمنی میں موجودگی کا انکشاف کیا اور کہا ”اقبال! میں تمہیں اس مخطوطے پر کام کرنے کے لیے جرمنی بھیجنا چاہتا ہوں کیونکہ میری نظر میں تم ہی اس مخطوطے پر کام کرنے کے لیے موزوں ترین آدمی ہو۔“ علامہ اقبال نے کہا کہ میں اپنے استاد کی موجودگی میں ایک شاگرد کی حیثیت رکھتا ہوں [illegible] ان کے سامنے ایسی جسارت نہیں [illegible] اس پر آرنلڈ بولے کہ اقبال ایک وقت ایسا [illegible] ہے [illegible] اس کام کے لیے استاد سے زیادہ موزوں ہے [illegible] استاد کو بھی مات کر جاتے ہیں۔“

کچھ روز اقبال فلسفے سے متعلق [illegible] چند کتابیں ایک جرمن پروفیسر کی [illegible] لائے اور ان میں سے وہ مقامات دکھائے [illegible] جن [illegible] کا مقصد دور تھا۔ اس گفتگو میں ہم سب نے حصہ لیا [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

نے محسوس کیا کہ اقبال کو حافظ سے غیر معمولی دلچسپی اور تعلق ہے - انھوں نے حافظ کے تصورات کا دوسرے فلسفیوں کے تصورات و نظریات سے تقابل کیا اور یہ بحث تین گھنٹے تک جاری رہی - اس بحث و مباحثہ کے اختتام پر اقبال نے کہا کہ اس قسم کی علمی گفتگو سے میرے نظریات کو تقویت ملتی ہے اور وہ زیادہ مستحکم ہوتے ہیں -

۲۳ جون کو میں نے ایک ضیافت کا اہتمام کیا تھا جس میں دوسرے احباب کے علاوہ اقبال بھی شریک ہوئے - اس محفل میں ڈاکٹر انصاری نے گیت پیش کیے تھے اور لارڈ سہنا کی لڑکیوں کوملا اور روسولا نے موسیقی - اقبال نے اس موقع پر لطائف سنائے تھے جس سے محفل کا لطف دوبالا ہو گیا -

۲۷ جون کو ایک جرمن خاتون مس شولے نے اپنے گھر میں ہندوستانی کھانے کی دعوت کی - دراصل اقبال اسی گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے اور انھی کے ایما پر اس ضیافت کا اہتمام کیا گیا تھا - یہاں اقبال نے اپنے تحقیقی مقالے پر گفتگو کی جس میں حسب مقدور دوسرے لوگوں نے بھی حصہ لیا -

۲۹ جون کو لیڈی ایلیٹ نے ایک دعوت کا انتظام کیا - اس دعوت میں بھی اقبال موجود تھے اور مس سروجنی داس سے بھی دعوت میں میری ملاقات ہوئی جس نے اقبال کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ میں تو محض آپ سے ملنے کے لیے یہاں آئی ہوں - اس پر اقبال بولے نہ ایسی صورت میں یہاں سے زندہ بچ کر نکل جانا مشکل ہے -

Marfat.com
Marfat.com

فلسفے میں میری دلچسپی کو دیکھتے ہوئے اقبال نے ۱۳ تا ۱۵ جولائی ۱۹۰۷ء کے تین دن فلسفے کے مطالعے اور مباحثے کے لیے مخصوص کر دیے تاکہ ہر روز دو گھنٹے اس موضوع پر گفتگو کی جائے۔ چنانچہ پروفیسر برشمنٹ، اقبال اور میں مقررہ پروگرام کے مطابق اس موضوع پر بحث مباحثہ کرتے رہے۔ اگلے روز اقبال اپنی کتاب ''پولیٹیکل اکانومی'' کا اصل مسودہ مجھے دکھانے کے لیے لائے۔ میں نے اقبال کا پی ایچ۔ ڈی کے مقالے کا مسودہ بھی دیکھا۔ یہ بعد میں جرمن زبان میں ترجمہ ہو کر شائع ہو گیا تھا۔

۲۳ جولائی ۱۹۰۷ء کو ایک مقالاتی نشست [illegible] میں ہوئی تھی جس میں کافی تعداد میں ہندوستانیوں نے شرکت کی تھی۔ ایک ہندوستانی طالب علم پرمیشور لال نے بطور خاص ہند سے موصول شدہ خطوط کا ذکر کیا [illegible] انھی دنوں ہندوستان سے ڈاک آئی تھی جس [illegible] ''مخزن'' بھی تھا۔ اس میں اقبال کی ایک نظم [illegible] ہوئی تھی۔ مجھے اقبال کا جرمن زبان میں ایک خط [illegible] کو دیکھ کر پروفیسر آرنلڈ نے خط [illegible] [illegible] میں نے انھیں [illegible]

[illegible] اگست ۱۹۰۷ء [illegible]

سہل پیدا کر دیا ۔ ایک جرمن خاتون مس سٹرٹن بھی اس موقع پر موجود تھیں ۔ گفتگو کا موضوع زیادہ تر میری علمی مصروفیات رہیں ۔ میں عنقریب ہندوستان واپس جا رہی تھی لیکن پروفیسر آرنلڈ نے مجھے ترغیب دی کہ مجھے اپنا کچھ وقت جرمنی میں اور خاص کر ہائیڈل برگ میں بھی گزارنا چاہیے ۔ چنانچہ میں نے اپنے بھائی فیضی کے ساتھ جرمنی جانے کا پروگرام طے کر لیا اور انھیں اس سلسلے میں مطلع بھی کر دیا ۔ اس موقع پر پروفیسر آرنلڈ نے اقبال کے مقالے کے ضمن میں مجھ سے گفتگو کی اور ان کے کچھ مسودات بھی دکھائے ۔ اقبال ان دنوں جرمنی میں تھے ۔ جب اقبال کو میرے جرمنی جانے کی اطلاع ملی تو انھوں نے مجھے ۶ اگست ۱۹۰۷ء کو ایک خط لکھا جس میں کتابوں کی ایک فہرست بھی تھی جو انھوں نے میرے مطالعے کے لیے منتخب کی تھیں ۔ میں نے اقبال کو لکھا کہ میں ۹ اگست کو جرمنی روانہ ہو رہی ہوں ۔

چنانچہ طے شدہ پروگرام کے مطابق ۹ اگست کو میں لندن سے روانہ ہوئی اور دوسرے روز شام کے پانچ بجے جرمنی کے شہر ہیڈل برگ پہنچ گئی ۔ ہیڈل برگ میں پروفیسر اقبال ہمارے استقبال کے لیے موجود تھے ۔ یہاں کا ماحول اگرچہ لندن سے بہت مختلف ہے اور اجنبیت کا احساس زیادہ ہوتا ہے مگر میں ہندوستانیوں میں ہونے کی وجہ سے ایک طرح اپنے ہی ماحول میں تھی ۔ اقبال نے کہا کہ مس فیضی! آپ نے جو علمی کام اپنے ذمے لے رکھا ہے وہ یہاں مکمل

Marfat.com
Marfat.com

ہو جائے گا۔ ہیڈل برگ یونیورسٹی میں دو نہایت قابل اور خوبصورت عورتیں اقبال کی استاد تھیں جو انہیں مقالے کی تکمیل میں مدد دیتی تھیں ۔

۲۲ اگست ۱۹۰۷ء کو ایک پارٹی کا انتظام کیا گیا جس میں میں نے بھی حصہ لیا ۔ جب ہم لوگ پارٹی میں جانے لگے تو سب شرکا کی قیام گاہوں پر جا کر انہیں ساتھ لیا ۔ آخر میں ہم اقبال کے ہاں گئے اور انہیں قدرے مضمحل دیکھا ۔ چنانچہ ہم نے انہیں بھی ساتھ لیا اور پھر ہم سب نے اس دعوت میں شرکت کی ۔

۲۳ اگست کو زیادہ لمبی سیر کا پروگرام تھا جس کے اختتام پر ہم یونیورسٹی بورڈنگ ہاؤس میں واپس آ گئے ۔

۲۵ اگست باغِ فردوس میں جانے کے لیے طے شدہ تاریخ تھی ۔ وہاں ایک مسجد بنی تھی ۔ جب ہم وہاں پہنچے تو انہوں نے وہاں کے عربی کتبات پڑھے اور ان کی تاریخ بیان کی ۔

۲۸ اگست ہم نے [illegible] میں گزاری جسے اقبال بہت پسند کرتے تھے اور اس کا "عزیز خوشی" نام دے رکھا تھا ۔ اس کے بعد ہم پروفیسر [illegible] کے ہاں گئے جہاں مس [illegible] نے اقبال کے [illegible] اور شکل و صورت میں مشرق کا مسلمان لگتی [illegible] [illegible] ۔ اس کے بعد ہم [illegible] آ گئے ۔

۳۰ اگست ۱۹۰۷ء کو [illegible] تھی جس میں ہم سب شریک ہوئے ۔ اقبال اس دور میں

Marfat.com
Marfat.com

سب سے پیچھے رہ گئے - (کتاب میں دوڑتی ہوئی کشتیوں کی تصاویر بھی دی گئی ہیں) -

جرمنی میں میرے قیام کی مدت ختم ہو رہی تھی اور میں دوسرے دن ہیڈل برگ کو خیرباد کہنے والی تھی - اسی روز ایک باغ میں ایک پارٹی کا اہتمام تھا اور ہم لوگ یہاں جمع ہوئے - اس دعوت میں سب نے ایک ایک پکوان تیار کیا - اقبال نے بھی ہندوستانی کھانا بنایا - آخر میں مجھے الوداع کہا گیا اور اس طرح جرمنی میں میرا یادگار سفر اختتام پذیر ہوا -

جب میں ہندوستان واپس آ گئی تو اقبال سے ملاقات کا سلسلہ منقطع ہو گیا ، البتہ ان کے خطوط مجھے ملتے رہے - ۱۹۰۸ء میں دوبارہ مجھے یورپ جانا پڑا - میرے ساتھ میری بہن رفیعہ سلطان نازلی بیگم اور بہنوئی نواب سیدی احمد خاں بھی تھے - اس مرتبہ بھی اقبال ملنے کے لیے آئے اور انھوں نے میری بہن کے البم میں (۹ جون ۱۹۰۸ء کو) اپنی ایک نظم لکھی - (اس نظم کا آخری شعر یہ ہے) :

شمعِ بزمِ اہلِ ملّت را چراغِ طور کن
یعنی ظلمت خانۂ ما را سراپا نور کن

اس کے بعد ہم لوگ ہندوستان آ گئے کیونکہ میری والدہ کی بیماری کی اطلاع موصول ہوئی تھی جو بعد میں اسی بیماری میں فوت بھی ہو گئی تھیں -

جب اقبال واپس ہندوستان آ گئے تو ان سے خط و کتابت جاری نہ رہ سکی مگر وہ برابر اپنی نظمیں مجھے بھیجتے رہے -"

عطیہ بیگم نے اقبال کو جنجیرہ آنے کی دعوت بھی دی تھی

Marfat.com
Marfat.com

جس کا ذکر ۱۳ جنوری ۱۹۰۹ء کے ایک خط میں کیا گیا ہے۔ جب عطیہ بیگم کو معلوم ہوا کہ اقبال نے علی گڑھ یونیورسٹی میں فلسفے کا چیئرمین بننے سے معذرت کر دی ہے تو انہوں نے اس موقعے پر بھی اقبال کو ایک خط لکھا تھا۔ اس کے بعد جب اقبال حیدرآباد گئے تھے تو عطیہ بیگم نے انہیں مسٹر اور مسز حیدری کے نام ایک تعارفی خط دیا تھا۔ اپریل ۱۹۰۹ء میں بھی اقبال نے عطیہ بیگم کو ایک خط لکھا تھا۔

جب ۱۹۳۱ء میں اقبال گول میز کانفرنس میں شرکت کی غرض سے لندن جا رہے تھے تو بمبئی میں ان کی ملاقات عطیہ بیگم سے بھی ہوئی تھی۔ عطیہ بیگم خود لکھتی ہیں کہ انہوں نے اپنی قیام گاہ "ایوانِ رفعت" میں ۱۰ ستمبر ۱۹۳۱ء کو اقبال کے اعزاز میں ایک دعوت کا اہتمام کیا جس میں دیگر احباب بھی مدعو تھے جن سے اقبال کا تعارف کرایا گیا۔ اس موقعے پر اقبال نے ان سے ایک کاغذ طلب کیا جس پر حسب ذیل شعر اپنے قلم سے انہوں نے تحریر فرمایا:

بہ طوافِ کعبہ رفتم بہ حرم رہم نہ دادند
کہ برونِ در چہ کردی کہ درونِ خانہ آئی

ایک اور شعر بھی انہوں نے لکھا تھا جس پر خصوصی طور پر "پرائیویٹ" تحریر کیا۔ اس کا دوسرا مصرع یہ ہے:

تمہی کیا حلال ہے بادۂ [illegible]

ایک فارسی نظم کے حسب ذیل [illegible] بھی اسی موقعے ایوانِ رفعت میں بیٹھ کر انہوں نے لکھے تھے جو اقامت کی [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

کسی رسالے کو بھیجے تھے کیونکہ ان پر "برائے جریدہ" تحریر ہے:

ترسم کہ تو می رانی زورق بہ سراب اندر
زادی بہ حجاب اندر، میری بہ حجاب اندر
بر کشت و خیاباں پیچ، بر کوہ و بیاباں پیچ
برقے کہ بہ خود پیچد، میرد بہ سحاب اندر
ایں صوتِ دل آویزے از زخمۂ مطرب نیست
مہجورِ جناں حورے نالد بہ رباب اندر

محمد اقبال

در دولت کدۂ عطیہ بیگم، بمبئی ۱۰ ستمبر ۱۹۳۱ء"

اس سفر میں اقبال بمبئی کے افغان کونسل خانے میں ٹھہرے ہوئے تھے اور وہیں سے عطیہ بیگم کی مذکورہ دعوت میں شرکت کی غرض سے گئے تھے۔ اس کے بعد آپ موجا جہاز کے ذریعے لندن پہنچے اور کانفرنس میں شرکت فرمائی۔ یہ کانفرنس یکم دسمبر ۱۹۳۱ء تک جاری رہی۔

اسی طرح جب ۱۹۳۲ء میں اقبال یورپ جا رہے تھے تو اس موقعے پر بھی بمبئی میں عطیہ بیگم کے ہاں وہ سرسری طور پر گئے تھے۔

عطیہ بیگم کا مذکورہ بالا طویل بیان نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عطیہ اور اقبال کی علمی رفاقت اور اقبال کے مقالۂ پی ایچ۔ ڈی کی تیاری میں عطیہ بیگم نے جو علمی تعاون کیا اسے قارئین کے سامنے پیش کیا جائے۔ اقبال اور عطیہ کی رفاقت دراصل دو صاحبِ علم ہستیوں کی علمی رفاقت تھی۔ ان کے تبحرِ علمی نے ہی انہیں ایک دوسرے کے قریب کیا تھا اور یہی علمی افادہ و استفادہ ان کے درمیان قدرِ مشترک تھی۔

Marfat.com
Marfat.com

علامہ اقبال کے علاوہ جس ہستی کو عطیہ بیگم کی شخصیت نے متاثر کیا وہ مولانا شبلی نعمانی تھے - ان کے درمیان جو خط و کتابت اور مراسلت ہوئی وہ چھپ چکی ہے - مولانا کے خطوط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عطیہ بیگم کے بہنوئی یعنی نواب جنجیرہ یا ان کی بہن یعنی بیگم جنجیرہ سے ندوۃ العلما کا سنگِ بنیاد رکھوانا چاہتے تھے -

اس تمام کیفیت سے یہی واضح ہوتا ہے اور یہی حقیقت کے نزدیک درست بھی ہے کہ عطیہ بیگم ایک غیر معمولی ذہین اور صاحبِ علم خاتون تھیں اور ان کی اسی ذہانت و علمیت نے [illegible] ان دونوں صاحبِ علم اور نابغۂ روزگار ہستیوں [illegible] مولانا شبلی [illegible] کو متاثر کیا - ان کے [illegible] علمی [illegible] عامی نقطۂ نظر سے پرکھنے کی ضرورت ہے اور [illegible] غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا دور رس [illegible] ضرورت نہیں -

آخر میں ایک واقعہ اور بھی یاد آرہا ہے - [illegible] علامہ مدراس لیکچرز کے سلسلے میں بمبئی آئے تھے [illegible] بھی آپ کے ہمراہ تھا تو بمبئی میں انہوں نے عطیہ [illegible] ملنے کی خواہش کی تھی - وہ اس زمانے میں [illegible] تھیں - [illegible] وقت چونکہ کم تھا [illegible]

پاکستان بننے کے بعد عطیہ [illegible] آگئی تھیں اور کراچی میں رہائش [illegible] قبل، جب وہ ہسپتال میں زیرِ علاج تھیں [illegible] علی بخش نے بھی ان سے ملاقات کی تھی - [illegible] ۱۵ اپریل ۱۹۶۷ء کو جمعہ کے روز [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی ۔

پروفیسر آرنلڈ :

میں نے اپنے اس مضمون کے عنوان میں پروفیسر آرنلڈ کا نام بھی شامل کیا ہے ۔ پروفیسر آرنلڈ وہ شخصیت تھی جنہوں نے شروع سے اقبال کی علمی سرپرستی کی تھی ۔ وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفے کے پروفیسر کی حیثیت سے آئے تھے اور اقبال بحیثیت ایک طالب علم کے اس کالج میں زیرتعلیم تھے ۔ پھر جب اقبال حصولِ تعلیم کی غرض سے یورپ گئے اور آرنلڈ بھی انگلستان چلے گئے تو انہوں نے قدم قدم پر اقبال کی رہنمائی کی اور خاص کر ڈاکٹریٹ کی تیاری کے سلسلے میں تو انہوں نے مدد کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا ۔ چنانچہ جب اقبال کا مقالہ تیار ہو گیا اور میونک یونیورسٹی نے انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری دے دی تو لندن کے ایک اشاعتی ادارے نے بخوشی اسے شائع کر دیا ۔ اقبال نے اظہارِ تشکّر کے طور پر اپنے اس مقالے کو پروفیسر آرنلڈ کے نام معنون کیا اور اس کے انتساب میں لکھا :

"میرے پیارے مسٹر آرنلڈ !

یہ چھوٹی سی کتاب فلسفے کی اس تعلیم کا نتیجہ ہے جو میں آپ سے گزشتہ دس برسوں میں حاصل کرتا رہا ۔ بطورِ اظہارِ تشکّر میں اپنی اس عاجزانہ کوشش کو آپ کے نام معنون کرتا ہوں ۔ آپ نے میرے ساتھ ہمیشہ نہایت فراخ دلی کا سلوک کیا ہے ۔ اُمید ہے کہ میری اس پیشکش کو بھی آپ اسی جذبے سے قبول فرمائیں گے ۔

آپ کا پیارا شاگرد ، محمد اقبال"

Marfat.com
Marfat.com

پروفیسر آرنلڈ سے اقبال کی محبت اور عقیدت کا اظہار اس خط سے بخوبی ہوتا ہے جو انھوں نے پروفیسر موصوف کی وفات پر ان کی اہلیہ اور بیٹی کو لاہور سے ۱۶ جولائی ۱۹۳۰ء کو ارسال فرمایا۔ چنانچہ لکھتے ہیں (ترجمہ) :

''میری پیاری لیڈی آرنلڈ !

میرے لیے ناممکن ہے کہ میں آپ سے اور نینسی (دخترِ پروفیسر آرنلڈ) سے اس سانحۂ جانکاہ کا اظہار کر سکوں جو ہم پر گزر گیا ہے — اور وہ ہے ٹامس آرنلڈ کی وفات کی خبر جو ہندوستان میں پہنچی ہے ۔ آپ کو علم ہے کہ وہ تمام لوگ جو ان سے واقف تھے اور ان کے تمام شاگرد ان سے محبت کرتے تھے ۔ میں جانتا ہوں کہ وہ الفاظ جو اظہارِ غم میں استعمال کیے جائیں ، اگرچہ بہت [illegible] سے افاقے کا سبب بنتے ہیں مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے غم میں انگلستان ، ہندوستان اور [illegible] ممالک کے لوگ برابر کے شریک ہیں جو موصوف کی تصانیف سے واقفیت رکھتے ہیں ۔ دراصل ان کی وفات برٹش اور اسلامی علمی حلقوں کے لیے بہت بڑا صدمہ ہے ۔ [illegible] خیالاتِ علمی ہم سب کا سرمایہ ہیں [illegible] انھوں نے [illegible] کہ تک علم و ادب کی خدمت کی ہے ۔ [illegible] موت کا سانحہ ایک ذاتی حادثہ ہے [illegible] ناقابلِ [illegible] [illegible] ۔ [illegible] [illegible] خدمت کی جو مثال انھوں نے [illegible] زندگی کو [illegible] کیا وہ ہمیشہ [illegible] ہے گی ۔

Marfat.com
Marfat.com

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مرحوم کی روح کو ہمیشہ امن و سکون میں رکھے اور آپ کو اور نینسی کو زیادہ سے زیادہ صبر عطا فرمائے تاکہ آپ اس سانحے کو صبر اور سکون سے برداشت کر سکیں۔[1]

آپ کا خیرخواہ محمد اقبال"

پروفیسر آرنلڈ نے ۱۹۲۸ء میں ایک مقالہ "مذہب اسلام" کے عنوان سے تحریر کیا تھا۔ اس میں علامہ اقبال کی اسلامی خدمات اور احیائے ملی کے سلسلے میں ان کی شاعری نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے، اس کی بابت وہ لکھتے ہیں:

"ہندوستان میں جدید مذہبی تحریک سر محمد اقبال کی شاعری کی بدولت نہایت شان سے نمودار ہوئی ہے۔ اقبال فلسفے کے ایک سنجیدہ اور مستعد طالب علم ہیں۔ نطشے اور برگساں کے افکار کو اقبال نے ترقی دے کر اپنے نظریات کی بنیاد رکھی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اقبال کا علم و فضل اور ان کا وسیع مطالعہ و تحقیق محض دوسروں کی آواز بازگشت ہے۔ یہاں ہمیں ان کے فلسفیانہ افکار سے سروکار نہیں بلکہ صرف مذہب اسلام کی طرف ان کا رجحان زیربحث ہے۔ چنانچہ اپنی شاعری میں وہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی ذات سے والہانہ عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور وہ ان کی دوسری سب باتوں سے زیادہ ان کے پیغمبر عمل ہونے کی حیثیت سے ان کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ ان کا ایمان ہے کہ

1- Letters and Writings of Iqbal. ed. by Iqbal Academy Karachi pp. 115 - 116.

Marfat.com
Marfat.com

آپؐ کی تعلیمات ایک مثالی معاشرے کی بنیاد بن سکتی ہیں اور خودی کی قوت اور اس کے ارتقا سے ہی عالم اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہوگی۔ جتنا کہ ایک مسلمان [illegible] ایک مکمل و کامل انسان بنانے میں [illegible] وہ دنیا میں اسلام کی سربلندی اور ترقی کا [illegible] عمل کی عظمت کا جو سبق سیرتِ رسولؐ سے [illegible] ہے اس میں بے عملی یا سکون کی کوئی گنجائش [illegible] جو اسلامی تصوف کا ایک مخصوص پہلو ہے [illegible] اقبال شدید مخالف ہیں۔ ہندوستان کے نوجوان [illegible] پر اقبال کا بہت زیادہ اثر ہے مگر جس فلسفہ [illegible] کی تعلیمات پیش کی گئی ہیں، [illegible] تحریک کی بنیاد نہیں [illegible] [illegible] مقصد ہے۔"[1]

جب آرنلڈ ۱۹۰۳ء میں لاہور سے رخصت ہو کر [illegible] لگے تو اقبال نے ان کی یاد میں ایک نظم "نالۂ فراق" [illegible] تحریر کی جو "بانگِ درا" میں چھپ چکی ہے۔ اس [illegible] بند حسبِ ذیل ہے:

جا بسا مغرب میں آخر اے مکاں تیرا مکیں
آہ مشرق کی پسند آئی نہ اس کو سرزمیں
آ گیا آج اس صداقت کا مرے دل کو یقیں
ظلمتِ شب سے ضیائے روزِ فرقت کم نہیں

---

[1] دیکھیے آرنلڈ کی کتاب The Faith of Islam ص ٦ [illegible]
نیز اقبالیات کا تنقیدی جائزہ، اقبال اکادمی، ۱۹۵۵ء، ص [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

تا ز آغوشِ وداعش داغِ حسرت چیدہ است
ہمچو شمعِ کشتہ در چشمِ نگہ خوابیدہ است

دیکھتا ہے دیدۂ حیراں تری تصویر کو
کیا تسلی ہو مگر گرویدۂ تقریر کو
تابِ گویائی نہیں رکھتا دہن تصویر کا
خامشی کہتے ہیں جس کو ، ہے سخن تصویر کا

☆ ☆ ☆

ء

Marfat.com
Marfat.com

۱۳

یورپ سے واپسی

۲۷ جولائی ۱۹۰۸ء کو علامہ اقبال یورپ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد لاہور آئے تو ان کا شان دار استقبال کیا گیا۔ ان دنوں گرمیوں کی وجہ سے تمام ادارے بند تھے۔ علامہ کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد کے لڑکے مسٹر اعجاز لکھتے ہیں :

"انگلستان سے واپس آنے کے بعد انہوں نے لاہور میں بیرسٹری شروع کی لیکن اس کے ساتھ ساتھ تھوڑے عرصے تک وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفے کے اعلیٰ پروفیسر بھی رہے۔ کالج کی ملازمت کی وجہ سے وہ صبح کے وقت کچہری نہیں جا سکتے تھے۔ گورنمنٹ نے خاص طور پر ہائی کورٹ سے یہ انتظام کرا دیا تھا کہ ان کے [illegible] مقدمات دن کے پچھلے حصے میں پیش ہوا کریں [illegible] قریباً ڈیڑھ سال تک اس [illegible] میں انڈین ایجوکیشنل سروس میں [illegible] ہندوستانی کو [illegible] سروس [illegible] مخصوص تھی۔ [illegible] تھی کہ [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

اور بیرسٹری کے آزاد پیشے کو پسند کیا۔"

ہائی کورٹ میں ایک قانون داں کی حیثیت سے علامہ کا نام درج ہوا اور اس طرح آپ کے نام کی جو فائل تیار ہوئی وہ اب تک ہائی کورٹ کے ریکارڈ میں موجود ہے۔ اس فائل کے مندرجات کی تفصیل آیندہ مضمون میں ملاحظہ فرمائیے۔

یورپ سے واپسی پر علامہ نے ۱۹۰۹ء میں "ہندوستان ریویو" الہ آباد کے دو شماروں میں انگریزی زبان میں ایک محققانہ مقالہ لکھا تھا جس کا عنوان یہ تھا:

"Islam as a Moral and Political Ideal"

یہ مقالہ دو قسطوں میں شائع ہوا تھا مگر عام طور پر لوگوں کو اس مقالے کا علم نہیں ہے۔

اسی رسالے میں ۱۹۱۱ء میں بھی آپ نے ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان یہ تھا:

"Political Thought in Islam"

غرض یورپ سے آنے کے بعد آپ نے اپنی خالص اسلامی تحقیقات کا دائرہ وسیع تر کردیا اور پھر زندگی کے آخری سانسوں تک اسلام کی برابر خدمت کرتے رہے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۱۴

لاہور ہائی کورٹ میں علامہ کی فائل

جب لاہور ہائی کورٹ میں علامہ اقبال نے بیرسٹر کی حیثیت سے پریکٹس شروع کی تو آپ کا نام باقاعدہ رجسٹر ہوا۔ آپ کی ذاتی فائل کا نمبر 284-A-XIII تھا۔ یہ فائل حسنِ اتفاق سے ہائی کورٹ کے رجسٹرار میاں محمد خلیل صاحب کے ہاتھ لگ گئی اور انہوں نے اسے ۱۹۴۷ء کے فسادات میں ضائع ہونے سے بچا لیا۔ اس فائل میں حضرتِ علامہ کی تاریخ وفات ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء درج ہے۔ نیز مندرجہ ذیل امور کی وضاحت بھی ہوتی ہے:

۱۔ اقبال نے ۱۸۹۸ء میں لاہور لا سکول کے تمام لیکچر سنے اور کورس مکمل کیا۔

۲۔ انہوں نے ۱۸۹۸ء ہی میں ابتدائی امتحان بھی دے دیا تھا۔

۳۔ مگر وہ علمِ قانون (Jurisprudence) کے پرچے میں فیل ہو گئے تھے۔

۴۔ آپ نے لیکچروں میں معمولیت کے بغیر جون ۔ ۔ ۔ ایک مرتبہ پھر آئندہ دسمبر کے امتحان میں شمولیت کی اجازت طلب کی مگر مسٹر جسٹس چیٹرجی نے قواعد کے تحت ان کی یہ درخواست نامنظور کر دی۔

Marfat.com
Marfat.com

غالباً یہی وجہ تھی کہ آپ بیرسٹری کا امتحان پاس کرنے کے لیے ۱۹۰۵ء میں یورپ تشریف لے گئے اور بالآخر ۱۹۰۸ء میں یہ امتحان پاس کر کے وطن واپس آئے۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء میں ایڈووکیٹ کی حیثیت سے ہائی کورٹ میں وکالت شروع کی - مئی ۱۹۰۹ء میں آپ گورنمنٹ کالج میں فلسفے کے پروفیسر مقرر ہوئے مگر بالآخر یہ عارضی اسامی بھی آپ کو چھوڑنی پڑی ، کیونکہ چیف کورٹ کے جج صاحبان اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ آپ کے مقدمات ہمیشہ کے لیے کالج کے لیکچروں کے بعد لیے جاتے رہیں -

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۱۵

انجمنِ حمایتِ اسلام اور علامہ اقبال

یہ ادارہ انجمنِ حمایتِ اسلام لاہور کے نام سے چند اہلِ دل مسلمانوں نے ۱۸۸۴ء میں قائم کیا تھا۔ سید محمد لطیف نے بھی اپنی "تاریخ لاہور" میں اس انجمن کی ابتدا کا ذکر کیا ہے۔ اس انجمن سے علامہ اقبال کا تعلق ۱۸۹۹ء سے قائم ہوا جب آپ گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔ اے کا امتحان پاس کر چکے تھے۔ چنانچہ ۱۹۰۰ء میں آپ نے ایک نظم بعنوان "نالۂ یتیم" انجمن حمایتِ اسلام کے سالانہ جلسے میں پڑھی تھی۔ اس کے بعد آپ کا تعلق انجمن ہذا سے ایک عرصہ آخیر تک رہا۔ میں نے ان صفحات میں مختلف عنوانوں کے تحت اس ضمن میں لکھا ہے۔ ابتدا میں انجمنِ حمایتِ اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ عام طور پر اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ دروازہ میں ہوا کرتا تھا جس میں عموماً اقبال اپنی کوئی تازہ نظم پڑھا کرتے تھے۔ ان سالانہ جلسوں میں ڈاکٹر مولوی نذیر احمد دہلوی، [illegible] پھلواری، مولانا شبلی نعمانی، مولانا الطاف حسین حالی [illegible] مشاہیر بھی [illegible] حصہ لیا کرتے تھے [illegible] لاہور [illegible] اور پنجاب [illegible] مسلمان [illegible] والد مرحوم [illegible] سب جلسوں [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

۱۹۰۰ء کے بعد یہ جلسے اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں منعقد ہونا شروع ہو گئے تھے ۔ علامہ اقبال نے مندرجہ ذیل نظمیں انجمن کے حسب ذیل جلسوں میں پڑھی تھیں :

(۱) ۱۹۰۰ء میں آپ نے اپنی نظم ''نالۂ یتیم'' پڑھی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ۔

(۲) ۱۹۰۱ء میں آپ نے ''یتیم کا خطاب ہلال عید سے'' نظم پڑھی تھی ۔

(۳) ۱۹۰۲ء میں ''دین و دنیا'' اور ''اسلامیہ کالج کا خطاب پنجاب سے'' دو نظمیں پڑھی تھیں ۔

(۴) ۱۹۰۳ء میں نظم ''ابرِ گوہربار'' (فریادِ اُمت) پڑھی ۔ اس جلسے کی صدارت خان غلام محمد خان مشیرِ مال کشمیر و جموں نے کی تھی ۔ اس موقع پر خواجہ عبدالصمد ککرو کشمیر سے ایک نقرئی تمغہ بنوا کر لائے تھے تا کہ اقبال کو ان کی نظم کے صلے میں پہنائیں ۔ میں نے خود بھی خواجہ صاحب کو جلسے میں اقبال کی یہ عزت افزائی کرتے ہوئے دیکھا تھا ۔ چنانچہ انھوں نے علامہ اقبال کو وہ تمغہ پہنا دیا تھا ۔

(۵) ۱۹۰۴ء میں علامہ نے نظم ''تصویرِ درد'' پڑھی تھی ۔ اس جلسے میں بڑے بڑے علما اور رؤسا بیٹھے ہوئے تھے ۔ جب مولانا الطاف حسین حالی کی باری آئی تھی تو ان کی آواز ساتھ نہ دے سکی تھی ۔ چنانچہ ان کی نظم بھی علامہ اقبال نے پڑھی تھی اور اس نظم سے قبل آپ نے مندرجہ ذیل رباعی فی البدیہہ پڑھی تھی :

مشہور زمانے میں ہے نامِ حالی
معمور مئے حق سے ہے جامِ حالی

Marfat.com
Marfat.com

میں کشورِ شعر کا نبی ہوں گویا
نازل ہے مرے لب پہ کلامِ حالی

۱۹۰۳ء میں یا ۱۹۰۴ء میں علامہ نے انجمن کے جلسے میں جب یہ دیکھا کہ انجمن کی دو پارٹیاں —— باغبان پورہ اور موزنگ —— ایک دوسرے پر طعن کرتی ہیں تو آپ نے بطورِ طنز یہ کہا تھا:

"دو عملی میں ٹھہرا ہے آشیاں ہمارا"

اس کے بعد علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ چلے گئے اور وہاں سے ۱۹۰۸ء میں واپس آئے۔ اس عرصے میں اسلامیہ کالج کی عمارت بھی تیار ہو گئی تھی اور ساتھ ہی اس کا ہوسٹل بھی، جسے عام طور پر رواز ہوسٹل کہتے ہیں، اس کی عمارت بھی زیرِ تعمیر تھی۔ چنانچہ ۱۹۱۰ء کے بعد انجمن کا سالانہ اجلاس اسی رواز ہوسٹل میں ہونا شروع ہو گیا تھا۔

یورپ سے واپسی پر ۱۹۱۱ء میں آپ نے اپنی نظم "شکوہ" رواز ہوسٹل ہی میں پڑھی تھی۔ چونکہ یہ ہوسٹل ابھی زیرِ تعمیر تھا اس لیے اس جلسے کا انتظام پچھلے صحن میں کیا گیا تھا۔ میں بھی اس جلسے میں شریک تھا۔ آپ معمولی لباس میں ملبوس، سر پر ترکی ٹوپی پہنے ہوئے اپنے والد کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ یہ نظم ابھی [illegible] ہوئی تھی۔ سر عبدالقادر نے بھی اس نظم کا حال، جو جلسے میں [illegible] ہوا تھا، لکھا ہے۔ اس موقع پر بے حد ہجوم تھا۔ جب اقبال اسٹیج پر آئے تو چاروں طرف سے اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے بلند ہوئے۔ باوجود سامعین کے اصرار کے آپ نے ترنم سے پڑھنے سے اظہارِ معذرت کر دیا۔ اس وقت معلوم ہوا کہ نظم کا عنوان "شکوہ" ہے۔ اب

Marfat.com
Marfat.com

نے نظم کا پہلا بند پڑھا :

کیوں زیاں کار بنوں ، سود فراموش رہوں
فکرِ فردا نہ کروں ، محوِ غمِ دوش رہوں
نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہم نوا میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں
جرأت آموز مری تابِ سخن ہے مجھ کو
شکوہ اللہ سے — خاکم بدہن — ہے مجھ کو

ہزاروں کے مجمع میں ایسا سناٹا چھا گیا کہ کیا مجال ہے کسی کی سانس کی آواز تک سنائی دے۔ غرضکہ جوں جوں نظم آگے بڑھتی گئی ، ہر شعر کے بعد تالیوں اور نعروں کا طوفان برپا ہوتا گیا۔

اس سے اگلے سال ۱۹۱۲ء میں آپ نے "جوابِ شکوہ" موچی دروازے کے باہر باغ میں جنگِ بلقان کے موقع پر پڑھی تھی۔ اس جلسے کی صدارت چودھری شہاب الدین نے کی تھی۔ جب آپ نے اس نظم کا یہ شعر پڑھا :

آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں
زندگی مثلِ بلالِ حبشی رکھتے ہیں

تو چونکہ چودھری صاحب سیاہ فام تھے اس لیے آپ نے یہ شعر پڑھتے ہوئے ان کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا تھا۔ اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا :

رہ گئی رسمِ اذاں ، روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا ، تلقینِ غزالی نہ رہی

غالباً ۱۹۱۲ء ہی کا سال تھا جب علامہ نے اپنی نظم "شمع و شاعر" پڑھی تھی۔ اس جلسے کی صدارت فقیر سید افتخار الدین نے کی تھی۔ جب علامہ نظم پڑھنے کے لیے تشریف لائے تو اس وقت

Marfat.com
Marfat.com

گوجرانوالہ کے حافظ جھنڈا اپنی پنجابی نظم پڑھ رہے تھے ۔ مولانا ظفر علی خاں بھی اس جلسے میں موجود تھے مگر وہ حافظ جھنڈا کی پنجابی نظم کو اچھی طرح نہیں سمجھ رہے تھے ۔ چنانچہ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں ، جو مولانا کے پاس ہی بیٹھے تھے ، اردو میں اس پنجابی نظم کے مطالب کی وضاحت کرتے جا رہے تھے ۔ اس اثنا میں علامہ اپنی نظم پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے اور انھوں نے نظم کا آغاز ایک فارسی قطعے سے کیا جس کا پہلا شعر یہ ہے :

دوش می گفتم بہ شمعِ منزلِ ویرانِ خویش
گیسوے تو از پرِ پروانہ دارد شانہ

چونکہ اس زمانے میں لاؤڈ سپیکر رائج نہیں ہوئے تھے لہٰذا مجمع میں سے کسی شخص نے ، جو دور کھڑا تھا اور پشاور سے آیا تھا ، علامہ سے فارسی اشعار میں درخواست کی کہ بلند آواز میں پڑھیں ۔ اس پر علامہ نے نظم کا پڑھنا بند کر دیا اور اس آدمی کو اسی کی زبان میں ہی جواب دیا کہ اگر تمھارے کان سنتے [illegible] تو جاؤ ، دوسروں کو بے مزہ مت کرو ۔ اس پر مجمع میں کچھ شور ہوا مگر پھر سناٹا چھا گیا اور علامہ نے نظم پھر شروع کی ۔ اس نظم کے آخری حصے کے دوران جلسے کی صدارت مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا سلطان احمد نے کی تھی جس کا [illegible] علامہ نے [illegible] فی البدیہہ پڑھا تھا :

درمیانِ انجمن معشوقِ ہرجائی مباش
[illegible] سلطان [illegible]

[illegible]٦ء کے اجلاس میں علامہ نے نظم "[illegible]" [illegible] ۔ اس جلسے کی صدارت علامہ کے دوست نواب سر ذوالفقار علی خان کے سپرد تھی ۔

Marfat.com
Marfat.com

اس سے پیشتر ۲۲ جولائی ۱۹۱۳ء کو حیدر آباد دکن کے وزیراعظم مہاراجہ سر کشن پرشاد شاد جب لاہور میں آئے تھے تو انجمن کا ایک وفد علامہ کی سرکردگی میں ان سے ملا تھا اور انہوں نے ایک ہزار روپیہ انجمن کو عطیہ دیا تھا ۔ انجمن کی خواہش تھی کہ کسی طرح نظام دکن کو انجمن کے کسی جلسے کی صدارت پر آمادہ کیا جا سکے مگر وہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے نہ آ سکے ۔

اسی طرح علامہ نے نواب صادق والیٔ بہاولپور کو بھی انجمن کے ایک جلسے کی صدارت کی دعوت دی تھی جو انہوں نے منظور کر لی تھی ۔ چنانچہ انجمن کے چھیالیسویں جلسے کی صدارت نواب بہاولپور نے کی تھی جو دسمبر ۱۹۳۰ء کو ہوا تھا ۔ علامہ نے ایک ایڈریس بھی پیش کیا تھا ۔ اس جلسے میں نواب صاحب خیرپور (سندھ) اور نواب صاحب ٹمن نہ بھی موجود تھے ۔

۱۹۲۰ء کے سالانہ جلسے کی صدارت نواب حمیداللہ خان نے کی تھی ۔ اس جلسے میں پنجاب کے گورنر سر ہربرٹ ایمرسن موجود تھے جنہوں نے ایک تقریر بھی کی تھی ۔ علامہ علالت کی وجہ سے اس جلسے میں شریک نہ ہو سکے ، تاہم گورنر کی اس تقریر پر انہوں نے ایک چٹھی میں تبصرہ کیا تھا جس میں قادیانیت اور پنجاب کے زمینداروں کے مسائل کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی تھی ۔ علامہ کی یہ چٹھی اخبار میں بھی شائع ہوئی اور بعد میں ایک الگ رسالے کی شکل میں بھی طبع ہوئی ۔ صدر جلسہ نواب حمیداللہ خان نے دس ہزار روپے انجمن کو بطور عطیہ دیے تھے ۔

غرضکہ علامہ اقبال نے شروع سے ہی انجمن کے لیے اپنی خدمات

Marfat.com
Marfat.com

وقف کر دی تھیں ۔ وہ نہ صرف اس کے جلسوں میں باقاعدگی سے نظمیں پڑھتے تھے بلکہ انھوں نے بعض ایسے بلند پایہ لیکچر بھی دیے جو ہمیشہ یادگار رہیں گے ۔ آپ نے انجمن کی جنرل کونسل [illegible] ایک ممبر کی حیثیت سے اکثر شمولیت فرمائی اور [illegible] عہدوں پر بھی فائز رہے ۔ چنانچہ ۱۹۳۴ء سے [illegible] صدر انجمن کی حیثیت سے فرائض انجام دیے مگر آخر [illegible] ۱۹۳۶ء میں اس عہدے سے مستعفی ہو گئے ۔

[illegible] نے مختصر طور پر انجمن سے علامہ کی وابستگی کی [illegible] بیان کی ہے ۔ [illegible] قادری صاحب [illegible] موضوع پر [illegible] انجمن کے ریکارڈ کی مدد سے اس موضوع پر ایک [illegible] جا سکتا ہے ۔ یہ حقیقت ہے کہ انجمن [illegible] علامہ کی شہرت و مقبولیت کا آغاز ہوا [illegible] علامہ نے انجمن کے لیے بے مثال [illegible] ادارے کو بے شمار فوائد حاصل ہوئے ۔

انجمن حمایت اسلام کا چوبیسواں سالانہ جلسہ [illegible] ۱۹۰۹ء [illegible] اس جلسے کی صدارت شیخ عبدالحق [illegible] صاحب صدر [illegible] علامہ کا تعارف [illegible] وہ اپنی [illegible] دیا گیا جو بعد میں لاہور کے [illegible] شائع ہوا ۔ [illegible] سامعین [illegible] علامہ [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

محظوظ ہوئے مگر جو حضرات انگریزی زبان سے واقف نہیں تھے ان کے لیے میاں فضل حسین بیرسٹرایٹ لا نے لیکچر کا خلاصہ آردو زبان میں پیش کیا جو بہت پسند کیا گیا اور سامعین نے دل کھول کر داد دی ۔ اس کارروائی کے بعد یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا ۔[1]

☆ ☆ ☆

۱۔ روداد چوبیسواں سالانہ جلسہ انجمن حمایت اسلام لاہور (بطور رسالہ) بابت شعبان المعظم ۱۳۲۷ھ ، مطابق ستمبر ۱۹۰۹ع ، ص ۳۲ -

Marfat.com
Marfat.com

۱۶

خواجہ عبدالصمد ککڑو

خواجہ عبدالصمد ککڑو کو میں نے عام طور پر انجمن حمایت اسلام کے اُن جلسوں میں دیکھا تھا جو اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ میں منعقد ہوتے تھے - چھوٹا قد ، جسم گول مٹول ، کشمیری طرز کا لباس اور اس پر چوغہ اور دستار پہنتے تھے - باریش تھے اور عام طور پر ہاتھ میں تسبیح رکھتے تھے جو ان کا امتیازی نشان تھا - وہ بارہ مُولا (کشمیر) کے رئیسوں میں [illegible] ہوتے تھے -

بارہ مُولا کشمیر کا وہ قصبہ ہے جو راولپنڈی سے [illegible] جاتے ہوئے سری نگر کے قریب واقع ہے - نہایت حسین [illegible] علاقہ ہے - خواجہ عبدالصمد انجمن کے جلسوں میں [illegible] خصوصی [illegible] پر [illegible] شرکت [illegible] - [illegible] عزیز نکارہ [illegible] کشمیری مسلمانوں [illegible] حضرت کے [illegible] - وہ [illegible]

کشمیری مسلمانوں [illegible] خواجہ عزیز نکارہ [illegible] حضرت شاہ محمد غوث کی [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

شاہ محمد غوث بھی سلسلۂ نقشبندیہ سے وابستہ تھے - آپ نے یہیں انتقال فرمایا اور حضرت شاہ محمد غوث کی درگاہ میں دفن ہوئے - اس سے پہلے وہ اس درگاہ کی تعمیر میں عملی طور پر حصے لے چکے تھے -

خواجہ عبدالصمد ککرو خود بھی ایک عالم دین تھے اور انھوں نے سری نگر کی انجمن نصرت اسلام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا - یہ انجمن ۱۹۰۵ء میں سری نگر میں قائم ہوئی تھی - وہ انجمن نصرت اسلام کے جلسوں میں اپنی نظمیں بھی سناتے اور افتتاحی تقریریں بھی کیا کرتے تھے - ان کی تقریر بڑی عالمانہ ہوتی تھی - ان کی وہ تقریر، جو انھوں نے ۱۹۱۰ء کے جلسۂ انجمن میں کی تھی، بہت مشہور ہے - اس کی ابتدا ان اشعار سے ہوئی تھی :

افتتاح الکلام بسم اللہ　　　الذی لیس فی الوجود سواہ

قل ہو اللہ واحد احد　　　الذی لم یلد و لم یولد

بعد حمد خداست نعت رسول　　　کہ ازوئیم مقبل و مقبول

اسی طرح کی ایک اور تقریر بھی انھوں نے کی تھی جس کی ابتدا میں یہ شعر پڑھا تھا :

پھر بہار آئی چمن میں ، زخم گل تازے ہوئے

پھر مرے داغ جگر آتش کے پرکالے ہوئے

تقریر کا خاتمہ اس شعر پر کیا تھا :

مصطفیٰ ماہ و صحابہ انجم　　　رضی اللہ تعالیٰ عنہم

وہ فارسی میں مقبل اور اردو میں صمد تخلص کرتے تھے -

خواجہ عبدالصمد مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کے بھی سرگرم رکن تھے - وہ اس کے جلسوں میں ہمیشہ شرکت فرماتے تھے اور کشمیری مسلمانوں کے حالات سے دوسرے مسلمانوں کو باخبر رکھتے تھے - وہ پہلے مسلمان تھے جنھوں نے کشمیر کی سیاست میں

Marfat.com
Marfat.com

اسلامی تحریک کا آغاز کیا تھا اور اپنا نصب العین اشاعتِ اسلام ٹھہرایا تھا ۔ بارہ مولا کی جامع مسجد بھی انھوں نے تعمیر کرائی تھی اور جامع مسجد سری نگر کی مرمت کے موقعے پر بھی کسی سے پیچھے نہ رہے تھے ۔ علاوہ ازیں بارہ مولا میں انجمن اسلامیہ کی بنیاد بھی انھوں نے ڈالی تھی ۔ سری نگر پاپی سکول کے [illegible] بھی آپ ہی تھے ۔ جب تک زندہ رہے ، مسلمانِ کشمیر [illegible] کی امداد کرتے رہے ۔

انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں جب علامہ اقبال اپنی نظم سناتے تو خواجہ عبدالصمد کھڑے ہو کر اس طرح مجمع سے خطاب کرتے "اقبال بول رہا ہے ۔ مجھے چندہ دو ۔ میں اس کی طرف سے [illegible] کو دوں گا ۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کے اس طرح کے [illegible] خوب چندہ جمع ہو جاتا تھا ۔

ابتدا میں حضرت مولانا سید انور شاہ جیسے [illegible] عالم دین بھی [illegible] کشمیر خاص بارہ مولا میں پڑھاتے رہے تھے ۔ [illegible] دیوبند تشریف لے گئے ۔ غالباً اقبال کے [illegible] ہونے کی [illegible] خواجہ عبدالصمد ککرو کی وہ تعلیم و تربیت [illegible] سے انور شاہ جیسے بزرگوں کا بھی حصہ تھا اور [illegible] سے ان کی وابستگی کی بدولت علامہ اقبال بھی ان [illegible] ان دونوں بزرگوں کے تعلقات انجمن حمایتِ اسلام [illegible] رودادوں سے واضح ہیں ۔

خواجہ عبدالصمد ککرو [illegible] باشندہ ، صوم و صلوٰۃ اور ذہین [illegible] اس [illegible] ہی [illegible] ہو گیا تھا جس سے خواجہ عبدالصمد [illegible] تعلقات (؟) سے دوچار ہونا پڑا ۔ اقبال کو جب اس [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

اطلاع ملی تو آپ نے مندرجہ ذیل مرثیہ لکھا :

اندھیرا صمد کا مکاں ہو گیا
وہ خورشیدِ روشن نہاں ہو گیا

بیاباں ہماری سرا بن گئی
مسافر وطن کو رواں ہو گیا

گیا اڑ کے وہ بلبلِ خوش نوا
چمن پائمالِ خزاں ہو گیا

نہیں باغِ کشمیر میں وہ بہار
نظر سے جو وہ گل نہاں ہو گیا

گیا کارواں اور ہمیں راہ میں
غبارِ رہِ کارواں ہو گیا

گرا کٹ کے آنکھوں سے لختِ جگر
مرے صبر کا امتحاں ہو گیا

بڑھا اور اک دشمنِ جاں ستاں
دھواں آہ کا آسماں ہو گیا

ستم اس غضب کا خزاں نے کیا
بیاباں مرا بوستاں ہو گیا

ہوئی غم سے عادت کچھ ایسی مجھے
کہ غم مجھ کو آرامِ جاں ہو گیا

جدائی میں نالاں ہوں بلبل نہ کیوں
وہ گل زیبِ باغِ جناں ہو گیا

وہ سرخی ہے اشکِ شفق رنگ میں
حریفِ مئے ارغواں ہو گیا

Marfat.com
Marfat.com

بنایا تھا ڈر ڈر کے جو آشیاں
وہی نذرِ برقِ تپاں ہو گیا

کروں ضبط اے ہم نشیں کس طرح
کہ ہر اشک طوفاں نشاں ہو گیا

غضب ہے غلامِ حسن کا فراق
کہ جینا بھی مجھ کو گراں ہو گیا

دیا چرخ نے وہ غم فلک نے آتے
کہ مقبل سراپا فغاں ہو گیا

اقبال کا یہ مرثیہ ماہنامہ "مخزن" لاہور میں ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا تھا جس پر مدیرِ "مخزن" شیخ عبدالقادر نے مندرجہ ذیل نوٹ لکھا تھا :

"ہمارے ایک عنایت فرما رئیسِ بارہ مولا خواجہ عبدالصمد ککڑو ہیں۔ انہیں چند روز ہوئے اپنے جوان [illegible] بیٹے کی موتِ ناگہانی کا داغ دیکھنا پڑا۔ [illegible] صاحب خود عالم اور عمدہ دوست رئیس ہیں [illegible] طباع شاعر ہیں اور مقبل تخلص کرتے ہیں [illegible] نے ان کی طباعی اور زندہ دلی [illegible] انہیں تصویرِ غم بنا دیا ہے۔ شیخ محمد اقبال [illegible] ان کی طرف سے مرثیہ [illegible] کہا گیا۔"

خواجہ عبدالصمد ککڑو سے اقبال کے تعلقات [illegible] نوعیت سے بھی ملتا ہے۔

☆

۱۷

میر منشی سراج الدین احمد

لاہور ہمیشہ سے علم و ادب کا مرکز رہا ہے - یہاں متعدد ادبی انجمنیں قائم تھیں اور علم و ادب کی اشاعت کے لیے طرح طرح کے علمی اور ثقافتی نوعیت کے جرائد جاری تھے - ادبی جلسے اور مشاعرے بھی اکثر منعقد ہوتے رہتے تھے جن میں لاہور کے اہلِ ذوق اور سرکردہ شعرا بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے -

بزمِ ادب پنجاب کی سرگرمیوں نے ، جس کے صدر سالک صاحب اور سیکرٹری حفیظ جالندھری صاحب تھے ، مولانا تاجور کی انجمنِ اربابِ علم کا چراغ گل کر رکھا تھا - اچھے اچھے شاعر اسی انجمن کے جلسوں میں شرکت کرتے تھے - ایک دفعہ کشمیر ریزیڈنسی کے میر منشی سراج الدین لاہور آئے - یہ صاحب پنجاب کے نہایت ممتاز اہلِ ذوق حضرات میں سے تھے اور ڈاکٹر صاحب کے بے تکلف دوست بھی تھے - یہ بات ڈاکٹر صاحب کے ان خطوط سے بھی واضح ہے جو انھوں نے خود منشی سراج الدین احمد کو لکھے تھے - منشی صاحب کو اردو اور فارسی کے ہزارہا اشعار ازبر تھے جنھیں وہ خوب صورت ادائگی کے ساتھ اور نہایت برمحل استعمال کرتے تھے - ایک مرتبہ لاہور میں ان کی موجودگی کے موقع پر ایک مشاعرہ ایس - پی - ایس ہال

Marfat.com
Marfat.com

بیرون موری دروازہ میں منعقد ہوا ۔ حفیظ جالندھری نے منشی صاحب کو اس مشاعرے کی صدارت پر آمادہ کر لیا اور انہوں نے نہایت عالمانہ اور دلچسپ خطبۂ صدارت پیش کیا ۔ شعرا نے کلام سنایا اور انہوں نے ہر اچھے شعر پر نہایت دل کھول کر داد دی ۔ آپ نے خود بھی اپنا کلام سنایا ۔ وہ اس قدر ڈوب کر ذوق سے شعر پڑھتے تھے کہ فنا فی الشعر ہو جاتے تھے ۔ آخر میں فرمانے لگے کہ میں اپنی بے بضاعتی کو دیکھتا ہوں اور پھر اس شرفِ صدارت کو دیکھتا ہوں تو خواجہ حافظ کا یہ شعر یاد آ جاتا ہے :

به صدر مصطبه ام می نشاند اکنون دوست
گدائے شہر نگہ کن کہ میرِ مجلس شد

حافظ کی غزل کے اشعار کو انہوں نے اس قدر پڑھا کہ تمام مشاعرہ داد و تحسین کا بقعہ زار بن گیا ۔

علامہ اقبال نے منشی سراج الدین صاحب کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں سے چند چھپ بھی چکے ہیں ۔ پہلے ہی خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ منشی صاحب نے حضرت علامہ کو ایک انگوٹھی بطورِ تحفہ ارسال کی تھی جس سے متاثر ہو کر علامہ نے شکریے کے طور پر ۱۹۰۲ء میں ایک طویل نظم لکھی جس کا مطلع یہ ہے :

آپ نے مجھ کو جو بھیجی ارمغاں انگشتری
دے رہی ہے مہر و الفت کا نشاں انگشتری

ممکن ہے یہ نظم "مخزن" میں بھی شائع ہوئی ہو کیونکہ علامہ نے خود خواہش کی تھی کہ اسے "مخزن" میں بھیج دیجیے ۔

سنہ ۱۹۰۲ء میں حضرت علامہ نے انہیں ایک خط لکھا جو

Marfat.com
Marfat.com

یوں شروع ہوتا ہے :

''آپ کا خط ملا ۔ الحمد للہ آپ خیریت سے ہیں ۔ آج عید کا دن ہے اور بارش ہو رہی ہے ۔ گرامی صاحب تشریف رکھتے ہیں اور شعر و سخن کی محفل گرم ہے ۔ شیخ عبدالقادر ابھی اٹھ کر کسی کام کو گئے ہیں اور بشیر حیدر بیٹھے ہیں ۔ ''ابرِ گُہربار'' کی اصل علت کی آمد آمد ہے ۔ یہ جملہ شاید آپ کو بے معنی معلوم ہو مگر کبھی بوقتِ ملاقات آپ پر اس کا مفہوم واضح ہو جائے گا ۔ . . . ''ابرِ گہربار'' شروع کرنے سے پیشتر میں نے اس خیال سے کہ کوئی وہابی اس کے بعض اشعار پر کوئی فتویٰ نہ دے دے . . . ۔''

''ابرِ گہربار'' چوتھی نظم تھی جو علامہ اقبال نے انجمن حمایتِ اسلام کے اٹھارھویں سالانہ جلسے (منعقدہ یکم مارچ ۱۹۰۲ء) میں ظہر اور عصر کے درمیان پڑھی تھی ۔ یہ ایک طرح کی عاشقانہ نعت تھی جو حضور سرور کائنات ؐ کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت کے طور پر پیش کی گئی تھی ۔ انجمن کے اس جلسے کی صدارت خان بہادر غلام احمد خاں مشیرِ مال ریاست جموں و کشمیر نے فرمائی تھی ۔ اس نظم کا مطلع یہ ہے :

دل میں جو کچھ ہے زباں پر لاؤں کیونکر
ہو چھپانے کی جو بات چھپاؤں کیونکر

غرضیکہ منشی سراج الدین احمد کے نام حضرتِ علامہ کے متذکرہ خط میں اسی نظم کی طرف اشارہ ہے جسے وہ ان دنوں انجمن کے مذکورہ جلسے کے لیے لکھ رہے تھے ۔ ''لفظ وہابی'' سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انھوں نے آنحضرت ؐ کی شان میں جو والہانہ

Marfat.com
Marfat.com

اشعار لکھے ہیں ، ممکن ہے بعض حضرات کی طبعِ نازک پر ناگوار گزریں ۔

اس خط میں حضرتِ علامہ نے اپنی محفل کے بعض احباب کا بھی ذکر کیا ہے ۔ باقی حضرات کا ذکر تو کہیں نہ کہیں مل جاتا ہے مگر بشیر حیدر کا نام بعض لوگوں کے لیے نیا ہے ۔ یہ صاحب سیالکوٹ کے رہنے والے اور علامہ کے نہایت بے تکلف دوست تھے ۔

منشی سراج الدین کے ایک خط کے جواب میں علامہ لکھتے ہیں — مثنوی "اسرار خودی" کا ذکر ہو رہا ہے :

"الحمد للہ کہ مثنوی آپ کو پسند آئی ۔ آپ ہندوستان کے ان چند لوگوں میں سے ہیں جن کو شاعری سے طبعی مناسبت ہے ، اور اگر نیچر ذرا فیاضی سے کام لیتی تو آپ کو زمرۂ شعرا میں پیدا کرتی ۔ بہرحال شعر کا صحیح ذوق شاعری سے کم نہیں ، بلکہ کم از کم ایک اعتبار سے اس سے بہتر ہے ۔ محض ذوقِ شعر رکھنے والا شعر [illegible] ہی لطف اٹھا سکتا ہے جیسا کہ خود شاعر [illegible] شاید تکلیف [illegible] نہیں اٹھانی پڑتی ۔ ۔ ۔ ۔"

آگے چل کر اقبال وضاحت کرتے ہیں :

"[illegible]"

کم از کم مطالب کے اعتبار سے ، گو زبان اور تخیل کے اعتبار سے میں نہیں کہہ سکتا کہ کیسا ہوگا - یہ بات طبیعت کے رنگ پر منحصر ہے ، اپنے اختیار کی بات نہیں - میں چاہتا ہوں کہ اس مثنوی میں حقیقی اسلام کو بے نقاب کر دوں جس کی اشاعت رسولِ کریمؐ کی زبانِ مبارک سے ہوئی - صوفی لوگوں نے اسے تصوّف پر حملہ قرار دیا ہے اور یہ بات کسی حد تک صحیح بھی ہے - انشاء اللہ دوسرے حصے میں دکھاؤں گا کہ تصوف کیا ہے اور کہاں سے آیا اور صحابۂ کرام کی زندگی سے کہاں تک اُن تعلیمات کی تصدیق ہوتی ہے جن کا تصوف حامی ہے -"

اقبال کے اس خط کے مذکورہ اقتباسات سے دو امور پر روشنی پڑتی ہے ؛ ایک تو منشی سراج الدین احمد کے ساتھ ان کے تعلقات کی نوعیت کا اندازہ ہوتا ہے اور دوسرے علامہ کے عقیدۂ تصوف کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے - اس خط میں اقبال نے نہایت وضاحت سے تصوف سے متعلق اپنے عقیدے کو لوگوں پر عیاں کر دیا ہے -

مجھے اچھی طرح یاد ہے : ایک مرتبہ جلیل لکھنوی ، نواسۂ حضرت میر انیس ، لاہور میں تشریف لائے ہوئے تھے - محلہ چہل بیبیاں کی ناصر حویلی میں مجلس تھی اور اس کے قریب ہی منشی سراج الدین احمد کی رہائش تھی - اس مجلس میں اقبال ، سر عبدالقادر ، ڈاکٹر تاثیر اور سالک مرحوم بھی تشریف رکھتے تھے - اس محفل میں جس انداز سے منشی سراج الدین نے اپنی سخن فہمی کے جوہر دکھائے اور شاعر کو داد دی اس پر ساری محفل عش عش کر اٹھی -

غرض جس محفل میں بھی منشی صاحب ہوتے اس میں شعر و

Marfat.com
Marfat.com

سخن کے ایسے ایسے نکات سامنے آتے کہ اہل سخن دنگ رہ جاتے۔

میں ۱۹۳۷ء میں پیرس میں تھا۔ وہاں اکثر منشی سراج الدین کی شعرفہمی کا ذکر اقبال شیدائی سے ہوتا تھا۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ کسی طرح ان سے غالب کے اردو دیوان کی شرح لکھوائی جائے کیونکہ جس طرح وہ شعر کے اندر ڈوب جاتے ہیں، اس معاملے میں ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۱۸

شکوہ اور جوابِ شکوہ

(جنگِ طرابلس اور جنگِ بلقان)

۱۹۱۰ء - ۱۹۱۱ء میں جنگِ طرابلس اور جنگِ بلقان کی وجہ سے ملک کی فضا اچھی نہیں تھی - اُس وقت دفعہ ۳۰ کا نفاذ تھا جس کی وجہ سے کوئی پبلک جلسہ نہیں ہو سکتا تھا - ممالکِ اسلامیہ میں مسلمانوں پر کھلے عام مظالم ہو رہے تھے اور ہر شخص اس صورت حال سے پریشان تھا - چنانچہ ۶ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو مسلمانانِ لاہور شاہی مسجد میں نمازِ عصر کے لیے جمع ہوئے اور ایک جلسہ کیا - اس جلسے میں علامہ اقبال بھی موجود تھے - انھوں نے اس موقع پر اپنی ایک نظم ''حضورِ رسالت مآب میں'' ترنم سے پڑھی تھی - یہ نظم سننے کے لیے کثیر تعداد میں لوگ جمع ہوئے جن میں سربرآوردہ مسلمان بھی خاصی تعداد میں موجود تھے - میاں سر محمد شفیع ، شیخ عبدالقادر اور انجمنِ حمایتِ اسلام سے تعلق رکھنے والے بیشتر سرکردہ ارکان اس موقع پر موجود تھے - جب علامہ نے یہ بند پڑھا تو لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے :

حضور ! دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے ، وہ زندگی نہیں ملتی

Marfat.com
Marfat.com

ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاضِ ہستی میں
وفا کی جس میں ہو بو، وہ کلی نہیں ملتی
مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے، جنّت میں بھی نہیں ملتی
جھلکتی ہے تری امّت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

اس نظم نے مسلمانانِ لاہور کے دلوں میں ایک قیامت برپا کر دی تھی۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو آنسوؤں سے لبریز نہ ہو اور کوئی دل ایسا نہ تھا جو مسلمانانِ طرابلس و بلقان کی مصیبت پر تڑپ نہ اٹھا ہو۔

اس سے قبل علامہ نے اپنی مشہور نظم "شکوہ" انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے منعقدہ ریواز ہوسٹل میں اپریل ۱۹۱۱ء میں پڑھی تھی۔ اس موقع پر آپ کے والدِ گرامی بھی موجود تھے۔ [illegible] اکتوبر [illegible] میں آپ نے اپنی دوسری نظم "جوابِ شکوہ" [illegible] موچی دروازے کے باہر باغ میں منعقدہ ایک جلسے میں سنائی تھی۔ اس جلسے میں جس قدر خلقت جمع ہوا تھا وہ ساری [illegible] مجاہدین کی امداد کے لیے [illegible] موجود تھا۔ [illegible] تھی۔ مولانا ظفر علی خاں بھی [illegible] نظم سے [illegible]

اس جلسے [illegible] موچی دروازہ [illegible] کوپیوں کو [illegible] کیونکہ جنگِ طرابلس و بلقان [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

مظالم ڈھائے جا رہے تھے - مجھے یاد ہے سب سے پہلے بنگال کے رہنے والے اور گورنمنٹ کالج کے ایک طالب علم قاضی محمد حسین نے اپنی ٹوپی اتار کر زمین پر پھینکی تھی - اس کے بعد تمام حاضرین نے، جنھوں نے اٹلی کی بنی ہوئی ٹوپیاں پہن رکھی تھیں ، اپنی ٹوپیاں اتار کر پھینک دیں اور ہال میں ان ٹوپیوں کا ڈھیر لگ گیا - اس جلسے میں گورنمنٹ کالج لاہور کے طالب علم کثیر تعداد میں شریک ہوئے تھے -

انھی ایام میں محمڈن ہال میں ایک اور جلسہ بھی ہوا تھا جس میں علامہ نے کسی بیرونی یونیورسٹی کے پروفیسر کی آمد پر فلسفے پر انگریزی زبان میں ایک لیکچر دیا تھا - یہ لیکچر زبانی دیا گیا تھا ، یہاں تک کہ اس سلسلے میں لکھے ہوئے اشارات بھی علامہ کے سامنے نہیں تھے - اس کا عنوان یہ تھا : Subjective mind and Objective mind[1] اس لیکچر میں فلسفے کے چند نوجوان طلبہ نے بھی حصہ لیا تھا اور مولوی صدرالدین صاحب نے بھی چند اشارات پیش کیے تھے - علامہ نے اس لیکچر میں یورپ کے بعض مشہور اساتذۂ فلسفہ کی اغلاط کی نشان دہی فرمائی تھی اور منطق کی شکلِ اوّل پر بھی اعتراض کیے تھے - یہ لیکچر چونکہ جنگِ طرابلس کے زمانے میں دیا گیا تھا لہٰذا علامہ نے دورانِ تقریر میں اس جنگ کو بھی موضوعِ سخن بنایا تھا -

☆ ☆ ☆

۱- میرے نزدیک اس انگریزی عنوان کا ترجمہ ''نفسی یا اندرونی کیفیت اور خارجی یا نظری کیفیت'' ہو سکتا ہے -

Marfat.com
Marfat.com

۱۹

اسرارِ خودی

سب سے پہلے ''اسرارِ خودی'' [illegible] میں شائع ہوئی [illegible]
ایک چھوٹے سائز کا نہایت [illegible] زیب ایڈیشن [illegible]
میں آردو [illegible] ایک مقدمہ بھی شامل تھا اور [illegible]
منسوب کیا گیا تھا ۔ اس میں چونکہ تصوف [illegible]
پر تنقید کی گئی تھی لہٰذا ملک بھر میں [illegible] خلاف [illegible]
ہو گیا ۔ تصوف کے جس مسلک کی علامہ نے مخالفت [illegible]
وضاحت ان اشعار سے ہوتی :

خوشہ [illegible] از [illegible] فقیر [illegible]
جا [illegible] از [illegible] [illegible]

[illegible] از [illegible] [illegible]
الحذر [illegible] [illegible]

[illegible] سے [illegible] [illegible]
اور اس کی [illegible] [illegible]
نے اس [illegible] مخالفت کا [illegible]
کی عظمت [illegible] تسلیم کرتے ہوئے بھی [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

کسی طرح اتفاق نہ کر سکے ۔ چنانچہ اس سلسلے میں علامہ پر تنقید اور اعتراضات کا ایک ایسا سلسلہ چل نہ نکلا جو اس وقت تک جاری رہا جب تک علامہ ان متنازعہ اشعار کو خارج کرنے پر مجبور نہ ہو گئے ۔ ذیل میں ان تنقیدات کی تفصیل دی جا رہی ہے :

(۱) حافظ محمد اسلم جیراجپوری نے حافظ پر علامہ کی تنقید کو ناپسند کیا اور ''جوہرِ اقبال'' نامی رسالے میں اس کے خلاف مضمون لکھا ۔

(۲) شیخ مشیر حسین قدوائی نے ، جو انگلستان میں تھے ، علامہ کے نظریات کے خلاف ایک زوردار مضمون ۲۳ مارچ ۱۹۱۶ء کے ''زمیندار'' میں لکھا ۔ علاوہ ازیں دوسرے رسائل میں بھی انھوں نے ''اسرارِ خودی'' کے خلاف مضامین شائع کرائے ۔

(۳) حکیم فیروز الدین طغرائی نے ''لسان الغیب'' کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا جس میں اسلم جیراجپوری کے اعتراضات کی تائید کی ۔

(۴) پروفیسر محمود علی نے ، جو اپنی کتاب ''دین و دانش'' کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے اور رندھیر کالج کپورتھلہ میں پڑھاتے تھے ، علامہ کے خلاف ایک مضمون لکھا ۔

(۵) ملک محمد کاشمیری ، جو جہلم کے باشندے تھے ، انھوں نے حافظ کی تائید اور تعریف میں ایک مثنوی لکھی ۔

(۶) خان بہادر مظفر احمد فضلی پینشنر ڈپٹی کلکٹر نے ''اسرارِ خودی'' کے جواب میں ایک نظم لکھی اور حافظ کی مدح سرائی کی ۔

Marfat.com
Marfat.com

(۷) خواجہ حسن نظامی دہلوی، جو علامہ اقبال کے بہت بڑے مداح تھے، حافظ پر علامہ کی تنقید برداشت نہ کر سکے اور ان کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے اخبار "وکیل" امرتسر میں ایک مخالفانہ مضمون لکھا جو ۲۹ دسمبر ۱۹۱۵ء کو شائع ہوا۔ وہ علامہ کے ساتھ اس مسئلے پر خط و کتابت بھی کرتے رہے۔

(۸) ایک صاحب، جو علامہ کے احباب میں [illegible]، انہوں نے درپردہ علامہ کی مخالفت شروع کر دی [illegible] نشتر کے نام سے ایک مضمون [illegible] دسمبر [illegible] کے اخبار "وکیل" امرتسر میں شائع [illegible]

(۹) سید سلیمان پھلواری بھی علامہ [illegible] اس موقع پر وہ بھی علامہ کی مخالفت [illegible] مسئلہ وحدت الوجود کو قرآن [illegible] کی کوشش کی۔

(۱۰) [illegible] ذوقی شاہ نے [illegible]

[illegible]

(۱۱) [illegible]

[illegible]

[illegible] میں [illegible] شائع ہوا۔ اس کے علاوہ دو مضمون [illegible] نے لکھے تھے۔ ان میں سے ایک کا عنوان "[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

یہ بھی اخبار ''وکیل'' میں ۲۳ دسمبر ۱۹۱۶ء کو شائع ہوا تھا۔

تاہم علامہ کے ان تمام مضامین اور علمی دلائل کے باوجود معترضین اپنے نقطۂ نظر پر اڑے رہے اور بالآخر علامہ کو اندھی عقیدت اور تقلید پرستی کے اس طوفان کے سامنے سپر انداز ہونا پڑا۔ نتیجۃً تصوف کے اس خاص مسلک کے خلاف جو اشعار انہوں نے ''اسرارِ خودی'' کے پہلے ایڈیشن میں شامل کیے تھے انہیں دوسرے ایڈیشن سے خارج کر دیا اور یوں یہ طوفان تھم گیا۔ جو مقدمہ علامہ نے ''اسرارِ خودی'' کے پہلے ایڈیشن میں اپنے نظریات کی تائید میں شامل کیا تھا، وہ بھی انہوں نے دوسرے ایڈیشن میں حذف کر دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۲۰

ایک مشاعرہ

میں نے قبل ازیں بیان کیا ہے کہ علامہ اقبال نے جنگ طرابلس اور جنگِ بلقان کے موقع پر نظمیں بعنوان ''حضورِ رسالت مآب میں'' اور ''جوابِ شکوہ'' مسلمان ملک کو بیدار کرنے کی غرض سے پڑھی تھیں ۔ کیونکہ یہ جنگیں دراصل اسلامی ممالک کے خلاف تھیں جن کے ساتھ ہم لوگ مذہبی حیثیت سے تعلق رکھتے تھے ۔ جنگِ بلقان کے فوراً بعد ۱۹۱۴ء سے یورپ میں جنگ عظیم اول شروع ہو گئی ۔ اس میں برطانیہ نے بھی حصہ لیا تھا یا [illegible] لیا تھا ۔ جنگ کا خاتمہ ۱۹۱۸ء میں ہوا تو فتح کے جشن کے لئے ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۸ء کی تاریخ مقرر کی گئی ۔ اس وقت پنجاب کے گورنر سر مائکل اوڈوائر تھے جنہوں نے اس جشن کا انتظام کیا [illegible] اور اس سلسلے میں ایک مشاعرے کا انتظام بھی لاہور کے [illegible] میں کیا گیا تھا ۔ سرکاری طور پر علامہ اقبال کو [illegible] دعوت دی گئی تھی ۔ راقم نے اس مشاعرے میں بطور [illegible] شرکت کی تھی ۔

پنجاب کے سب چیدہ چیدہ شاعر اس مشاعرے میں [illegible] اور اس کی صدارت خود گورنر پنجاب نے کی تھی ۔ علامہ [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

طور پر اس میں مدعو تھے لہٰذا انھوں نے دو نظمیں اُردو کی پڑھی تھیں جو براہِ راست اس جنگ سے متعلق نہ تھیں ۔ پھر آپ نے ایک فارسی نظم بھی پڑھی تھی جس کا اول شعر یہ ہے :

ہیچ می دانی کہ صورت بندِ ہستی با فرانس
فکرِ رنگین و دلِ گرم و شرابِ ناب داد

علامہ کو اس مشاعرے کا جج بنایا گیا تھا اور آپ نے اوّل انعام تلوک چند محروم کو دیا تھا ۔ اس تمام مشاعرے کی رپورٹ گورنمنٹ کے اپنے ہفتہ وار اخبار "حق" میں طبع ہوئی تھی ۔ اس کے علاوہ ہاتھی پر ایک جلوس بھی نکلا تھا جس پر پنجاب کے گورنر سوار تھے اور پیچھے عبدالعزیز (ماما جیجی) بیٹھا تھا ۔ اسی قسم کے جلسے جنگ کے خاتمے پر پنجاب کے دوسرے اضلاع میں بھی ہوئے تھے ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۲۱

اسرارِ خودی کا انگریزی ترجمہ

یہ مسلمہ امر ہے کہ یورپ میں اقبال کی معرکۃ الآرا تصنیف "اسرارِ خودی" کا ترجمہ، جو ڈاکٹر نکلسن نے بعنوان "سیکرٹ آف دی سیلف" کیا تھا، ایک بہت بڑا کارنامہ ہے اور ڈاکٹر نکلسن اس کارنامے کے لیے مبارک باد کے مستحق ہیں۔ یورپ کے لیے چونکہ یہ تصنیف غیر معمولی اہمیت کی حامل تھی لہٰذا ہر پڑھا لکھا آدمی اس ترجمے کی طرف متوجہ ہوا اور اس کا مطالعہ ضروری سمجھا۔ اس کے بعد یورپ کے مختلف جرائد میں جو تبصرے [illegible] چونکہ وہ اہلِ ہندوستان کے لیے غیر معمولی اہمیت [illegible] لہٰذا یہاں کے اہلِ علم نے فوراً ان تبصروں کا ترجمہ [illegible] مولوی [illegible] مولوی سجاد علی انصاری صاحب [illegible] میں ان تبصروں کی اشاعت کا آغاز [illegible] جو ہفتہ وار "پیغام" میں [illegible]

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

میں کلام اقبال پر خاص توجہ ہونے لگی ہے ۔ 'ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ' لندن ایک سے زائد ریویو کر چکا ہے ۔ ذیل میں اُس ریویو کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے جو مسٹر ای ۔ ایم فارسٹر کے قلم سے انگلستان کے مشہور ہفتہ وار 'اینتھم' میں شائع ہوا ۔"

پھر جب کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر ڈکنسن کا تبصرہ ایک ہفتے بعد لندن کے ہفتہ وار رسالے "نیشن" میں شائع ہوا تو اس کا اردو ترجمہ بھی سجاد علی انصاری نے کیا اور یہ بھی "معارف" کے ستمبر ۱۹۲۱ء کے شمارے میں شائع ہوا ۔ تمہید کے الفاظ یہ ہیں :

"اقبال کی کتاب 'اسرار خودی' پر انگلستان کے ادبی رسالے 'اینتھم' نے جو ریویو کیا تھا اُس کا ترجمہ جون کے 'معارف' میں دیا چکا ہے ۔ ذیل میں ایک دوسرے ہفتہ وار رسالے 'نیشن' کے ریویو کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے جو کیمبرج کے پروفیسر ڈکنسن کے قلم سے نکلا ہے ۔"

مولوی سجاد علی صاحب نے فارسٹر کے تبصرے کے متعلق جو رائے ظاہر کی تھی وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے :

"ڈاکٹر اقبال پر فارسٹر صاحب کا ریویو مغربی تنقید کی گہرائیوں کی بیّن مثال ہے ۔ ناقد پر اس بات کی کوئی ذمہ داری نہیں کہ شعر کو صحیح طور پر سمجھے یا شاعر کو ۔ انصاف پسندی بس یہی چاہتی ہے کہ تعریف اور مذمّت ساتھ ساتھ ہو ۔"

البتہ اقبال نے ڈکنسن کے تبصرے کی تعریف کی ہے اور اسے سب سے دلچسپ بتایا ہے ۔

ڈاکٹر ملک راج انند نے اپنے ایک انگریزی مضمون میں ، جو رائل

Marfat.com
Marfat.com

اکیڈمی جرنل میں شائع ہوا تھا ، نکلسن کے ترجمۂ 'اسرار خودی' کے متعلق لکھتا ہے :

''مسٹر ہربرٹ ریڈ نے مغربی شعرا کے کلام سے اس کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا تھا : ''اقبال کی دو نظموں پر والٹ وہٹمین کے فلسفۂ اقدام و عمل کا اثر پڑا ہے ۔ وہ لکھتا ہے کہ وہٹمین کا نصب العین اس اعتبار سے بہت اہمیت رکھتا ہے کہ وہ نظری نہیں بلکہ عملی ہے ۔ صرف ایک شاعر ایسا ہے جس کے ہاں یہ چیز نظر آتی ہے اور وہ بھی ہماری نسل اور ہماری قوم سے نہیں ہے ۔ میری مراد محمد اقبال سے ہے جن کی نظم 'اسرار خودی' کا ترجمہ ڈاکٹر رینالڈ نکلسن نے کیا ہے اور میکملان کے اہتمام سے شائع ہوا ہے ۔ ادھر ہمارے ملک کے متشاعر تو ٹینی سن کے زمانے کی پرانی ڈگر پر چل رہے ہیں اور ہنسوں اور پرندوں یا دوسرے چھوٹے چھوٹے موضوعات پر نظمیں لکھ رہے ہیں اور ادھر لاہور میں ایک ایسی نظم شائع ہوئی ہے جس نے ہندوستان کے مسلمان نوجوانوں پر پوری طرح تسلط کر لیا ہے ۔ ایک مسلم نوجوان لکھتا ہے کہ ''اقبال اس عہد کا مسیح ہے جس کی آتش نفسی نے مردوں کو زندہ کر دیا ہے ۔'' تم پوچھو گے کہ آخر اس میں کون سی ایسی ظاہری کشش ہے جس نے لوگوں کے دل [illegible] کھینچ لیے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ [illegible] اس قسم کی کسی ظاہری کشش کا مرہون منت نہیں ہے جو مہاتماؤں اور دنیا کو نجات کا پیغام دینے والوں کے لیے مخصوص ہے ۔ یہ اعجاز ایک نظم نے دکھایا ہے جس کے حسن و

Marfat.com
Marfat.com

جمال کے آئینے میں فلسفۂ جدید کے اکثر مسائل منعکس نظر آتے ہیں ۔ اس میں خیالات کی فراوانی ہے لیکن ان میں اتحاد پایا جاتا ہے اور اس کی منطق ساری کائنات کے لیے آوازِ غیب کا حکم رکھتی ہے ۔"

مسٹر ریڈ کا شمار مغرب کے بہترین شاعروں اور نقادوں میں ہوتا ہے ۔ اس کا یہ خراجِ تحسین ایسا ہے جسے اقبال کو اپنی کلاہ کا فخر اور طرۂ امتیاز تصور کرنا چاہیے ۔"

مسٹر ای ۔ ایم ۔ فارسٹر کا تبصرہ ۱۹۲۱ء میں "اینتھیم" کے جس شمارے میں شائع ہوا تھا وہ اتفاق سے مجھے لاہور کی پنجاب پبلک لائبریری میں نظر آیا ۔ میں نے اسے کسی طرح مستعار حاصل کیا اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن چغتائی مرحوم کے ہمراہ سیدھا علامہ کی خدمت میں پہنچا ۔ رسالہ ان کی خدمت میں پیش کیا تو بہت خوش ہوئے کیونکہ ابھی تک انہوں نے یہ رسالہ نہیں دیکھا تھا ۔

اسی طرح پروفیسر براؤن نے ۱۹۲۱ء کے رسالۂ ایشیاٹک سوسائٹی لندن میں "اسرارِ خودی" کے اس ترجمے پر تبصرہ کیا تھا جس کا ذکر پروفیسر نکلسن کے تبصرۂ "پیامِ مشرق" کے ضمن میں کیا گیا ہے ۔

ڈاکٹر نکلسن کے ترجمہ "اسرارِ خودی" کو اطالوی زبان میں بھی منتقل کیا گیا تھا ۔ یہ ترجمہ اٹلی کے ایک فاضل ۔ بونوچی (A. Bonucci) نے کیا اور ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا ۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ "اسرارِ خودی" کی اوّلین اشاعت پر ہندوستان کے بعض علمی حلقوں میں خاصا ہیجان پیدا ہو گیا تھا ۔ چنانچہ اس سلسلے میں کئی مخالفانہ تبصرے بھی شائع ہوئے ۔ یہ مخالفانہ فضا دراصل حضرت علامہ کے اُن نظریات کے خلاف ردِعمل

Marfat.com
Marfat.com

کے طور پر پیدا ہوئی جو انھوں نے حافظ شیرازی کے فلسفۂ تصوف کے متعلق "اسرارِ خودی" میں ظاہر کیے تھے۔ اس سلسلے میں تبصروں پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بعض حضرات نے تو کتابیں بھی لکھ ڈالی تھیں۔ بالآخر "اسرارِ خودی" کی دوسری اشاعت کے موقعے پر حافظ کے متعلق تمام مواد حضرت علامہ نے خارج کر دیا اور وہ مقدمہ بھی حذف کر دیا جو اپنے نظریات کی تائید میں انھوں نے "اسرارِ خودی" کی پہلی اشاعت میں شامل کیا تھا۔

غیر ملکی تنقید نگاروں میں سے فورسٹر برابر علامہ کے نظریات پر لکھتے رہے۔ انھوں نے ۱۹۵۸ء سے "پاکستان ریویو" میں [illegible] اور ۱۲ اپریل ۱۹۵۹ء کو "پاکستان ٹائمز" میں "یوم اقبال" کے موقعے پر مضامین لکھے۔

[illegible] اس سلسلے میں فقط [illegible] "اسرارِ خودی" [illegible] میں شائع ہونے والے [illegible] مضامین [illegible] راقم نے [illegible] علامہ کی خدمت میں [illegible] کی خط و کتابت میں بھی [illegible]

[illegible] ضروری معلوم [illegible]

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

''فلسفۂ سخت کوشی'' کے عنوان سے ''نیرنگِ خیال'' کے سالنامے میں شائع ہوا ۔

پھر علامہ نے ''اسرارِ خودی'' کے ایک نسخے پر وہ تمام تصحیحات درج کیں اور پروفیسر نکلسن کو وہ نسخہ بھیج دیا جو کافی عرصہ ان کے کتب خانے میں پڑا رہا ۔ جب ۱۹۴۵ء میں پروفیسر نکلسن کا انتقال ہوگیا تو ان کی لائبریری کا کچھ حصہ کیمبرج کے ایک کتب فروش کے پاس فروخت کی غرض سے پہنچ گیا ۔ اتفاقاً ایک روز پروفیسر آربری مذکورہ کتب فروش کی دکان پر پہنچے تو مختلف کتابوں کی ورق گردانی کے دوران میں ''اسرار'' کا وہ نسخہ بھی ان کے ہاتھ لگ گیا جو علامہ نے اپنی تصحیحات کے ساتھ نکلسن کو بھیجا تھا ۔ پروفیسر آربری نے وہ نسخہ ڈاکٹر جاوید اقبال کو دکھایا جو آن دنوں کیمبرج میں تھے ۔ چنانچہ انھوں نے اس پر ایک مختصر مضمون لکھا اور پھر یہ مواد ''نوٹس آف اقبالز اسرارِ خودی'' کے نام سے چھپ گیا ۔ اسے لاہور کے ناشر شیخ محمد اشرف نے شائع کردیا ہے ۔

۱۹۳۲ء میں راقم الحروف لندن میں تھا جبکہ علامہ اقبال بھی گول میز کانفرنس میں شرکت کی غرض سے لندن آئے ہوئے تھے ۔ چنانچہ ہم کچھ احباب علامہ کے مشورے سے کیمبرج گئے اور پروفیسر نکلسن سے مل کر ان سے درخواست کی کہ وہ علامہ کے چیدہ چیدہ اشعار کا انگریزی میں ترجمہ کر کے دیں تاکہ ہم انھیں عبدالرحمٰن چغتائی کی تصاویر سے مزیّن کر کے شائع کردیں ۔ ہم نے آنھیں چغتائی کا تیار کردہ مصوّر کلامِ غالب بھی دکھایا جو ''مرقعِ چغتائی'' کے نام سے شائع ہو چکا تھا ۔ مگر پروفیسر نکلسن نے اپنی دیگر مصروفیات اور خصوصاً بڑھاپے کی وجہ سے

Marfat.com
Marfat.com

معذرت کر دی ۔ ہم مایوس لوٹ آئے اور علامہ کو صورت حال سے مطلع کر دیا ۔

''اسرارِ خودی'' نے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یورپ میں بھی ایک ہنگامہ برپا کر دیا اور اس پر طرح طرح کے اعتراضات ہوئے ۔ ہندوستان میں جو ردِ عمل ہوا اس کا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے ۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ علامہ کو ''اسرارِ خودی'' کی اشاعت سے پہلے اس بات کا احساس تھا کہ اس کتاب کی اشاعت کے موقع پر منفی ردِ عمل ظاہر ہوگا ۔ چنانچہ اس کی اشاعت سے پہلے آپ نے اپنے دوست محمد دین فوق کو مشورہ دیا تھا کہ وہ ''طریقت'' کے نام سے ایک رسالہ شائع کریں ۔ اس پر انہوں نے اپنے رسالے ''کشمیری میگزین'' کی جگہ اگست ۱۹۱[illegible]ء کو یہ رسالہ شائع کیا جس میں تصوف کے متعلق علامہ کا مفصّل تبصرہ بھی شائع ہوا ۔ یہ تبصرہ سوال و جواب کی شکل میں ہے جو پڑھنے کے لائق ہے ۔ اس میں علامہ کے وہ تمام نظریات موجود ہیں جو ''اسرارِ خودی'' کی بنیاد بنے تھے مگر کسی کو بھی اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ ''اسرارِ خودی'' شائع ہو رہی ہے ۔ یہ درست ہے کہ علامہ نے غلط قسم کے تصوف اور وحدت الوجود جیسے نظریات کے [illegible] سے لوگوں کو [illegible] کی کوشش کی [illegible] ''اسرارِ خودی'' [illegible] نتیجہ وہی نکلا جس کی انہیں توقع بھی اور ''اسرارِ خودی'' کی اشاعت پر مخالفت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا ۔ ایک خط میں اپنے دوست محمد دین فوق مدیرِ ''طریقت'' کو لکھتے ہیں ۔ اس [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

جماعت علی شاہ کا ذکر ملاحظہ فرمائیے :

''ڈیر فوق !

آپ کبھی ملتے بھی نہیں ۔ اب تو آپ ''پیرِ طریقت'' بھی بن گئے ہیں ۔ خدا کرے جلد حافظ جماعت علی شاہ صاحب کی طرح آپ کے ورودِ کشمیر کے متعلق بھی اطلاعیں شائع ہوا کریں ۔''

آپ کا خادم ، محمد اقبال''

۲۲ جولائی ۱۹۱۵ء

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۲۲

ترکِ موالات

(۱۹۲۰ء)

ہندوستان میں ترکِ موالات کے اعلان کے بعد جس قوم نے سب سے پہلے اس میں حصہ لیا اور سب سے شدید اثر اس تحریک کا قبول کیا وہ مسلمان تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا محمد علی جوہر نے علی گڑھ یونیورسٹی کے طلبہ سے اس تحریک میں شمولیت کی اپیل کی تو باوجود یونیورسٹی سے جذباتی لگاؤ کے جوش و خروش کے مسلمان طلبہ نے انگریزی پروفیسروں کا بائیکاٹ کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یونیورسٹی غیر معینہ عرصے کے لئے بند ہوگئی۔ اس کے مقابلے میں گاندھی جی نے سرتوڑ کوشش کی کہ کسی طرح بنارس کی ہندو یونیورسٹی بند ہو جائے مگر مدن موہن مالویہ نے ان کی ایک نہ چلنے دی [illegible] آن پڑا۔

اسی طرح لاہور کے [illegible] کالج [illegible] ہوئی۔ راقم کا [illegible] کالج کے [illegible] جیسے ملت [illegible] کالج میں طلبہ کا ایک [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

بند کر دیا جائے - مجھے حبیبیہ ہال کا جلسہ اچھی طرح یاد ہے جس میں پروفیسر مظفر الدین قریشی اور طالب علم عبدالباری نے ایسی دھؤاں دھار تقریریں کی تھیں کہ برطانیہ کی پارلیمنٹ میں بھی ایسی تقریریں نہیں ہوئی ہوں گی - یہ تمام تقریریں انگریزی زبان میں ہوئی تھیں جن میں انگریزوں کے خلاف اور ترکِ موالات کے حق میں پورا زورِ خطابت مقررین نے صرف کردیا تھا - اس کے علاوہ روزنامہ ''زمیندار'' نے بھی ایک مقالۂ افتتاحیہ سپرد قلم کیا جس میں اسلامیہ کالج کو غیرت دلائی گئی تھی کہ وہ بھی تحریکِ ترکِ موالات میں شامل ہو کر اتحادِ ملّی کا ثبوت دے - اس مقالۂ افتتاحیہ کا عنوان یہ شعر تھا :

بر درِ مدرسہ تاچند نشینی حافظ
خیز تا از درِ میخانہ کشادی طلبیم(؟)

اس کا یہ اثر ہوا کہ کالج میں مکمل طور پر ہڑتال ہوگئی جس سے میاں فضل حسین سخت برہم ہوئے - مجھے یاد ہے کہ ایک دن ، جبکہ ہڑتال پورے شباب پر تھی ، ایک ٹرک کا انتظام کیا گیا اور تمام شوریدہ سر لڑکوں کو پکڑ کر ٹرک میں ڈال دیا گیا - پھر یہ ٹرک لڑکوں کو دور دراز مقامات پر چھوڑ آیا جہاں سے وہ دوسرے تیسرے روز پیدل چل کر پہنچے - ان میں ایک شخص مسٹر نیلسن (ایک آنکھ والا) یعنی مسٹر غلام حسین بھی شامل تھا جو سب سے زیادہ شوریدہ سر تھا - اسی زمانے میں دہلی میں جامعہ ملّیہ قائم ہوئی تھی ، اگرچہ اس کی مالی حالت سخت خراب تھی -

پروفیسر خواجہ عبدالحمید لکھتے ہیں : ''نومبر ۱۹۲۰ء میں ہندوستان بھر میں تحریکِ عدمِ تعاون زوروں پر تھی - لاہور میں کانگریس کے کارکنوں کی خاص توجہ اسلامیہ کالج پر تھی - ہندو اور

Marfat.com
Marfat.com

مسلمان اکابر لاہور میں جمع تھے اور ان کی ہدایات پر کانگریسی کارکنوں نے اسلامیہ کالج میں پڑھائی کا کام تقریباً ناممکن بنا دیا تھا ، یہاں تک کہ اسلامیہ کالج کا وجود معرضِ خطر میں پڑ گیا تھا۔ ڈاکٹر اقبال ان دنوں انجمن حمایت اسلام کے جنرل سیکرٹری تھے۔ چنانچہ ایک روز کالج کے چند پروفیسروں نے (جن میں راقم الحروف بھی شامل تھا) یہ فیصلہ کیا کہ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ان متضاد فتووں اور قراردادوں کے متعلق ، جن کی بارش [illegible] سے کالج میں ہو رہی تھی ، ان کی رائے دریافت کی جائے۔ ڈاکٹر صاحب ان دنوں انارکلی والے مکان میں رہتے تھے۔ جب [illegible] تو حسبِ عادت آرام کرسی پر بیٹھے تھے اور حقّے سے [illegible] رہے تھے (میں نے انہیں ان کی قیام گاہ پر [illegible] حقّے کے [illegible] نہیں دیکھا)۔ ڈیڑھ دو گھنٹے تک [illegible] پہلوؤں پر گفتگو ہوتی رہی۔ [illegible] تحریک کی ضرورت اور اہمیت کے متعلق [illegible] کی۔ گاندھی جی کی انہوں نے بہت تعریف کی [illegible] قوم کے لیے کر رہے تھے [illegible] کوئی تعجب نہ ہو [illegible] ہندوؤں کی [illegible] کر لیں۔ [illegible] ہمیں [illegible] کام کالج میں ہو سکتا ہے [illegible] اور اب [illegible] بہانہ [illegible] مشورہ ہے [illegible] اس کو [illegible] اور [illegible] اس [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

یہ بہت ہی ابتلا اور آزمائش کا زمانہ تھا جس میں ہر شخص پریشان تھا ۔ راقم بھی ان دنوں ڈی ۔ پی سکول لدھیانہ سے طویل چھٹی لے کر لاہور آ گیا تھا ۔ لاہور میں پارٹ ٹائم ملازمت تو مل گئی مگر یہاں بھی روز بروز کالج کو بند کر دینے کا مطالبہ زور پکڑتا جا رہا تھا ۔ تاہم یہ کالج محض میاں سر فضل حسین کے مدبّرانہ رویے کی بدولت اس طوفان کی نذر ہونے سے بچ گیا ۔

جب تحریکِ ترکِ موالات میں شریک ہونے اور کالج کو بند کر دینے کا مطالبہ زور پکڑ گیا تو ۱۹۲۰ء میں انجمن حمایتِ اسلام کے زیرِ اہتمام مناظرانہ نوعیت کے ایک جلسے کا اہتمام کیا گیا ۔ اس میں تمام سرکردہ ارکان مثلاً میاں سر فضل حسین ، شیخ عبدالقادر ، علامہ اقبال اور سنڈیکیٹ پارٹی نے شرکت کی ۔ کل تیس ارکان اس مناظرے میں شریک ہوئے ۔ علاوہ ازیں مولانا محمد علی جوہر ، مولانا شوکت علی اور مولانا ابوالکلام آزاد کو بطور خاص اس جلسے میں مدعو کیا گیا تھا جنہوں نے پورے زور شور سے ترکِ موالات کے حق میں تقریریں کیں ۔ مولانا آزاد نے ترکِ موالات کے حق میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ مسلمانوں کے دشمن ہیں ان سے ترکِ موالات کرنا عین ایمان ہے ۔ ان لوگوں کی طرف سے ، جو ترکِ موالات کے حق میں نہیں تھے ، خان بہادر شیخ عبدالقادر نے تقریر کی اور کہا کہ مسلمان پہلے ہی تعلیمی لحاظ سے خاصے پسماندہ ہیں ۔ اگر ترکِ موالات میں حصہ لے کر مسلمان طلبہ کو تعلیم سے محروم کیا گیا تو اس سے بہت ناقابلِ تلافی نقصان ہوگا ۔ پھر مولانا محمد علی نے ایک طویل تقریر ترکِ موالات کے حق میں کی جس کے بعد ممبران کی تحریک سے ایک ریزولیوشن پیش کیا گیا ۔ اس میں تحریر تھا کہ گورنمنٹ سے آیندہ کوئی مالی امداد نہ لی جائے اور یہ مالی بوجھ مسلمان

Marfat.com
Marfat.com

قوم خود اٹھائے۔ نیز اگر طلبہ کثرتِ رائے سے منظور کر لیں تو کالج کا الحاق یونیورسٹی سے ختم کر دیا جائے۔

جب یہ ریزولیوشن پیش ہوا تو علامہ اقبال اور دوسرے تمام ہم خیال ارکان نے اس کی سخت مخالفت کی۔ کیونکہ سوال امداد کا نہیں تھا اور نہ ہی مالی امداد کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ اصل مسئلہ طلبہ کی تعلیم اور مستقبل کا تھا جو کالج بند ہونے سے یقینا خطرے میں پڑ جاتا۔

اس موقع پر علامہ نے خود بھی ایک خط روزنامہ ''زمیندار'' کو اسلامیہ کالج کے یونیورسٹی سے الحاق کے بارے میں [illegible] نومبر ۱۹۲۰ء کو لکھا جو ''زمیندار'' میں ۱۱ نومبر ۱۹۲۰ء کو شائع ہوا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

''السلام علیکم! آج کے ''زمیندار'' میں جنرل کونسل انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے جلسہ منعقدہ [illegible] نومبر ۱۹۲۰ء کی کارروائی پر آپ نے جو نوٹ لکھا ہے اس میں [illegible] آمد فروگذاشت ہوئی ہے جس [illegible] مسلمانوں کی [illegible] کے لیے ضروری ہے [illegible] لکھا جاتا [illegible] [illegible] ہیں:

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

ہندوستان کی ایک کانفرنس بلائے جس میں حالات حاضرہ سے واقف کار لوگ بطور مشیر کام کریں تاکہ حضرات علما مسائل متنازعہ فیہ کے ہر پہلو پر پوری بحث و تمحیص کے بعد نتائج پر پہنچیں۔ علما کی اس بحث میں مشیروں کو رائے دینے کا کوئی حق نہ ہوگا اور فیصلہ کثرت آراء سے ہوگا۔ اختتام کانفرنس تک اسلامیہ کالج کا الحاق یونیورسٹی سے قائم رہے۔ محرک مولوی ابراہیم سیالکوٹی۔

(۳) جمعیت علما کا اجلاس دہلی میں عنقریب ہونے والا ہے۔ ان کے فتوے کا انتظار کیا جائے اور چند حضرات انجمن کی طرف سے بطور وفد اس جلسے کے بحث و مباحثہ میں شریک ہوں۔

محرک ڈاکٹر کچلو

اس طویل خط میں کئی امور زیر بحث آگئے ہیں۔ ویسے یہ ضروری بھی نہیں کہ ہم اس طویل خط کو مکمل طور پر یہاں نقل کر دیں، تاہم اس خط میں لکھا ہے کہ:

مولانا محمود حسن کے فتویٰ میں الحاق کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا گیا۔ اسی طرح مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی خانقاہ کا فتویٰ یا مضمون ترک موالات کے مسئلے پر ایک عام بحث ہے ۔۔۔ ایک دوست سے سنا کہ پروفیسر حاکم علی صاحب اسلامیہ کالج نے اپنے فتوے کی تصدیق میں مولوی احمد رضا صاحب بریلوی سے ایک فتویٰ حاصل کیا ہے۔ پروفیسر خود بھی بریلی تشریف لے گئے تھے۔ لاہور آنے پر انہوں نے مولوی اصغر علی روحی سے استدعا

Marfat.com
Marfat.com

کی کہ وہ بھی مولوی احمد رضا صاحب کے فتوے پر دستخط کر دیں۔ چونکہ حضراتِ دیوبند اور مولوی اشرف علی تھانوی صاحب پر اس فتوے میں سب و شتم کیا گیا تھا اس واسطے مولوی اشرف علی صاحب نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

قومِ آوارہ عناں تاب ہے پھر سوئے حجاز

—— لیکن مسلمانانِ پنجاب سے میری التماس ہے کہ وہ اس کام کو توکل بخدا اپنے ذمے لیں اور لاہور کے باہر کے مسلمانوں میں سے کوئی اللہ کا بندہ اور نبی ﷺ کا عاشق ایسا نکلے کہ اس کانفرنس کا تمام خرچ اپنے ذمے لے لے۔

اگر تمام حالات سننے کے بعد فقہائے اسلام کی یہی رائے ہو کہ الحاق قائم رکھا جائے تو میں بھی نہایت خوشی کے ساتھ اراکینِ انجمن کا ہم نوا ہوں۔

محمد اقبال"

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۲۳

خضرِ راہ

حضرتِ علامہ نے اپنی مشہور نظم "خضرِ راہ" پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء - ۱۹۱۸ء) کے بعد انجمنِ حمایتِ اسلام کے سالانہ جلسے منعقدہ اپریل ۱۹۲۲ء میں پڑھی تھی - برسوں کے بعد انجمن کا یہ جلسہ اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ کے صحن میں منعقد ہوا تھا - تمام صحن اور گیلری میں سامعین کا ہجوم تھا - سٹیج پر ایک قالین بچھا دیا گیا تھا اور تکیہ بھی رکھ دیا گیا تھا - علامہ جب وقتِ مقررہ پر جلسہ گاہ میں داخل ہوئے تو سامعین کے جوش اور جذبے کی عجیب کیفیت تھی - آپ کے ہمراہ سٹیج پر آپ کے عزیز دوست نواب سر ذوالفقار علی خان رئیسِ مالیر کوٹلہ اور خان بہادر سر عبدالقادر بھی آپ کے دائیں اور بائیں موجود تھے - علامہ نہایت معمولی لباس یعنی شلوار اور کوٹ میں ملبوس تھے اور سر پر لنگی مع کلاہ تھی - چونکہ ان دنوں آپ نقرس کے موذی مرض میں مبتلا تھے اور زیادہ دیر تک کھڑے نہیں رہ سکتے تھے اس لیے آپ کے لیے بیٹھ کر پڑھنے کا انتظام کیا گیا تھا -

مبصّرین لکھتے ہیں کہ یہ نظم دراصل دنیا کی موجودہ سیاست پر ایک تبصرہ ہے جس میں نہایت دل نشیں انداز میں سلطنت کی

Marfat.com
Marfat.com

حقیقت ، جمہوری نظام کی فسوں کاریاں اور قیصریت کے نظر فریب بہروپ دکھائے گئے ہیں - مجالسِ آئین اور اصلاحات وغیرہ کی تمام شعبدہ بازیاں آپ نے بے نقاب کر دی ہیں - مزدوروں کی کمر شکن محنت اور سرمایہ داروں کے غیر منصفانہ نظریات کی قلعی کھولی ہے -

علامہ کے نظم شروع کرنے سے پیشتر مسٹر محمد صدیق نے ، جو اے - جی کے دفتر میں ملازم تھے ، ایک نعت نہایت دلکش ترنم سے پڑھی - اس کے بعد آپ نے اپنی یہ نظم ، جو کتابی صورت میں بھی چھپ چکی تھی ، اپنے مخصوص ترنم کے ساتھ پڑھنی شروع کی تو تمام مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا - جب آپ نظم کے بند نمبر [illegible] پر پہنچے اور یہ اشعار پڑھے :

کیا سناتا ہے مجھے ترک و عرب کی داستاں
مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز
لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل
خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

تو تمام انجمن سے آہ و بکا کا شور بلند ہوا - خود علامہ بھی اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کی ہچکی بندھ گئی - آپ نے نظم [illegible] کر دی اور تقریباً نصف گھنٹے تک [illegible] کا عالم طاری رہا -

اس کے بعد آپ نے پھر نظم [illegible]
اور اس کے بعض اشعار کی وضاحت بھی کی - [illegible]
آخری [illegible] کی شرح [illegible] :

[illegible]
[illegible]

یہ نظم سننے کے لیے ہمارے دوست پروفیسر کشمیرا سنگھ، بھائی ویر سنگھ اور کاکا ہرنام سنگھ خاص طور پر امرتسر سے آئے تھے۔ چنانچہ ہم ''خضرِ راہ'' کے اس شعر پر دیر تک گفتگو کرتے رہے :

اور وہ پانی کے چشمے پر مقامِ کارواں
اہلِ ایماں جس طرح جنّت میں گردِ سلسبیل

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۲۴

میاں سر فضل حسین

۱۹۳۰ء میں لندن کی گول میز کانفرنس کے موقع پر گاندھی جی مسلمانوں کے اتحاد سے سخت پریشان تھے ۔ وہ بار بار ڈاکٹر انصاری کو یاد کر رہے تھے اور انہیں بھی کانفرنس میں شریک کرنے پر مُصر تھے ۔ مطلب یہ تھا کہ حقوق کے معاملے میں جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کرنے والوں کے بالمقابل مخلوط انتخاب کے حامیوں کو سامنے لا کر مسلمانوں کے اتحاد میں رخنہ ڈالا جا سکے ۔ [illegible] ڈاکٹر انصاری کو چونکہ اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت نہیں دی گئی تھی اس لئے گاندھی جی کو اپنی [illegible] [illegible] سکی ۔

جب کانفرنس آئین کے وفاقی حصے پر بحث کرنے کے لئے [illegible] ہوئی تو مسلمان نمائندوں نے مطالبہ [illegible] [illegible] میں مسلمانوں کا حصہ معین [illegible] [illegible] کی بحث [illegible] نہیں لیں گے ۔ لیکن جب بعض نمائندے مثلاً [illegible] وغیرہ مسلمان نمائندوں نے اس مطالبے [illegible] شمولیت ۔ [illegible] ہو گئے تو علامہ اقبال [illegible] کانفرنس میں شرکت نہیں کی [illegible] مولانا سالک لکھتے ہیں کہ غالباً [illegible] صاحب نے [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

اس سفر میں علامہ کے ہمراہ تھے ، ایک تار دیا تھا جس کے الفاظ یہ تھے کہ مولوی داؤدی نے بطور احتجاج گول میز کانفرنس سے استعفا دے دیا ہے اور ڈاکٹر اقبال کے ساتھ وطن واپس آ رہے ہیں -

سالک صاحب لکھتے ہیں : ''ایک دن لاہور میں ملک فیروز خاں نون نے مجھے ٹیلیفون پر بتایا کہ آپ سے میاں فضل حسین آج رات آٹھ اور نو بجے کے درمیان دہلی سے ٹیلیفون پر بات کریں گے - آپ فون پر موجود رہیے - چنانچہ میاں صاحب کا فون آیا اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ ''سالک صاحب ! کیا خیال ہے آپ کا ؟ آپ کے دوست ڈاکٹر اقبال احمق ہیں یا نہیں ؟'' میں نے کہا ''آپ دونوں برابر کے دوست ہیں ، ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھتے ہیں - میں آپ دونوں سے چھوٹا ہوں - آپ میری تائید کیوں چاہتے ہیں ؟'' کہنے لگے ''میں تو یہاں حکومتِ ہند میں اقبال کی قابلیت اور علمیت کا سکہ جمانے کی کوشش کرتا ہوں تاکہ انہیں کوئی اچھی اسامی مل جائے مگر اقبال ہمیشہ خلافِ توقع کوئی نہ کوئی حرکت ایسی کر بیٹھتے ہیں جس سے سارا کیا دھرا خاک میں مل جاتا ہے - اب دیکھیے انہوں نے کانفرنس سے استعفا دے دیا ہے - بھلا اس تیزی کی کیا ضرورت تھی - دوسرے ممبر بھی تو ہیں - جب انہوں نے استعفا دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی تو اقبال کو کیا پڑی تھی کہ استعفا دے کر نکّو بنتے -'' میں نے عرض کیا کہ تار کے الفاظ ایسے ہیں کہ استعفا کا لفظ صرف مولوی شفیع داؤدی کے نام کے ساتھ ہے - ڈاکٹر اقبال کے متعلق صرف اتنا لکھا ہے کہ وہ واپس آ رہے ہیں - میاں صاحب ہنس کر کہنے لگے کہ یہ اخبار نویسوں کا سا غچّا تو آپ کسی اور کو دیجیے - حکومتِ ہند کے ذرائع اطلاعات اخبار نویسوں کے وسائل سے زیادہ معتبر ہیں - ہمیں اطلاع مل چکی ہے کہ اقبال نے استعفا

Marfat.com
Marfat.com

دے دیا ہے۔ میرے نزدیک انہوں نے سخت نادانی کی ہے۔"

اصل بات یہ تھی کہ میاں صاحب ہمیں ڈاکٹر صاحب کا نیازمند سمجھتے تھے اور ہمیشہ ان کے متعلق اپنے طرز عمل کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے ان کی فروگزاشتیں ہم سے بیان کرتے تھے تاکہ ہم یہ سمجھ لیں کہ میاں صاحب تو ڈاکٹر صاحب کی مدد کرنا چاہتے ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب ہی انہیں موقع نہیں دیتے لہٰذا قصور ڈاکٹر صاحب کا ہے۔ بہرحال میں نے "انقلاب" میں لکھا کہ "ابھی یہ معاملہ صاف نہیں ہوا کہ علامہ اقبال نے بھی کانفرنس سے استعفیٰ دے دیا ہے یا نہیں، لیکن اگر یہ خبر درست ہے تو ڈاکٹر صاحب نے بالکل وہی کیا ہے جس کی ان سے جمیعت کنندہ مسلمانان ہند توقع کی جا سکتی تھی۔ اور جن لوگوں نے وفاق میں مسلمانوں کے موقف کا کوئی فیصلہ کرائے بغیر کانفرنس سے علیحدگی کا ارادہ کیا ہے وہ غلطی پر ہیں۔ وہ مسلمانوں کی نمائندگی کا حق ادا نہیں کر رہے ہیں۔"

ڈاکٹر صاحب جب وطن واپس پہنچ گئے تو [illegible] کے بعد میاں فضل حسین بھی دہلی سے لاہور آ گئے۔ ایک [illegible] صاحب اور مہر صاحب ان سے ملنے کے [illegible] گئے۔ [illegible] ہیں کہ دونوں دوستوں میں [illegible] [illegible] ملکی سیاست [illegible] [illegible] صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے [illegible] بڑی [illegible] ہے؟" انہوں نے [illegible] ہے جیسے [illegible] ہے [illegible] کیا تھا کہ ان دنوں ایک ایسے [illegible] افریقہ میں [illegible] [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

کی بیوی پردہ نہ کرتی ہو تاکہ موجودہ رسوم کے مطابق میزبان کے فرائض انجام دے سکے ۔ میں نے فوراً بھانپ لیا اور میاں صاحب سے کہا کہ آپ یہ سوال اس لیے کر رہے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کو جنوبی افریکہ بھیجنا چاہتے ہیں ؟ کہنے لگے آپ کی تیز فہمی کی داد دینی پڑتی ہے ۔ میرے ذہن میں واقعتہً یہی بات تھی ۔ ڈاکٹر صاحب نے ہنس کر فرمایا کہ میں اب تک تین بیویاں کر چکا ہوں جو پردہ کرتی ہیں ۔ آپ کے خیال میں اب ایک چوتھی بھی کر لی جائے جو پردہ نہ کرتی ہو ۔ گویا تین بیویاں تو پرائیویٹ ہیں ، اب ایک پبلک بیوی بھی ہو جائے ۔ اس پر بہت زوردار قہقہہ لگا ۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میری تجویز مانو تو بیگم شاہ نواز کو ایجنٹ بنا کر بھیج دو ، کیونکہ ان کی سیاسی خدمات بہت قابل قدر ہیں ، اور میاں شاہ نواز کو ان کے ساتھ بطور رفیقِ حیات بھیج دو ۔ بہرحال میاں صاحب کی یہ تجویز لطیفے کی حد تک ہی رہی اور کچھ عرصے کے بعد سیّد رضا علی اس عہدے پر مامور کر کے بھیج دیے گئے ۔ انھیں میزبانی کے لیے جنوبی افریکہ ہی کی ایک خاتون سے شادی کرنی پڑی جن کا نام مس کیمبر تھا ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۲۵

علامہ سیّد انور شاہ

(بحثِ زمان و مکان)

علامہ اقبال کی محفل میں جب کبھی علومِ اسلامی کا ذکر آتا تو اکثر علمائے وقت کے علمی کارناموں پر بھی تبصرہ ہوتا۔ چنانچہ آپ کے سامنے اکثر حضرت سید انور شاہ صاحب کا ذکر بھی ہوتا کہ آپ بڑے پائے کے عالمِ دین ہیں اور علومِ دین کے امامِ زمانہ ہیں۔ اکثر آپ کے تلامذہ دیوبند کے ساتھ بھی اسی طرح کا ذکر ہوتا جو علامہ اقبال کے دل میں آپ سے بالمشافہ ملاقات کا ولولہ پیدا کر دیتا۔ سید صاحب دیوبند کے مدرسہ قاسم العلوم میں مدرسِ اوّل کے عہدے پر فائز تھے اور علامہ چاہتے تھے کہ ان سے کسی دن بالمشافہ مسائلِ حاضرہ پر گفتگو ہو۔

راقم کا قیام لدھیانہ میں جنوری ۱۹۱۵ء سے لے کر [illegible] تک رہا۔ اس عرصے میں [illegible] اور علمائے دیوبند سے ملنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس سلسلے میں مفتی محمد نعیم صاحب [illegible] حبیب الرحمٰن لدھیانوی خاص طور پر قابلِ بیان ہیں [illegible] کی [illegible] ۱۹۱۶ء میں جناب حضرت شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی [illegible] سے لدھیانہ تشریف لائے تھے جن میں مولانا حافظ محمد [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

دیوبند بھی تھے جو مولانا محمد قاسم نانوتوی کے صاحبزادے تھے - ان کی آنکھوں میں موتیا اتر آیا تھا اور وہ علاج کے لیے براستہ لدھیانہ موگا ضلع فیروز پور جانا چاہتے تھے - ان کے ہمراہ مولانا سید انور شاہ صاحب اور مولوی حبیب الرحمٰن عثمانی صاحب بھی تھے - انھوں نے مولانا حافظ محمد احمد صاحب کو موگا لے جا کر آپ کی آنکھوں کا آپریشن کروایا جو بہت کامیاب رہا -

میں ۱۹۲۸ء میں حیدرآباد دکن میں تھا جہاں حافظ محمد احمد صاحب بھی مقیم تھے - وہیں آپ کا انتقال ۱۸- اکتوبر ۱۹۲۸ء کو ہوا تھا اور میں نے یہ خبر روزنامہ "رہبر دکن" میں پڑھی تھی - آپ کے لیے حضور نظام عثمان علی خاں نے ایک خاص فرمان جاری کیا تھا کہ آپ کو قبرستان "خطۂ صالحین" میں دفن کیا جائے -

غرض کہ علمائے دیوبند سے میری یہ ملاقات ایک سعادت کا درجہ رکھتی تھی - میں جب ۱۹۱۶ء کا وہ زمانہ یاد کرتا ہوں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں - بطور خاص متذکرہ بالا علمائے لدھیانہ کا بے حد شکر گزار ہوں جن کی معرفت ان سے ملاقات ہوگئی -

میں نے ۱۹۱۶ء کی اس ملاقات میں پہلی بار سید انور شاہ صاحب کو دیکھا تھا - آپ کا لباس — چکن کا بڑا کرتہ ، شرعی پاجامہ اور سر پر عمامہ — دیکھ کر ان کی شرافت کا اندازہ ہوتا تھا - لدھیانہ میں مولوی محمد زکریا والد مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی کو بھی میں نے دیکھا تھا - یہ حضرات ۱۹۲۴ء میں علامہ اقبال کی زوجہ کی فاتحہ خوانی کی غرض سے آئے تھے جو ۲۳ مئی ۱۹۲۴ء کو فوت ہوئی تھیں -

اس کے بعد حضرت سید انور شاہ صاحب علی اللہ مقامہ کو میں نے جمعیۃ العلماء کے جلسہ ۱۹۲۰ء کے موقعے پر لاہور میں دیکھا

Marfat.com
Marfat.com

اور ان سے ملاقات بھی ہوئی ۔ اس جلسے کا اعلان روزنامہ ''زمیندار'' میں اس طرح ہوا تھا :

''جمعیۃ العلمائے ہند کا تیسرا سالانہ جلسہ

بصدارت حضرت ابوالکلام صاحب آزاد

۱۸ ، ۱۹ اور ۲۰ نومبر ۱۹۲۱ء

کو لاہور میں بریڈلا ہال میں ہوگا

جلسہ تین دن ہوگا ۔ داخلہ بذریعہ ٹکٹ ہوگا ۔ ارکانِ جمعیۃ العلمائے ہند ، حضراتِ قرّئین ، معزز مندوبین ، علمائے کرام ، سجادہ نشینان اور اڈیٹرِ ملک و ملت کا قیام ، طعام اور داخلۂ جلسہ بلا قیمت ہوگا ۔ علاوہ ازیں شریک ہونے والے حضرات ۱۰ نومبر تک ہمیں اطلاع دیں ۔

عبدالقادر قصوری ، صدر مجلس استقبالیہ''

(زمیندار ، ۴ نومبر ۱۹۲۱ء)

ہندوستان کی تاریخ میں یہ زمانہ بڑے ہنگامہ کا زمانہ تھا ۔ پہلی جنگِ عظیم کا آغاز ۱۹۱۴ء میں ہوا جو [illegible] ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی ۔ اس جنگ نے سیاسی میدانوں میں ایک انقلابِ عظیم برپا کر دیا تھا ۔ اس کے فوراً بعد جلیانوالہ باغ امرتسر میں ہزاروں بے گناہوں پر گولی کا چلنا ، [illegible] خلافت کی [illegible] کی تحریک کے فروغ نے [illegible] ہر ذی شعور انسان [illegible] اپنے ملک سے [illegible] آزادی کے [illegible] لاہور میں ۱۹۲۱ء میں جمعیۃ [illegible] قبلہ مولوی عبدالقادر قصوری تھے ۔

Marfat.com
Marfat.com

شاہ صاحب سے علامہ کی پہلی ملاقات :

جیسے کہ ذکر ہوا ، اس جلسے میں داخلہ بذریعۂ دعوت نامہ تھا - چونکہ ہجوم بے حد تھا لہٰذا تمام علما اور مندوبین بریڈلا ہال کے عقب والے دروازے سے داخل ہو رہے تھے - میں اور علامہ اقبال بالکل ساتھ ساتھ تھے - جب ہم ہال میں داخل ہو رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ قبلہ سید انور شاہ صاحب بھی ہمارے دوش بدوش ہیں - میں نے فوراً حضرت علامہ سے اشارۃً عرض کیا کہ آپ سید انور شاہ صاحب ہیں - چنانچہ دونوں حضرات ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئے کیونکہ یہ ان کی پہلی بالمشافہ ملاقات تھی - اسی وقت جلسے کے بعد ملنے کا پروگرام چند الفاظ میں طے ہوگیا -

اس کے بعد مولانا سید انور شاہ صاحب سے اکثر علامہ کی ملاقات رہی - کبھی اپنے مکان پر اور کبھی دوسرے مقامات پر جہاں لاہور کے قیام کے دوران میں شاہ صاحب ٹھہرے ہوئے تھے ، بلکہ خط وکتابت بھی ہوتی رہی -

اس زمانے میں لاہور میں مولانا احمد علی مرحوم کے ادارۂ خدام الدین نے خاصی شہرت اور مقبولیت حاصل کر لی تھی - علما کے ایسے ایسے شاندار اجتماع ہوئے کہ لاہور کی تاریخ میں ان کی کوئی مثال نہیں مل سکتی - ان اجتماعات میں عموماً لاہور کے رؤسا بھی شرکت کرتے تھے - مثال کے طور پر سر میاں محمد شفیع ، سر عبدالقادر اور دیگر حضرات شامل ہو کر مستفید ہوتے تھے اور علامہ اقبال بھی تشریف لاتے تھے - اسی ادارے کے تحت ایک ایسا ہی شاندار جلسہ مارچ ۱۹۲۵ء میں ہوا تھا جس میں علمائے دیوبند تشریف لائے تھے - جب میں نے علامہ سے ان اہلِ علم حضرات کی تشریف آوری کا ذکر کیا تو آپ نے فوراً علی بخش سے قلم دان

Marfat.com
Marfat.com

طلب کر کے ایک خط حضرت سید انور شاہ صاحب کو لکھا جسے میں ذیل میں درج کرتا ہوں :

"مخدوم و مکرم حضرت قبلہ مولانا صاحب !

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - مجھے ماسٹر عبداللہ صاحب سے ابھی معلوم ہوا ہے کہ آپ انجمن خدام الدین کے جلسے میں تشریف لائے ہیں اور [illegible] فرمائیں گے - میں اسے اپنی بڑی سعادت تصور کروں گا اگر آپ کل شام اپنے دیرینہ مخلص کے ہاں کھانا کھائیں - جناب کی وساطت سے حضرت مولوی حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ عثمانی ، مولوی بشیر احمد صاحب اور جناب مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کی خدمت میں یہی [illegible] ہے - مجھے امید ہے کہ جناب اس عریضہ کو [illegible] بخشیں گے - آپ کو قیام گاہ سے لانے کے لیے سواری یہاں سے بھیج دی جائے گی -

لاہور ، ۲۰ مارچ ۱۹۲۵ء مخلص [illegible]"

اس کا جواب قبلہ شاہ صاحب نے فوراً اسی خط کی [illegible] فارسی زبان میں ، ذیل کے الفاظ میں دیا :

"جناب مستطاب دام عزہ !

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ [illegible]

بحکم ارشاد جناب سامی قبول [illegible]

[illegible] رحمی اللہ [illegible]"

اس دعوت کے موقع پر [illegible]

۱- اقبال نامہ ، حصہ دوم ، لاہور ۱۹۵۱ء ، ص ۲۵۰ -

Marfat.com
Marfat.com

سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب اور دیگر علماے دیوبند بھی موجود تھے - یہ محفلِ طعام بہت ہی دلچسپ اور پُر از معلومات تھی - خاص کر مسئلہٗ سود پر گفتگو زیادہ مفصّل ہوئی - اس سے جب فارغ ہوئے تو مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی صاحب نے علامہ اقبال سے دریافت فرمایا کہ ایک تبصرہ عنایت اللہ مشرقی کی کتاب ''تذکرہ'' پر ''زمیندار'' اخبار میں پڑھا تھا ، وہ کس نے لکھا تھا ؟ اس پر علامہ اقبال نے حاضرین میں سے اپنے دوست چودھری محمد حسین کی طرف اشارہ کیا کہ انھوں نے لکھا تھا - چنانچہ انھوں نے انھیں خوب داد دی -

انجمن خدام الدین کے مذکورہ جلسے کے موقع پر ایک روز صبح کے وقت حضرت سیّد انور شاہ صاحب مرحوم نے درسِ حدیث بھی دیا تھا جس میں بزاروں علما اور دوسرے حضرات بطور تبّرک شامل ہوئے تھے - اکثر شرکاے درس کا یہ خیال تھا کہ ان کو زندگی بھر فخر ہے کہ وہ حضرت کے درسِ حدیث میں شامل ہوئے تھے - چنانچہ علامہ نے بھی حسبِ پروگرام صبح کی نماز کے بعد بخاری شریف کی پہلی حدیث ''انما الاعمال بالنّیات'' پر تقریر فرمائی اور مقامِ حدیث کے متعلق چند ایسے قیمتی نکت ارشاد فرمائے جو عوام کے لیے بالکل نئے تھے - آپ کے اس خطبے میں عظمتِ حدیث ، صداقتِ حدیث اور ضرورتِ حدیث کو بوضاحت بیان کیا گیا تھا - یہ مجلس تقریباً ایک گھنٹے تک جاری رہی تھی - اس بابرکت محفل کی اب تک لوگوں کے دلوں میں یاد تازہ ہے -

۱۹۲۸ء میں آل انڈیا اورینٹل کانفرنس کا اجلاس لاہور میں منعقد ہوا تو علامہ اقبال نے شعبہٗ عربی و فارسی کی صدارت فرمائی اور رسم کے مطابق آپ نے ایک صدارتی خطبہ بھی انگریزی میں پڑھا -

Marfat.com
Marfat.com

بعد ازاں سنہ ۱۹۲۹ء میں یہ خطبہ حیدرآباد دکن کے مجلہ "اسلامک کلچر" میں چھپ گیا اور اس کا ایک اردو ترجمہ مسٹر محمد داؤد رہبر نے "اورینٹل کالج میگزین" کے اگست ۱۹۴۷ء کے شمارے میں شائع کیا ۔ علامہ کا یہ خطبہ بہت اہم تھا ۔ آپ نے بڑی مشکل سے اس جلسے کی صدارت قبول فرما کر خطبہ دینا منظور فرمایا تھا ۔ اس خطبے کی تیاری میں کسی قدر راقم کا حصہ بھی تھا کہ بعض مسائل کے ضمن میں کچھ حضرات ، مثلاً ڈاکٹر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور علامہ سید انور شاہ صاحب دیوبندی سے خط و کتابت کر کے بعض استفسارات کیے گئے ۔ اس خطبے کے بعد دسمبر و جنوری ۲۹-۱۹۲۸ء میں علامہ کو لیکچر دینے کی غرض سے سیٹھ جمال محمد کی دعوت پر مدراس جانا تھا ۔ خطبات "خطباتِ مدراس" میں بھی متذکرہ بالا علمی امور کا ذکر موجود ہے ۔ یہی وجہ تھی کہ اس خطبے کی تیاری میں خاص طور پر احتیاط برتی گئی تھی ۔ خطبہ اورینٹل کانفرنس لاہور میں بھی آپ نے حدیث "لا تسبوا الدھر ـــــ" پر بحث کی ہے اور اس حدیث کا ذکر مدراس کے اس خطبے میں بھی کیا گیا ہے جو "زمان و مکان" کے موضوع پر دیا گیا تھا ۔ یہ موضوع آپ کی زندگی میں [illegible] حاصل رہا ہے ۔

علامہ کو مسئلہ زمان و مکان سے [illegible]

اس [illegible] واقعے سے [illegible] مترجم خطبہ اورینٹل کانفرنس [illegible] ۱۹۳۱ء میں [illegible] چودھری محمد حسین نے بھی علامہ کے [illegible] اور [illegible] زمان و مکان کے اسلامی تصور کے متعلق سوال [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

چونکہ اُن کا گلا خراب تھا اس لیے لکھ کر یہ سوالات کیے گئے تھے۔ اس ضمن میں میرے جوابات کو اُنہوں نے پسند فرمایا اور خواہش کی کہ میں روزانہ اُن کے ہاں حاضر ہوا کروں، مگر میں نے مجبوری ظاہر کی کیونکہ ۳ مارچ سے رمضان شریف شروع ہو رہا تھا۔ اس پر اُنہوں نے فرمایا کہ رمضان کے بعد میں ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوا کروں۔ مگر ماہِ رمضان کے بعد ان کی صحت زیادہ بگڑ گئی اور ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو اُن کا انتقال ہو گیا۔ غرض کہ علامہ مرحوم ۱۹۳۸ء میں اپنی زندگی کے آخری ایام میں بھی مسئلہ زمان و مکان کی تحقیق (اسلامی نقطۂ نگاہ سے) میں مشغول تھے۔

اس خطبے میں مشہور ایرانی صوفی عراقی کے جس فارسی رسالے "غایۃ الامکان فی درایۃ المکان" کا ذکر ہے، یہ دراصل راقم نے ہی قبلہ سید انور شاہ صاحب اعلی اللہ مقامہ سے خط و کتابت کے ذریعے حاصل کر کے علامہ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ ۱۹۲۰ء کا زمانہ اس وجہ سے بھی زیادہ اہم نظر آتا ہے کیونکہ اسی زمانے میں جرمنی کے ایک مفکّر شپینگلر نے ایک کتاب Decline of the West ("مغرب کا تنزّل" یا "انحطاطِ مغرب") تصنیف کی تھی جس کا انگریزی ترجمہ فوراً علامہ اقبال نے خرید کر اس کا مطالعہ کیا۔ اس کتاب نے لوگوں کے ذہنوں کو اس وجہ سے اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا کیونکہ اس میں بعض فلسفیانہ مسائل کو نہایت انوکھے اور بالکل نئے انداز سے پیش کیا گیا تھا۔

علامہ نے خود بھی مذکورہ خطبے میں مختصر طور پر اس کا ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"پھر مسلمانوں کی سائنس کے تصورات سے ہماری ناواقفیت بعض مرتبہ ثقافتِ جدید کے باب میں ہمیں غلط طرزِ خیال

Marfat.com
Marfat.com

کی طرف لے جاتی ہے۔ اس کی ایک مثال میں شپنگلر کی نہایت فاضلانہ تصنیف "انحطاطِ مغرب" میں پاتا ہوں جس میں اس نے ثقافتوں کی آفرینش اور نشو و نما کے بارے میں ایک نیا نظریہ مرتب کیا ہے۔ کلاسکی عربی اور جدید ثقافتوں میں عدد کا جو تصور ہے اس پر بحث کرتے ہوئے اور مقدار کے یونانی تصور اور عربوں کے ہاں عدد کی غیر مختمیت کے درمیان فرق دکھاتے ہوئے اس کی تائید میں وہ کہتا ہے۔۔۔"

اس کے بعد علامہ نے شپنگلر کی کتاب سے ایک [illegible] پیش کیا ہے جس کے [illegible] کی یہاں ضرورت نہیں۔ [illegible] کے آخری تین فقرے درحقیقت سنگِ بنیاد ہیں [illegible] نظریئے کی [illegible] ضرورت زیادہ [illegible] ہے۔ [illegible] تجویز کیا [illegible] مسئلے کے ضمن میں [illegible] کی جائے۔ [illegible] مشورہ [illegible] میں [illegible] مرحوم [illegible] حالانکہ آپ کی زمانے [illegible] زیادہ [illegible] خفیف [illegible] انگریزی زبان کے [illegible] دلچسپ خط کی صورت [illegible] جس کا [illegible] ہے:

"[illegible] کی کتاب [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کی طرف [illegible] ہے۔"

Marfat.com
Marfat.com

غرضکہ اس مختصر خطبے میں شپینگلر کے نظریے پر بحث کرنا اور یہ دکھانا کہ اس کی فروگزاشت اس کے تاریخی نقطۂ نگاہ پر کس اہم حد تک اثر انداز ہے ، شپینگلر کے اس دعوے کی تکذیب کرتا ہے کہ ثقافتیں بہ حیثیت نامیاتی عمارتوں کے ایک دوسری سے قطعاً بیگانہ ہوتی ہیں - اقبال لکھتے ہیں :

''بیکن کے جدید ریاضیات کے اہم ترین تصورات میں سے ایک تصور کی طرف اوپر جو اشارہ ہوا ، وہ مجھے عراقی کی تصنیف ''غایة الامکان فی درایة المکان'' کی یاد دلاتا ہے - مشہور حدیث ''لا تسبّو الدھر ان الدھر ھو اللہ'' میں Time کا جو لفظ آیا ہے ، اس کے متعلق مولوی سید انور شاہ صاحب سے ، جو اسلامی دنیا کے فاضل ترین علمائے حدیث میں سے ہیں ، میری خط و کتابت ہوئی - اس مراسلت کے دوران میں مولوی صاحب موصوف نے مذکورہ کتاب کے ایک مخطوطے کی طرف اشارہ کیا اور بعد میں میری درخواست پر بڑی عنایت سے مجھے اس کی ایک نقل ارسال فرما دی - میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس قابل قدر تحریر کے شاملات کا حال آپ کو بتاؤں - کچھ اس لیے کہ یہ شپینگلر کے نظریے سے غیر مطمئن ہونے کی مزید دلیل بہم پہنچائے گا اور زیادہ تر اس لیے کہ مشرقی تحقیق کے اس پہلو کی ضرورت آپ کے ذہن نشیں کروں کہ اسلامی دنیا میں خاص خاص علوم کے تصورات کس طرح بر مرتب ہوئے - علاوہ ازیں اغلب ہے کہ یہ نہایت قابلِ قدر مخطوطہ چھان بین کا ایک نیا میدان کھولنے میں ہمارے ان تصوراتِ زمان و مکان کے اصل و آغاز کی تحقیق ہو جن کی اہمیت

Marfat.com
Marfat.com

حال ہی میں جدید طبیعیات نے محسوس کی ہے۔"

اس اہم خطبے کے آخری حصے میں بحثِ زمان و مکان کے ضمن میں ایک یورپی مصنف پروفیسر الیگزنڈر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"... اس طرح اس کے سامنے فکر کی ایک ایسی راہ نکل جاتی جو اس کے صوفیانہ نقطۂ نظر کے لیے زیادہ سازگار ہوتی۔ پھر حقیقتِ مطلقہ کی ذات میں فوق المکان "یہاں" اور فوق الدوام "اب" کے باہمی نفوذ کا تصور ہمیں "مکان و زمان" کے جدید تصور کا خیال دلاتا ہے جسے پروفیسر الیگزنڈر نے "مکان و زمان اور الوہیت" پر [illegible] لکھتے ہوئے تمام موجودات کی کوکھ قرار دیا ہے۔ زمان کی ماہیت پر اگر عراقی کو ذرا زیادہ تیز نگاہ نصیب ہوتی تو وہ اس خیال تک پہنچ جاتا کہ زمان، مکان کی نسبت زیادہ بنیادی ہے اور یہ کہنا جیسا کہ پروفیسر الیگزنڈر نے واقعی کہہ دیا ہے، کہ "زمان مکان کا ذہن ہے" محض بطور استعارہ نہیں۔ عراقی نے [illegible] تعلق روح اور جسم کے تعلق کی [illegible] تصور [illegible] ہے۔"

جیسا کہ اوپر کی سطور میں واضح [illegible] ہے [illegible]

مرحوم [illegible] خیر [illegible] اسلامی [illegible]

سے شغف [illegible]

ایک طویل خط [illegible]

[illegible]

کی گئی ہے۔ ان [illegible]

محی الدین ابن عربی کے [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

تقریر کے ضمن میں استفادہ کیا ہے ۔ چنانچہ آپ خط کے اخیر میں لکھتے ہیں :

'' . . . حضراتِ صوفیا میں سے اگر کسی اور بزرگ نے بھی حقیقتِ زمان پر بحث کی ہو تو آن بزرگ کے ارشادات کے نشان بھی مطلوب ہیں ۔ مولوی سید انور شاہ مرحوم و مغفور نے مجھے عراقی کا ایک رسالہ مرحمت فرمایا تھا ۔ اس کا نام تھا ''فی درایتہ الزمان ۔'' جناب کو ضرور اس کا علم ہو گا ۔ میں نے یہ رسالہ دیکھا ہے مگر چونکہ یہ رسالہ بہت مختصر ہے اس واسطے مزید روشنی کی ضرورت ہے . . . ۔''
(اقبال نامہ ، حصہ اوّل ، ۳۴۴ - ۴۴۴)

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۲۶

علامہ کی موٹر

علامہ اقبال جب انارکلی والے مکان میں رہتے تھے، اس زمانے میں سواری کے لیے آپ کے پاس گھوڑا گاڑی (ٹانگہ) کا انتظام تھا۔ اس وقت بیرسٹری کے علاوہ آپ گورنمنٹ کالج میں پروفیسر بھی تھے۔ پھر جب آپ میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں تشریف لے آئے تو آپ نے ایک سیکنڈ ہینڈ فورڈ گاڑی کا انتظام کیا جس کے آگے ایک [illegible] بھی لگا ہوا تھا۔ اس گاڑی کی خرید کا انتظام میرے خیال میں [illegible] آنے سے پیشتر ہو گیا تھا [illegible] ایک بار جب ان کے [illegible] والے ڈاکٹر غلام محمد لاہور آئے ہوئے تھے تو انھوں نے ایک روز مجھے ہمراہ لیا اور واکر لاک کمپنی [illegible] گئے۔ وہاں [illegible] فضل علی حسنی رئیس لاہور بھی آ گئے تھے اور ڈاکٹر غلام محمد کے ہمراہ مستری عبداللہ بھی تھے جو ڈاکٹر غلام محمد [illegible] کے ضمن میں صلاح و مشورہ دیا کرتے تھے۔ [illegible] صاحب کے آنے پر [illegible] [illegible] ڈالا گیا۔ [illegible] آزمائش [illegible] دی گیا [illegible] لاہور چھاؤنی کی طرف [illegible] نے اور خاص کر ڈاکٹر غلام محمد نے اس موٹر [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

طاہرالدین بھی ہمراہ تھے ۔ چنانچہ وہ موٹر سید افضال علی حسنی کے مشورے اور مستری عبداللہ کے پسند کرنے پر دسمبر ۱۹۲۲ع میں خرید لی گئی ۔ میرے خیال میں یہی موٹر علامہ کے ہاں ہمیشہ رہی کیونکہ ہم نے اس گاڑی کو میکلوڈ روڈ پر ان کی کوٹھی کے نیچے والے حصے میں اخیر تک دیکھا ۔ اس موٹر نے انتخابِ کونسل کے زمانے میں بہت ساتھ دیا ۔ اس کا پہلا ڈرائیور ایک شخص علم الدین تھا جو پہلے باغبان پورہ کے میاں خاندان کے ہاں بھی رہ چکا تھا ۔ اس کے بعد ایک اور شخص رحما ڈرائیور کی حیثیت سے آیا جو غالباً اخیر تک علامہ کی خدمت میں رہا ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۲۷

پیامِ مشرق

۱۹۲۲ء میں ، جب علامہ اقبال انارکلی والے مکان میں رہائش رکھتے تھے ، انھوں نے جرمنی کے مشہور شاعر گوئٹے کے "مغربی دیوان" کے جواب میں اپنی کتاب "پیامِ مشرق" شائع کی - جب یہ کتاب چھپ گئی تو چودھری محمد حسین مرحوم نے اس پر رسالہ "ہزار داستان" لاہور کے فروری ۱۹۲۳ء کے پرچے میں ایک مبسوط تبصرہ لکھا - "ہزار داستان" کے مذکورہ تبصرے کے شروع میں [illegible] کی ایک تصویر بھی شائع ہوئی تھی اور ایک پورے صفحے پر "پیامِ مشرق" کی ایک رباعی بھی "خود نگارے" کے عنوان سے شائع ہوئی تھی - اس کے بعد چودھری محمد حسین کا مذکورہ تبصرہ صفحہ [illegible] سے شروع ہوا جو صفحہ [illegible] پر ختم ہوا - اس رسالے کے [illegible] علامہ پر ایک نوٹ سپردِ قلم کیا تھا -

۱۹۲۳ء میں ، جب علامہ میکلوڈ روڈ والی [illegible] تھے ، تو انھوں نے بھی "پیامِ مشرق" کے [illegible] ایک نسخہ [illegible] الحسن کے [illegible] دیا - [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

نے مجھے عنایت فرمایا تھا جو میں نے اپنے پاس رکھ لیا ۔

ڈاکٹر نکلسن نے جب ''پیامِ مشرق'' کا مطالعہ کر لیا تو انھوں نے اس پر ایک عالمانہ تبصرہ انگریزی زبان میں لکھا جو رسالہ ''اسلامیکا'' لیپزگ (جرمنی) کے اول نمبر میں ۱۹۲۵ء میں شائع ہیں ۔ اس تبصرے کا اردو ترجمہ میں نے علامہ کی موجودگی میں اور ان کے مشورے سے کیا تھا جو ''نیرنگ خیال'' میں شائع ہوا ۔ اس پر جو حواشی لکھے گئے ہیں ان کی تیاری میں بھی علامہ نے میری مدد فرمائی تھی ۔ یہی ترجمہ ۱۹۳۲ء میں ''نیرنگ خیال'' کے سالنامے (صفحہ ۱۰۳ — ۱۰۷) میں چھپا اور پھر ماہنامہ ''پیغامِ حق'' کے اقبال نمبر میں فروری ۱۹۶۳ء میں طبع ہوا (صفحہ ۱۸۰ - ۱۹۵) ۔

مولانا سید انور شاہ صاحب مرحوم نے نکلسن کے اس تبصرے کے جواب میں عربی زبان میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام ''عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسی علیہ السلام'' تھا اور یہ کتاب انھوں نے علامہ کو بھی ارسال فرمائی تھی ۔ اس پر یہ عبارت درج تھی :

''بعالی خدمت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب دام ظلہ ۔''

۱۹۲۳ء میں جامعۂ ملیہ کے تین پروفیسر ڈاکٹر سید عابد حسین ، پروفیسر حبیب الرحمٰن اور پروفیسر غلام السیدین کشمیر جاتے ہوئے لاہور سے گزرے تو بطور خاص علامہ اقبال کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے ۔ انھوں نے ''پیامِ مشرق'' کا ۱۹۲۳ء والا مذکورہ ایڈیشن دیکھا تو اس کی طباعت وغیرہ کو ناپسند کیا ۔ پھر انھوں نے جامعۂ ملیہ کے پریس کی کارکردگی کی تعریف کرتے ہوئے علامہ سے درخواست کی کہ ''پیامِ مشرق'' کا ایک اور ایڈیشن وہ اپنی نگرانی میں چھاپنے کی اجازت چاہتے ہیں ۔ چنانچہ علامہ راضی ہو گئے اور عبدالمجید پروین رقم کی کتابت سے آراستہ یہ نہایت ہی

Marfat.com
Marfat.com

نفیس ایڈیشن جامعۂ ملّیہ اسلامیہ کے مطبع سے چھپ گیا - طباعت اور کتابت کے لحاظ سے یہ ایڈیشن واقعی ایک شاہکار ہے اور اس کا ایک نسخہ راقم کے پاس بھی محفوظ ہے - میرا خیال ہے کہ ایسا نفیس ایڈیشن پھر کبھی شائع نہیں ہوا - اس کے شروع میں "پیشکش بحضور اعلیٰ حضرت امیر امان اللہ فرماں روائے دولتِ افغانستان خلد اللہ ملکہ و اجلالہ'' کی عبارت درج ہے اور کاتب اور کتب فروش کے نام بھی طبع ہوئے ہیں -

۱۹۳۲ء میں یورپ بھر میں گوئٹے کی صد سالہ برسی منائی گئی تھی - علامہ اقبال بھی اس زمانے میں گول میز کانفرنس میں شرکت کی غرض سے لندن میں موجود تھے اور دوستوں کے ساتھ علمی موضوعات پر خوب بحثیں اور مذاکرات ہوتے تھے - راقم بھی ان دنوں لندن میں موجود تھا - اسی زمانے میں عبدالرحمٰن چغتائی مرحوم کے ہمراہ ایک جرمن لڑکی ایمّا ہیفمز نامی علامہ سے ملنے آئی جو خاصی پڑھی لکھی تھی - اس کے ساتھ دیر تک علمی گفتگو ہوتی رہی - اس کا ذکر میں نے اقبال کے قیامِ لندن (۱۹۳۲ء) کی یادداشتوں میں بھی مختصراً کیا ہے - دورانِ ملاقات میں "گوئٹے کی گفتگو ایکرمین سے" کا ذکر بھی آیا جسے علامہ بخوبی جانتے تھے - اس کا ایک ... ترجمہ بوہلے ایس نے ۱۹۳۰ء میں کیا تھا جو لاہور آ کر میں نے خریدا اور علامہ نے بھی اسے دیکھا ... مصوری پر اور آرٹسٹ ... پر بڑی مفید بحث ہے -

جرمن لڑکی ایمّا کے بارے میں رسالہ "نیرنگِ خیال" ... ۱۹۳۲ء کا سالنامہ تھا جس میں ... اس میں گلاسی کے تبصرۂ "پیامِ مشرق" کا اردو ترجمہ بھی شائع ہوا تھا - ... میں نے محسوس کیا کہ اس لڑکی کو "نیرنگِ خیال" کا ...

Marfat.com
Marfat.com

شکل و صورت پسند نہیں آئی اور وہ پرچے کی ہیئت ِ کذائی سے ناخوش ہے ۔ دراصل احباب نے علامہ کی تعریف و توصیف جس انداز میں کی تھی ، اس کے پیش ِ نظر وہ لڑکی سمجھتی تھی کہ اتنے عظیم آدمی کا ذکر اس قسم کے معمولی پرچے میں زیب نہیں دیتا ۔ اس کے بعد جب علامہ نے ایک جرمن پروفیسر کیمف میئر پر گفتگو کی اور پھر گوئٹے پر بات چیت چل نکلی تو وہ علامہ کے خیالات سننے کی شائق نظر آنے لگی ۔ چنانچہ علامہ نے ''آرٹ اینڈ لٹریچر'' پر بھی سیر حاصل بحث کی اور اپنی کتاب ''پیام ِ مشرق'' کی تخلیق کی وجوہ پر روشنی ڈالی جو گوئٹے کے ''دیوان ِ مغرب'' کے جواب میں لکھی گئی تھی ۔ علامہ نے دوران ِ گفتگو فرمایا کہ مجھے زندگی کے بارے میں میتھیو آرنلڈ کے نظریات سے اختلاف ہے ۔ اس ضمن میں آپ نے فارسی شعرا کے کلام سے بہت سے اشعار بھی سنائے ۔ پھر لیسنگ کے نظریہ' لاؤکون ، سوفولس کے فلوکٹیٹس اور ورجل کے نظریات پر آپ نے تفصیل سے بحث کی جسے سن کر جرمن لڑکی علامہ کے تبحر ِ علمی کی قائل ہوگئی اور مطمئن ہو کر اٹھی ۔

ایک مرتبہ میں نے علامہ سے سوال کیا کہ آپ نے ''پیام مشرق'' کو امیر امان اللہ خاں کے نام ہی معنون کیوں کیا ؟ آپ نے مسکرا کر جواب دیا کہ میں اس کتاب کو کسی آزاد مسلمان کے نام معنون کرنا چاہتا تھا اور اس ضمن میں امیر امان اللہ سے زیادہ موزوں شخصیت کس کی ہو سکتی تھی ؟ اس پر میں لاجواب ہو کر خاموش ہو گیا کیونکہ ''پیام ِ مشرق'' کے جذبے کو فعال بنانے کے لیے اس کا کسی مرد ِ آزاد کے نام معنون ہونا نہایت ضروری تھا ۔

''پیام ِ مشرق'' کی اشاعت کے بعد دوستوں نے علامہ سے اس کتاب کا ایک مصور ایڈیشن شائع کرنے کی درخواست بھی کی تھی

Marfat.com
Marfat.com

کیونکہ ہمیں یقین تھا کہ علامہ کو ادب کا نوبل پرائز ضرور ملے گا اور اس کے لیے ایک شایانِ شان مصوّر ایڈیشن نہایت ضروری تھا۔ اس سے پہلے ٹیگور کی کتاب ''گیتانجلی'' کا بھی ایک مصوّر ایڈیشن شائع ہو چکا تھا جس پر ییٹس نے انگریزی زبان میں مقدمہ لکھا تھا۔ مگر نہ تو ''پیامِ مشرق'' کا یہ ایڈیشن شائع ہو سکا اور نہ ہی مغرب والوں کی سیاسی مصلحت نے اقبال کو نوبل پرائز کا مستحق گردانا جس سے ہندوستان کے تمام اہلِ علم کو دکھ ہوا۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۲۸

تبصرہ[1] بر پیامِ مشرق

(از ڈاکٹر نکلسن ، کیمبرج یونیورسٹی انگلستان)

عہدِ حاضر کے ہندی شعرا میں اقبال ایک نہایت بلند مرتبہ رکھتا ہے ۔ اس کے ساز سے دو قسم کے نغموں کی صدائیں نکلتی ہیں : پہلی صدا ہندی الاصل (اردو) ہے جو ہندی میں حرمتِ وطن کے جذبات کے لیے دادطلب ہے ، اگرچہ اقبال سیاسی حیثیت سے وطن پرست نہیں ہے ۔ اس کا دوسرا سرود خاکِ ایران کی شیریں اور سریلی زبان میں ہے جو ملتِ اسلامیہ کے ساتھ مخصوص ہے ۔ درحقیقت یہ جدید اور فیضانی سرود ، جو اپنی سحرکاریوں سے آتشیں شعلے اور خاکستر دور دور پھیلا رہا ہے ، عنقریب ایک الہامی آواز کی حیثیت سے گونجنے والا ہے ۔

اقبال نے پنجاب میں جنم لیا اور تعلیم کی تکمیل انگلستان اور جرمنی میں کی ۔ گویا مشرق و مغرب کا اقتران ہوا لیکن یہ کہنا مبالغہ ہوگا کہ وہ متحد ہوگئے ۔ کوئی شخص خواہ کتنا ہی قدرتی کمالات

۱۔ مطبوعہ رسالہ ''اسلامیکا'' (لیپزگ ، جرمنی) جلد اول ، نمبر اول ، (۱۹۲۵ع) ۔

Marfat.com
Marfat.com

سے معمور کیوں نہ ہو، وہ یہ امید نہیں کر سکتا کہ ان دونوں
تہذیبوں سے، جو مختلف اساسوں پر مبنی ہیں، کچھ حاصل کر سکے۔
اگرچہ اقبال مغربی تربیت سے خاصا متاثر ہے مگر اس کی روح [illegible]
مشرقی ہی ہے۔ بے شک گوئٹے، بائرن اور نطشے سے [illegible] ہے
نیشا کی کتاب ... (جس میں اس نے اپنی [illegible]
پیرائے میں بیان کیا ہے) اور برگسان کی کتاب [illegible]
سے اتنا ہی آشنا ہے جتنا وہ قرآن اور مثنوی [illegible]
مغربی تہذیب کے "اصولِ انسانیت" سے وہ [illegible]
ہے۔ چنانچہ یہ مخصوص [illegible] ہیں [illegible]
سطحی نہیں ہوتی مگر بعض اوقات جامع [illegible]
کے فلسفے کے معتبر نظریے، جو [illegible]
"رموزِ بے خودی" میں [illegible]
[illegible] کیے جاتے ہیں [illegible]
[illegible] کا سمجھنا آسان نہیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہے [illegible]

[illegible] ہے جس کا موجد [illegible] خدا ہے۔ [illegible]

[illegible] کا مقصد [illegible] ہے۔ [illegible]

[illegible]

جو [illegible] بات میں [illegible]

کی سعی ہے۔ چنانچہ [illegible]

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

سے جانچی جاتی ہے[1] یہ ضروری نہیں کہ نیٹشا اور برگساں کو اقبال سے نسبت دی جائے۔ یہ واضح نہیں کہ اقبال اپنی خیالی مجلس کو محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے تصوّرِ اسلام کے مطابق کیوں پیش

۱۔ یہاں پر یہ جتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر براؤن نے اپنی تالیف ''تاریخ ادبیات ایران'' کی چوتھی جلد کے صفحہ ۳۰۴ پر جہاں ''حکمت الاشراق'' مصنفہ شہاب الدین سہروردی کا ذکر کیا ہے وہاں ڈاکٹر اقبال کی تالیف ''مابعدالطبیعیاتِ ایران'' سے کچھ نقل کر کے اقبال کے نظریۂ مذہب بابی سے کلی طور پر اتفاق کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسی صفحے پر ایک مختصر سا نوٹ بھی اقبال کا تعارف کرانے کی غرض سے لکھا ہے جس میں آپ کی کتاب "اسرار خودی" کا ذکر ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ یہ کتاب لاہور میں یونیورسٹی پریس میں طبع ہوئی ہے (جو غلط ہے) اور یہ مشرقی رنگ میں نٹشا (مشہور جرمن فلسفی) کے فلسفے کا چربہ ہے۔ یہ یاد رہے کہ دو بڑے آدمی جب جزئیات میں ایک دوسرے سے اتفاقیہ طور پر متفق ہو جائیں تو ان کو ایک دوسرے کا کلی طور پر خوشہ چین نہیں کہا سکتا۔ ناظرین کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ خود ڈاکٹر براؤن نے لندن کے شاہی مشرقی مجلس کے (۱۹۲۱ء، صفحہ ۱۰۷) ایک پرچے میں اسی کتاب ''اسرار خودی'' مترجمہ نکلسن پر تبصرہ کیا ہے اور جہاں ڈاکٹر نکلسن کو ذرا بھر بھی اس قسم کا شبہ ہوا ہے اس کی کامل طور پر تردید کی ہے۔ چنانچہ براؤن لکھتا ہے :

''ڈاکٹر نکلسن بیان کرتا ہے کہ اقبال کا فلسفہ زیادہ تر نیٹشا اور برگساں کا اور بہت کم جدید فلسفۂ افلاطون کے ماہرین اور ان کے مشرقی جانشینوں کا مرہونِ منّت ہے حالانکہ یہ کسی حالت میں بھی مغربی فلسفہ نہیں بلکہ صراحتاً فلسفیانہ انداز میں اخوتِ اسلامی کی تعلیم ہے۔ یہ کتاب استغراق، انسدادِ خودی اور ہمہ اوست کے امراض کے علاج کے لیے لکھی گئی ہے۔ مصنف کے نظریے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

Marfat.com
Marfat.com

کرتا ہے اور کیوں اس مجلس کی شرکت کا استحقاق مسلمانوں ہی کے لیے مخصوص ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی جدوجہد کرنے والے نے فلسفی کو پسپا کر دیا ہے جس کا منطقی نتیجہ غلط مگر شاعری کے لحاظ سے صحیح ہے۔ شاعر اقبال کو معقولات سے سخت نفرت ہے۔ وہ ابنِ سینا کی مولانا رومی سے تباین ظاہر کرتا ہے:

بوعلی اندر غبارِ ناقہ گم
دست رومی پردۂ محمل گرفت
ایں فروتر رفت و تا گوہر رسید
آں بگردابے چو خس منزل گرفت
حق اگر سوزے ندارد حکمت است
شعر میگردد چو سوز از دل گرفت

"پیامِ مشرق" گوئٹے کے دیوانِ مغرب کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اقبال ابتدائی اشعار میں، جو امیرِ افغانستان کے نام لکھے گئے ہیں، کہتا ہے:

پیرِ مغرب شاعرِ المانوی
آں قتیلِ شیوہ ہائے پہلوی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

کے مطابق ان [illegible]
[illegible] کو مردہ کر دیا ہے۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] میں [illegible]
ہے۔ [illegible]
[illegible] جیسے [illegible]
بلند پروازی اور انہیں دل ربا [illegible]
اختیار کیا ہے۔" (حاشیہ مترجم)

Marfat.com
Marfat.com

بست نقش شاہدانِ شوخ و شنگ
داد مشرق را سلامے از فرنگ
در جوابش گفتہ ام پیغامِ شرق
ماہ تابے ریختم بر شامِ شرق

اگرچہ "پیامِ مشرق" گوئٹے کے دیوان سے بظاہر مشابہ ہے کیونکہ دونوں کی مختصر نظمیں ابواب میں مرتب ہیں اور ان کے علیحدہ علیحدہ عنوان رکھے گئے ہیں مگر اپنے عام مقصد میں اور نفسِ مضمون کے لحاظ سے ان میں کوئی مناسبت نہیں۔ گوئٹے کے دیوان میں "حور و شاعر" اور "جوئے آب" صرف دو نظمیں ہیں جو دیوان میں شامل نہیں ہیں اور "پیام" میں انہیں عنوان دے کر براہ راست جواب دیا گیا ہے۔ "جلال اور گوئٹے" کے عنوان کے تحت جو نظم شامل ہے اس میں اقبال مولانا جلال الدین رومی کو، جس کا وہ نہایت مداح ہے، گوئٹے سے بہشت میں ملاقات کرتا ہوا تصور کرتا ہے۔ اس کو ملنے کے بعد "فاؤسٹ"[۱] مصنفہ گوئٹے کا مطالعہ کیا ہے۔ رومی اس طرح کلام کرتا ہے:

فکرِ تو در کنج دل خلوت گزید
ایں جہانِ کہنہ را باز آفرید
سوز و سازِ جاں بہ پیکر دیدہ ای
در صدف تعمیرِ گوہر دیدہ ای

۱۔ گوئٹے کی یہ مشہور و معروف تصنیف ایک ڈراما ہے جس میں شاعر نے حکیم فاؤسٹ اور شیطان کے عہد و پیمان کو قدیم روایت کے پیرائے میں بیان کرکے انسان کے امکانی نشو و نما کے تمام مدارج اس خوبی سے بتائے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کمالِ فن خیال میں نہیں آ سکتا۔

Marfat.com
Marfat.com

هر کسے از رمز عشق آگاه نیست
هر کسے شایانِ ایں درگاه نیست
"داند آں کو نیک بخت و محرم است
زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است"

"پیام" کے کثیر حصے کا سمجھنا مشکل ہے اور اس سے زیادہ مشکل اس کا ترجمہ کرنا ہے۔ پیچیدہ جذبات اور مشکل فلسفیانہ تخیلات اکثر اوقات فارسی شاعری کے استعارات و تشبیہات میں پنہاں ہو جاتے ہیں لیکن اس کے آسان اور واضح حصے ہمارے ادراک میں بڑی طلب پیدا کرتے ہیں۔ مزید برآں ہماری ہمدردی بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ ذیل میں ایک خط کا خلاصہ ہے جو شاعر کو اس کے کسی [illegible] دوست نے لکھا ہے: "واقعی ایک اعلیٰ تربیت یافتہ اور فہمیدہ انسان مادے کے اصل اصول کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اگر کسی نے کچھ پڑھا ہو، کچھ تفکر کیا ہو اور کچھ تشبیہات میں بھی [illegible] ہو تو اعلیٰ تخیل تک پہنچ سکتا ہے جس پر آپ اپنے [illegible] والوں کو اپنے سادہ طریقے سے لے جانے کی خواہش کرتے ہیں۔ کتاب محض ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنی خودی کو زیادہ مصروف کرنے کے شغل سے کافی واقف ہوتے ہیں کیونکہ وہ [illegible] سے دوسرے تک لے جانے کے لئے ذریعہ ایمان بناتے ہیں۔ [illegible] ہوتا ہے کہ آپ نے تمام انسانی جذبات کی غایت [illegible] تنگ و تاریک مقاموں تک [illegible] تلاش کی ہے۔ اب [illegible] نہایت وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے " [illegible] " اور ہم ہیں کہ [illegible] خصوص [illegible] ہے [illegible] گیا ہے۔ اس لئے ہم اس اعلیٰ روحانی [illegible] میں [illegible] اور نہ قابلیت ہی رکھتے ہیں۔ مگر [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

کرتے ہیں ۔"

میں جو کچھ کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ شاعر کے تخیل کے اشارات قلم بند کردوں ۔ اس امید پر کہ بعض لوگ جب میرا ترجمہ پڑھیں گے تو اس عجیب و غریب کتاب کو مجموعی حیثیت سے مطالعہ کرنے کی طرف راغب ہوں گے ۔ یہ اس قابل ہے کہ اقبال کی بلند اور زبردست شخصیت سے تعارف کرا دے ۔ یہ مسلّمہ امر ہے کہ جس قدر تکالیف سخت ہوتی ہیں اتنا ہی عظیم ان کا اجر ہوتا ہے . . . ۔ اقبال کے لیے خود شعوری و انفرادیت ہی اصلِ اصول ہے ۔ وہ ہمیشہ علمِ ذات ، اثباتِ خودی اور ارتقائے نفس کا سبق دیتا ہے ۔ اس کا مقصدِ حیات عمل ہے ۔ اس کا انجام روحانی اور اخلاقی قوت ہے جو ضبطِ نفس و اطاعت سے نشو و نما پاتی ہے ۔ ہم مادے کو تسخیر کرنے کے بعد آزاد ہو جاتے ہیں اور پھر وحدتِ زندگی اور وقت کے فضائی تصوّر کے بعد غیرفانی زندگی حاصل کرتے ہیں ۔

۱

زندگی

پرسیدم از بلند نگاہے حیات چیست ؟
گفتا مئے کہ تلخ تر او نکوتر است
گفتم کہ کرمک است و زگل سر بروں زند
گفتا کہ شعلہ زاد مثالِ سمندر است
گفتم کہ شر بفطرتِ خامش نہادہ اند
گفتا نہ خیرِ او نشناسی ہمیں شر است
گفتم کہ شوقِ سیر نبردش بمنزلے
گفتا کہ منزلش بہ ہمیں شوق مضمر است

Marfat.com
Marfat.com

گفتم که خاکی است و بخاکش همی دهند
گفتا چو دانه خاک شگافد ، گلِ تر است

۲

گدائے جلوه رفتی بر سرِ طور
که جانِ تو ز خود نامحرمے ہست
قدم در جستجوئے آدمے زن
خدا هم در تلاشِ آدمے ہست

۳

میارا بزم بر ساحل که آنجا
نوائے زندگی نرم خیز است
بدریا غلط و با موجش در آویز
حیاتِ جاودان اندر ستیز است

۴

دلِ من رازدانِ جسم و جان است
نه پنداری اجل بر من گران است
چه غم گر یک جهان گم شد ز چشمم
هنوز اندر ضمیرم صد جهان است

۵

جهانِ [illegible]
چو ماهی در [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

یکے بر دل نظر وا کن کہ بینی
یمِ ایّام در یک جام غرق است

۶

اے برادر! من ترا از زندگی دادم نشان
خواب را مرگِ سبک داں، مرگ را خوابِ گراں

۷

می خورد ہر ذرۂ ما پیچ و تاب
محشرے در ہر دمِ ما مضمر است
با سکندر خضرؑ در ظلمات گفت
مرگ مشکل، زندگی مشکل‌تر است

۸

حیاتِ جاوید

گماں مبر کہ بپایاں رسید کارِ مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگِ تاک است
چمن خوش است ولیکن چو غنچہ نتواں زیست
قبائے زندگیش از دمِ صبا چاک است
اگر ز رمزِ حیات آگہی، مجوے و مگیر
دلے کہ از خلشِ خارِ آرزو پاک است
بخود خزیدہ و محکم چو کوہساراں زی
چو خس مزی کہ ہوا تیز و شعلہ بے باک است

Marfat.com
Marfat.com

۹

بسی زار نالید ابرِ بهار
که این زندگی گریهٔ پیهم است
درخشید برقِ سبک سیر و گفت
خطا کرده‌ای خندهٔ یک دم است

۱۰

زندگی و عمل

(در جوابِ نظمِ ہائنا موسوم به 'سوالات')

ساحلِ افتاده گفت گرچه بسی زیستم
هیچ نه معلوم شد آه که من چیستم
موجِ ز خود رفته‌ای تیز خرامید و گفت
هستم اگر می‌روم گر نروم نیستم

۱۱

نوائے وقت

خورشید به دامانم، انجم به گریبانم
در من نگری هیچم، در خود نگری جانم
در شهر و بیابانم، در کاخ و شبستانم
من دردم و درمانم، من عیشِ فراوانم
من تیغِ جهان سوزم، من چشمهٔ حیوانم

Marfat.com
Marfat.com

چنگیزی و تیموری ، مشتے ز غبارِ من
ہنگامۂ افرنگی ، یک جستہ شرارِ من
انسان و جہانِ او ، از نقش و نگارِ من
خونِ جگرِ مردان ، سامانِ بہارِ من
من آتشِ سوزانم ، من روضۂ رضوانم

آسودہ و سیّارم ، ایں طرفہ تماشا بیں
در بادۂ امروزم ، کیفیّتِ فردا بیں
پنہاں بضمیرِ من ، صد عالمِ رعنا بیں
صد کوکبِ غلطاں بیں ، صد گنبدِ خضرا بیں
من کسوتِ انسانم ، پیراہنِ یزدانم

تقدیر فسونِ من ، تدبیر فسونِ تو
تو عاشقِ لیلائے ، من دشتِ جنونِ تو
چوں روحِ رواں پاکم ، از چند و چگونِ تو
تو رازِ درونِ من ، من رازِ درونِ تو
از جانِ تو پیدایم ، در جانِ تو پنہانم

من رہرو و تو منزل ، من مزرع و تو حاصل
تو سازِ صد آہنگے ، تو گرمیِ ایں محفل
آوارۂ آب و گل ! دریاب مقامِ دل
گنجیدہ بہ جامے بیں ، ایں قلزمِ بے ساحل
از موجِ بلندِ تو سر بر زدہ طوفانم

Marfat.com
Marfat.com

۱۲

سرودِ انجم

هستیٔ ما نظامِ ما / مستیٔ ما خرامِ ما
گردشِ بی‌مقامِ ما / زندگیِ دوامِ ما
دورِ فلک بکامِ ما ، می‌نگریم و می‌رویم

جلوه گهِ شهود را / بتکدهٔ نمود را
رزمِ نبود و بود را / کشمکشِ وجود را
عالمِ دیر و زود را ، می‌نگریم و می‌رویم

گرمیِ کارزارها / خامیِ پخته‌کارها
تاج و سریر و دارها / خواریِ شهریارها
بازیٔ روزگارها ، می‌نگریم و می‌رویم

خواجه ز سروری گذشت / بنده ز چاکری گذشت
زاری و قیصری گذشت / دورِ سکندری گذشت
شیوهٔ بتگری گذشت ، می‌نگریم و می‌رویم

خاک خموش و در خروش / سست نهاد و سخت کوش
گه به بزمِ ناؤ نوش / گه [illegible]
میرِ جهان و سفته گوش ، می‌نگریم و می‌رویم

تو به طلسم چون و چند / عقلِ [illegible]
[illegible] در [illegible] / [illegible]
ما به نشیمنِ بلند ، می‌نگریم و می‌رویم

[illegible] ز ظهور چیست [illegible] / [illegible]
جسم و دل و شعور چیست [illegible] / [illegible]
این همه [illegible] ، می‌نگریم و می‌رویم

Marfat.com
Marfat.com

بیشِ تو نزدِ ما کمے   سالِ تو پیشِ ما دمے
اے بہ کنارِ تو یمے   ساختہ ای بہ شبنمے
ما بہ تلاشِ عالمے ، بے نگریم و بے رویم

آخری حصے کا عنوان ''نقشِ فرنگ'' ہے جس میں مشرقی ناظر کے لیے اہم ترین مغربی تخیّل کی توضیح شاعر کے نقطۂ نظر سے کی گئی ہے - (اور مغربی ناظر کے لیے) اپنے آپ کو اس طرح مشاہدہ کرنا جس طرح اس کو دوسرے مشاہدہ کرتے ہیں ، بہت بہتر ہے - اور اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ ہم صحیح پیام کو دل سے لگائیں جس میں اقبال خشک عقلی زنجیروں کو آتار پھینکنے اور ہماری حیات و محبت کی اندرونی دنیا میں ظاہر ہونے کی تلقین کرتا ہے :

۱۳

دانش اندوختہ ای ، دل ز کف انداختہ ای
آہ زاں نقدِ گراں مایہ کہ در باختہ ای

حکمت و فلسفہ کارے است کہ پایانش نیست
سیلیِ عشق و محبّت بہ دبستانش نیست
بیشتر راہِ دلِ مردمِ بیدار زند
فتنۂ نیست کہ در چشمِ سخن دانش نیست
دل ز نارِ خنکِ او بہ تپیدن نرسد
لذّتے در خلشِ غمزۂ پنہانش نیست
دشت و کہسار نوردید و غزالے نہ گرفت
طوفِ گلشن زد و یک گل بہ گریبانش نیست

چارہ این است کہ از عشق کشادے طلبیم
پیشِ او سجدہ گذاریم و مرادے طلبیم

Marfat.com
Marfat.com

چشم بکشائے اگر چشم تو صاحب نظر است
زندگی درپئے تعمیر جہان دگر است

زندگی جوئے روان است و روان خواہد بود
این مئے کہنہ جوان است و جوان خواہد بود
آنچہ بود است و نباید ز میان خواہد رفت
آنچہ بایست و نبود است ہمان خواہد بود
عشق از لذت دیدار سراپا نظر است
حسن مشتاق نمود است و عیان خواہد بود
آن زمینے کہ برو گریۂ خونیں زدہ ام
اشک من در جگرش لعل گران خواہد بود

"مژدۂ صبح دریں تیرہ شبانم دادند
شمع کشتند و ز خورشید نشانم دادند"

اقبال ادنیٰ ادنیٰ سیاسی واقعات کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ جمعیت الاقوام کے متعلق اس کی سطور خاص اس کا اپنا رنگ رکھتی ہیں:

۱۴

جمعیت الاقوام

برفتد تا روش رزم دریں بزم کہن
دردمندان جہان طرح نو انداختہ اند
من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند
بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

Marfat.com
Marfat.com

''فلسفہ و سیاست'' کے تحت لکھتے ہیں :

۱۵

فلسفی را با سیاست داں بیک میزاں مسنج
چشمِ آں خورشید کورے ، دیدۂ ایں بے نمے

مگر فلسفی بذاتِ خود مؤثر چوٹیں سہتے ہیں : خاص کر ہیگل جس کے بلند پرواز دماغ کو کہا جاتا ہے ''ماکیاں کز زورِ مستی خایہ گیرد بے خروس'' ۔ مصنّف نے جو طریقہ مسلمان ناظرین کو مغربی فلسفے سے آشنا کرنے کی خاطر اختیار کیا ہے ، ''شوپن ہار اور نیٹشا'' کے متعلق اس کے کلام میں پیش کرتا ہوں :

۱٦۴

شوپن ہار و نیٹشا

مرغے ز آشیانہ بسیرِ چمن پرید
خارے ز شاخِ گل بہ تنِ نازکش خلید
بد گفت فطرتِ چمنِ روزگار را
از دردِ خویش و ہم ز غمِ دیگراں تپید
داغے ز خونِ بیگنہے لالہ را شمرد
اندر طلسمِ غنچہ فریبِ بہار دید
گفت اندریں سرا کہ بنایش فتادہ کج
صبحے کجا کہ چرخ درو شامہا نہ چید
نالید تا بحوصلۂ آں نوا طراز
خوں گشت نغمہ و ز دو چشمش فرو چکید

Marfat.com
Marfat.com

سوزِ فغانِ او بہ دلِ ہدہدے گرفت
با نوکِ خویش خار ز اندامِ او کشید
گفتش کہ سودِ خویش ز جیبِ زیاں برار
گل از شگافِ سینہ زرِ ناب آفرید
درماں ز دردِ ساز اگر خستہ تن شوی
خوگر بہ خار شو کہ سراپا چمن شوی

اقبال بہ صمیمِ قلب نیٹشا کے ارادۂ قوت سے متفق ہے۔ اس کا نظریہ ہے کہ اسلام ایک خدائی جمعیت تصور کی گئی ہے جو خدائی اور جمہوری سلطنت ہے۔ اس کا "دیوانہ" بجز [illegible] نیٹشا [illegible] سے مقابلہ کرتا ہے جسے وہ مجاہد نہیں واجب طور پر ایک [illegible] تصور کرتا ہے:

۱۔ ڈاکٹر اقبال نے [illegible] میں ایک مضمون بعنوان "جمہوریت [illegible]" اخبار "نیو ایرا" میں لکھا جس میں آپ نے نیٹشا سے اس سلسلے میں اختلاف ظاہر کرتے ہوئے یورپ کی جمہوریت کا بھی نقشہ کھینچا ہے: "مغربی جمہوریت کو معاشی آزادی اور فساد کے خطرے میں [illegible] دی گئی ہے جو محض مغربی مجالس کی اقتصادی [illegible] وجود میں آئی ہے۔ [illegible] جمہوری [illegible] ہے اور [illegible] حکومتِ شخصی [illegible] انسان کی [illegible] اقتصادی [illegible] بات [illegible] کی ممکنات ایک خاص قسم [illegible] نے عوام میں [illegible] جمہوریت [illegible] اسلام [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

۱۷

نیٹشا

گر نوا خواہی ز پیشِ او گریز
در نے کلکش غریوِ تندر است
نیشتر اندر دلِ مغرب فشرد
دستش از خونِ چلیپا احمر است
آنکہ بر طرحِ حرم بت خانہ ساخت
قلبِ او مومن دماغش کافراست[۱]
خویش را در نارِ آں نمرود سوز
زانکہ بستانِ خلیل از آذر است

میں خیال کرتا ہوں مناسب یہ ہوگا کہ مصنفِ ''پیام'' (اقبال) کو بحیثیت زندہ مسلمان کے پیش کروں ۔ واقعی کوئی بھی جدید فلسفی نہیں جس سے اسے اتنی ہمدردی ہو جتنی برگساں سے ہے ، جس کی تعلیم کو وہ ان سطور میں بیان کرتا ہے :

۱- نوٹ : ''نیٹشا نے مسیحی فلسفۂ اخلاق پر زبردست حملہ کیا ہے ۔ اس کا دماغ اس لیے کافر ہے کہ وہ خدا کا منکر ہے ، گو بعض اخلاقی نتائج میں اس کے افکار مذہبِ اسلام کے بہت قریب ہیں ۔ ''قلبِ او مومن دماغش کافر است'' ۔ نبی کریم نے اس قسم کا جملہ اُمیۃ ابن الصلت (عرب شاعر) کی نسبت کہا تھا ''امن لسانہ و کفر قلبہ'' (یعنی اس کی زبان مومن ہے مگر دل کافر ہے) ۔ [''پیامِ مشرق'' کا نوٹ]

Marfat.com
Marfat.com

۱۸

پیغامِ برگساں

تا بر تو آشکار شود رازِ زندگی
خود را جدا ز شعلہ مثالِ شرر مکن
بہرِ نظارہ جز نگہِ آشنا میار
در مرز و بومِ خود چو غریباں گذر مکن
نقشے کہ بستہ ای ہمہ اوہامِ باطل است
عقلے بہم رساں کہ ادب خوردۂ دل است

شگفتہ اور دل کش تنقید کے عنوان اس میں خاص [illegible]
تفریح پائیں گے: مثلاً آئن سٹائن کے متعلق لکھتا ہے: "[illegible]
زردشتے ز نسلِ موسیٰ و ہاروں ظہور"۔ [illegible] کے متعلق [illegible]
شعر دیکھیے جو قیصر ولیم کو خلیفۂ انسانیت کا دعویٰ [illegible] ہوئے
جواب دیتا ہے کہ لوگوں نے محض [illegible] دوسرے سے [illegible]
[illegible] ہے:

نماند نازِ شیریں بے خریدار
اگر خسرو نباشد کوہکن ہست

"قسمت نامۂ سرمایہ دار و مزدور" اور "[illegible]" [illegible]
عنوانوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال دل و جان سے [illegible]
ہے۔ یہاں صرف "نوائے مزدور" کے [illegible]
[illegible] ہے:

۱۹

ز مزدِ بندۂ کرپاس پوش و محنت کش
نصیبِ خواجۂ ناکردہ کار رختِ حریر

Marfat.com
Marfat.com

ز خوئے فشانیِ من لعلِ خاتمِ والی!
ز اشکِ کودکِ من گوہرِ ستامِ امیر

بطوفِ شمع چو پروانہ زیستن تا کے
ز خویش ایں ہمہ بیگانہ زیستن تا کے

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ اصول جو فلسفے میں عقلیت کے خلاف چلتا ہے، وہ سیاسیات میں سلطنت کے خلاف بھی چلتا ہے۔ انتہا و اعتدال قوم پرست اقبال کو اپنے مطالب کے مطابق پیش کر سکتے ہیں۔ جیسے فرقہ سائینٹسٹ برگساں کا حوالہ دیتا ہے۔ مگر روحِ حیات پھونکنے والے عمل کو لغو تحریک پر بنا کرنے کی ضرورت نہیں۔

اقبال کھلم کھلا ضبطِ نفس کو بیان کرتا ہے جو خود شعوری کی اعلیٰ شان ہے، اور خیالی آدمی میں تعقل اور فہم ایک ہو جاتے ہیں۔ یقین رکھنا چاہیے کہ یہ اس کے نقاد کی تسلی نہیں کرتے۔ جو اس کے نظریات کے استعمال کو کافی وضاحت سے جانتے ہیں، ان کو ان کا ''خطاب بہ انگلستان'' پڑھنا چاہیے۔

۲۰

خطاب بہ انگلستان

مشرقی بادہ چشید است ز مینائے فرنگ
عجبے نیست اگر توبۂ دیرینہ شکست
فکرِ نو زادۂ او شیوۂ تدبیر آموخت
جوش زد خوں بہ رگِ بندۂ تقدیر پرست

Marfat.com
Marfat.com

ساقیا تنگ دل از شورشِ مستاں نشوی
خود تو انصاف بدہ ایں ہمہ ہنگامہ کہ ہست
"بوئے گل خود بہ چمن راہ نما شد زنخست
ورنہ بلبل چہ خبر داشت کہ گلزارے ہست
("اسلامیکا" جرمنی ، ترجمہ خاص برائے "نیرنگ خیال")

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۲۹

علامہ اقبال کا گھرانہ

میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں جب آپ تشریف لے آئے تو آپ کی ایک اہلیہ (والدۂ آفتاب) اپنے والدین کے ہاں گجرات میں تھیں اور آفتاب اقبال ابھی ولایت میں زیر تعلیم تھے۔ آپ کی پہلی بیوی کریم بی بی کا انتقال ۱۹۴۶ء میں ہوا تھا۔ دو بیویاں اس مکان میں آپ کے ہمراہ رہائش رکھتی تھیں اور ان کے ہاں ابھی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک بیوی لدھیانے والی اور دوسری لاہور والی تھی۔

میں لدھیانے میں ۱۰ جنوری ۱۹۱۵ء کو ملازم ہو کر گیا تو وہاں ابھی تک علامہ کی شادی کا ذکر تازہ تھا۔ یہ شادی لدھیانے کے نولکھا خاندان میں ۱۹۱۴ء میں دسمبر کے آخری ہفتے میں ہوئی تھی، یعنی میرے وہاں جانے سے چند دن پہلے انجام پائی تھی۔ جناب مولانا عبدالمجید سالک نے بھی اپنی کتاب ''ذکر اقبال'' کے صفحہ ۶۸ - ۶۹ میں اس شادی کا ذکر ''لدھیانہ میں تیسری شادی'' کے عنوان کے تحت کیا ہے۔ یہ خاتون ڈاکٹر غلام محمد کی بہن اور ڈاکٹر سبحان علی کی سالی کی لڑکی تھیں۔ جب رشتہ طے ہو گیا تو لاہور سے علامہ کی بارات لدھیانے گئی تھی۔ دراصل لدھیانے میں

Marfat.com
Marfat.com

میری ملازمت اور پھر علامہ کے عزیزوں کے ایک مکان میں میری رہائش علامہ سے میرے مراسم کا باعث بنی اور ان کا قرب نصیب ہوا - پھر جب میں بھی لاہور میں آ گیا تو یہ تعلقات مزید مستحکم ہو گئے - لدھیانے میں میرا تقرر چونکہ ایک سکول میں سیکرٹری کی حیثیت سے ہو گیا تھا لہٰذا علامہ ہمیشہ مجھے "سیکرٹری" کہہ کر مخاطب فرماتے تھے - میں نے میکلوڈ روڈ والی اس نئی کوٹھی میں علامہ کو اپنے گھر میں بہت مطمئن زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھا ہے - میں ابتدائے ۱۹۳۰ء میں لدھیانے سے سبکدوشی لے کر لاہور [illegible] جس کے بعد عموماً صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا -

۱۹۳۵ء کے آغاز میں مجھے معلوم ہوا کہ علامہ کی [illegible] والی بیوی نے میکے لدھیانے گئی ہوئی ہیں - اس کے فوراً بعد [illegible] کی [illegible] کرنا پڑا ہے اور وہ خود [illegible] بچے کے ذریعے مطلع کیا کہ [illegible] فوت ہو گیا ہے - اس [illegible] پر علامہ [illegible] خود لدھیانے تشریف لے گئے اور وہاں سے [illegible] کو اطلاع دی کہ بیوی کا بھی انتقال ہو گیا ہے - [illegible] آنے پر لاہور سے آئیں - منشی طاہرالدین اور [illegible] اسی رات بمبئی میل سے لدھیانہ روانہ ہو گئے - [illegible] کوٹھی میں [illegible] میں [illegible] سب کو پہنچتی ہی [illegible] سب [illegible] - لدھیانے میں [illegible] پہنچے [illegible] کی [illegible] میں آباد کر رہے تھے - [illegible] گئے اور [illegible] ہو [illegible] جنازہ میں [illegible] خود [illegible] کوئی [illegible] معلوم نہیں [illegible] - علامہ [illegible] محلہ پر [illegible] طاری تھی - [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

سے فارغ ہو کر ہم تینوں الگ مکان میں آرام کرنے کے لیے چلے گئے۔ مرحومہ اور ان کے بچے کے انتقال سے دنیاوی اعتبار سے علامہ اقبال کا تعلق مرحومہ کے خاندان سے ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گیا تھا۔

اگلے روز ہم سوئم کے انتظامات میں مصروف تھے۔ پھر اس سے فارغ ہو کر شام کا کھانا وغیرہ کھا چکے تو دس بجے کے قریب علامہ کے نام سیالکوٹ سے ایک تار آیا جس میں لکھا تھا کہ ان کے ہاں سیالکوٹ[1] میں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ یہ دراصل جاوید اقبال کے تولد کی اطلاع تھی۔ جب یہ اطلاع زنان خانے میں پہنچی تو ایک کہرام مچ گیا۔ میں نے ایسی آہ و بکا اپنی پوری زندگی میں نہیں سنی۔ ہم اس گھر میں بیٹھے ہوئے اللہ کی شان دیکھ رہے تھے کہ علامہ کے ایک گھر میں تو صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی اور اُدھر سیالکوٹ میں نومولود کی خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ آج کسی کسی کو یہ علم ہے کہ لدھیانے کے اس خاندان سے بھی علامہ کا کوئی تعلق تھا۔ اس کے اگلے روز ہم علامہ کے ہمراہ لاہور واپس آ گئے۔ علامہ نے خود مرحومہ کی جو تاریخِ وفات کہی تھی وہ ان کی قبر پر آج بھی

۱۔ یہاں ایک وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور کے ۱۵ جنوری ۱۹٦۸ع کے شمارے میں ایک طویل مضمون بعنوان ''علامہ اقبال کی دعاؤں کا مجسمہ — ڈاکٹر جاوید اقبال'' چھپا ہے جس میں ان کی ولادت کے متعلق مندرجہ ذیل بیان درج ہے :

''جاوید ۵۔ اکتوبر ۱۹۲۴ع کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سنٹرل ماڈل سکول میں حاصل کی لیکن میٹرک کا امتحان اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ سے پاس کیا . . . ۔''

لیکن صحیح یہ ہے کہ ڈاکٹر جاوید اقبال سیالکوٹ میں پیدا ہوئے ، جیسا کہ یہاں بیان کیا گیا ہے۔ انہوں نے یورپ سے قانون اور فلسفے کی تعلیم حاصل کی اور آج کل لاہور ہائی کورٹ کے جج ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

موجود ہے - یہ سانحۂ ارتحال ۲ - اکتوبر ۱۹۲۴ء کو پیش آیا :

اے دریغا کہ مرگِ ہم سفرے
دلِ من در فراقِ او غم درد
بہرِ سالِ رحیلِ او فرمود
بہ شہادت رسیدہ منزل کرد

اس کے بعد ہم تینوں اشخاص علامہ کے ہمراہ مرحومہ کے چالیسویں پر بھی لدھیانے گئے تھے - وہاں علامہ کی ہمشیرہ اور ان کے بہنوئی بھی فیروزپور سے آ گئے تھے اور علامہ کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد کے بڑے صاحبزادے مسٹر اعجاز نے بھی شرکت کی تھی - اس سانحے کے بعد دنیوی اعتبار سے علامہ کے تعلقات لدھیانہ کے [illegible] خاندان سے بالکل ہی منقطع ہو گئے اور اس طرح علامہ کی زندگی کا ایک اہم باب ہمیشہ کے لیے فراموش کر دیا گیا -

علامہ کے دو صاحبزادوں [illegible] جاوید اقبال جن کی [illegible] کی اطلاع سیالکوٹ سے آئی تھی [illegible] علامہ کی [illegible] میں [illegible] چڑھے ، تعلیم پا کر جوان ہوئے . یورپ سے [illegible] کی ڈگری لے کر آئے اور آج [illegible] لاہور [illegible] کے جج [illegible] پر فائز ہیں - علامہ [illegible]

[illegible] موجودہ [illegible] کوٹھی [illegible] علامہ [illegible] ساتھ نہایت [illegible] سے [illegible] قیام پذیر ہے - علامہ کی [illegible] کوٹھی [illegible] ہے -

Marfat.com
Marfat.com

۳۰

ایک واقعہ

ایک روز میں حسبِ عادت صبح کے وقت علامہ کی خدمت میں حاضر ہوا - آپ اپنے چھوٹے کمرے میں موجود تھے - میں اندر جانے سے پیشتر علی بخش سے خیر و عافیت دریافت کرنے کی غرض سے رک گیا - (یاد رہے پروفیسر شیرانی عموماً علی بخش کو " پیر بھائی" کہا کرتے تھے) - علی بخش نے بتایا کہ ابھی تک موٹر ڈرائیور نہیں آیا ، اس کا انتظار ہو رہا ہے - میں نے اس سے دریافت کیا کہ کہاں جانا ہے ؟ تو اس نے کہا کہ علامہ کو کہیں نہیں جانا - مجھے موٹر لے کر ریلوے سٹیشن جانا ہے کیونکہ جاوید (بیٹا) اور اس کی والدہ سیالکوٹ سے آ رہے ہیں - اس کے بعد میں اندر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ وقت کیا ہوا ہے ؟ میں نے علی بخش کو آواز دی کہ وہ گھڑی دیکھ کر وقت بتائے کیونکہ گھڑی لائبریری میں رہتی تھی - علی بخش نے آ کر بتایا کہ ابھی ۹ بھی نہیں بجے اور ریل گاڑی غالباً گیارہ بجے آتی ہے - ہم خاموش ہو گئے - ہم باتیں کر رہے تھے کہ منشی طاہر الدین بھی حسبِ عادت آ گئے - علامہ نے ان سے بھی دریافت کیا کہ کیا وقت ہوا ہے ؟ اس نے جواب دیا کہ غالباً نو بج چکے ہیں - پھر علامہ نے کہا

Marfat.com
Marfat.com

کہ ریلوے کے ٹائم ٹیبل میں گاڑی کے آنے کا وقت دیکھو ۔ منشی صاحب نے کہا کہ میں کل گھر جاتے ہوئے عرض کر گیا تھا کہ ۱۱ بجے گاڑی آتی ہے ۔ پھر کچھ وقت گزر گیا مگر ابھی تک ڈرائیور نہ آیا تو ہم پھر باتوں میں مشغول ہو گئے ۔ کچھ وقت اور گزرنے کے بعد علامہ نے پھر علی بخش کو آواز دے کر دریافت کیا کہ کیا وقت ہوا ہے ؟ اس نے آ کر بتایا کہ شیخ صاحب ! ابھی تو مشکل سے پونے دس ہوئے ہیں ۔ آپ نے پوچھا کہ ڈرائیور ابھی تک کیوں نہیں آیا ؟ علی بخش نے جواب دیا کہ کل ہم نے اس کو گاڑی کا صحیح وقت بتا دیا تھا اس لیے وہ بر وقت پہنچ جائے گا ۔ ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ ڈرائیور آ گیا ۔ اس نے موٹر نکالی اور علی بخش کو ساتھ لے کر ریلوے سٹیشن چلا گیا ۔ مگر [illegible] کوئی سوا گھنٹے کے بعد وہ خالی گاڑی لے کر واپس آ گیا ۔ گاڑی میں نہ جاوید تھے اور نہ ان کی والدہ تھیں ۔ اس وقت علامہ کا چہرہ دیکھنے کے لائق تھا مگر جب علی بخش نے اندر آ کر علامہ کو اطلاع دی کہ سیالکوٹ سے آنے والی گاڑی کسی وجہ سے آج کافی لیٹ ہے تو ان کی طبیعت سنبھل گئی اور کہنے لگے [illegible] پھر کئیوں نے وقت پوچھا تو علی بخش نے گھڑی دیکھ کر [illegible] گیارہ بجنے میں کچھ منٹ باقی ہیں ۔ آپ نے کہا کہ [illegible] ابھی باہر ہی رہنے دو ۔ بالآخر علی بخش [illegible] ساڑھے گیارہ بجے ریلوے سٹیشن کو [illegible] علامہ [illegible] مشغول ہو گئے ۔ مگر علی بخش ۱۲ بجے کے [illegible] واپس آ گیا اور اس نے بتایا کہ گاڑی [illegible] گئی ہے مگر جاوید اور ان کی والدہ اس گاڑی سے نہیں آئے ۔ یہ سنتے ہی علامہ کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا اور وہ بے چین ہو گئے ۔ مگر ابھی وہ یہ تمام روداد

Marfat.com
Marfat.com

علامہ کی خدمت میں پیش کر رہا تھا کہ اسی وقت پوسٹ مین نے آ کر خطوط دیے - ان خطوط میں حسنِ اتفاق سے ایک خط سیالکوٹ کا بھی تھا جس میں سیالکوٹ کے اعزہ نے علامہ کو لکھا تھا کہ بیٹا اور ان کی والدہ کسی ضروری کام سے رک گئے ہیں اور آج نہیں آ رہے ، اب وہ کل آئیں گے - میں یہ تمام ماجرا دیکھ رہا تھا اور علامہ کی حالت دیکھ کر سخت پریشان ہو رہا تھا مگر اس خط کے آنے پر جب انہیں اطمینان ہو گیا اور ان کے چہرے کا سکون لوٹ آیا تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا - دراصل علامہ کی بے چینی کی وجہ یہ تھی کہ جاوید بمشکل اس وقت ڈیڑھ برس کے ہوں گے اور ان کی والدہ بچے کے ساتھ بالکل تنہا سفر کر رہی تھیں - ایسی صورت میں ان کی پریشانی فطری تھی -

اسی طرح ایک دلچسپ واقعہ حیدر آباد دکن میں بھی پیش آیا تھا جب آپ تیار ہو کر صبح صبح والیِ دکن میر عثمان علی خاں سے ملنے کے لیے جا رہے تھے - جب ہم جانے لگے تو ایک بھیک مانگنے والے نے آ کر سوال کیا - میں نے آپ کے فرمانے پر فوراً اپنی جیب سے اس کو پیسے دے دیے مگر اس نے ایک مرتبہ پھر ہاتھ پھیلا دیے - اس پر علامہ نے محسوس کیا کہ شاید میں نے اسے کچھ نہیں دیا - چنانچہ میں نے پھر اسے کچھ دیا تو اس کی جرأت مزید بڑھ گئی اور اس نے پھر ہاتھ پھیلا دیے - نتیجہ یہ کہ جتنی مرتبہ اس نے ہاتھ پھیلایا ، علامہ کو اتنی مرتبہ یہ شک گزرا کہ شاید میں نے اسے کچھ بھی نہیں دیا جو وہ بار بار ہاتھ پھیلا رہا ہے - علامہ چونکہ عجلت میں تھے لہذا اس کا مسلسل پھیلا ہوا ہاتھ تو تیاری کی مصروفیت کے دوران میں دیکھ لیتے تھے مگر میرا دینا دلانا وہ ایک مرتبہ بھی نہ دیکھ سکے -

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۳۱

بانگِ درا کی طباعت و اشاعت

علامہ اقبال کا وہ کلام جو ''بانگِ درا'' کے نام سے موسوم ہے، اسے پہلی مرتبہ آپ نے ۱۹۲۴ء میں شائع کیا۔ جب آپ میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں مقیم تھے۔ میں ان دنوں آپ کے ہاں صبح و شام حاضر ہوتا تھا۔ ''بانگِ درا'' کے مسودے کی تدوین و ترتیب اور اشاعت میں چودھری محمد حسین مرحوم نے علامہ کی زیرِ ہدایت غیر معمولی محنت کی اور بالآخر اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

دراصل اس کتاب کی اشاعت کے لئے محرک بھی [illegible] ۱۹۲۳ء میں آپ کے تمام اردو کلام کو، جو [illegible] جرائد میں چھپتا رہا تھا، مولوی عبدالرزاق حیدر [illegible] نے حیدر آباد دکن سے ''کلیاتِ اقبال'' کے نام سے شائع [illegible] اشاعت سے پیشتر انہوں نے علامہ کو بھی [illegible] ارادے [illegible] کیا تھا اور [illegible] کی تھی۔ علامہ [illegible] مولوی [illegible] پہنچا کیونکہ [illegible] اپنے کلام کو [illegible] کے بعد شائع [illegible] مولوی صاحب نے [illegible] شائع کر دیا تھا۔ [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

حیدر آباد سے مولوی صاحب کی اس حرکت کی شکایت کی جو ان کے ماتحت تھے - آپ نے انہیں لکھا کہ مولوی صاحب کا یہ عمل اخلاقی اور قانونی طور پر قابلِ مواخذہ ہے کیونکہ انہیں میری اجازت اور علم کے بغیر یہ کام کرنے کا ہرگز اختیار نہیں تھا - سر اکبر حیدری نے علامہ کی شکایت کا فوری نوٹس لیا اور نہ صرف کتاب کی فروخت رکوا دی بلکہ تمام نسخے ایک کوٹھڑی میں مقفّل کروا دیئے - ''کلیاتِ اقبال'' کے اس ایڈیشن پر علامہ کے ایک نہایت مخلص دوست اور مداح علامہ عبداللہ العمادی نے مقدمہ بھی لکھا تھا جس کے ایک ایک لفظ سے عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے -

ادھر لاہور میں علامہ کے ایک نہایت ہی مخلص دوست اور مداح مولوی احمد دین نے بھی کچھ اسی قسم کا کام کیا اور آپ کا اردو کلام جمع کرکے ذاتی تاثرات کے ساتھ ''اقبال'' کے نام سے شائع کر دیا - انھوں نے تو اپنے خیال میں یہ کام اقبال کا نام روشن کرنے کی غرض سے کیا تھا مگر اقبال کو ان کی یہ حرکت پسند نہ آئی - چنانچہ ابھی یہ کتاب بازار میں نہیں آئی تھی اور نہ ہی ابھی شیخ مبارک علی کی دکان کو اپنا کردار ادا کرنے کا موقع ملا تھا کہ علامہ خود مولوی احمد دین صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں بتایا کہ اس طرح بغیر ترمیم و اصلاح کے اور بغیر نظرثانی کے کتاب کی اشاعت انہیں ہرگز پسند نہیں آئی - نتیجتاً مولوی صاحب نے تمام مطبوعہ مواد بغیر کسی پس و پیش کے ضائع کر دیا - بلکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ انھوں نے تمام نسخے نذرِ آتش کر دیے -

مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر علامہ نے نہایت عجلت میں اپنا اردو کلام مرتّب کیا : بعض اشعار میں تبدیلیاں کیں اور بعض کو سرے سے حذف کر دیا اور اس طرح جو کلام مدوّن ہوا اسے

Marfat.com
Marfat.com

عبدالمجید پروین رقم سے کتابت کروا کے، شیخ عبدالقادر کے مقدمے کے ساتھ شائع کر دیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان دنوں علی بخش، پروین رقم سے روزانہ لکھی ہوئی کاپیاں لاتا تھا اور پھر ان کی تصحیح اور طباعت کا کام نہایت عجلت سے انجام پاتا تھا۔

ابھی یہ کتاب چھپ کر نہیں آئی تھی کہ علامہ نے مجھے حکم دیا کہ اس کی تقسیم اور فروخت کا کام تم سنبھال لو۔ اگرچہ یہ ایک منفعت بخش کام تھا مگر میں نے محسوس کیا کہ یہ ذمہ داری سنبھالنے کے بعد میں علامہ کے ساتھ بے تکلفی اور دوستانہ مراسم کی اس نعمت سے محروم ہو جاؤں گا جو مجھے اس وقت میسر ہے۔ چنانچہ میں نے نہایت ادب کے ساتھ معذرت کر دی کہ یہ کام میرے بس کا نہیں ہے۔ اسی موقع پر علامہ نے حضرت اکبر الہ آبادی کے خطوط کا مجموعہ شائع کرنے کا ذکر بھی فرمایا تھا جس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ یہ ایک بیش بہا علمی خزانہ ہے جو شائع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔ فرمایا کہ اس کی فروخت کا کام بھی تم کرو۔ مگر علامہ کا یہ ارادہ کبھی عمل میں نہ آیا اور یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ خطوط کا وہ مسودہ کہاں گیا؟ ان خطوط کی موجودگی کا سراغ تو خود علامہ کے اپنے خطوط سے ملتا ہے مگر بعد میں [illegible] کسی کو معلوم نہیں۔ بالآخر منشی طاہر الدین کی معرفت [illegible] مولوی ممتاز علی کے ادارے دار الاشاعت پنجاب کے ساتھ [illegible] ہو گیا اور مولوی ممتاز علی کے صاحبزادے [illegible] امتیاز علی تاج نے کتاب کی فروخت کی ذمہ داری [illegible]

دار الاشاعت پنجاب نے "[illegible]" کی تشہیر [illegible] ایک بڑے سائز کا اشتہار بھی شائع کیا تھا جو لاہور میں جا بجا دیواروں پر چسپاں کیا گیا تھا۔ [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

نیم خواندہ ہندو ''بانگ'' کو ''بنک'' پڑھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ شاید علامہ اقبال کوئی بنک کھول رہے ہیں ۔

جب یہ کتاب مکمل طور پر شائع ہوگئی اور متعدد اخبارات و رسائل میں اس پر تبصرے ہوئے تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ علامہ نے اپنے اردو کلام میں نہ صرف ترمیم و اصلاح کی ہے بلکہ بہت سے اشعار حذف بھی کر دیے ہیں ۔ بعد میں یہ حذف شدہ اشعار بھی عقیدت مندوں نے محفوظ کر لیے اور ''باقیاتِ اقبال'' اور ''سرودِ رفتہ'' کے نام سے یہ کلام بھی کتابی شکل میں شائع ہو گیا ۔

علامہ نے اپنے اکثر احباب کو ''بانگ درا'' کے نسخے تحفتاً دیے تھے اور ان پر اپنے ہاتھ سے اشعار بھی لکھے تھے ۔ راقم کے پاس بھی اس ایڈیشن کا ایک نسخہ ابھی تک محفوظ ہے ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۳۲

تاریخ لاہور کا ایک اہم باب

لاہور کی تاریخ میں بعض واقعات اپنی نوعیت کے اعتبار سے نہایت اہم اور عبرت انگیز ہیں - مسلمانوں کے عزم و ہمت کی یہ داستانیں پڑھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے - ذیل میں اسی قسم کے تین واقعات پیش کیے جا رہے ہیں :

۱

مئی ۱۹۲۷ء کا ذکر ہے کہ چند شرپسند سکھوں نے لاہور کے گوردوارہ [illegible] صاحب میں مسلمانوں کے خلاف ایک ہنگامہ خیز سازش تیار کی - چنانچہ مسلح سکھوں کا ایک گروہ گوردوارے سے نکل کر حویلی [illegible] کے بازار میں واقع مسجد میں گھس [illegible] جہاں چند مسلمان عشاء کی نماز ادا کر رہے تھے - ان درندوں نے مسجد [illegible] نماز پڑھنے والے نمازیوں کو نہایت بے دردی سے [illegible] جس [illegible] لاہور میں ایک کہرام مچ گیا - علامہ اقبال [illegible] کونسل کے ممبر منتخب ہو چکے تھے - [illegible] اسی وقت آپ کی کوٹھی [illegible] آپ کو ہمراہ لے کر جائے [illegible] مسلمان [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

مشتعل ہو چکے تھے لہٰذا علامہ اقبال نے انہیں صبر کی تلقین کی اور کافی رات گئے واپس آ گئے - دوسرے روز صبح نو بجے ہم پھر علامہ کو لے آئے اور آپ نے سنہری مسجد کے سامنے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے ہجوم سے خطاب کیا - میں بھی آپ کے ہمراہ تھا - آپ نے سب سے پہلے اپنے چند فارسی اشعار پڑھے جن میں شاہین کا ذکر تھا - پھر آپ نے حاضرین کو بتایا کہ مسلمانوں کا رویہ ایسے موقعوں پر کیا ہونا چاہیے - مجمع نے مطالبہ کیا کہ چونکہ سکھوں کے پاس ہر وقت کرپان رہتی ہے جس سے وہ دہشت گردی کرتے ہیں لہٰذا ہمارے پاس بھی تلوار ہونی چاہیے تاکہ ہم ان وحشی حملہ آوروں کی بربریت سے اپنی جان کی حفاظت کر سکیں - مگر علامہ نے لوگوں کو پھر صبر و ضبط کی تلقین کی اور مکمل تحقیقات کا یقین دلایا - اسی روز بعد دوپہر شہداؑ کے جنازے اٹھائے گئے اور یونیورسٹی گراونڈ میں نماز جنازہ ہوئی - جنازے میں لاہور کے تمام رؤسا اور بڑے لوگوں کے علاوہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری بھی شامل تھے - ایسا بڑا مجمع اور اتنا دردناک منظر لاہور میں بہت کم دیکھا گیا ہے -

۲

اسی طرح کا ایک اور عبرت انگیز اور دردناک واقعہ ''رنگیلا رسول'' نامی رسوائے زمانہ کتاب کی اشاعت پر رونما ہوا جس کا ہیرو ایک گمنام محنت کش ہے - علم دین ایک بڑھئی نوجوان تھا جو محلہ چابک سواراں کے قریب بازار سریاں والا میں رہتا تھا - اس نے ایک ہندو راجپال نامی کو قتل کر دیا تھا کیونکہ اس نے ایک نہایت ہی توہین آمیز کتاب ''رنگیلا رسول'' شائع کی تھی جس میں

Marfat.com
Marfat.com

آن حضرت صلعم کی شان میں گستاخیاں کی گئی تھیں ۔ چنانچہ علم دین نے آنحضرتؐ کی شان میں گستاخی کا بدلہ یوں لیا کہ اس نے کتاب کے مصنف راجپال کو سر بازار قتل کر دیا ۔ جب وہ نوجوان پکڑا گیا تو مسلمانوں کے شدید احتجاج کے باوجود گورنمنٹ نے اسے پھانسی کی سزا دے دی ۔ گورنمنٹ کی تجویز یہ تھی [illegible] جیل میں اسے پھانسی دی جائے مگر مسلمانانِ لاہور نے [illegible] کے خلاف ہڑتال کر دی اور مطالبہ کیا کہ غازی کو پھانسی [illegible] میں دی جائے ۔ چنانچہ گورنمنٹ نے علامہ اقبال [illegible] امن و امان کا ضامن ٹھہرا کر اپنا فیصلہ بدل [illegible] میں پھانسی دی گئی ۔ پھانسی کے بعد علم دین کی نعش [illegible] ریلوے سٹیشن پر مسلمانوں کے حوالے کی گئی اور [illegible] کے [illegible] نماز جنازہ ادا ہوئی ۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں [illegible] تک نہیں دیکھا ۔

مذکورہ کتاب "رنگیلا رسول" کے خلاف [illegible] مسلمانوں نے احتجاج کیا ۔ اس کے خلاف آواز بلند کی ۔ جلسے اور جلوس نکالے جس کے نتیجے میں کئی [illegible] اچھی خاصی تعداد ہے ۔ اس سلسلے میں ایک [illegible] دروازے کے باہر ہوا تھا جس کی صدارت علامہ اقبال نے کی [illegible] جلسے کے مقررین میں مولانا [illegible] جیسے علماء بھی شامل تھے ۔ جلسے [illegible] کے بعد ان کی تقریر [illegible] بخاری بھی تھے ۔ چنانچہ [illegible] باتیں ہوتی رہیں ۔ اسی اثنا میں [illegible] پولیس بھی آ گئی اور انہوں نے علامہ [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو گرفتار کرنے کے لیے آیا ہوں - اس پر آپ نے واضح طور پر فرمایا کہ حکومت کے احکام سے کیسے انکار ہو سکتا ہے مگر آپ صرف اس قدر میرے ساتھ رعایت کریں کہ ان کو میری کوٹھی سے باہر گرفتار کریں -

۳

اسی طرح ۱۹۳۶ع کا مسجدِ شہید گنج کا تاریخی واقعہ بھی ہمیشہ یادگار رہے گا - اس موقع پر علامہ نے اپنی حد تک پوری کوشش کی کہ کسی طرح سکھ مان جائیں اور مسجد کو شہید نہ کریں - آپ نے اس سلسلے میں بڑے بڑے سرکردہ سکھوں سے بات چیت بھی کی مگر کامیابی نہ ہوئی اور بالآخر سکھوں نے اس مسجد کو گرا دیا - مسلمانوں نے اس مسجد کو بچانے کے لیے بے شمار قربانیاں دیں - علامہ نے گاندھی جی وغیرہ سے مل کر بھی مصالحت کرانے کی کوشش کی مگر نہ تو ہندو مانے اور نہ سکھ آمادہ ہوئے - بالآخر مسجد کو گرا دیا گیا اور مسلمانوں کو بہت بڑا صدمہ برداشت کرنا پڑا -

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۴۳

انتخابِ کونسل

علامہ کی صحت میں [illegible] والے جانتے ہیں کہ آپ نے [illegible]
کونسل انتخاب میں حصہ لینے کی خواہش نہیں کی [illegible]
[illegible] مگر ہندو [illegible] نے جو [illegible]
اقتصادی حالت [illegible] بہت [illegible] ان کی [illegible]
کسی مضبوط [illegible] کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء میں [illegible]
آپ کو انتخاب [illegible] کونسل کے [illegible] میں حصہ [illegible]
کرلیا۔ جب آپ نے [illegible] دوسری [illegible]
عبدالعزیز [illegible] محمد حسین [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
یہ حلقہ انتخاب بہت وسیع تھا۔ آپ [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

اوّل رنگ محل میں آئے جہاں مشن ہائی سکول کے قریب ماسٹر اللہ بخش آرٹسٹ کے مکان پر آپ کے چند احباب جمع ہوئے۔ ان حضرات میں مصطفیٰ حیرت، ملک لال دین قیصر، شیخ حسن دین میونسپل کمشنر اور دیگر سرکردہ مسلمان خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہاں احباب سے صلاح مشورہ ہوا اور پھر اس مکان سے نکل کر مسجد چینیاں والی محمد چابک سواراں سے ہوکر تکیہ سادھواں آئے۔ لوگوں سے ملاقات کی تو انہوں نے اپنی بھرپور امداد کا وعدہ کیا۔ وہاں ڈاکٹر محمد امین کے مکان کے قریب علامہ کے ایک پرانے ملنے والے بابو عبداللہ رہائش رکھتے تھے جو حال ہی میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی مگر وہ موجود نہ تھے۔ کسی نے بتایا کہ وہ آج کل قرآنِ کریم کی تفسیر لکھ رہے ہیں۔ اس پر آپ نے حیرت کا اظہار کیا اور ظریفانہ انداز میں فرمایا کہ قرآن کریم سے بابو عبداللہ کو کیا سروکار؟ پھر ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دیکھ لو، قرآن کریم بھی کس قدر مظلوم ہے کہ ہر شخص اس پر قابض ہو جاتا ہے۔

انتخاب کے معرکے میں تمام احباب نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس سلسلے میں آپ کے ہم زلف خواجہ نورالدین بیرسٹر، حیات (کنبی والا)، مولوی مسلم، ملک میراں بخش، شمس الدین (شمع بھوئی)، ڈاکٹر ذاکر اور ملک لال دین قیصر نے نہایت عمدہ کردار ادا کیا۔ انتخابی جلسے لاہور کے تمام محلوں، بازاروں اور احباب کی دعوت پر گھروں میں بھی ہوئے۔ آپ ان تمام جلسوں میں تقریریں کرتے تھے جس کی وجہ سے اکثر رات کو دیر ہو جاتی۔ اس زمانے میں لوگ گلی کوچوں میں اقبال کے اشعار پڑھتے نظر آتے تھے۔ اسلامیہ کالج کے جے۔اے۔وی کے طلبہ نے، جن کو میں کلاس میں پڑھاتا تھا، علامہ کے دفتر انتخاب

Marfat.com
Marfat.com

میں تمام فہرستوں کو محلہ وار الگ الگ بنایا ۔ مسٹر محمد عاشق دفتر انتخاب کے مہتمم تھے اور ان کے مشیر اعلیٰ پروفیسر تاثیر تھے ۔ یہ دفتر خواجہ محمد سلیم کے گھر میں قائم تھا جو کشمیری بازار کے کوچہ کوتوالی داراں میں واقع تھا ۔ اس سلسلے میں اسلامیہ کالج کے طلبہ نے ایک جلوس بھی نکالا تھا ۔ وہ قریب قریب شہر کے [illegible] بازاروں میں گھومے اور بلند آواز سے علامہ کے اشعار پڑھے ۔ [illegible] کے مندرجہ ذیل اشعار وہ لہک لہک کر پڑھتے تھے :

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا
[illegible]
[illegible] ہے [illegible] کارواں ہمارا

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

مختلف قسم کے [illegible]
[illegible] محمد [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
اسلامیہ کالج کی [illegible] میں [illegible] گئی ۔

Marfat.com
Marfat.com

جب انتخابات کا وقت قریب آیا تو سرکاری طور پر پولنگ سٹیشن مقرر کیے گئے - اتفاق سے میں جس سٹیشن پر متعین تھا وہ میکلوڈ روڈ پر علامہ کی کوٹھی کے پاس نیو ایرا تھیٹر کے باہر میدان میں واقع تھا - یہاں سب سے اول خود علامہ نے اپنا ووٹ ڈالا اور ان کے بعد علامہ یوسف علی، شیخ اصغر علی اور دیگر احباب نے اپنے اپنے ووٹ ڈالے - میرے مددگار اسلامیہ کالج کے جے - اے - وی کلاس کے تمام طلبہ تھے - ان طلبہ میں سے ایک لڑکے بشیر کو پولیس نے حراست میں لے لیا تھا مگر علامہ کی ذاتی مداخلت سے اسے چھوڑ دیا گیا - غرض کہ شام تک یہ ہنگامہ گرم رہا - مختلف مراکز سے جو اطلاعات آ رہی تھیں وہ کافی امید افزا تھیں - بالآخر جب گنتی مکمل ہو گئی تو علامہ اقبال نہایت غیر معمولی اکثریت کے ساتھ کامیاب ہو گئے -

جب علامہ کی کامیابی کا اعلان ہو گیا تو احباب نے ایک جلوس مرتب کیا جو شہر کے اندر نکالا گیا - سنہری مسجد اور کشمیری بازار میں اس جلوس کا بہت زور تھا - سنہری مسجد کے میدان میں جو بھنگڑا ڈالا گیا وہ دیکھنے کے قابل تھا - احباب کی مسرت کا یہ عالم تھا کہ تاثیر اور دیگر رفقا نے علامہ کو بھی اس بھنگڑے میں شامل کر لیا - اس خوشی میں احباب نے علامہ کے اعزاز میں کئی ضیافتیں دیں - مجھے یاد ہے اسلامیہ کالج کے سٹاف روم میں ہم نے بھی ایک دعوت کا انتظام کیا تھا جس میں پروفیسر سراج الدین آذر نے بطور خاص حصہ لیا - خواجہ عبدالحمید بھی اس ضیافت میں موجود تھے جو فلسفے کے پروفیسر تھے -

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۳۴

اقبال اور بیرونی ممالک کے اربابِ علم

(زبورِ عجم کی اشاعت)

حضرتِ علامہ کی فارسی تصنیف "زبورِ عجم" پنجاب کونسل کے انتخابات اور "پیامِ مشرق" کی طباعت کے بعد شائع ہوئی تھی۔ اس کا اعلان روزنامہ "انقلاب" میں مورخہ ۱۰ جون ۱۹۲۷ء کو ہوا تھا اور ۱۷ جولائی ۱۹۲۷ء کو لاہور میں یہ شائع ہوئی تھی۔ میں نے اسی موقع پر ایک مضمون ۲۴ جولائی ۱۹۲۷ء کے روزنامہ "انقلاب" میں لکھا تھا جس کا عنوان یہ ہے:

"علامہ اقبال اور بیرونی ممالک کے اربابِ علم
(کلامِ اقبال کے تراجم اور اس پر تنقید و تبصرہ)"

بیرونی ممالک کے اربابِ علم نے علامہ [illegible] صورت میں عقیدت [illegible] میں نے اس مضمون میں [illegible] پیش کیا تھا۔ میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ علامہ [illegible] شاعری اور فلسفے کے متعدد مختلف ممالک کے [illegible] زبانوں میں [illegible] جن مختلف [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

علامہ اقبال کے والدِ ماجد شیخ نور محمد اس زمانے میں ابھی زندہ تھے - انہوں نے اسے پڑھ کر علامہ کو ایک خط بھی لکھا تھا اور میری اس ناچیز کوشش کو سراہا تھا -

بعد میں یہ سلسلہ غیر ممالک اور ہندوستان میں بہت وسیع ہو گیا تھا اور آپ کو بے شمار فضلا کے خطوط اور تبصرے موصول ہوئے جن کی فہرست بہت طویل ہے - بہرحال راقم کا متذکرہ مضمون ذیل میں پیشِ خدمت ہے - شروع میں ''انقلاب'' کا نوٹ ہے -

کلامِ اقبال کے تراجم اور اس پر تنقید و تبصرہ

بیرونی ممالک کے اربابِ علم نے علامہ اقبال کے کلام سے جس جس صورت میں اعتنا کیا اس کا ایک مکمل خاکہ مرتب کرنا نہایت ضروری ہے - بلکہ ان تمام تنقیدوں اور تبصروں کو مکمل طور پر اُردو زبان میں منتقل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جو علامہ موصوف کی شخصیت و شاعری یا تعلیمات اور فلسفے کے متعلق مختلف زبانوں میں لکھے گئے ہیں اور جن میں سے اکثر کی نسبت خبردارانِ ہند کو علم بھی نہیں - ہمارے عزیز دوست پروفیسر محمد عبداللہ چغتائی نے غیر ملکی تنقید و تبصرہ کے متعلق مختصر سی معلومات ذیل میں ترتیب کے ساتھ جمع کر دی ہیں - ہماری رائے میں علامہ اقبال کے کلام کے سلسلے میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی خدمت ہے - اس سے پیشتر یہ معلومات یکجا نہیں ہوئی تھیں - اُمیدِ واثق ہے کہ شائقینِ کلامِ اقبال اس کے مطالعے سے محظوظ ہوں گے'' (ادارۂ ''انقلاب'' ، ۲۴ جولائی ۱۹۲۷ء ، مطابق ۲۳ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ) -

(۱) حسین دانش ، تُرکی فاضل ، نے تُرکی زبان میں علامہ اقبال

Marfat.com
Marfat.com

کی بہت سی نظموں کا ترجمہ کیا ہے اور "پیامِ مشرق" پر تبصرہ بھی لکھا ہے۔ ہمیں یہ معلومات ڈاکٹر توفیق بے رکن وفد ہلالِ احمر سے ملیں۔ ڈاکٹر توفیق بے نے یہ بھی فرمایا کہ اقبال کے نظریات کو شاید ہی کسی نے اس وضاحت سے لکھا ہو جس وضاحت سے حسین دانش نے لکھا ہے۔ ایک روز ڈاکٹر توفیق بے نے دورانِ گفتگو میں فرمایا کہ اگر اقبال کبھی قسطنطنیہ تشریف لائیں تو ان کا شاہانہ استقبال کیا جائے۔

(۲) "امان افغان" کابل میں جناب سید ہادی حسن صاحب ڈائریکٹر تجارت نے، جو پہلے انگلستان میں افغانستان کی طرف سے سفیر تھے، ایک سلسلۂ مضامین "پیامِ مشرق" پر بطورِ تبصرہ لکھا جو کئی نمبروں میں شائع ہوا۔

(۳) مصر کے مشہور و معروف سیّاح جناب حمد رفعت [illegible] سے پچھلے دنوں میں [illegible] علامہ کی صحبت خاص [illegible] دورانِ [illegible] اور لاہور میں بھی رونق افروز ہوئے۔ جناب حمد رفعت نے علامہ اقبال کی بہت سی نظموں کا عربی زبان میں ترجمہ [illegible] یہ ترجمہ مصر کے مشہور جریدے "[illegible]" میں شائع [illegible]

(۴) مولوی عبدالحق صاحب حقی بغدادی مرحوم [illegible] علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے علامہ کی مشہور نظم "[illegible]" کا عربی زبان میں [illegible] یہ ترجمہ بھی مصر [illegible] میں چھپ چکا ہے۔

(۵) ڈاکٹر نکلسن پروفیسر [illegible] "[illegible] خودی" کو انگریزی لباس پہنایا۔ [illegible] "[illegible]" [illegible] "سلاسل" (جرمنی) میں تبصرہ لکھا۔ اس تبصرے کا [illegible] "نیرنگ خیال" کے عید نمبر ۱۹۲۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔ [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

جاتا ہے کہ آج کل ڈاکٹر موصوف ''پیام مشرق'' کے انگریزی ترجمے میں مصروف ہیں ۔

(۶) ڈاکٹر براؤن آنجہانی نے ''اسرار خودی'' کے انگریزی ترجمے پر رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے مجلہ ۱۹۲۱ء میں تبصرہ لکھا ۔ نیز اپنی تازہ ترین تالیف ''تاریخ ادبیات فارسی'' کی آخری جلد یعنی جلد چہارم میں بھی شہاب الدین سہروردی کے سلسلے میں ذکر کیا ہے ۔

(۷) ڈاکٹر شوروسو نے ''پیام مشرق'' کے مقدمے کو جرمنی زبان کا لباس پہنا کر ''پیام مشرق'' کی غرض و غایت کو واضح کر دیا ۔

(۸) ڈاکٹر فشر پروفیسر لپزگ یونیورسٹی ، ایڈیٹر ''اسلامیکا'' نے جرمنی زبان میں ''پیام مشرق'' پر تبصرہ لکھا اور ڈاکٹر نکلسن سے بھی زیادہ بہتر طریق پر علامہ اقبال کا گوئٹے سے مقابلہ کیا ۔

(۹) جرمنی کے مستشرق ڈاکٹر ہانسی مامکنکے نے ، جو وہاں کا ایک مشہور فلسفی شاعر ہے ، نہایت حسن عقیدت اور فرط محبت سے ''پیام مشرق'' کا استقبال کیا ، یعنی اس کے ایک خاص حصے کا ترجمہ جرمن زبان میں کیا ۔ پھر اسے چمڑے کے کاغذ پر ، جس پر عموماً انجیل وغیرہ مقدس کتابیں لکھی جاتی ہیں ، اپنے ہاتھ سے خوش خط لکھا اور مشرقی انداز میں نقش و نگار بنا کر علامہ اقبال کی خدمت میں بطور ہدیہ ارسال کیا ۔ احقر کو بھی اس ہدیہ نادرہ کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے ۔ خیال کیا جاتا ہے کہ واقعی ایسی نایاب چیز کبھی قدیم زمانے میں تیار کی جاتی تھی ۔

(۱۰) خان بہادر عبدالعزیز ڈپٹی کمشنر بندوبست جب انگلستان تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے لندن یونیورسٹی اور کیمبرج یونیورسٹی میں اقبال کی شاعری کے نصب العین پر لیکچر دیے جو بعض یورپی

Marfat.com
Marfat.com

رسائل میں شائع بھی ہوئے۔

(۱۱) جرمنی میں ڈاکٹر اقبال کے نام پر ایک سوسائٹی قائم ہوئی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ علامہ موصوف کی تعلیمات اور آپ کے کلام کی اشاعت کرے۔

(۱۲) ڈاکٹر سکارپا اٹلی کے ایک مشہور فاضل ہیں جو پچھلے دنوں افغانستان بھی تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے اٹلی کے ایک ادبی مجلہ میں اقبال کے متعلق ایک نہایت محققانہ مضمون لکھا ہے۔

(۱۳) حال ہی میں جرمنی میں ایک بیاض ہندوستانی [illegible] ادب کے متعلق شائع ہوئی ہے جس میں مختلف شعرا کے کلام کا انتخاب بصورتِ تراجم جمع ہے۔ اس مجموعے میں علامہ اقبال کی پانچ نظمیں ہیں اور ٹیگور کی محض ایک نظم ہے۔

(۱۴) ایک روسی نے، جو ہندوستان کا سفر کر چکا ہے اور لاہور خاص علامہ اقبال سے ملنے کی غرض سے آیا تھا، "اسرارِ خودی" کے نظریات کو روسی زبان میں قلم بند کیا ہے۔

(۱۵) ڈاکٹر [illegible] نے، جو مدرس کی تھیوسوفیکل [illegible] کے روحِ رواں ہیں، اپنی تازہ کتاب "[illegible]" میں [illegible] ہے اور ٹیگور اور اقبال کا موازنہ کیا ہے۔ وہ [illegible] "اقبال اس دور کا نادر [illegible] ہے"۔

(۱۶) آں جہانی ڈاکٹر [illegible] نے نظم "[illegible]" [illegible] زبان میں [illegible] ہے جو "[illegible]" میں شائع [illegible] "پیامِ مشرق" کا ترجمہ بھی [illegible]

(۱۷) رسالہ "[illegible]" [illegible] خودی" کے انگریزی ترجمے پر تبصرہ لکھا ہے [illegible] کلام پر [illegible] مصلح [illegible] کی [illegible] ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اس تبصرے کا ترجمہ بھی غالباً ''معارف'' میں شائع ہو چکا ہے ۔

(۱۸) مسٹر الپسن ـ سابق مدیر ''مسلم آؤٹ لک'' نے بارہا ٹیگور اور اقبال کا مقابلہ کیا ہے اور اقبال کو ٹیگور سے بہمہ وجوہ بہتر ثابت کیا ہے ۔

(۱۹) کتاب ''ہندوستان کی بیداری'' مصنفہ میکنزی میں ایک باب ''جدید علم و ادب کا طلوع'' کے نام سے بھی ہے جس پر سردار جوگندر سنگھ کی تحریر کی رو سے اقبال کا ذکر بھی نہایت وضاحت سے کیا گیا ہے (ص ۱۵۹) ۔ یہ کتاب امریکہ میں ۱۹۲۰ء میں چھپی تھی ۔ اس کا مصنف تمام امریکہ کا نمایندہ بن کر ہندوستان آیا تھا ۔

(۲۰) ۱۹۲۵ء کے ''انڈین ریویو'' میں ایک مضمون ''پیامِ مشرق'' کے عنوان سے مسٹر موہن کے قلم سے شائع ہوا ۔ مصنّف نے اس میں ''اسرارِ خودی'' کو اخوتِ اسلامی کے موضوع پر ایک الہامی کتاب قرار دیا ہے ۔

(۲۱) علامہ اقبال جب کونسل کے انتخابات میں مصروف تھے تو ایک جلسے میں ایک مقرّر نے علامہ ممدوح کی تعریف کرتے ہوئے ''مارننگ پوسٹ'' کی ایک تحریر کا بھی حوالہ دیا تھا جس میں لکھا تھا کہ اقبال ایک بہت بڑی طاقت ہے ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۳۵

مسلم لیگ کا اجلاسِ الٰہ آباد

علامہ اقبال تمام زندگی بحیثیت ایک مسلمان کے مسلمانوں کو تعلیم دیتے رہے۔ وہ تمام مسلمانوں کو من حیث القوم ایک برادری تصور کرتے تھے۔ جب کلمۂ توحید تمام دنیا میں ایک الگ اسلامی شعار کا مالک ہے تو اس برادری میں سب شامل ہیں۔ آپ نے ۱۹۲۶ء میں پنجاب اسمبلی کا جو انتخاب لڑا تھا وہ بھی اسی اصول پر تھا۔ اس زمانے میں پنجاب کی مسلم آبادی ۵۶ فی صد تھی۔ اسی نقطۂ نظر سے آپ نے ہمیشہ جداگانہ انتخاب پر زور دیا اور اسی اصول پر اہل وطن کے تصور کو پس پشت ڈال کر اسلام کے وحدت پر مبنی نظام کو ترجیح دی۔ ہندوستان کی تقسیم بھی اسی اصول پر ہوئی۔ آپ نے "جوابِ شکوہ" میں کس ذکاوت کے ساتھ کہا ہے:

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو!

اسی اصول پر آپ نے مولانا حسین احمد مدنی کو جواب دیتے ہوئے کہا تھا:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی، تمام بولہبی است

Marfat.com
Marfat.com

چنانچہ آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس ۱۹۳۰ء میں جو خطبہ بمقام الٰہ آباد دیا اس میں مسلمانوں کے تمام عوارض کا علاج اس طرح تجویز کیا :

" . . . مختصراً ، میں نے کوشش کی ہے کہ راستہ واضح کردوں : میرے نقطۂ نگاہ سے ہندوستان کے دو مسائل نہایت اہم ہیں : برٹش انڈیا کی از سرِ نو تقسیم ہونی چاہیے جس سے فرقہ وارانہ مسئلے کو حل کیا جائے جو مسلمانانِ ہندوستان کی بہت بڑی خواہش ہے اور مسلمانوں کی دو بڑی جماعتیں مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس چاہتی ہیں ۔ ہندوستان کے مسلمان اس پر اتفاق نہیں کرسکتے کہ ایسی انتظامی تبدیلیاں کی جائیں جو ان کی اکثریت والی آبادیوں پر اثرانداز ہوں ، یعنی جداگانہ انتخابات پنجاب اور بنگال میں ہوں یا مرکز میں تینتیس فی صد نمایندگی دی جائے ۔"

اس طرح علامہ نے اپنے اس خطبۂ صدارت میں برٹش انڈیا کی تقسیم کی تجویز پیش کی اور پھر یہ مسئلہ ہندوستان میں سب سے زیادہ اہمیت اختیار کر گیا ۔ یہی تجویز آگے چل کر حضرت قائدِ اعظم کی کوشش سے تقسیمِ ہند کا موجب بن گئی اور پاکستان ظہور میں آگیا ۔

اس جلسے میں میں بھی آپ کے ہمراہ تھا اور لاہور سے والنٹیرز کی ایک جماعت بھی آپ کے ساتھ الٰہ آباد گئی تھی جس میں چودھری محمد حسین ، لعل دین قیصر اور مصطفٰی حیرت وغیرہ شامل تھے ۔ الٰہ آباد میں جب علامہ کی آمد کی خبر شائع ہوئی تھی تو وہاں کے اکثر شعرا نے آپ سے ملنے کی کوشش کی تھی ۔ ہم لوگوں نے الٰہ آباد کا قلعہ اور جمنا و گنگا دریا کی بھی سیر کی تھی ۔ اسی زمانے میں آل ایشیا ایجوکیشنل کانفرنس بنارس میں اور آل انڈیا

Marfat.com
Marfat.com

اوریئنٹل کانفرنس پٹنہ میں ہوئی تھی۔

جلسۂ الٰہ آباد کے بعد آپ نے ۱۹۳۲ء میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس لاہور کی صدارت بھی کی تھی۔ چنانچہ اس جلسے میں بھی آپ نے خطبۂ الٰہ آباد کے مسائل کو دہرایا اور ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی فرمائی۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۳۶

نور المشائخ مُلّا شور بازار

جس زمانے میں امیر امان اللہ خان سابق والی افغانستان نے ملک کو خیرباد کہہ کر یورپ جا چکے تھے تو لاہور میں ان کے اس فیصلے کے خلاف مظاہرے ہوئے تھے۔ لوگوں کی کوشش تھی کہ وہ کسی طرح واپس تشریف لے آئیں۔ اس تحریک میں علامہ اقبال سب سے پیش پیش تھے۔ لاہور میں اس ضمن میں اکثر میٹنگیں بھی ہوتی رہتی تھیں۔ علامہ نے نہ صرف محمڈن ہال والی میٹنگ میں شرکت کی بلکہ ایک دو جلسوں کی صدارت بھی فرمائی۔ اس جد و جہد کو جاری رکھنے کے لیے کچھ رقم جمع کرنے کا انتظام بھی کیا گیا۔ مجھے یاد ہے کہ ان دنوں اسلامیہ کالج لاہور کے ایک طالب علم مسٹر ممتاز مرزا نے بھی اس مہم میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ وہ آج کل غالباً پاکستان گورنمنٹ کے محکمۂ فینانس میں کسی اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں۔ اس روپے کی فراہمی کے لیے چھوٹی چھوٹی کاپیاں بھی چھپوائی گئی تھیں جن کا عنوان ''امان اللہ فنڈ'' تھا۔ راقم نے بھی چندہ دیا تھا جس کی رسید آج بھی کہیں کاغذات میں مل جائے گی۔ چنانچہ لاہور میں ان دنوں کافی گہما گہمی تھی اور یہ گہما گہمی محض علامہ کی دلچسپی لینے کی وجہ سے تھی۔ اسی زمانے میں ہم

Marfat.com
Marfat.com

نے سنا گیا کہ "ملا" شور بازار سے افغانی حضرات بہت عقیدت رکھتے ہیں اور کافی عزت و احترام کرتے ہیں ۔ ایک شام جب میں حسب معمول علامہ کے ہاں گیا تو میں نے غیر معمولی طور پر [illegible] بعد لیتی منشی شیخ طاہر دین کو وہاں [illegible] دوپہر سے پہلے ہی اپنے فرائض سے فارغ ہو جایا کرتے تھے [illegible] ہوا کہ آج ان کی معرفت علامہ اقبال کی ملاقات [illegible] ہونے والی ہے ۔ چنانچہ وقتِ مقررہ پر [illegible] موٹر میں لیمنگ روڈ پر میوہ منڈی کے سامنے [illegible] جہاں پر "ملا" صاحب ٹھہرے ہوئے ہیں ۔ [illegible] غلام رسول مہر صاحب کو بھی ہمراہ لے [illegible] طرف رکھتے تھے ۔ "ملا" صاحب [illegible] میں ٹھہرے ہوئے ہیں [illegible] کروا دیا ۔ "ملا" شور بازار صاحب [illegible] اصحاب [illegible] دستور کے مطابق [illegible] اخلاق سے ملے ۔ نشست فرش پر [illegible]

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

اور طور طریق سے شغف رکھنا زیر بحث آیا ۔ اس گفتگو میں علم و ادب پر بھی بعض اشارات ہوئے ۔ خاص کر میرزا بیدل کا ذکر ہوا کیونکہ افغانوں کو بیدل کے کلام سے بہت عقیدت ہے ۔ علاوہ ازیں اس ملاقات میں بعض صوفیانہ مسائل بھی حضرت سیّد احمد سرہندی کے حوالے سے زیر بحث آئے ۔ پھر علامہ کی بعض تصنیفات کے متعلق بھی تھوڑی سی گفتگو ہوئی ۔ ”ملا“ شور بازار اکثر سرہند آتے جاتے رہتے تھے ۔ واضح رہے کہ علامہ مرحوم کو صوفیائے کرام اور علما و صلحا سے ملنے کی ہمیشہ تمنا رہتی تھی اور خود ان کے مسکن پر ملاقات کر کے خوش ہوتے تھے ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۳۷

گاما پہلوان

لاہور شہر کی تاریخ عجیب و غریب ہے۔ اس پر جس قدر بھی لکھا جائے کم ہے۔ اس کی تاریخ و ثقافت کے مختلف ادوار میں ایسے ایسے واقعات پنہاں ہیں کہ ان کے ہر پہلو پر ضخیم کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ افسوس اس امر کا ہے کہ لوگوں کو اپنی کشمکش روزگار سے فرصت ہی نہیں ملتی کہ اس طرف متوجہ ہوں۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ ہر کام کے لیے قدرت نے انسان میں کچھ نہ کچھ [illegible] کی ہے اور یہی تمام جدوجہد مجتمع صورت میں [illegible] تاریخ بن جاتی ہے۔

لاہور میں علامہ اقبال کے زمانے کے بہت سے واقعات [illegible] جن سے بہت سے سبق آموز تاریخ [illegible] میں پنجاب [illegible] ۱۹۲۶ [illegible] وہ [illegible] احباب نے بہت [illegible] ہو [illegible] مسلمانوں [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

ہونے کی تائید فرمائی ہے۔ انہوں نے کبھی مخلوط انتخابات کی حامی نہیں بھری اور غیروں کو اپنے معاملات میں کبھی دخل دینے کی اجازت نہیں دی۔

جب انتخابات کا ہنگامہ فرو ہوا اور علامہ لاہور کی سیاست سے پہلے سے زیادہ مایوس ہو گئے تو اہلِ لاہور نے ہنگامی طور پر ایک جلسے کا انتظام کیا جس کی صدارت کے لیے انہوں نے علامہ ہی سے درخواست کی۔ اس جلسے کی غرض و غایت یہ تھی کہ مسلمانوں میں کاروبار سنبھالنے کا شعور پیدا کیا جائے کیونکہ مسلمان اقتصادی طور پر خاصے پریشان تھے اور ہندوؤں کی لوٹ کھسوٹ اور اقتصادی برتری سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جب علامہ نے صدارت کی درخواست قبول فرما لی تو جلسے کا انعقاد حسبِ دستور موچی دروازے کے باہر باغ میں کیا گیا۔ اگرچہ یہ جلسہ کسی خاص انتظام اور اہتمام سے منعقد نہیں کیا گیا تھا اور ایک طرح ہنگامی جلسہ تھا مگر پھر بھی کم و بیش پچیس ہزار مسلمان جمع ہو گئے تھے۔ علامہ کے سامنے جلسے کا مختصر پروگرام بھی رکھ دیا گیا جو صرف مقررین کے ناموں پر مشتمل تھا۔ سب سے پہلے ایک صاحب نے تلاوتِ قرآن کے بعد نظم پڑھی۔ پھر ایک اور شاعر غالباً فیض نے پنجابی زبان کی ایک نظم پڑھی اور مختلف مقررین نے تقریریں کیں۔ اس کے بعد آن صاحب کو بلایا گیا جس نے علامہ کے خطبۂ صدارت سے پہلے تقریر کرنا تھی۔ کئی بار ان کا نام پکارا گیا مگر وہ سٹیج پر نہیں آئے۔ اتنے میں سٹیج کے دائیں طرف لوگوں میں ذرا ہلچل پیدا ہوئی تو علامہ نے ادھر دیکھا کہ موصوف شاید اس طرف سے آ رہے ہیں مگر وہ وہاں بھی نہیں تھے۔ پھر اگلی صف میں کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک صاحب نے بلند آواز سے پنجابی زبان میں ڈاکٹر صاحب

Marfat.com
Marfat.com

کو مخاطب کرتے ہوئے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب! وہ صاحب ادھر بھی کھڑے ہیں۔ علامہ نے غور سے دیکھا تو یہ ہمارے ملک کے مایۂ ناز [illegible] بھوپال تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے فوراً ان سے کہا [illegible] اگر وہ نہیں ہیں تو آپ ہی سٹیج پر تشریف لے آئیں۔ [illegible] صاحب [illegible] کی تعمیل میں جب سٹیج پر آ [illegible] کھڑے ہوئے اور لوگوں سے خطاب فرمایا [illegible] ہمارے ملک کے [illegible] چہروں میں [illegible] صاحب [illegible] ہمارے [illegible] ڈاکٹر [illegible] نسبت [illegible] کی [illegible] کی [illegible]

[illegible] نے جو [illegible]:

"[illegible] جیسے [illegible] سب سے [illegible] ہے وہ [illegible] کی ہے۔ [illegible] الفاظ [illegible] ہیں جو [illegible] ہیں۔ [illegible] ان [illegible] کی [illegible] ہے۔"

ان الفاظ کے بعد علامہ نے [illegible] اختتام پذیر ہوا۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۳۸

پروفیسر براؤن

ہندوستان کے ایک پندرہ روزہ رسالے ''آج کل'' (بابت ۱۵ جون ۱۹۴۴ء) میں عیسٰی صادق صاحب نے "پروفیسر براؤن" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جو ہر اس شخص کے لیے ، جو فارسی زبان و ادب کی تاریخ سے دلچسپی رکھتا ہے ، قابلِ توجہ ہے - مضمون نگار کے نقطہٗ نظر سے ڈاکٹر براؤن کی مساعیِ جمیلہ نے ایرانیوں کے علم و ادب کو چارچاند لگا دیے ہیں اور ان کا محققانہ طرزِ بیان فارسی زبان کے مطالعے کی ایک خاص رغبت پیدا کرتا ہے - آج جو ایرانی فضلا اپنی زبان کی ترقی کے لیے اس کی تحقیق و تدقیق میں منہمک نظر آتے ہیں ، مضمون نگار کے نزدیک یہ اسی شخص کی کوششوں کا نتیجہ ہے اور اس سے خاصا فیضان حاصل کیا گیا ہے -

مندرجہ بالا امور سے قطع نظر میں صرف یہ حقیقت بیان کرنا چاہتا ہوں کہ سوائے مرزا محمد عبدالوہاب قزوینی یا چند اور اشخاص کے کوئی اہلِ علم نظر نہیں آتا جس سے براؤن جیسے محقق نے ''تاریخ ادبیات و زبانِ فارسی'' کے ضمن میں استفادہ کیا ہو- البتہ علامہ اقبال کے اسلامی نظریات اور مشہور محقق و مورخ مولانا شبلی کی کتاب ''شعر العجم'' سے اس نے ضرور استفادہ کیا ہے -

Marfat.com
Marfat.com

اس تمہید کے بعد میں اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتا ہوں ۔ مقصد یہ ہے کہ جس طرح پروفیسر براؤن نے علامہ کے نظریات کا حوالہ دیا ہے یا دوسروں کے نظریات سے اقبال کے فلسفے کا موازنہ کیا ہے ، اسے بیان کیا جائے ۔

جب براؤن کی مذکورہ کتاب ''تاریخِ ادبیاتِ فارسی'' کی پہلی جلد شائع ہوئی تو اس وقت اقبال انگلستان کی مشہور یونیورسٹی کیمبرج میں زیرِ تعلیم تھے ۔ اقبال نے یہ کتاب دیکھی تو انہوں نے اس پر ایک فاضلانہ تبصرہ بھی کیا جو شائع ہو گیا ۔ یہ اپنی نوعیت کی امتیازی علمی خدمت تھی اور اقبال نے اپنے تبصرے میں براؤن کو بطورِ خاص مخاطب کیا تھا ۔

جب اس کتاب کی چوتھی جلد شائع ہوئی تو براؤن نے مُلّا صدرا کے سلسلے میں اقبال کے نظریات کو بھی بیان کیا ہے ۔ چنانچہ مُلّا صدر الدین محمد ابن ابراہیم شیرازی (مُلّا صدرا) کے سوانحِ حیات بیان کرنے کے بعد براؤن لکھتا ہے :

ان کی تصنیف "الشواہد" کے دیکھنے کے بعض جملوں سے مترشح ہوتا ہے کہ [illegible] علامت [illegible] کے بانیوں میں بہت [illegible] حمد احسائی [illegible] فرقہ [illegible] علامت [illegible] [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

''اس عجیب و غریب فرقے کے فلسفے کا نقطۂ آغاز تلاش کرنا ہو تو شیخیوں کے شیعہ فرقے پر نظر ڈالنی چاہیے جس کا بانی شیخ احمد، مُلاّ صدرا کے فلسفے کا پُر جوش طالب علم تھا اور جس پر اُس نے کئی تفسیریں بھی لکھی ہیں۔''

مُلاّ صدرا کے نظریات پر براؤن نے مفصّل روشنی ڈالی ہے۔ ہمیں چونکہ صرف علامہ اقبال کی علمی عظمت بیان کرنا ہے لہٰذا ہم اس بحث کو نظر انداز کرتے ہوئے براؤن کا وہ بیان نقل کرتے ہیں جس میں اس نے علامہ کے نظریات کی وضاحت کی ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''اس سے کسی قدر مختصر مگر نسبتاً زیادہ سنجیدہ بیان شیخ محمد اقبال کا ہے جو پہلے اسی کیمبرج یونیورسٹی میں ڈاکٹر میک ٹگارٹ کے تلمیذ تھے اور اب ہندوستان میں ایک مشہور اور جدت طراز مفکر کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں۔ یہ بحث ان کی کتاب ''ارتقائے مابعدالطبیعیات در ایران'' کے صفحہ ۱۷۵ پر موجود ہے جو اسلامی فلسفے کی تاریخ پر ایک منفرد تصنیف ہے۔ انھوں نے مُلاّ صدرا کی نسبت زمانۂ حال کے فلسفی حاجی مُلاّ ہادی سبزواری کا ذکر زیادہ تفصیل سے کیا ہے۔ وہ مُلاّ ہادی کو مُلاّ صدرا کا معنوی جانشین سمجھتے ہیں۔''

اس کے علاوہ براؤن نے ایک فٹ نوٹ میں یہ بھی لکھا ہے:

''محمد اقبال نے اپنے ذاتی خیالات ایک مختصر فارسی مثنوی 'اسرار خودی' میں بھی ظاہر کیے ہیں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں، انھوں نے نطشے کے خیالات کو مشرقی جامہ پہنایا ہے۔ یہ مثنوی یونیورسٹی پریس لاہور سے

Marfat.com
Marfat.com

لکھنؤ میں چھپی ہے ۔ میرے دوست اور شریکِ کار ڈاکٹر نکلسن نے اس کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہے اور مقدمہ و حواشی بھی لکھے ہیں ۔"

پروفیسر براؤن نے خود بھی نکلسن کے [illegible] "ترجمۂ اسرارِ خودی" پر تبصرہ کیا تھا جو [illegible] میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل (ص [illegible]) میں شائع ہوا تھا ۔ اس میں [براؤن] نے نہ صرف اپنے [illegible] کی بلکہ جہاں کہیں ڈاکٹر نکلسن [illegible] بھی شبہ ہوا ہے ، اس کی بھی مکمل طور [illegible] کر دی ہے ۔ [illegible] چونکہ نکلسن کے تبصرۂ "پیامِ مشرق" کا ذکر میں بیان کر دیا ہے [illegible] یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ۔ [illegible] انہوں نے خود بھی [illegible] کے آخر [illegible] میں "[illegible]" کے تحت ایک مضمون لکھا ہے جس میں [illegible] بحث کی گئی ہے ۔ انہوں نے اسلامی [illegible] کو نہایت وضاحت سے بیان کر دیا ہے ۔

[illegible] دانشور [illegible] ضروری معلوم ہوتا ہے [illegible] ان کی رائے بھی درج کر دی جائے ۔ [illegible] کا دعویٰ [illegible] دیا ہے ۔ [illegible]

"واضح رہے کہ علامہ اقبال [illegible] زندگی [illegible] مشرق کا خاصہ اسلامی [illegible] میں کیا بلکہ اس پر [illegible] صداقتِ اسلام پر گواہ ہے ۔ افسوس [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

کہ ہمارے ملک کے بعض مبصرین نے ، جن کو اسلامی تاریخ یا فلسفے کا پورا علم نہیں ہے ، اقبال پر یہ تنقید بے سود کی ہے کہ اقبال نے صرف مغربی فلسفیوں کے نظریات کو اپنی زبان — یعنی فارسی یا اردو — میں پیش کر دیا ہے - یہ ان کی کور اندیشی ہے کیونکہ اقبال نے ان اقوال کو اصل پیش کرنے کے بعد پھر اسلامی نقطۂ نظر سے عوام کو ان سے آگاہ کیا ہے - اس سے بالوضاحت یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ان ہر دو ، یعنی اسلامی اور غیر اسلامی ، نقطۂ نگاہ میں کیا فرق ہے - افسوس اس امر کا ہے کہ لوگ ذرا بھی وسعتِ نظر سے کام نہیں لیتے - وہ اسلامی نقطۂ نگاہ کا مطالعہ کیے بغیر صرف غیر اسلامی نظریات ہی کو پیش کرتے رہتے ہیں -"

عیسیٰ صادق صاحب نے براؤن پر اپنے متذکرہ مضمون میں ادبیاتِ فارسی کے سلسلے میں براؤن کی خدمات کو بہت سراہا ہے مگر ان کا فرض تھا کہ وہ کسی معاصر ایرانی فاضل کو بھی پیش کرتے جس کے علم و فضل سے براؤن نے استفادہ کیا ہو ، جس طرح اس نے اقبال اور شبلی سے کیا - شبلی کی کتاب "شعر العجم" کے متعلق اس نے اعتراف کیا ہے کہ یہ کتاب بذاتِ خود ایک علمی کارنامہ ہے جسے فارسی زبان میں بھی ترجمہ کیا جا چکا ہے - اگرچہ اس کے بعد ایرانیوں نے اس موضوع پر متعدد کتب تصنیف کی ہیں اور آج ایران میں علما و فضلا کی ایک ایسی جماعت وجود میں آ چکی ہے جس کے علمی کارنامے بطور سند پیش کیے جا سکتے ہیں مگر یہ حقیقت بھی ناقابلِ تردید ہے کہ یہ فیضان انھیں باہر سے حاصل ہوا -

جب ۱۹۲۶ع میں پروفیسر براؤن کا انتقال ہوا تو دنیا بھر کے

Marfat.com
Marfat.com

اہلِ علم نے اسے نقصانِ عظیم قرار دیا اور تعزیتی جلسے منعقد کیے۔ اس کے کچھ ہی عرصے بعد کیمبرج یونیورسٹی نے ڈاکٹر نکلسن کی معرفت علامہ اقبال سے درخواست کی کہ براہِ کرم پروفیسر براؤن کی تاریخِ وفات کا قطعہ لکھ کر ارسال فرمائیے۔ جب یہ خط حضرتِ علامہ کو ملا تو انھوں نے اسی وقت راقم سے تاریخ نکالنے والی کتاب منگوا کر ایک قطعہ تیار کیا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

نازشِ اہلِ کمال ای - جی - براؤن
فیضِ او در مغرب و مشرق عمیم
مغرب اندر ماتمِ او سینہ چاک
از فراقِ او دلِ مشرق دونیم
تا بہ فردوسِ بریں ماویٰ گرفت
گفت ہاتف "ذالک الفوز العظیم"

۱۹۲۶ء

اس قطعے کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ [illegible]
کی تخلیق نہیں ہے [illegible] انداز آن قطعات [illegible] ہے جو [illegible]
پہلے لکھے جاتے تھے اور شاہی درباروں میں [illegible]
بہرحال جب قطعہ [illegible] "مرثیہ [illegible]" [illegible]
منشی اسداللہ مرحوم [illegible] کی طرف [illegible]
[illegible]
[illegible] جب [illegible]
[illegible]
[illegible]
قطعہ پروفیسر براؤن کی [illegible]

☆

۳۹

علامہ سیّد سلیمان ندوی اور علامہ اقبال

ہم نے ایک الگ عنوان (''لاہور کی علمی مجالس'') کے تحت بھی لاہور میں ۱۹۲۷ء میں علامہ سید سلیمان ندوی کی آمد اور علامہ کے ساتھ علمی مذاکرات کو بیان کیا ہے۔ جب ہم ''اقبال نامہ'' کی جلد اول پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ علامہ اقبال کے خطوط بنام علامہ سید سلیمان ندوی (ص ۱۷ تا ص ۲۰۰) میں کئی ضروری علمی اور اسلامی مسائل و واقعات کو خطوط کے ذریعے طے کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ سید سلیمان ندوی نے اقبال کے ہمراہ افغانستان کا سفر بھی کیا تھا جسے ہم نے سفرِ افغانستان کے تحت بیان کیا ہے۔ غرض کہ علامہ سید سلیمان ندوی کی شخصیت کئی لحاظ سے علامہ اقبال کے نزدیک بہت اہم تھی۔ سلسلۂ خط و کتابت نومبر ۱۹۱۶ء سے شروع ہو کر اگست ۱۹۳۶ء تک پھیلا ہوا ہے۔

علامہ اقبال کی جس قدر نظمیں یا تصنیفات معرضِ وجود میں آئیں ان سب پر علامہ سید سلیمان کا بے لاگ تبصرہ موجود ہے۔ سب سے پہلے ''معارف'' کے اپریل ۱۹۱۸ء کے شمارے میں اقبال کی مثنوی ''رموزِ بے خودی'' پر تبصرہ ہے جس کا ذکر آپ نے اپنے ۲۰ اپریل

Marfat.com
Marfat.com

۱۹۱۸ء کے خط میں بھی کیا ہے - اس کے بعد آپ نے ''معارف'' کے لیے چند اشعار بھی ارسال کیے تھے - علامہ اقبال کی خواہش تھی کہ علامہ سید سلیمان ندوی کسی طرح لاہور کے کسی ادارے سے منسلک ہو جائیں تاکہ علامہ کو ان کی صحبت میسر رہے مگر یہ سلسلہ نہ ہو سکا - ان خطوط میں بصیری کے قصیدۂ بردہ کا ذکر بھی ہے اور دیگر شعرا کا بھی - اس ضمن میں مولوی ذوالفقار علی دیوبندی کا بھی ذکر ہے جنہوں نے بصیری کے قصیدے کا ترجمہ مع شرح کیا تھا - اسی طرح مولوی [illegible] کا بھی ذکر ہے جنہوں نے بصیری کے قصیدے کا ترجمہ شروع کیا تھا - ان خطوط میں مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی کا بھی ذکر ہے جنہوں نے طرفہ ایک مسلسل عربی شعر مقیمِ مالٹا سے ارسال کیا تھا - [illegible] حضرت مولانا محمود حسن ان دنوں مالٹا میں اسیر تھے - اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد کا بھی ذکر ہے جو ۱۹۱۹ء میں رانچی میں نظربند تھے - امامِ الشعر کے ضمن میں مولانا گرامی جالندھری کا بھی ذکر ہے اور ۲۹ مئی ۱۹۲۰ء کے خط میں [illegible] اور نظم ''خضرِ راہ'' کا ذکر بھی ہے - ۵ جولائی ۱۹۲۲ء کے خط میں علامہ کی اپنی تصنیف ''پیامِ مشرق'' کا ذکر ہے جس پر علامہ سید سلیمان ندوی نے ''معارف'' میں تبصرہ لکھا تھا -

۲۲ اگست ۱۹۲۲ء کے خط میں علامہ [illegible] نے ''[illegible]'' کا ذکر ہے جس کے [illegible] [illegible] [illegible] ''[illegible]'' اور ''[illegible]'' [illegible] کی طرف [illegible] ندوی نے [illegible] ۱۹۲۳ء کے خط میں علامہ نے ''پیامِ مشرق'' کے [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

کا ذکر کیا ہے اور آپ نے منطقِ استقرائی کے متعلق لکھا ہے کہ تحقیق کر رہا ہوں ۔ علامہ نے اپنے مکتوب مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۲۴ء میں امریکہ کی کولمبیا یونیورسٹی کی شائع کردہ کتاب ''مسلمانوں کے نظریات متعلقہ مالیات'' کا ذکر کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ ''اجماعِ امت نصِ قرآنی کو منسوخ کر سکتا ہے'' ۔ علامہ کی خدمت میں یہ کتاب میں نے وصول کر کے پیش کی تھی جو امریکہ سے چودھری رحمت علی نے ارسال کی تھی ۔ یہ بات کتاب کے صفحہ ۹۱ پر لکھی ہے (ویسے حقیقت یہ ہے کہ اجماع سے نصِ قرآنی کے منسوخ ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے ۔ امریکی مصنف نے یہ غلط لکھا ہے ۔ البتہ یہ معتزلہ کا قول ہو سکتا ہے) ۔

اسی خط سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ علامہ اقبال نے بعض امور کے ضمن میں مولانا ابوالکلامؔ آزاد کو بھی لکھا تھا ۔ پھر علامہ نے اُن کو اپنے اگلے خط میں اجماع کے ضمن میں لکھا ہے اور کئی سوال پیدا کیے ہیں ۔ متذکرہ امریکی کتاب کے متعلق بھی لکھا ہے ۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سید سلیمان ندوی نے آپ سے عنایت اللہ مشرقی کے متعلق بھی دریافت کیا جس پر علامہ نے لکھا کہ وہ امرتسر کے رہنے والے ہیں اور انھوں نے ریاضی کا اعلیٰ امتحان پاس کیا ہے ۔ اس کے بعد فقہِ اسلامی سے متعلق بھی سوال کیا ہے ۔ سید سلیمان نے اپنے ایک طویل خط میں ، جو مسئلہٴ اجتہاد سے متعلق تھا ، خصوصیت سے حدیث ''لاتسبّوا الدھر'' پر گفتگو کی ہے ۔ نیز علامہ کے مدراس کے لیکچروں کا تذکرہ بھی موجود ہے ۔ ''حجۃ اللہ البالغہ'' پر بھی گفتگو ہوئی اور علامہ نے لکھا کہ میں امام رازی کی ''مباحثِ مشرقیہ'' دیکھ رہا ہوں ۔ علامہ نے لکھا ہے کہ رسالہ ''القول فی ماھیۃ الزمان'' مل گیا ہے ۔ [illegible] سے [illegible] ہوا ہے اور مولانا برکات احمد نے

Marfat.com
Marfat.com

لکھا تھا۔ آپ نے مولانا سیّد سلیمان کو مشورہ دیا کہ ایک کتاب دارالمصنفین کی طرف سے ''حکمائے اسلام'' پر شائع ہونی چاہیے۔ اسی طرح آپ نے سید صاحب سے مُلاّ بہاری کی کتاب ''جوہر الفرد'' کا بھی تذکرہ کیا۔

مباحثِ مشرقیہ :

علامہ سید سلیمان ندوی نے اقبال کو مشورہ دیا تھا کہ کسی طرح امام فخرالدین رازی کی کتاب ''مباحثِ مشرقیہ'' کو دیکھیے۔ چنانچہ ہم نے یہاں لاہور میں یہ کتاب فراہم کر لی مگر جب علامہ نے اس کو دیکھا تو وہ بہت ہی مشکل کتاب تھی۔ اس پر آپ نے سید سلیمان ندوی کو لکھا کہ آپ اس کا ایک ملخص تیار کر کے ارسال کر دیں۔ ادھر علامہ کو اس کتاب کے مطالب کی اپنے مدراس کے لیکچروں کی تیاری کے ضمن میں سخت ضرورت تھی۔ ادھر سید صاحب کسی اور کام میں مصروف تھے۔ چنانچہ انھوں نے تحریر ۲۵ مارچ ۱۹۲۸ء کو لکھا :

''مخدوم! ذاتِ معلّیٰ۔ میں اس بات [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

چنانچہ [illegible]
[illegible]
[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

صدر مدرس مدرسۂ عالیہ کلکتہ سے مل کر اس طرح تیار کیا گیا کہ وہ املا کراتے تھے اور راقم لکھتا جاتا تھا ۔ اسی سے علامہ نے استفادہ کیا اور مزید استفسار وہ سید مولوی طلحہ وغیرہ سے کر لیتے تھے ۔

۱۰ دسمبر ۱۹۳۳ء کو علامہ نے سید صاحب کو افغانستان کے سفر سے متعلق لکھا ۔ اس سفر میں سید راس مسعود بھی ہمراہ تھے ۔ آپ نے افغان قونصل کا دعوت نامہ بھی ارسال کیا اور لکھا کہ پاسپورٹ بنوا لیں ۔ سید راس مسعود نے طے کیا کہ لاہور سے ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو چلیں گے ۔ چنانچہ یہ لوگ جب افغانستان سے واپس آئے تو سید سلیمان ندوی نے "سفر نامہ کابل" بھی لکھا تھا جسے علامہ اقبال نے پسند فرمایا تھا ۔ اس کے بعد علامہ علاج کے لیے بھوپال چلے گئے کیونکہ ۱۹ جولائی ۱۹۳۵ء کا خط بھوپال سے لکھا گیا ہے ۔ آخری خطوط قادیانیوں سے متعلق ہیں اور موسیٰ جار اللہ کی کتاب کا ذکر ہے ۔ اگست ۱۹۳۶ء کے بعد کوئی خط سید سلیمان ندوی کے نام نہیں لکھا گیا ۔

☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۲۰

علامہ سید سلیمان ندوی لاہور میں

[illegible] ی صفحات میں بیان کیا گیا ہے [illegible]
[illegible] و شفقت کے ذریعے علامہ اقبال کے علمی ذوق [illegible]
شروع کر دئے جو آخیر دم تک قائم رہے [illegible]
سے قبل شروع ہو چکی۔ پھر جب [illegible]
علامہ نے [illegible] جلسے میں شرکت [illegible]
کی علامہ سے پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ [illegible]
ہوئی تھیں وہ لاہور کی علمی فضا [illegible]
سید صاحب نے ''معارف'' میں علامہ [illegible]
تھا۔ جب لاہور کی علمی سرگرمیوں [illegible]
تو اس میں انجمن حمایت اسلام لاہور [illegible]

سید سلیمان ندوی نے [illegible]
میں شرکت کی تھی [illegible]
اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں منعقد [illegible]
''زمیندار'' کے دفتر میں ٹھہرا [illegible]
انجمن کا چالیسواں سالانہ جلسہ [illegible]
علامہ کے ہاں میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

آپ نے پوچھا ''آج کیا خبر ہے؟'' یہ علامہ کا معمول تھا کہ جب میں حاضر ہوتا تو میرے سلام کرنے سے پہلے ہی وہ پوچھتے کہ ''ماسٹر صاحب! آج کیا خبر ہے؟'' راقم کو کبھی یہ موقع نہیں ملا کہ میں آپ کو پہلے سلام کر سکا ہوں۔ میرے پہنچنے پر فوراً علی بخش کو پکارا کر کہا کہ ''ڈرائیور سے کہو گاڑی نکالے۔'' (اس زمانے میں ایک شخص علم الدین ان کا ڈرائیور تھا جو باغبانپورہ میں رہتا تھا۔ پہلے وہ میاں خاندان کا موٹر ڈرائیور رہ چکا تھا اور بعد میں بس سروس میں چلا گیا تھا)۔ چنانچہ علامہ صاحب اور راقم موٹر میں بیٹھ کر ''زمیندار'' کے دفتر میں صبح ۹-۰۰ بجے کے قریب پہنچے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا غلام رسول مہر اور مولانا عبدالمجید سالک ''زمیندار'' کو چھوڑ کر اپنا ذاتی اخبار ''انقلاب'' اسی مہینے لاہور سے جاری کر چکے تھے۔ چنانچہ میں اور علامہ اس مکان کی اوپر کی منزل میں گئے جہاں سیّد صاحب کا قیام تھا۔ اختر علی خاں صاحبزادۂ مولانا ظفر علی خاں نے بتایا کہ سید صاحب ایک الگ کمرے میں فروکش ہیں۔ اس وقت مولانا ظفر علی خاں کام میں مصروف تھے۔ سیّد صاحب سے ملاقات ہوئی تو علامہ اور سید صاحب نہایت اخلاق اور تپاک سے ملے۔ راقم کا بھی علامہ نے تعارف کرایا۔ ہم قریباً ایک گھنٹے تک وہاں رہے اور تمام وقت علمِ دین اور فلسفۂ اسلام کے موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ ان کی زیادہ توجہ امام رازی کی کتاب ''مباحثِ مشرقیہ'' پر مرکوز تھی کیونکہ ان دنوں علامہ اقبال کا موضوعِ مطالعہ بطورِ خاص مکان و زمان کی بحث تھی۔

اس مختصر سی ملاقات کے دوران میں علامہ نے سید صاحب کو اپنے ہاں بعدِ نمازِ مغرب دعوتِ طعام دی جو سید صاحب نے

Marfat.com
Marfat.com

قبول فرما لی ۔ ساتھ ہی ان کے میزبان مولانا ظفر علی خاں کو بھی مدعو کیا ۔ جب ہم وہاں سے واپس آنے لگے تو سید صاحب کو بھی اسی موٹر میں اپنے ہمراہ بٹھا کر انجمنِ حمایتِ اسلام کی جلسہ گاہ تک لائے کیونکہ سید صاحب کو انجمن کے جلسے میں تقریر کرنا تھی ۔ چنانچہ علامہ مجھے اور سید صاحب کو وہاں چھوڑ کر خود اپنے گھر چلے گئے اور ہم نے جلسۂ انجمن میں شرکت کی ۔ جلسے کا ماحول بہت ہی پُر رونق تھا اور سامعین سے تمام جلسہ گاہ قریب قریب بھری ہوئی تھی ۔ سید سلیمان ندوی کی تقریر کا موضوع تھا "عہدِ رسالت میں اشاعتِ اسلام" جس کا خلاصہ انجمن حمایت اسلام کے جلسۂ ۱۹۲۰ء کی روئداد میں صفحہ [illegible] پر "مولانا سید سلیمان ندوی کی تقریر" طبع ہو چکا تھا ۔ [illegible] گھنٹے کی یہ جلسے سامعین نے نہایت دل جمعی سے [illegible] نصراللہ خان عزیز [illegible] نے اس جلسے کی صدارت کی تھی [illegible] تک جلسے میں موجود رہا [illegible] بعد تقریر سید صاحب [illegible] مستقر پر چھوڑ [illegible] میرے ذمے تھا ۔

جلسہ [illegible] سید صاحب کی [illegible]

[illegible]

"مباحثِ مشرقیہ" پر اس علمی مجلس کا اختتام ہوا اور ہم سید سلیمان صاحب اور مولانا ظفر علی خاں کو علامہ اقبال کی موٹر میں ان کے مکان پر چھوڑ کر واپس ہوئے۔

علامہ اقبال کی اسی دعوت میں سید صاحب کو خواجہ سلیم نے اپنے مکان پر (واقع کوچہ کوٹھی داراں کشمیری بزار، پرانی کوتوالی کے قریب) دعوتِ طعام دی جو اتوار کے دن ۷ اپریل ۱۹۲۷ء کو بوقتِ دوپہر طے پائی۔ اس دعوت میں دراصل سید صاحب کو چند قلمی مخطوطات دکھانا مقصود تھا جو خواجہ سلیم سابق پروفیسر انگریزی گورنمنٹ کالج لاہور کے ہاں محفوظ تھے۔ اس دعوت میں مندرجہ ذیل حضرات شریک ہوئے: پروفیسر حافظ محمود شیرانی، پروفیسر شیخ محمد اقبال اورینٹل کالج، پروفیسر سید طاہر، خواجہ عبدالوحید، ملک عنایت اللہ، ملک محمد امین ایڈووکیٹ، ملک لطیف سٹیشن ماسٹر لاہور، مولانا ظفر علی خاں، چودھری محمد حسین، ڈاکٹر سید عبداللہ، ابوالخیر عبداللہ، مسٹر بشیر بھٹی (بھٹی بوٹ ہاؤس ڈبی بازار)، ملک لال دین قیصر، مولانا غلام رسول مہر، مولانا عبدالمجید سالک، بابو عبدالماجد، علامہ سر محمد اقبال، سید سلیمان ندوی، شیخ عبدالرشید اور سید واجد علی شاہ ایڈووکیٹ وغیرہ۔

خواجہ سلیم کے ہاں کھانا بہت ہی پُرتکلف، لذیذ اور انواع و اقسام کا تھا جسے لاہور کے مشہور باورچی بھجّو (فضل الدین) نے زیرِ ہدایت خواجہ سلیم، مسٹر بشیر اور شیخ رشید تیار کیا تھا۔ یہ دعوت تو شاندار تھی ہی، اس میں شامل احباب کی گفتگو بھی علمی اعتبار سے بہت ہی یادگار تھی۔ کھانے کے دوران میں بے شمار لطیفے ہوئے اور کچھ فیصلے بھی ہوئے جو مختصر طور پر یہاں درج

Marfat.com
Marfat.com

کیے جاتے ہیں ۔

مولانا ظفر علی خاں صاحب نے فرمایا کہ اخبار "زمیندار" میں "افکار و حوادث" کے عنوان سے لطائف و حقائق لکھے جاتے تھے جو عام طور پر سالک لکھتے تھے ۔ وہ اس عنوان کو اپنے نئے اخبار "انقلاب" میں اختیار کر چکے ہیں ۔ تاہم "زمیندار" میں بھی یہی رسم و روایت کسی اور عنوان سے جاری رہنی چاہیے ۔ مہر و سالک اور علامہ اقبال بھی موجود تھے ۔ سب نے اس بحث میں حصہ لیا اور اس موضوع پر لطائف بھی ہوئے ۔ آخر میں سید سلیمان ندوی نے ممالک اسلامیہ کے بعض اخبارات اور سب سے بڑھ کر موضوع سے مناسبت رکھنے کی بنا پر ایک عنوان "فکاہات" تجویز کیا جو "زمیندار" میں آخر تک قائم رہا ۔ ضعیف راویوں پر گفتگو ہو رہی تھی کہ علامہ نے بطور تفنن کہا کہ ہمارا ردی اخبار کا راوی بھی اب بہت ضعیف ہو گیا ہے ۔ [illegible] لطیفہ و ظرافت کے ضمن میں سید [illegible] نے [illegible] کی حسین [illegible] کی کتاب "لطائف الطوائف" کا ذکر [illegible] جس میں علامہ نے "لطائف الطوائف" کے الفاظ کو ذومعنی [illegible] مثلاً [illegible] کو [illegible] "الطوائف" کہا گیا ہے ۔ [illegible] میں خوب [illegible] لگے ۔ [illegible] لطف محفل اٹھانے کے بعد [illegible] رہی اور اس کے چرچے احباب میں دیر تک رہے ۔ [illegible] کے کتب خانے میں خطی نسخوں کا جائزہ لیا [illegible] کے نسخے [illegible] عمر خیام کو [illegible] فرمایا جس [illegible] درج کیا گیا ۔ [illegible] بغداد میں [illegible] خرچ [illegible] اس کے علاوہ خواجہ صاحب کے ہاں بعض [illegible] مخطوطات [illegible] گئے تھے ۔ ان سب مخطوطات کا [illegible] صاحب [illegible] کے [illegible] میں [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

سامنے لا کر رکھ دیا گیا اور آپ نے سب کتابوں کو نہایت اشتیاق سے دیکھا - پھر آپ نے اعظم گڑھ جا کر ان سے متعلق ایک شذرہ بھی لکھا -

سید سلیمان ندوی صاحب اپنے قیام لاہور کے دوران میں بعض اداروں میں بھی گئے اور اکثر اہل علم حضرات سے ملاقاتیں بھی کیں - یہ ایک الگ روئداد ہے جس کا ذکر انھوں نے اعظم گڑھ جا کر ''معارف'' کے 'شذرات' میں خود بھی کیا تھا - مذکورہ جلسے میں ۱۶ اپریل ۱۹۲۷ء کو رات کے وقت علامہ اقبال کا لیکچر بعنوان The Spirit of Islamic Culture ہوا - آپ کی یہ تقریر انگریزی زبان میں تھی اور جلسے میں سید سلیمان ندوی بھی موجود تھے - علامہ اقبال کے لیکچر کے بعد میاں سر شفیع نے بھی تقریر کی تھی -

سید صاحب لاہور کی ان علمی مجالس کے متعلق ''معارف'' کے 'شذرات' میں لکھتے ہیں :

''اصحاب علم اور ارباب علم و ادب کی جمعیت کے لحاظ سے بھی وہ آج کل ہندوستان کی سب سے بہتر مجلس ہے - ڈاکٹر سر محمد اقبال ، شیخ عبدالقادر ، پرنسپل عبداللہ یوسف علی ، پروفیسر حافظ محمود شیرانی ، پروفیسر اقبال ، پروفیسر محمد شفیع ، پروفیسر سراج الدین آزر ، مولوی محمد علی ایم - اے ، خواجہ کمال الدین ، پروفیسر سید عبدالقادر ، مولوی ظفر علی خاں اور متعدد ایسے باکمال اصحاب کی سکونت کا اس کو فخر حاصل ہے جن کے یکجا مرقع کی مثال کسی اور شہر میں نظر نہیں آتی - پرانے لوگوں میں سید ممتاز علی صاحب ، منشی محبوب عالم صاحب اور مولوی انشاء اللہ خاں اپنی بہار گزار چکے ہیں تاہم ان کی خزاں

Marfat.com
Marfat.com

بھی بہار کی یادگار ہے۔

انشا پردازوں، ادیبوں اور شاعروں کی محفل بھی وہاں کچھ کم رونق پر نہیں ہے۔ سالک و مہر، تاجور، ابوالاثر حفیظ جالندھری، غلام ربانی، ڈاکٹر تاثیر، حکیم یوسف حسن (نیرنگِ خیال)، مولانا عبداللہ چغتائی، سید امتیاز علی تاج، اختر شیرانی (بہارستان) اور کئی دوسرے اہلِ قلم آگے بڑھنے کے لیے مصروفِ عمل ہیں اور مستقبل ان کی کامیابی کا منتظر اور ان کے خیرمقدم کو تیار ہے۔ اور ان میں سے بعض تو آگے بڑھ کر پہلی صف کے قریب پہنچ چکے ہیں۔

یہ کہنے میں میرا دل خوشی اور مسرت سے بھر جاتا ہے [illegible] لاہور کے اہلِ [illegible] اور اہلِ قلم نے اپنی برادری [illegible] [illegible] مولوی ظفر علی خاں [illegible] [illegible] مناسب بھی [illegible] [illegible] ۱۹ [illegible] سے قائم ہے۔ ڈاکٹر [illegible]

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

نے ''شمع اور شاعر'' لکھا ہے لیکن میں نے تو لاہور میں خود شاعر کو شمع دیکھا اور قدر شناسوں کو اس کا پروانہ پایا ۔ ان کی صحبت لاہور کے نوجوانوں کی دماغی سطح کو بہت بلند کر رہی ہے ۔ ان کے فلسفیانہ نکات ، عالمانہ افکار اور شاعرانہ خیالات ان کی آس پاس کی دنیا کو ہمیشہ متاثر رکھتے ہیں ۔ ان کی ''زمزمہ پردازیوں'' کا نیا مجموعہ ''زبورِ عجم'' کے نام سے عنقریب سامعہ نواز ہونے والا ہے ۔ میں نے کہا کہ فلسفۂ عجم کے دشمن کو مناسب بھی یہی تھا کہ عجم کے ہاتھ میں زبور دے کر ان کے خیالی فلسفے کو مزامیرِ داؤد کی دعاؤں سے بدل دے اور ان کے کانوں کو زبور کا ''پردہ'' رکھ کر قرآن کی نغمہ سنجیوں سے مانوس کر دے ۔''

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۴۱

ایک ملاقات

سر اکبر حیدری، ڈاکٹر سکارپا اور مسٹر و مسز وسوگر

۱۹۳۶ء میں پنجاب یونیورسٹی نے سر اکبر حیدری کو حیدرآباد دکن سے بلایا کہ وہ یونیورسٹی کے جلسہ تقسیم اسناد (کانووکیشن) کے موقع پر طلبہ سے خطاب کریں۔ ایک روز میں صبح کے وقت علامہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے سر اکبر حیدری کی لاہور میں آمد کا ذکر کیا اور فرمایا کہ کل ان سے ملنا ہے۔ چنانچہ دوسرے روز میں اور مرحوم عبدالرحمٰن چغتائی علامہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سر اکبر حیدری ہائی کورٹ کے قریب سر محمد شفیع کی اقبال منزل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ جلسہ کانووکیشن [illegible] جب وہ اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو علامہ بھی ہم دونوں کو ساتھ لے کر پہنچ گئے اور ان سے ملاقات کی۔ دوران گفتگو میں مرحوم عبدالرحمٰن چغتائی نے دیوان غالب کا ایک مصور ایڈیشن [illegible] کیا تو سر اکبر حیدری نے اس تجویز [illegible] کہ میں اس ضمن میں ہر طرح کی مدد [illegible]

یہاں سے فارغ ہو کر علامہ اپنی موٹر میں [illegible] لائے اور بخشی ٹیک چند کے مکان کے بالمقابل ذرا [illegible] کے اندر

Marfat.com
Marfat.com

مکان کے سامنے اتر گئے - یہاں ایک پارسی میاں بیوی مسٹر و مسز وسوگر رہتے تھے جن کے ہاں اُن دنوں اٹلی کے ایک سکالر ڈاکٹر سکارپا آئے ہوئے تھے - یہاں پہنچ کر ہمیں معلوم ہوا کہ یہ ملاقات اور اس میں ہونے والی گفتگو کا موضوع پہلے سے طے شدہ تھا - ڈاکٹر سکارپا افغانستان میں اطالوی سفیر کا مددگار تھا اور فلسفۂ اقبال پر گہری نظر رکھتا تھا - اسے اقبال کی مثنوی ''اسرار خودی'' کے سلسلے میں بعض شبہات تھے جو اس ملاقات میں علامہ نے رفع کر دیے -

مسٹر اور مسز وسوگر بھی علامہ کے عقیدت مند تھے اور وہ ان کے ہاں اکثر آیا جایا کرتے تھے - مسز وسوگر آکسفورڈ یونیورسٹی کی گریجویٹ تھیں اور ان دنوں ڈی - اے - وی کالج میں انگریزی کی اعزازی پروفیسر تھیں - انھوں نے اس ملاقات میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے ماسٹر آف دی کالج ڈاکٹر لنڈسے کا ذکر بھی کیا جو کلامِ اقبال سے واقف تھے اور ان دنوں ہندوستان آنے والے تھے - ڈاکٹر لنڈسے ثقافت کے موضوع پر کئی کتابوں کے مصنّف تھے اور غالباً مسز وسوگر کو پڑھا بھی چکے تھے -

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۴۲

تاریخ گو اقبال

میں ایک مرتبہ مئی ۱۹۶۸ء میں علامہ اقبال پر تحقیق کے ضمن میں مظفر آباد (آزاد کشمیر) گیا تھا۔ جناب جسٹس سجاد صاحب اور میاں محمد شفیع (م۔ ش) بھی میرے ہم سفر تھے۔ ایک صبح سیر کے لیے ہم لوگ دریا کے کنارے بھی گئے تھے۔ [illegible] بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ انہوں نے مندرجہ ذیل استفسار [illegible] دیا تھا۔ افسوس کہ افغانی صاحب کا انتقال ہو چکا ہے۔ [illegible] بحث اقبال کے ضمن میں بہت اہم اور علمی [illegible] ہے۔ ان کا استفسار یہ تھا:

"ایک استفسار: بخدمت جناب علامہ [illegible]

کہا جاتا ہے کہ علامہ اقبال مرحوم نے [illegible]

وفات نہیں کہی [illegible]

[illegible]

[illegible] لا [illegible] العالمین" [illegible]

[illegible]

میں درج [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

ملتا ہے :

ہر کہ بر خاکِ مزارِ پیر حیدر شاہ رفت
تربتِ او را امینِ جلوہ ہائے طور گفت
ہاتف از گردوں رسید و خاکِ او را بوسہ داد
گفتمش سالِ وفاتِ او بگو ، ''مغفور'' گفت

میں نے کافی تحقیق کی مگر کسی دوسری تصنیف میں یہ قطعہ نہیں دیکھا ۔ اس قطعے کے متعلق میں نے جناب ممتاز حسن ، ڈاکٹر رفیع الدین اور فقیر وحید الدین صاحبان سے بھی استفسار کیا ۔ مؤخر الذکر نے جواب ہی نہیں دیا ۔ اول الذکر ہر دو دانش وروں نے بھی اس سے لاعلمی کا اظہار کیا ۔ آنجناب اس پر کچھ روشنی ڈال سکیں گے ؟

والسلام ایم ۔ عبدالرحیم افغانی ، مظفر آباد

۱۱ - ۵ - ۶۸''

مجھے اقرار ہے کہ میں نے بھی مندرجہ بالا قطعے کو اقبال کے ضمن میں کہیں نہیں دیکھا اور نہ کسی سے سنا ہے ۔ البتہ افغانی صاحب کے اس جملے : ''علامہ اقبال مرحوم نے کسی کی تاریخِ وفات نہیں کہی اور نہ کسی کا سہرا لکھا'' کا جواب میں نے ان کو اسی وقت دے دیا تھا : یعنی یہ کہ علامہ مرحوم نے بعض احباب اور اعزہ کی تاریخیں واقعی کہی ہیں ۔ اس سلسلے میں میں نے ان کو حفیظ ہوشیارپوری کے مضمون کا حوالہ بھی دیا تھا ۔

ایک دفعہ ''نوائے وقت'' مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۷۶ء میں ایک مختصر سا مضمون بعنوان ''سید حیدر علی شاہ جلالپوری'' ۔ (یادِ رفتگاں) از قلم محمد اشرف ایڈووکیٹ طبع ہوا تھا جس میں علامہ

Marfat.com
Marfat.com

کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا وہ قطعہ بھی شامل تھا جو آپ نے حضرت سید حیدر شاہ جلالپوری کی وفات (١٣٢٦ھ) پر کہا تھا ۔ اسی اخبار میں اس کے نیچے ایک اور تاریخی معمہ "از لسان العصر خان بہادر اکبر حسین صاحب سیشن جج الہ آباد" طبع ہوا تھا مگر جو قطعۂ تاریخ آپ نے کہا تھا وہ موجود نہ تھا ۔ اس پر میرا ایک مضمون ٣ نومبر ١٩٥٦ء کو بعنوان "سید حیدر علی شاہ جلالپوری ، حضرت علامہ اقبال اور حضرت اکبر الہ آبادی" چھپا تھا جس میں میں نے لکھا تھا کہ اکبر الہ آبادی اور اقبال والے قطعۂ تاریخ کی بات بے بنیاد ہے ، کیونکہ اکبر کا قطعہ تو نوائے وقت میں موجود ہی نہ تھا اور اقبال کے سلسلے میں یہ اشتباہ پیدا ہوتا تھا کہ یہ سال (١٣٢٦ھ) ١٩٠٨ء کے مطابق ہے جب کہ علامہ یورپ سے تازہ تازہ آئے تھے ۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آپ نے اس قطعۂ تاریخ کو کب ارسال کیا اور کب لکھا ہوگا ۔ بالآخر مجھے ڈاکٹر عبدالغنی (معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی) کی بدولت اصل کتاب "ذکرِ حبیب" مصنفہ ملک محمد الدین ، ایڈیٹر "صوفی" منڈی بہاؤ الدین دیکھنے کا اتفاق ہوا ۔ اس کے ایک [illegible] صفحے پر یہ دونوں قطعات (از قلم علامہ اقبال و حضرت اکبر الہ آبادی) موجود ہیں جو ان کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے ۔ اس کتاب سے معلوم ہوا کہ صوفی محمد الدین نے اس کا مقدمہ ١٠ مئی ١٩٢٣ء کو بمقام منڈی بہاؤ الدین لکھا تھا ۔ [illegible] وہ اس کے مقدمے میں لکھتے ہیں :

> "میں ان حضرات کے ساتھ ملک کے [illegible] کا بھی رہینِ منت ہوں جنہوں نے اپنے کلامِ بلاغت نظام سے مجھ کو ممتاز فرمایا ۔ حضرت ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم اے ، پی ایچ ۔ ڈی اور خان بہادر سید اکبر حسین صاحب الہ آبادی

Marfat.com
Marfat.com

سے لے کر عام نغزگویانِ اردو تک کے نتائجِ افکار کتاب کے اوراق میں درج ہیں ۔"

چنانچہ افغانی مرحوم کا یہ کہنا کہ علامہ اقبال نے کسی کا قطعۂ تاریخِ وفات یا سہرا نہیں لکھا ، واقعات کے خلاف ہے ۔

عبدالحفیظ ہوشیار پوری نے ۱۹۵۲ء میں ایک مفید مضمون روزنامہ "آفاق" لاہور میں لکھا تھا جس کا عنوان "تاریخ گو اقبال" تھا ۔ ہم ذیل میں اس مضمون کا ایک ملخّص پیش کرتے ہیں ۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ علامہ نے واقعی تاریخیں کہی ہیں ۔ تاہم وہ باقاعدہ تاریخ گو نہیں تھے :

اقبال نے "ارمغانِ حجاز" میں مندرجہ ذیل رباعی لکھی ہے :

تو گفتی از حیاتِ جاوداں گوی
بگوشِ مردۂ پیغامِ جاں گوی
ولے گویند ایں ناحق شناساں
کہ تاریخِ وفاتِ این و آں گوی

مگر اس کے باوجود اقبال نے اعزّہ و احباب اور مشاہیر کے مرنے پر مرثیے بھی لکھے اور تاریخیں بھی کہیں ۔ ان کے مرثیے ہمارے ادب کا لازوال سرمایہ ہیں لیکن تاریخ گوئی کو اقبال نے بطورِ فن کبھی اختیار نہیں کیا ۔

بعض دفعہ احباب کی فرمائشوں سے مجبور ہو جایا کرتے تھے اور کبھی کبھی خود بھی کسی واقعے سے متاثر ہو کر تاریخ کہہ دیتے تھے ۔ مندرجہ بالا قطعے میں اقبال نے خوبصورت انداز میں ان لوگوں پر طنز کی ہے جو رسمی طور پر ان سے تاریخ گوئی کی فرمائش کرتے رہتے تھے ۔

جہاں تک مجھے یاد ہے ، اقبال کی تاریخ گوئی کی طرف آج تک

Marfat.com
Marfat.com

کسی نے توجہ نہیں کی ۔ اقبال نے اس میدان کو باقاعدگی سے بطور پیشے کے نہیں اپنایا ۔ مگر ضرورت پڑنے پر انھوں نے قریبی احباب اور ضروری واقعات کی تاریخیں کہی ہیں جو ذیل میں مختصر طور پر بیان کی جاتی ہیں :

۲۸ مارچ ۱۸۹۸ء کو سرسید بانیِ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا انتقال ہوا جبکہ اقبال ابھی گورنمنٹ کالج لاہور میں طالب علم تھے مگر اقبال نے قرآن مجید کی آیت سے یہ تاریخ برآمد کی تھی جو منشی وجاہت حسین جھنجھانوی کی کتاب کے صفحہ [illegible] پر یوں درج ہے :

"انی متوفیک و رافعک الی و مطہرک" جس سے [illegible] کے اعداد نکلتے ہیں جو ۱۸۹۸ء کے مطابق ہیں ۔ تاریخ کے [illegible] کا نام اس طرح لکھا ہے :

"منشی محمد اقبال صاحب طالب گورنمنٹ کالج لاہور، تلمیذ حضرت داغ ۔"

مذکورہ بالا تاریخ علی گڑھ میں سرسید کے [illegible] ثبت ہے ۔

[illegible]

قرآن مجید کی اس آیت سے تاریخ [illegible] :

"[illegible]"

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

۹ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ کو ہوا تھا - آخری مصرع یہ ہے :

''داغ نواب میرزا کہیے -''

جب کلامِ فوق شائع ہوا تو اقبال نے ایک طویل نظم لکھی جس کا یہ آخری مصرع تاریخ ہے :

''ہاتف نے کہا لکھ دے کمالِ نظرِ فوق''

ظہیر دہلوی کا انتقال ہوا تو آپ نے یہ تاریخ کہی :

''زبدۂ عالم ظہیرِ دہلوی''

جس سے ۱۳۲۹ھ نکلتے ہیں -

لاہور کی تاریخ میں بے شمار ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں جنہیں دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے - لاہور کے نقشۂ قدیم میں مسلسل تغیر آتا رہا ہے - لاہور کی پرانی کوتوالی اندرونِ شہر لاہور اور اندرونِ دہلی دروازہ ، مسجد وزیر خاں کے نزدیک واقع تھی - غالبا یہاں قدیم مغل عہد کی کوئی عمارت تھی جسے انگریز نے لاہور پر قبضہ کرنے کے فوراً بعد رومن طرزِ تعمیر میں بدل دیا تھا - رنجیت سنگھ کی تاریخ میں بھی مسجد وزیر خاں کے نزدیک اس پرانی کوتوالی کا یوں ذکر ملتا ہے کہ مائی سدا کور قلعۂ لاہور کے مشرقی دروازے سے نکل کر قدیم عقبی راستے سے مسجد وزیر خاں تک آئی - میں نے یہ پرانی کوتوالی ہر پہلو سے دیکھی ہے - حالات بدلے تو انگریز کو بیرونِ شہر ایک نئی کوتوالی تعمیر کرنے کا خیال آیا - اس زمانے میں شہر لاہور کے کوتوال میاں غلام رسول مرحوم تھے اور سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر سکاٹ تھے - پرانی کوتوالی کی عمارت کو نہ صرف چھوڑ دیا گیا بلکہ گرا دیا گیا اور بیرون دہلی دروازہ کوتوالی کی وہ نئی عمارت تعمیر ہوئی جو آج بھی موجود ہے - میں اس زمانے میں نجی طور پر کوتوالِ شہر میاں غلام رسول کے بچوں کو پڑھاتا تھا -

Marfat.com
Marfat.com

انھوں نے خواہش ظاہر کی کہ کوتوالی کی نئی عمارت میں سنگِ مرمر کی ایک تختی لگا دی جائے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ خود انھوں نے مطلوبہ اردو اشعار تو لکھ لیے ہیں مگر وہ چاہتے ہیں کہ اس ضمن میں علامہ اقبال سے بھی مشورہ لیا جائے۔ چنانچہ میاں صاحب علامہ کے انارکلی والے مکان میں وہ اشعار لے کر گئے جن پر علامہ نے اصلاح بھی دی اور ان اشعار کا عنوان "عمارت فرخ فرجام" تجویز فرمایا۔ یہ تاریخی عنوان تھا کیونکہ ان الفاظ سے عمارت کی تاریخِ تعمیر (۱۹۱۵ء) نکلتی تھی۔ افسوس آج کل وہاں سنگِ مرمر کی وہ تختی [illegible] ہے اور نہ وہ تاریخی کتبہ۔

علامہ کے دوست جسٹس شاہ دین ہمایوں کا جب [illegible] ۱۹۱۸ء کو انتقال ہوا تو آپ نے ان کی تاریخ بھی کہی۔ [illegible] مرحوم کے مزار کی لوح پر کندہ ہے اس کا آخری [illegible] یہ ہے:

"در گلستانِ دہر ہمایوں [illegible]
[illegible] بسبزہ و چوں بود [illegible]"

آپ نے دوست نواب ذوالفقار علی کے [illegible]
[illegible] کہا تھا جس کی تاریخ کا آخری مصرع [illegible] ہے:

"[illegible]"

جس سے [illegible] ء نکلتے ہیں۔

[illegible] بھائی [illegible]

علامہ اقبال کے ہم جماعت تھے [illegible]

[illegible] سے تاریخ کہی [illegible]

انھوں نے ناپسند فرمایا۔ [illegible] ۱۹۱۹ء [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

قطعۂ تاریخ کہا جس کا آخری شعر یہ تھا :

گفت ہاتف مصرعِ سالِ رحیل
کشت سیّد را بزیدے کافرے

جب آپ کے دوست میاں غلام رسول نے مسجدِ داتا صاحب تعمیر کی تو آپ نے مندرجہ ذیل شعر سے تاریخ نکالی :

''چشم بہ المسجد الاقصیٰ فگن
الذی بارکنا ہم بگو''(؟)

جس سے ۱۳۴۰ھ نکلتے ہیں -

جب کیمبرج یونیورسٹی میں پروفیسر ڈاکٹر براؤن کا انتقال ہوا تو آپ کے رفیق نکلسن کے کہنے پر آپ نے اس کی تاریخ وفات میں ایک قطعہ قلم بند کیا تھا جس کی کتابت منشی اسد اللہ نے اور نقاشی عبدالرحمٰن چغتائی نے کی تھی - یہ تاریخ قرآن مجید کی اس آیت سے نکلی تھی : ''گفت ہاتف ذالک الفوز العظیم'' جس سے ۱۹۲۶ء نکلتے ہیں -

جب پروفیسر براؤن کا انتقال ہوا تو انھی دنوں علامہ کی اپنی بیوی کا بھی بچہ پیدا ہونے پر انتقال ہو گیا - آپ نے ایک قطعۂ تاریخ کہا جس کے آخری مصرعے سے تاریخ نکلتی ہے :

''بشہادت رسید و منزل کرد''

جس سے ۱۳۴۳ھ نکلتے ہیں -

آپ نے مولوی محبوب عالم مالک ''پیسہ اخبار'' کی تاریخ اس طرح کہی تھی :

''معلیٰ تربتِ محبوبِ عالم''

جس سے ۱۳۵۱ھ نکلتے ہیں -

جب آپ میو روڈ والی کوٹھی میں آ گئے تو وہاں آپ کی ایک

Marfat.com
Marfat.com

اور بیوی کا انتقال ہوگیا اور اُن کو بیبیاں صاحب میں دفن کیا گیا۔ ان کی تاریخ وفات ان الفاظ سے نکلی: ''سرمۂ ما ذاغ'' جس سے ہجری سال ۱۳۵۲ھ نکلتے ہیں۔ یہ قطعہ اب بھی مرحومہ کی لوحِ مزار پر کندہ ہے۔

جب ۱۹۳۵ء میں آپ نے مولانا الطاف حسین حالی کے صد سالہ جشن میں شرکت کی تو اس موقع پر ایک قطعۂ تاریخ لکھا جس کے آخری مصرع سے تاریخ نکلی۔ وہ مصرع یہ ہے:

''تا لالۂ شبنم زدہ را داغ جگر داد''

اس کے علاوہ علامہ نے اپنے والد مرحوم کی تاریخ ''[illegible]'' کے الفاظ سے نکالی کیونکہ ان کا نام ''نور محمد'' تھا۔ اس سے [illegible] نکلتے ہیں۔

[illegible] اپنی والدہ ماجدہ کی تاریخ ''رحلتِ مخدومہ'' سے [illegible] یہ دونوں قطعات سیالکوٹ میں ان کے والدین کی [illegible] تمام اشعار کے [illegible] ہیں۔ وہیں ایک اور قطعۂ تاریخ [illegible] شمس العلماء مولانا [illegible] میر حسن کی قبر [illegible] ہے۔ قرآن [illegible] کی [illegible] پر مشتمل ہے: ''[illegible] العالمین'' جس سے [illegible] نکلتے ہیں۔

[illegible]

ایک [illegible]

[illegible] آپ کی [illegible]

کے موقع [illegible]

[illegible] نواب ذوالفقار علی خاں [illegible] مجھے اچھی طرح یاد ہے [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

اس دعوت کا تمام مزہ اس کے کبابوں میں تھا - جب ہم کھاتے کھاتے تھک گئے تو علامہ نے نہایت بے تکلفی سے میری طرف دیکھا اور فرمایا : ''ماسٹر خورد و مُرد -''

پروفیسر تاثیر نے ایک مضمون بعنوان ''اسماء الرجال ِ اقبال'' لکھا تھا - اس میں انہوں نے لکھا ہے :

''اس آخری دور میں جو نئے لوگ باقاعدہ آتے تھے ان میں ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کا نام سب سے پہلے آتا ہے - چودھری محمد حسین اور ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کی خوش مزاجی حضرت علامہ کی بے تکلفی کے لیے مہمیز کا کام دیتی تھی اور وہ وہ فقرے ہوتے تھے کہ باید و شاید - ایک باب اطعمہ کا تھا جس کا خلاصہ اس مضمون میں پایا جاتا ہے جو ''اکّال الکل'' کے عنوان سے ''مخزن'' کے دور ِ حفیظ میں شائع ہوا - میں نے محض رپورٹ لکھی ہے - فقرے میرے نہیں جو علامہ اقبال کی پھبتیوں کی مثالیں ہیں - اس مضمون کو دیکھ لیں -''

''اکّال الکل'' والے مضمون میں پروفیسر تاثیر نے وہ سب کچھ لکھا ہے جو اس دعوت میں ہوا - علامہ کی طرف سے ہنسی مذاق بھی ہوا اور پھبتیاں بھی اور خوب محفل جمی رہی - یہ کہنا تو مشکل ہے کہ ''ماسٹر خورد و مُرد'' والے جملے سے کوئی تاریخ نکلتی ہے یا نہیں مگر علامہ نے بطور تفنّن یہ جملہ نہایت بے تکلفی سے کہا اور دیر تک احباب میں اس کا چرچا رہا -

غرض یہ حقیقت ہے کہ علامہ نے تاریخیں کہی ہیں - نہ صرف

Marfat.com
Marfat.com

وفات کی تاریخیں کہی ہیں بلکہ بعض موقعوں پر آپ نے شادیوں پر بھی تاریخیں نکالی ہیں۔

ہم نے ان سطور میں قطعاتِ تاریخ کو مختصراً درج کیا ہے۔ جن حضرات کو تفصیل مطلوب ہو وہ عبدالحفیظ ہوشیارپوری کا اصل مضمون ملاحظہ فرمائیں۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۴۳

اکبر الہ آبادی اور اقبال

بنگال کی ایک ریاست یا جاگیر "آرہ" کے نام سے موسوم ہے۔ اس جاگیر کی ملکیت کے سلسلے میں ایک مقدمہ زیرِ سماعت تھا جس کی پیروی مشہور وکیل سی۔ آر۔ داس کر رہے تھے۔ جاگیر کی دستاویزات میں بعض فارسی مخطوطات بھی تھے جو اپنے قدیم رسم الخط کی وجہ سے پڑھے نہیں جا رہے تھے۔ وکیل مسٹر سی۔ آر۔ داس نے عدالت کو تجویز پیش کی کہ ان مخطوطات کو پڑھنے کے لیے علامہ اقبال کی خدمات حاصل کی جائیں اور انھیں لاہور سے بلایا جائے۔ چنانچہ جب علامہ سے خط و کتابت ہوئی تو آپ وہاں جانے پر آمادہ ہو گئے۔ علامہ کی اس سفر پر آمادگی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس طرح حضرتِ اکبر الہ آبادی سے ملاقات کی سبیل پیدا ہو رہی تھی جن کا وہ بے حد احترام کرتے تھے اور انھیں اپنا پیر و مرشد تک کہتے تھے۔ اس سے پہلے ۱۹۱۳ء میں بھی وہ اکبر سے ملاقات کر چکے تھے جب مسجدِ کانپور کے قضیے کے سلسلے میں آپ وکیل کی حیثیت سے کانپور تشریف لے گئے تھے۔

آرہ کے سفر میں منشی طاہر الدین بھی علامہ کے ساتھ تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

آرہ پہنچ کر آپ نے نہایت عجلت میں مقدمے کے کاغذات وغیرہ پڑھے اور ایک رپورٹ لکھ کر فوراً واپس جانے کے لیے تیار ہو گئے ۔ چنانچہ واپسی پر آپ سیدھے الہ آباد پہنچے اور مولانا اکبر کے ہاں قیام فرمایا ۔

اس زمانے میں راقم الحروف لدھیانے میں ملازم تھا اور علامہ کے اعزہ کے ہاں مقیم تھا ۔ ایک روز معلوم ہوا کہ علامہ کا خط آیا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ میں فلاں تاریخ کو فلاں گاڑی سے لدھیانے سے گزروں گا ۔ چنانچہ میں بھی ڈاکٹر غلام محمد مرحوم کے ساتھ ریلوے سٹیشن پہنچا مگر وہاں جا کر معلوم ہوا کہ علامہ سو رہے ہیں ۔ ہم نے انہیں بے آرام کرنا مناسب نہ سمجھا [illegible] منشی طاہر الدین سے ان کی خیریت دریافت کر کے واپس آ گئے ۔

الہ آباد میں مولانا اکبر سے ملاقات کا ذکر علامہ نے [illegible] دو خطوط میں خود بھی کیا ہے [illegible] خان نیاز الدین خان کے نام ہیں ۔

مولانا اکبر سے علامہ اقبال کی ملاقات [illegible] کے حالات [illegible] تنہائی میں ان کا مطالعہ کیا کرتے تھے [illegible] زمانے میں آپ نے ان خطوط [illegible] لیے یہاں [illegible] اپنے خطوط "اقبال نامہ" [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

ملک محمد الدین کی کتاب ''ذکرِ حبیب'' میں مولانا اکبر اور علامہ اقبال کی کہی ہوئی تاریخ ہائے وفات بھی ان کے ہم مشرب ہونے کی دلیل ہیں -

مولانا اکبر الہ آبادی ۹ ستمبر ۱۹۲۱ء کو فوت ہوئے -

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۴۴

آم خوری

میاں نظام الدین صاحب رئیسِ اعظم لاہور نے حسبِ دستور قدیم اپنے آموں کے باغ میں بعض احباب کو آم کھانے کی دعوت دی۔ حضرت میاں صاحب کے علاوہ خان صاحب میاں امیر الدین، میاں محمد اسلم، پروفیسر تاثیر اور میاں امین الدین صاحب آئی۔ سی۔ ایس دعوت کے میزبان تھے۔ خان بہادر سردار حبیب اللہ خان، چودھری عبدالکریم، چودھری محمد حسین (رئیس براغ) اور بعض دیگر معزز و محترم حضرات نہایت ذوق و شوق سے آم کھانے میں مصروف تھے۔ حضرتِ علامہ اقبال مدظلہ العالی، جو زمانۂ حاضر میں ''انبہ سندی'' کے امام تسلیم کیے گئے ہیں، اس پُرلطف صحبت کی صدارت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

اس صحبت میں ایک دوست کی بہت بڑی کمی محسوس ہو رہی تھی [illegible] پروفیسر محمد عبداللہ چغتائی [illegible] تشریف نہ لا سکے تھے اور حق یہ ہے کہ [illegible] لطفِ محفل کو دوبالا کر دیتا۔ اس کمی کو [illegible] کی گئی کہ صبح سات بجے سے بارہ بجے دوپہر [illegible] ایسا نہ گزرا جس میں پروفیسر عبداللہ [illegible] کا ذکرِ خیر نہ ہوا ہو۔

Marfat.com
Marfat.com

علی الخصوص علامہ اقبال تو اپنے اس ہمدمِ دیرینہ کی غیر حاضری سے بہت متاثر تھے - بات یہ ہے کہ پروفیسر عبداللہ آم کھانے کے معاملے میں ایک لازوال شہرت حاصل کر چکے ہیں - پروفیسر صاحب کا انکسار اس حقیقت کو تسلیم کرے یا نہ کرے لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ آج شمالی ہند میں کوئی شخص آم کھانے کے معاملے میں پروفیسر عبداللہ کو شکست نہیں دے سکتا - اور آم کھانے کا جو طریقہ آپ نے ایجاد کر رکھا ہے اس کی جدت تو اس قدر قابلِ داد ہے کہ آپ کو اس پر نوبل پرائز ملنا چاہیے -

ہمارا خیال ہے کہ جس طرح قربانی کا گوشت اور خون ، اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچتا بلکہ ''تقویٰ'' پہنچتا ہے ، اسی طرح اس صحبت میں ہم لوگوں کی انبہ خوری سے اگرچہ آم کا رس تو پروفیسر عبداللہ صاحب کے کام و دہن تک نہ پہنچا ہوگا مگر ان تمام ہزارہا آموں کا ''تقویٰ'' ضرور ان کے معدۂ معالی تک پہنچ گیا ہوگا ، کیونکہ یہ فقرہ بار بار حاضرین کی زبان پر آ جاتا تھا کہ الٰہی ! ان آموں کا ثواب مولوی عبداللہ صاحب کی روح کو پہنچائیو - یہاں تک کہ حضرتِ علامہ اقبال کا تخیلِ عالی بھی اس فضا سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور آپ نے ارتجالاً ارشاد فرمایا :

انبہ را کہ دریں باغ ندارند نگاہ
جائے او ہست بہ تنورِ شکمِ عبداللہ

پروفیسر عبداللہ صاحب نے آم کھانے کا جو انداز ایجاد کر رکھا ہے وہ صرف انہی کا حصہ ہے - اس میں ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا - اس انداز کا ذکر آج سے دو سال پیشتر ''افکار'' میں کیا جا چکا ہے - اور ہم نے سفارش کی تھی کہ اس کی تصویرِ متحرک تیار ہونی چاہیے کیونکہ الفاظ اس کو پوری طرح واضح کرنے سے عاری

Marfat.com
Marfat.com

ہیں ۔ اس طریق کی تقلید تو خارج از بحث ہے ۔ باقی رہا کثرت کا سوال تو یہ امر احباب کے لیے بے انتہا اطمینان کا باعث ہے کہ اس اعتبار سے یعنی بہ اعتبارِ کمیت چودھری محمد حسین نے اپنی طرف سے کوئی کمی نہیں کی اور ان میں اور پروفیسر عبداللہ میں ، خدا جھوٹ نہ بلوائے تو ، صرف کوئی انیس بیس کا فرق رہ گیا ہے ، اللّٰھم زد فزد ۔

ایک دفعہ پہلے بھی ہم نے چودھری صاحب کی رفتارِ [illegible] خوری کا حساب قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کیا تھا ۔ آج پھر گزارش کرتے ہیں کہ چودھری صاحب کی رفتار بہت زیادہ تیز نہیں ہے ۔ آپ ایک منٹ میں صرف ایک آم نوش فرماتے ہیں ۔ [illegible] دن ساڑھے سات بجے صبح سے ایک بجے بعد دوپہر [illegible] نہیں فرمایا ۔ گویا ساڑھے پانچ گھنٹوں میں [illegible] آم کی [illegible] سے کل [illegible] آم آپ نے نوش فرمائے ۔ [illegible] غرو گزاشت ہو گئی ہو تو چودھری صاحب [illegible] تصحیح فرما سکتے ہیں ۔ " فلاں" [illegible] ہر وقت [illegible]

حضرتِ اقبال [illegible]

تاہم انہوں نے [illegible] ۔ ۔ ۔ انہوں نے [illegible]

میاں محمد اسلم اور [illegible] میں [illegible]

ان کا [illegible] نہیں ۔ جب [illegible]

[illegible]

بے [illegible]

زیادہ اچھا لگتا ہے ۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کوئی [illegible] بات نہیں [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

پیدا ہوگی -

اس پر کہا گیا کہ فارسی میں چوسنے کو ''مکیدن'' کہتے ہیں لہذا ''انبہ خوری'' کی بجائے ''انبہ مکی'' ، ''انبہ خورانی'' کی بجائے ''انبہ سکانی'' (فردوس سکانی ، جنت سکانی) اور ''انبہ خور'' کی بجائے ''انبہ مک'' کہنا چاہیے - مثلاً اگر پروفیسر عبداللہ کو آم کھانے کی ترغیب دینی ہو تو یہ مصرع یوں عرض کیا جا سکتا ہے :

لطف ایں انبہ نہ دانی بخدا تا نہ مکی

بہرحال یہ صحبت نہایت پُرلطف اور دلچسپ رہی - اللہ تعالیٰ میاں نظام الدین صاحب کے باغوں میں دہ گونہ برکت عطا فرمائے اور اس کے ساتھ ہی پروفیسر عبداللہ چغتائی کو توفیق دے کہ وہ ایسے موقعوں پر بیان کردہ ناسازیِ مزاج کی آڑ میں پناہ لینے کی بجائے مردِ میدان بن کر سامنے آیا کریں -

[منقول از ''انقلاب'' (افکار و حوادث) ۲۸ جولائی ۱۹۳۲ع ، مطابق ۴ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ] -

میاں نظام الدین کے باغ میں آموں کی جو دعوت ہوئی تھی ، اس کے حالات ''افکار و حوادث'' میں پڑھ کر مختلف قسم کے خطوط موصول ہو رہے ہیں - ایک محترم بزرگ سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ آموں کی دعوت کا حال اخبار میں لکھ کر دور افتادوں کو ترسانا چہ معنی دارد ؟ اور پھر ایک پرائیویٹ محفل کے حالات کو پبلک کے اخبار میں شائع کرنا کہاں تک مناسب ہے -

ہماری گزارش یہ ہے کہ دنیا میں آم کھانے والوں کی ایک خاص برادری ہے جس کی کوئی بات (بشرطیکہ وہ انبہ خوری سے متعلق ہو) پرائیویٹ نہیں ہے - اس کے علاوہ جس محفل میں علامہ اقبال جیسے رہنمائے جمہور اور اخباروں کے ایڈیٹر اور میونسپل کمشنر

Marfat.com
Marfat.com

موجود ہوں اس کے حالات اخباروں میں نہ چھاپنا پبلک کی توہین کرنا ہے ۔ یہ سب لوگ پبلک کے آدمی ہیں اور پبلک کو حق حاصل ہے کہ ان محفلوں کے حالات معلوم کرے ۔

ایک صاحب جمیل احمد صاحب میرٹھ سے لکھتے ہیں کہ چغتائی صاحب کے متعلق آپ کے حد سے بڑھے ہوئے خیالات ارا کین "بزمِ معدی کرب" کے نام ایک کھلا ہوا چیلنج تصور کئے گئے ہیں ۔ غضب خدا کا ، جن لوگوں نے ساری عمر آم کھانے کے فن میں مہارت پیدا کرنے میں گزاردی انہیں نظرانداز کر کے ایک ایسے علاقے کا رہنے والا انسان ، جہاں آم بمنزلہ نفی کے ہوتا ہے ، اس فن میں استاد تسلیم کر لیا جائے ۔

یعنی میرٹھ میں آم کھانے والوں کی ایک باقاعدہ انجمن "بزمِ معدی کرب" کے نام سے قائم ہے جس کے معزز اراکین کو یہ معلوم کر کے بے حد تکلیف ہوئی ہے کہ "افکار" میں پروفیسر عبداللہ چغتائی کو انبہ خوری کا استاد تسلیم کیا گیا ہے ۔ "بزمِ معدی کرب" کے ایک ضروری اور خاص اجلاس میں قرار پایا کہ :

۱۔ "چغتائی اینڈ کمپنی کو (حضرتِ علامہ مدظلہ اس سے مستثنٰی ہیں) دعوتِ مقابلہ دی جائے ۔ مقابلہ میرٹھ ہو اس لئے کہ یہاں آم بکثرت پیدا ہوتا ہے ۔ چغتائی معہ [illegible] کے سب اخراجات ادا کرنا "بزمِ معدی کرب" کے ذمے ہوں گے ۔

۲۔ خان بہادر حاجی علی خان صاحب [illegible] کے لئے تمام [illegible] وقف ہوں گے ۔

۳۔ جیتنے والی ٹیم کے کپتان کو "نواب پہار جنگ" بہادر کا خطاب دیا جائے گا ۔ اس کے ذکر کرنے اور مشتہر

Marfat.com
Marfat.com

کرنے کے تمام مصارف ہم برداشت کریں گے -

۴- ہارنے والی ٹیم کو مندرجہ بالا رعایات کے علاوہ مندرجہ ذیل رعایات خصوصی حاصل ہوں گی :

ٹیم کے معزز ممبروں کی عزت افزائی ان کے کھائے ہوئے آموں کی گٹھلیوں سے گندھے ہوئے ہاروں سے کی جائے گی جن کو زیبِ گلو کرنے کے بعد انہیں صرف ایک مرتبہ دہلی بازار میرٹھ سے گزرنا پڑے گا -

فوٹو اتروانے ، انہیں ملکی اخبارات میں شائع کرانے اور شہر کے خوش فکروں کو جمع کرنے کے تمام اخراجات بزم کا خزانۂ عامرہ نہایت فراخ دلی سے برداشت کرے گا -

واضح رہے کہ آم خاص قسم کے ہوں گے جن کی گٹھلیاں نہایت نازک اور باریک ہوں گی تا کہ ان سے بنے ہوئے ہاروں کی خوب صورتی یو - پی کی نزاکت اور نفاست پسندی کو مجروح نہ کرے ، بال درازی بقدرِ شکم ہوگی اور ہونی بھی چاہیے -"

اب کیا فرماتے ہیں مولوی عبداللہ چغتائی اور چودھری محمد حسین بیچ اس مسئلے کے - ہمارے نزدیک تو احبابِ میرٹھ کی تمام شرائط نہایت معقول ہیں - اس ٹورنامنٹ کے تمام مصارف ، جن میں لاہور کی ٹیم کا کرایہ بھی شامل ہے ، وہی برداشت کر رہے ہیں اور آم بھی بہرحال انھی کو مہیا کرنے ہوں گے - ہمارے نزدیک اس ضروری مسئلے پر غور کرنے کے لیے میاں نظام الدین صاحب ہی کے باغ میں یارانِ طریقت کی ایک ایمرجنسی میٹنگ منعقد ہونی چاہیے تاکہ اس چیلنج کا جواب بھی دیا جا سکے اور ہم انبہ خوری کا

Marfat.com
Marfat.com

ایک ریہرسل بھی کر لے۔

ہم نے لکھنؤ میں آموں کی حد سے زیادہ افراط کا ذکر کرنے کے بعد ملکِ صحافت کے نواب عبداللہ خاں صاحب ڈائریکٹر "ہمدم" کی خدمت میں گزارش کی تھی کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و احسان ہے۔ آموں کے موسم میں اپنے اخبار نویس بھائیوں کو فراموش نہ فرمائیے گا۔ اس "ہمدم" نے اس فروگزاشت پر کہ اس نے آموں کی فصل میں اخبار برادری کو نہ پوچھا، معذرت کا اظہار کیا ہے اور لکھا ہے:

"افسوس کہ برادر عزیز 'انقلاب' کو دشت بعد از جنگ یاد آیا، کیونکہ اب آم کی فصل ختم ہو رہی ہے اور لکھنؤ کی منڈی بھی باہر کے مال سے چل رہی ہے۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ [illegible] "[illegible]" کے نوازنے اس مطالبِ [illegible] میں دیر بھی نہ [illegible] لگتی۔"

اس تلطف اور ندامت کے بعد ہم نے یہ [illegible] [illegible] لکھنؤ میں ایک "آم کانفرنس" منعقد کی جائے جس میں [illegible] اپنی تمام اخباری برادری کو دعوت دی جائے۔ [illegible] نے آم کانفرنس کی [illegible] [illegible] فجری وغیرہ [illegible] اب بھی [illegible] میں موجود ہیں [illegible] انشاء اللہ [illegible] :

[illegible]

کانفرنس کی [illegible]

بعد [illegible] لاہور کے رہنے والے [illegible] نواب صاحب [illegible] [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

خصوصیتوں کا علم ہے :

راہ سیدھی تو بتا دی خضر نے
اونٹ کا لیکن کرایہ کون دے

اور اگر بفرضِ محال کرایہ بھی دینے پر آمادہ ہوگئے تو ہم لوگوں کی اس شامتِ اعمال کو کیا کیا جائے جس نے اخباروں کی صورت اختیار کر رکھی ہے ۔ اگر ہندوستان بھر کے اخبار نویس چند روز کے لیے لکھنؤ پہنچ جائیں تو یہ ظاہر ہے کہ اتنے دن تک اخبارات عدم آباد کی سیر کریں گے اور ملک بھر میں سناٹا چھایا رہے گا ۔ آم کانفرنس کیا ہوئی ، اچھا خاصا آرڈی ننس ہو گیا ۔

نواب صاحب قبلہ بھی جانتے ہیں کہ ادبی آدمیوں کو انبہ خوری کا خواہ کتنا شوق ہو ، بہرکیف پہنچنا بہت مشکل ہے ۔ اور خصوصاً اخبار نویسوں کے لیے جن کے پاس نہ روپیہ ہے نہ وقت لہٰذا اب کانفرنس کی دعوت دے کر پسینے چھوٹ رہے ہیں ۔

خیر یار زندہ صحبت باقی ۔ آیندہ سال ہی سہی ، لکھنؤ کے آموں کے لیے ایک سال کا انتظار ہرگز مشکل نہیں ۔ خدا کرے نواب صاحب آیندہ سال ہمیں یاد رکھیں ۔

(روزنامہ ''انقلاب'' لاہور : ۲۹ جولائی و ۴ ۔ اگست ۱۹۲۷ع ۔ اور ''انوارِ اقبال'' مرتبہ بشیر احمد ڈار ، مطبوعہ اقبال اکیڈمی کراچی ۱۹۶۷ع ، ص ۳۱۳) ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۴۵

پروفیسر ہیوم سے ملاقات

۱۹۲۷ء کے موسمِ سرما کا ذکر ہے کہ پنجاب یونیورسٹی نے پروفیسر ہیوم[1] کو ''تقابلِ ادیانِ عالم'' کے موضوع پر توسیعی لیکچروں کے سلسلے میں دعوت دی تھی اور انہوں نے یہاں [illegible] لیکچر دیے تھے۔ ان دنوں سردی بہت زیادہ تھی۔ میں علامہ کے ہاں حسبِ معمول بعدِ مغرب موجود تھا۔ باہر بارش بھی ہو رہی تھی۔ ہمارے پاس مسٹر شفاعت اللہ خاں بھی بیٹھے تھے جو [illegible] دنیا کے بہت مشہور آدمی تھے۔ وہ مصر و ممالک کے روزنامہ '' [illegible] '' کے اجرا میں شریک رہے تھے۔ اس سے پیشتر وہ روزنامہ '' [illegible] '' میں رہ چکے تھے۔ علامہ کے کمرے میں آگ کی انگیٹھی [illegible] تھی جس کی وجہ سے کمرہ خوب گرم تھا۔ ہم علامہ [illegible] سے محوِ گفتگو تھے کہ اتنے میں علی بخش آیا اور کسی شخص کا [illegible] کارڈ لا کر علامہ کو دیا۔ علامہ نے کارڈ دیکھ کر کہا کہ [illegible] بلا لو۔ چنانچہ علی بخش نے کمرے میں [illegible]

۱۔ رابرٹ ایلن ہیوم دراصل بمبئی میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کا انتقال [illegible] میں بروک لائن کے مقام پر ۲۰ جون ۱۹۴۸ء کو ہوا تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

پر علامہ نے کہا کہ وہ تو ایک آدمی ہے ، تم دو کرسیاں کیوں رکھ رہے ہو ؟ علی بخش نے کہا کہ موٹر میں دو شخص ہیں -

چنانچہ وہ دونوں صاحب یعنی ڈاکٹر ھیوم اور ان کے بھائی مسٹر ھیوم سیکرٹری وائی - ایم - سی - اے اندر آئے اور مسٹر ھیوم نے اپنے بھائی ڈاکٹر ھیوم کا تعارف کرایا جو اس سے عمر میں بڑے تھے - وہ دونوں تو کرسیوں پر بیٹھ گئے مگر علامہ اپنی عادت کے مطابق پلنگ پر ہی لیٹے رہے - اس وقت وہ دھسہ اوڑھے ہوئے تھے - چند لمحے خاموشی رہی ، پھر علامہ نے خود ہی گفتگو شروع کی اور کہا کہ آپ نے جو لیکچر پنجاب یونیورسٹی میں دیے ہیں ، ان کا خلاصہ اخبار میں شائع ہو گیا ہے - میں نے نہایت توجہ سے ان کا مطالعہ کیا ہے اور مستفید ہوا ہوں - پھر علامہ نے اسی طرح پلنگ پر لیٹے لیٹے سوال کیا کہ ڈاکٹر ھیوم ! آپ کا کیا خیال ہے کہ عیسائی مذہب تبلیغی مذہب ہے ؟ اس پر ڈاکٹر ھیوم خاموش اور مبہوت سا ہو گیا - پھر علامہ نے خود ہی کہا کہ میرے خیال میں آج دنیا میں صرف اسلام ہی تبلیغی مذہب ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے - عرصہ ہوا عیسائیت ایک تبلیغی مذہب ہونے کی حیثیت سے مردہ ہو چکی ہے اور صرف اسلام ہی اس وقت زندہ مذہب دنیا میں ہے - پھر آپ نے کہا کہ چونکہ آپ Comparative Religion پڑھاتے ہیں اور اسی پر لیکچر بھی دیے ہیں تو آپ نے اس نہج پر بھی سوچا ہو گا کہ بدھ مذہب ، جو آج بھی دنیا میں سب سے زیادہ افراد کا مذہب ہے ، وہ بھی اسلام کے مقابلے میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا - مگر ڈاکٹر ھیوم نے اس سلسلے میں کسی قسم کا تبصرہ نہیں کیا جس سے اس کے خیالات اور معیارِ علم کا پتہ چلتا - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ یہاں آ کر پھنس گیا ہے - چنانچہ اس نے اس مختصر سی گفتگو کے بعد

Marfat.com
Marfat.com

فوراً اجازت طلب کی اور رخصت ہو گیا ۔

علامہ کی عظمت ہم نے یہ دیکھی کہ جو گفتگو کسی شخص کے ساتھ ہوئی وہ اس کی موجودگی تک محدود رہی اور جب وہ شخص چلا گیا تو اپنا تذکرہ بھی اپنے ساتھ ہی لے گیا اور فوراً نیا موضوع گفتگو شروع ہو گیا ۔ چنانچہ شفاعت اللہ خاں اور میں نے ڈاکٹر مرحوم کے جانے کے بعد کچھ تبصرہ کرنا چاہا مگر علامہ نے فورا موضوع بدل دیا ۔ وہ کسی کی پیٹھ پیچھے اس پر تنقید کرنا نہایت معیوب خیال کرتے تھے ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۴۶

میر جلیل لکھنؤی

۱۹۲۶ء میں میر انیس اعلیٰ اللہ مقامہ کی فقیدالمثال سخن ورانہ روایات کی زندہ یاد در (ان کے نواسے) میر فرزند حسین جلیل لکھنؤی کچھ دنوں کے لیے وارد لاہور ہوئے اور لاہور کے ہردلعزیز رئیس نواب محمد علی خاں قزلباش کے ہاں مقیم ہوئے۔ میر صاحب کو مرثیہ گوئی کا فن اپنے بلندپایہ خاندان سے ورثے میں ملا ہے اور آپ کی نازک خیالی سونے پر سہاگہ ہے۔

آپ کے لاہور میں وارد ہونے پر علامہ بھی ان کی دو مجلسوں میں شریک ہوئے تھے۔ ایک وہ مجلس جو نواب محمد علی خاں نے نواب پیلس میں منعقد کی تھی اور دوسری محلہ چہل بیبیاں میں نثار حویلی میں ہوئی تھی۔ اس میں شمولیت کی دعوت دینے کے لیے نواب صاحب موصوف خود بھی علامہ کے ہاں حاضر ہوئے تھے۔ اس مجلس میں کئی احباب شامل ہوئے تھے۔ خاص کر پروفیسر محمد دین تاثیر، راقم اور بعض دیگر احباب بھی موجود تھے۔ نواب صاحب نے علامہ سے یہ بھی بیان کیا تھا کہ میر جلیل کی خواہش ہے کہ اس مجلس میں لاہور کے اہل علم حضرات ضرور شرکت کریں۔ نواب صاحب نے بعض احباب کو چھپے ہوئے دعوت نامے بھی ارسال کیے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

نواب پیلس والی مجلس میں میر جلیل تین گھنٹے تک اپنا اور اپنے بزرگوں ، خاص کر میر انیس ، کا کلام پڑھتے رہے - یہ نشست اسی طرح تھی جس طرح اہلِ شیعہ کے ہاں محرم کی مجالس میں ہوتی ہے - تمام حضرات بہت متاثر ہوئے تھے اور خاص کر علامہ اقبال تو کئی دفعہ اشکبار ہوئے - اسی طرح محلہ چہل بیبیاں والی مجلس میں بھی علامہ نے مع احباب کے شرکت کی تھی - اس روز منشی سراج الدین صاحب کشمیر والے بھی موجود تھے اور اس محلے میں یہ مجلس ان کے مکان سے بالکل متصل ہوئی تھی - یہ مجلس بھی پورے تین گھنٹے تک جاری رہی تھی -

حضرتِ جلیل نے اپنا طبع زاد کلام بھی سنایا تھا جو سب مرثیے تھے - آپ کی عمر اس وقت ساٹھ سال سے متجاوز تھی مگر آپ کی آواز بالکل نوجوانوں کی سی تھی - ایسا رنگ جما کہ ایک ایک بند اور ایک ایک شعر پر احسنت و صلی علیٰ کے پھول برسائے گئے -

آپ کے لاہور میں وارد ہونے پر اہلِ لاہور کے ذوقِ سخن کو تازگی ملی اور آپ کی آمد مبارک تصور کی گئی - مجالس کا اہتمام نواب محمد علی خان قزلباش کی طرف سے کیا گیا - ان مجالس کے متعلق روزنامہ "زمیندار" کے ۲۶ اگست ۱۹۲۶ء کے شمارے میں ایک رپورٹ بھی شائع ہوئی تھی -

☆

۴۷

ناسازیِ طبیعت

عام طور پر ڈاکٹر سید محمد حسین ہر روز قریباً ۹ - ۱۰ بجے علامہ کی کوٹھی میں اپنے ٹانگے پر آتے اور بے تکلفی سے سیدھے زنانہ حصے میں جا کر خیر و عافیت دریافت کرتے ۔ وہ سیالکوٹ میں علامہ کے ہم مکتب رہ چکے تھے اور علامہ ان کی بے حد عزت کرتے تھے ۔ واپس جانے سے پہلے وہ علامہ کی خیریت بھی دریافت کرتے اور کہتے ''اقبال کیا حال ہے؟'' علامہ ادب سے جواب دیتے ''شاہ صاحب خیریت ہے ۔'' ایسا معلوم ہوتا تھا گویا یہ اس شخص کا اپنا گھر ہے ۔ دوائی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو علی بخش ان کے مطب واقع احمدیہ بلڈنگ سے لے آتا ۔ اقبال کے اپنے بعض احباب سے اسی طرح کے بے تکلفانہ تعلقات تھے جن کا عام لوگوں کو علم نہیں ہے ۔

ایک روز علامہ دردِ گردہ میں مبتلا تھے کہ مرحوم بشیر احمد ابنِ مولوی احمدالدین مزاج پرسی کے لیے آیا ۔ اقبال اس وقت اندرونِ خانہ تھے اور سکون حاصل کرنے کے لیے بلند آواز سے بیدل کی غزل کا یہ شعر بار بار دہرا رہے تھے :

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب جہاں
ہر چہ ما در کار داریم اکثرے درکار نیست

Marfat.com
Marfat.com

معلوم نہیں انھیں بشیر احمد کی آمد کا علم کیسے ہو گیا کہ اسی حالت میں باہر آ گئے۔ منشی طاہرالدین نے خیریت دریافت کی تو ان کو بھی جواب اسی شعر سے دیا۔ پھر بشیر احمد مرحوم سے اس طرح ملے جیسے ان کا اپنا لڑکا آ گیا ہو۔ اس کو جسم دبانے کی اجازت بھی نہ دی۔

ایک مرتبہ بیماری سے کچھ افاقہ تھا مگر ہائے ہائے برابر کر رہے تھے۔ منشی طاہر الدین نے دریافت کیا "خیر تو ہے؟" جواب دیا "میں ذرا بیماری کی یاد تازہ کر رہا ہوں۔"

میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں علامہ سے ملنے والوں کا [illegible] رہتا تھا اور علامہ اپنے ملاقاتیوں سے نہایت اخلاق سے پیش آتے تھے۔ میں نے اس کوٹھی کو کبھی مرمت ہوتے نہیں دیکھا۔ [illegible] جگہ دیواروں سے پلستر [illegible] کے موسم میں [illegible] تازہ تازہ [illegible] میں بیٹھے [illegible] ایک دیوار [illegible] تھی۔ [illegible] سے [illegible] [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

۴۸

سائمن کمیشن

ہندوستان کے سیاسی مستقبل کا یک طرفہ فیصلہ کرنے کی غرض سے انگریزوں نے ۷ نومبر ۱۹۲۷ء کو ایک کمیشن قائم کیا تھا جس میں کسی ہندوستانی کو نمایندگی کا حق نہیں دیا گیا تھا۔ اس کے تمام ممبر انگریز تھے اور صدر کا نام سر جان سائمن تھا۔ اس کمیشن نے پہلے ۳ فروری ۱۹۲۸ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۲۸ء تک اور پھر ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۸ء سے ۱۳ اپریل ۱۹۲۹ء تک ہندوستان بھر کے دورے کیے اور ہر مذہب و ملت اور ہر طبقۂ خیال کے رہنماؤں سے مل کر ان سے ان کے مافی الضمیر کے مطابق تحریری بیانات حاصل کیے۔ پھر ۱۹۳۰ء میں کمیشن کی رپورٹ دو جلدوں میں شائع کردی گئی۔

ہندوستان پہلے ہی سیاسی بحران کا شکار تھا۔ اس کمیشن کے قیام کا اعلان ہوا تو اس سے تعاون کے سوال پر مسلمان دو گروہوں میں بٹ گئے۔ اس بات کے خلاف سخت احتجاج کیا گیا کہ کمیشن میں کسی ہندوستانی کو نمایندگی کیوں نہیں دی گئی۔ چنانچہ علامہ اقبال نے بھی اس سلسلے میں ۹ نومبر ۱۹۲۷ء کو ایک بیان جاری کیا جو ۱۳ نومبر کے ''انقلاب'' میں شائع ہوا۔ اسی روز پنجاب مسلم لیگ

Marfat.com
Marfat.com

کہ ایک جلسہ میاں سر محمد شفیع کے مکان پر ہوا ۔ اس میں ایک قرارداد پیش ہوئی جس میں کہا گیا کہ سائمن کمیشن تمام ہندوستانی باشندوں کے مفاد کے لیے بالعموم اور مسلمانانِ ہند کے لیے بالخصوص نقصان کا باعث ہے اس لیے اس کے مقاطعے کا فیصلہ کیا جاتا ہے ۔ یہ قرارداد ملک برکت علی کی ترمیم کے ساتھ منظور ہوئی اور اخبارات میں بھی شائع ہو گئی ۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ، علامہ اقبال اس کمیشن کی ہیئت سے تو متفق نہیں تھے اور انہوں نے اس کے خلاف احتجاج بھی کیا تھا ، تاہم وہ اس بات کے حق میں بھی نہیں تھے کہ کمیشن سے سراسر بائیکاٹ کی پالیسی پر عمل کیا جائے ۔ اس سلسلے میں ان کا بیان "گفتار اقبال"[1] میں دیکھا جا سکتا ہے ۔

سائمن کمیشن کی یہ رپورٹ دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی ۔ پہلی جلد کے صفحات ۴۱۰ ہیں اور دوسری جلد ۳۴۴ صفحات پر مشتمل ہے ۔ اسے حکومت کی مرکزی پبلکیشن نے ۱۹۳۰ء میں شائع کیا تھا اور قیمت چار روپے تھی ۔

☆ ☆ ☆

۱- گفتار اقبال : مرتبہ محمد رفیق افضل ، شائع کردہ دانشگاہ پنجاب لاہور ، صفحات ۱۱۲ - ۱۱۳ ۔

Marfat.com
Marfat.com

۴۹

دوسری گول میز کانفرنس

(حضرتِ علامہ کا ایک فاضلانہ خطبہ)

ہندوستان کے سیاسی مستقبل سے متعلق انگریز نے تین گول میز کانفرنسیں لندن میں منعقد کی تھیں۔ یہ کانفرنسیں سائمن کمیشن کے بعد منعقد ہوئی تھیں۔ پہلی کانفرنس ۱۹ جنوری ۱۹۳۰ء کو ختم ہوئی، دوسری ۷ ستمبر ۱۹۳۱ء کو شروع ہو کر یکم دسمبر ۱۹۳۱ء تک رہی اور تیسری نومبر ۱۹۳۲ء سے شروع ہو کر ۲۴ دسمبر ۱۹۳۲ء تک رہی۔ دوسری اور تیسری کانفرنس میں علامہ شریک ہوئے تھے۔

پہلی کانفرنس میں جہاں کانگریس اور مسلم کانفرنس کے دوسرے اکابر نے حکومتِ برطانیہ کے مدبّرین سے گفت و شنید کی تھی، وہاں مولانا محمد علی جوہر بھی باوجود شدید علالت کے مع اپنی بیگم صاحبہ کے شریک ہوئے تھے۔ لندن کی اس گول میز کانفرنس میں مولانا نے آزادیِ وطن کے موضوع پر اپنی زندگی کی آخری تقریر کی تھی۔ آپ نے اپنی اس تقریر میں فرمایا تھا کہ میں لندن میں اس عزم کے ساتھ آیا ہوں کہ یہاں سے ہندوستان کی آزادی کا پروانہ لے کر جاؤں گا۔ میں نے عہد کیا ہے کہ یا تو وطن کی آزادی لے کر جاؤں گا ورنہ یہیں اپنی جان دے دوں گا۔ میں اپنی اہلیہ کو اس

Marfat.com
Marfat.com

لیے اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں تاکہ وہ میری موت کے بعد میری تجہیز و تکفین کا انتظام کریں ۔ معلوم نہیں کیسے وقت میں اور کس جذبے سے مولانا نے یہ الفاظ اپنی زبان سے کہے تھے کہ آزادی تو اس موقع پر نہ مل سکی مگر ۴ جنوری ۱۹۳۰ء کو وہیں لندن میں انہوں نے اپنی جان دے دی اور یوں ایک دور کا خاتمہ ہو گیا ۔ وہ ذیابیطس کے موذی مرض میں مبتلا تھے ۔ چنانچہ مولانا کا جسدِ خاکی مفتی اعظم فلسطین اپنے ہمراہ بیت المقدس لے گئے اور علامہ اقبال اور دیگر اکابر کے مشورے سے انہیں مسجدِ اقصیٰ کے ایک گوشے میں سپردِ خاک کر دیا گیا ۔ اس موقع پر علامہ نے فرمایا تھا :

خاکِ قدس او را بہ آغوشِ تمنا در [illegible]
سوئے گردوں رفت زاں راہے کہ پیغمبر گذشت

اس بطلِ حریت نے جس قدر اذیتیں اور صعوبتیں آزادی [illegible] کے لیے برداشت کیں وہ ایک الگ داستان ہے ۔ [illegible] سعادت انہیں نصیب ہوئی وہ اور کسی کے حصے میں [illegible] ان کی وفات کی خبر ہندوستان میں پہنچی تو ہر [illegible] روئے ۔ آج بھی ان کی یاد اور ان کی [illegible] ایک تازہ [illegible] نصیب ہوتا ہے ۔

اس کے بعد [illegible] میں دوسری [illegible] میں منعقد ہوئی جس میں علامہ اقبال نے بھی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] میں آپ نے [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

موقع پر متعدد علمی مجالس بھی منعقد ہوئی تھیں - سر فرانسس ینگ آس زمانے میں انڈین سوسائٹی لندن کے صدر تھے - اسی زمانے میں علامہ نے ایک مضمون اپنے استاد میک ٹیگریٹ کے متعلق لکھا تھا جو آپ کے زمانۂ طالب علمی (کیمبرج ۱۹۰۷ع) میں پروفیسر تھا - یہ مضمون انڈین سوسائٹی لندن کے مجلے میں طبع ہو چکا ہے - لندن میں متعدد حضرات نے آپ سے ملاقاتیں کی تھیں اور کئی انجمنوں نے آپ کے اعزاز میں جلسے کیے تھے - چنانچہ ایک متحد جلسہ انڈین سوسائٹی لندن کے زیراہتمام ہوا تھا جس کی صدارت سوسائٹی کے صدر سر فرانسس ینگ نے کی تھی - اس جلسے میں علامہ نے اپنی فارسی تصنیفات سے متعدد اشعار بھی سنائے تھے - اس جلسے کی رپورٹ مولانا غلام رسول مہر صاحب نے روزنامہ ''انقلاب'' کے لیے بھیجی تھی جو ۲۲ نومبر ۱۹۳۱ع کو شائع ہوئی تھی - اسے ہم یہاں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں - اس سے واضح ہوگا کہ علامہ نے کس طرح اپنے کلام کو مربوط طریق پر پیش کیا ہے :

''انڈیا سوسائٹی کی دعوت پر علامہ اقبال کا فاضلانہ خطبہ''

اپنے شعر اور فلسفے کی دلکشا تشریح و تفسیر

(مولانا مہر کا مکتوب)

شام کو پانچ بجے انڈیا سوسائٹی کی دعوت پر حضرت علامہ اقبال نے ایک عالمانہ خطبہ ارشاد فرمایا - سر فرانسس ینگ اس جلسے کے صدر تھے - صاحبِ موصوف نے نہایت موزوں الفاظ میں حضرت علامہ کا تعارف کرایا اور فرمایا کہ سرزمینِ مشرق کا نہایت بلند پایہ شاعر و فلاسفر آج اپنے کلام کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کرے گا -

حضرتِ علامہ نے خطبے کے آغاز میں فرمایا کہ بے شک میرے اشعار میں مختلف مسائل کے متعلق فلسفیانہ خیالات موجود ہیں لیکن میرا کوئی منظّم و مرتّب فلسفہ نہیں ہے - البتہ فلسفے کے ایک مسئلے

Marfat.com
Marfat.com

یعنی حیات بعد الممات کے ساتھ مجھے خاص دلچسپی رہی ہے ۔ میں انسان کے شاندار اور درخشاں مستقبل کا پختہ یقین رکھتا ہوں اور میرا عقیدہ ہے کہ انسان نظامِ کائنات میں ایک مستقل عنصر کی حیثیت حاصل کرنے کی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہے ۔ یہ عقیدہ میرے خیالات و افکار میں آپ کو عموماً جاری و ساری نظر آئے گا ۔ چنانچہ حضرتِ علامہ نے متعدد اشعار اس عقیدے کی توضیح کے سلسلے میں پیش فرمائے اور ان کا انگریزی ترجمہ سنایا :

فروغِ خاکیاں از نوریاں افزوں شود روزے
زمیں از گردشِ تقدیرِ ما گردوں شود روزے
خیالِ ما کہ او را پرورش دادند از طوفاں
ز گردابِ سپہرِ نیلگوں بیروں شود روزے
یکے در معنیِ آدم نگر ، از ما چہ مے پرسی
ہنوز اندر طبیعت مے خلد موزوں شود روزے
چناں موزوں شود ایں پیش پا افتادہ مضمونے
کہ یزداں را دل از تاثیرِ او پرخوں شود روزے

چناں بزی کہ اگر مرگِ ماست مرگِ دوام
خدا ز کردۂ خود شرمسار تر گردد

ازاں مرگے کہ می آید چہ باک است
خودی چوں پختہ شد از مرگ پاک است

اس کے بعد حضرتِ علامہ نے فرمایا کہ پروفیسر [illegible] آرنلڈ نے شاعری کی تعریف یہ کی ہے کہ یہ زندگی کا انتقاد ہے (Criticism of Life) ۔ میں اس کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں بشرطیکہ لفظ "زندگی" [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

ڈیوائن لائف کا انتقاد کہا جائے ۔ پھر حضرت علامہ نے ڈیوائن لائف کے انتقاد کے اسلوب و انداز کی وضاحت کرتے ہوئے ذیل کے اشعار مع ترجمہ سنائے :

این جہاں چیست صنم خانۂ پندار من است
جلوۂ او گرو دیدۂ بیدار من است
ہستی و نیستی از دیدن و نادیدن من
چہ زمان و چہ مکاں شوخیِ افکار من است
ساز تقدیرم و صد نغمۂ پنہاں دارم
ہر کجا زخمۂ اندیشہ رسد، تار من است
اے من از فیض تو پایندہ، نشانِ تو کجاست ؟
این دو گیتی اثر ماست ، جہانِ تو کجاست ؟

حسن و زوال :

پھر حضرت ممدوح نے اپنی نظموں میں سے تین مختلف ٹکڑے اپنی شاعری کے عام انداز و اسلوب کی وضاحت کے سلسلے میں پیش کیے ۔ سب سے پہلی اردو کی نظم "حسن" تھی ۔ آپ نے فرمایا کہ آج سے تقریباً ۲۵ سال پیشتر کیمبرج میں یہ نظم لکھی گئی تھی ۔ اصل خیال جرمن شاعر سے لیا گیا تھا لیکن میں نے اس کو بہت وسیع کر دیا :

خدا سے حسن نے اک روز یہ سوال کیا
جہاں میں کیوں نہ مجھے تو نے لازوال کیا
ملا جواب کہ تصویر خانہ ہے دنیا
شبِ دراز عدم کا فسانہ ہے دنیا
ہوئی ہے رنگ تغیّر سے جب نمود اس کی
وہی حسیں ہے، حقیقت زوال ہے جس کی

Marfat.com
Marfat.com

حضرت نے فرمایا کہ یہاں تک جرمن شاعر کا خیال تھا۔ آگے جو کچھ ہے، وہ میرا ہے :

کہیں قریب تھا، یہ گفتگو قمر نے سنی
فلک پہ عام ہوئی، اخترِ سحر نے سنی
سحر نے تارے سے سن کر سنائی شبنم کو
فلک کی بات بتا دی زمیں کے محرم کو
چمن سے روتا ہوا موسمِ بہار گیا
شباب سیر کو آیا تھا، سوگوار گیا

حور و شاعر :

دوسری نظم ''حور و شاعر'' سنائی جس کے اشعار درج ذیل ہیں :

حور :

نہ بہ بادہ میل داری، نہ بہ من نظر کشائی
عجب این کہ تو نہ دانی رہ و رسمِ آشنائی
ہمہ ساز جستجوئے، ہمہ سوز آرزوئے
نفسے کہ می گدازی، غزلے کہ می سرائی
بہ نوائے آفریدی، چہ جہانِ دلکشائے
کہ ارم بہ چشم آید چو طلسم سیمیائی

شاعر :

دلِ رہروان فریبی، بہ کلام نیشداری
مگر این کہ لذتِ او نرسد بہ نیش خاری
چہ کنم کہ فطرتِ من بہ مقام در نسازد
دلِ ناصبور دارم چو صبا بہ لالہ زاری

Marfat.com
Marfat.com

چو نظر قرار گیرد بہ نگار خوبروئے
تپد آں زماں دلِ من پئے خوب تر نگارے

ز شرر ستارہ جویم ، ز ستارہ آفتابے
سرِ منزلے نہ دارم کہ بمیرم از قرارے

چو ز بادۂ بہارے ، قدحے کشیدہ خیزم
غزلے دگر سرایم بہ ہوائے نوبہارے

طلبم نہایتِ آں کہ نہایتے نہ دارد
بہ نگاہِ ناشکیبے ، بہ دلِ امیدوارے

دلِ عاشقاں بمیرد بہ بہشتِ جاودانے
نہ نوائے دردمندے ، نہ غمے ، نہ غمگسارے

بوئے گل :

تیسری نظم 'بوئے گل' تھی :

حورے بہ کنجِ گلشنِ جنت تپید و گفت
مارا کسے ز آنسوئے گردوں خبر نہ داد

ناید بہ فہمِ من سحر و شام و روز و شب
عقلم ربود ایں کہ بہ گویند مُرد و زاد

گردید موجِ نکہت و از شاخِ گل دمید
با ایں چنیں بہ عالمِ فردا و دی نہاد

وا کرد چشم و غنچہ شد و خندہ زد دمے
گل گشت و برگ برگ شد و بر زمیں فتاد

زاں نازنیں کہ بند زپایش کشادہ اند
آہے است یادگار کہ بُو نام دادہ اند

Marfat.com
Marfat.com

اسرارِ خودی ، رموزِ بیخودی ، پیامِ مشرق :

یہ تین نظمیں سنانے کے بعد حضرتِ علامہ نے اپنی فارسی تصانیف کی مختصر سی کیفیت بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا [illegible] میری مثنوی ''اسرارِ خودی'' کا ترجمہ پروفیسر نکلسن انگریزی زبان میں کر چکے ہیں۔ اس لیے اس کے متعلق مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میری دوسری مثنوی ''رموزِ بے خودی'' ہے۔ ''اسرارِ خودی'' فرد کی زندگی سے تعلق رکھتی ہے اور ''رموزِ بے خودی'' میں [illegible] اور جماعتوں کی زندگی کے اسرار و معارف بیان کیے گئے ہیں۔ [illegible] تیسری تصنیف ''پیامِ مشرق'' ہے جو گوئٹے کے دیوان [illegible] اسلوب پر لکھی گئی تھی۔ اس کے بعض حصوں میں [illegible] اور گوئٹے کا جواب ہے۔ [illegible] رباعیات ہیں جو مشہور صوفی شاعر بابا طاہر عریاں کے تتبع میں لکھی گئی ہیں۔ [illegible] اور نیچر کی بحث کے متعلق یہ رباعی :

بہ یزداں روزِ محشر برہمن گفت
فروغِ زندگی تابِ شرر بود
ولیکن گر نرنجی با تو گویم
صنم از آدمی پایندہ تر بود

ندانے جلوہ [illegible]
[illegible] جانِ تو [illegible]
قدم در جستجوئے آدمی زن
خدا ہم در تلاشِ آدمی ہست

اس کتاب میں یورپین مسائل کے متعلق بھی نظمیں ہیں۔ [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

جس زمانے میں سمندروں کی آزادی پر بحث ہو رہی تھی، میں نے اس مسئلے کے متعلق لکھا تھا :

بطے سی گفت بحر آزاد گردید
چنیں فرماں ز دیوانِ خضر رفت
نہنگے گفت رو ہر جا کہ خواہی
ولے از ما نباید بے خبر رفت

''زبورِ عجم'' کے معانیِ عالیہ :

''پیامِ مشرق'' کے بعد میری تصنیف ''زبورِ عجم'' شائع ہوئی جس کے تین حصے ہیں : اول غزلیات، دوم گلشنِ راز، سوم بندگی نامہ۔ حصہ اول پھر تین حصوں میں منقسم ہے : اول خدا، دوم انسان، سوم بزمِ قدرت۔ ''گلشنِ راز'' سے آپ آگاہ ہوں گے اس لیے کہ اس کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہ ایران کے مشہور صوفی اور فلاسفر محمود شبستری کی مثنوی ہے۔ خراسان کے باشندوں نے محمود سے تیرہ سوال کیے تھے جن کا جواب ترتیب وار اس نے 'گلشن راز' میں دیا ہے۔ میں نے ان میں سے نو سوال لیے ہیں اور موجودہ زمانے کے مقتضیات و احوال کو مدِ نظر رکھ کر ان کا جواب دیا ہے۔ اس ضمن میں یورپ کی جمہوریت، مذہب و سیاست کی علیحدگی اور اس قسم کے بہت سے اہم مسائل زیرِ بحث آئے ہیں۔ مثلاً جمہوریت کے متعلق میں نے لکھا ہے :

فرنگ آئینِ جمہوری نہاد است
رسن از گردنِ دیوے کشاد است
گروہے را گروہے در کمین است
خدایش یار گر کارش چنین است

Marfat.com
Marfat.com

مذہب و سیاست کی علیحدگی کے متعلق لکھا ہے :

خرد را با دلِ خود ہم سفر کن
یکے بر ملّتِ تُرکاں نظر کن
بہ تقلیدِ فرنگ از خود رمیدند
میانِ ملک و دیں ربطے نہ دیدند
بہ کف بردن جہانِ چار سو را
مقامِ نور و صوت و رنگ و بو را
فزودن لم، شمِ او بیش کردن
دگرگوں بر مرادِ خویش کردن
بہ رنج و راحتِ او دل نہ بستن
طلسمِ نُہ سپہرِ او شکستن
فرو رفتن چو پیکاں در ضمیرش
[illegible]
شکوہِ خسروی این است این است
ہمیں ملک است کو توأم بدین است

''عشق را جوہر ...'' [illegible]
''بندگی نامہ'' [illegible]

''جاوید نامہ'' کا ذکر :

[illegible]
مغربی [illegible] ہے [illegible]
یہ حقیقت میں انسان [illegible]
یورپ کی ''دماغی [illegible]'' ہے [illegible] ہے

Marfat.com
Marfat.com

مختلف ستاروں کی سیر کرتا ہے اور اس میں مختلف مشاہیر کی روحوں سے مل کر ان سے باتیں کرتا ہے ۔ پھر جنّت میں جاتا ہے اور آخر میں خدا کے سامنے پہنچتا ہے ۔ اس تصنیف میں دورِ حاضر کے تمام جماعتی ، اقتصادی ، سیاسی ، مذہبی ، اخلاقی اور اصلاحی مسائل زیرِ بحث آ گئے ہیں ۔ اس میں صرف دو شخصیتیں یورپ کی آئی ہیں : اوّل کچنر ، دوم نطشا ۔ باقی تمام شخصیتیں ایشیا کی ہیں ۔ ڈانٹے نے اپنا رفیقِ سفر یا خضرِ طریق "ورجل" کو بنایا تھا ۔ میرے رفیقِ سفر یا خضرِ طریق "مولانا روم" ہیں ۔ میں اس تصنیف میں سے صرف ایک دو مثالیں ہی پیش کر سکتا ہوں : مثلاً چاند میں ہندوستان کے مشہور ہندو صوفی وشوامتر سے ملاقات ہوتی ہے جس کا نام میں نے "جاوید نامہ" میں "جہاں دوست" رکھا ہے ، اس لیے کہ وشوامتر کے معنی جہاں دوست کے ہیں ۔ وشوامترؔ سے جو باتیں ہوئیں ، انھیں میں نے "نہ تا سخن از عارفِ ہندی" کے عنوان سے پیش کیا ہے :

گفت مرگِ عقل ؟ گفتم ترکِ فکر
گفت مرگِ قلب ؟ گفتم ترکِ ذکر
گفت آدم ؟ گفتم از اسرارِ اوست
گفت عالم ؟ گفتم او خود روبروست
گفت ایں علم و ہنر ؟ گفتم کہ پوست
گفت حجّت چیست ؟ گفتم روئے دوست
گفت دینِ عامیاں ؟ گفتم شنید
گفت دینِ عارفاں ؟ گفتم کہ دید

کچنر اور فرعون :

آپ حیران ہوں گے کہ کچنر اس ضمن میں کیسے آ گیا ہے ؟

Marfat.com
Marfat.com

"جاوید نامہ" میں کچنر اور فرعون آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ فرعون، کچنر کو طعنہ دیتا ہے کہ یورپ کے لوگ بڑے بے رحم اور بڑے بے درد ہیں۔ انھوں نے ہماری قبریں تک کھود ڈالی ہیں۔ کچنر جواب دیتا ہے کہ ہمارا مقصد سائنس کی خدمت ہے۔ علم آثار کی خدمت ہے۔ قبریں اس لیے کھودی گئی ہیں کہ معلوم ہو کہ آج سے تین چار ہزار سال قبل دنیا کی حالت کیا تھی۔ فرعون اس تشریح کے جواب میں کہتا ہے:

قبرِ ما را علم و حکمت بر کشود
لیکن اندر تربتِ مہدی چہ بود؟

(قارئینِ کرام کو معلوم ہو کہ لارڈ کچنر کی قیادت میں جب انگریز امِ درمان پر قابض ہوئے تھے تو مشہور ہے کہ انھوں نے سوڈان کی تحریکِ آزادی کے عظیم رہنما حضرت مہدی سوڈانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر تک کھدوا ڈالی تھی۔ اوپر کے شعر کے آخری مصرع میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے)۔

الواحِ اربعہ:

حضرتِ علامہ نے فرمایا کہ ایک مقام پر [illegible] لکھی ہیں: لوحِ بُدھ، لوحِ مسیح، لوحِ زرتشت اور [illegible] لوحِ مسیح میں ٹالسٹائی کا ایک خواب ہے۔ لوحِ [illegible] تصوف کے مشہور مسئلہ فضیلتِ نبوت بر ولایت [illegible] کے متعلق بحث ہے۔ لوحِ بُدھ کا مضمون یہ ہے کہ [illegible] بڑے ہیں۔ ابوجہل کی روح کعبہ میں زاری کرتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے شکایت کرتی ہے کہ انھوں نے [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

کو برباد کردیا ، ہماری خاندانی بلند پایگی زائل کر ڈالی اور مساوات کی تعلیم دینی شروع کردی جو مزدکیوں سے حاصل کی گئی ہے وغیرہ -

مسٹر عبداللہ یوسف علی کی تقریر :

آخر میں حضرتِ علامہ نے فرمایا کہ وقت بہت کم تھا ، اس لیے کہ آج اسی وقت لارڈ اروِن اور لیڈی اروِن کی طرف سے بھی ایک پارٹی ہے جس میں بعض دوستوں کو جانا ہے اور خود مجھے بھی جانا ہے ، اس لیے میں اس لکچر کو ختم کرتا ہوں - سر فرانسس ینگ ہسبینڈ نے آخر میں پھر حضرتِ علامہ کا شکریہ ادا کیا اور مسٹر عبداللہ یوسف علی کو صدرِ جلسہؔ بنا کر صاحبِ موصوف چلے گئے - مسٹر عبداللہ یوسف علی نے سب سے پہلے حاضرین سے کہا کہ اگر کسی صاحب کو حضرتِ علامہ اقبال سے سوال کرنا ہو تو کرے - ایک صاحب نے ایک دو سوالات انسانی ''انا'' یا خودی کے متعلق پوچھے - اس کے بعد خود مسٹر عبداللہ یوسف علی نے حضرتِ علامہ کے بعض اشعار پڑھ کر ان کی تشریح کی - آخر میں کہا کہ حضرت علامہ فرانس کے شاعر اور ڈرامہ نُسٹ پال کلوڈے سے مشابہت رکھتے ہیں جو اس وقت زندہ ہے ، لیکن افسوس کہ انگلستان کے لوگ اس سے زیادہ باخبر نہیں ہیں - پال کلوڈے کی تصانیف کی دو خوبیاں ہیں : اولاً وہ جو کچھ لکھتا ہے ، مثل کے رنگ میں لکھتا ہے - ثانیاً وہ رومن کیتھولک مذہب کے کسی خیال کو لے کر موجودہ زمانے کے حقائق کے رنگ میں بیان کرتا ہے - اس کے تمام جذبات کا محرک دین کا احیا ہے - یہی دو خصوصیتیں میرے خیال میں حضرت علامہ

Marfat.com
Marfat.com

اقبال کی ہیں ۔ آخر میں مسٹر عبداللہ یوسف علی نے دوبارہ حضرتِ علامہ کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ۲ نومبر کو حضرت کے اعزاز میں جس خاص تقریب کا انتظام کیا گیا ہے ، امید ہے کہ اس تقریب میں ہمیں حضرتِ علامہ سے استفادے کا مزید موقع ملے گا ۔ سات بجے کے قریب یہ صحبت ختم ہوئی ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۵۰

مولوی محمد شفیع داؤدی

آپ صوبہ بہار کے رہنے والے تھے - پٹنے میں ان کا مکان تھا جہاں راقم نے بھی ایک مرتبہ قیام کیا تھا - مشہور سیاسی کارکن تھے اور اکثر اسمبلیوں کے رکن منتخب ہوتے رہے تھے - ۱۹۳۱ء میں جب علامہ اقبال دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کی غرض سے لندن گئے تھے تو مولوی محمد شفیع داؤدی کو بھی گورنمنٹ نے اس کانفرنس میں بھیجا تھا - اس موقعے پر مولانا غلام رسول مہر مرحوم بھی حضرت علامہ کے ہمراہ تھے - مولوی صاحب بڑے دلچسپ آدمی تھے - کانفرنس کے موقعے پر ان کی نشست و برخاست بیشتر علامہ کے ساتھ رہتی تھی اور علامہ ہمیشہ انھیں اپنی حسِ مذاح کا نشانہ بنائے رکھتے تھے - اس موقعے پر مولوی صاحب سے بہت سے لطیفے سرزد ہوئے جنھیں حضرتِ علامہ مزے لے لے کر اپنے دوستوں کو سنایا کرتے تھے - ایک روز فرمانے لگے کہ کانفرنس کے دنوں میں ایک دن صبح ہی صبح ایک لیڈی نے مولوی صاحب کو ٹیلیفون کیا اور بتایا کہ آدھے گھنٹے کے بعد ایک جلسہ ہو رہا ہے جس میں آپ کی شرکت نہایت ضروری ہے - مولوی صاحب نے انگریزی میں جواب دیا کہ I am not yet dressed - لیڈی ان کی انگریزی سے بہت

Marfat.com
Marfat.com

محظوظ ہوئی اور پوچھنے لگی Dressed ?—Are you a . . . or what ۔
مولوی صاحب بہت پریشان ہوئے کہ کیا جواب دیں۔ پھر جب انہوں نے علامہ سے اس گفتگو کا ذکر کیا تو وہ بہت ہنسے اور دیر تک انہیں Dressed up کے معنی سمجھاتے رہے۔

مولوی محمد شفیع صاحب جب کانفرنس سے فارغ ہوئے تو پیرس دیکھنے کا ارادہ کیا اور حضرتِ علامہ سے درخواست کی کہ پیرس میں اپنے کسی جاننے والے کے نام رقعہ دے دیجیے تاکہ وہ مجھے پیرس کی سیر کرا دے۔ چنانچہ علامہ نے انہیں اقبال شیدائی کے نام رقعہ دے دیا اور وہ پیرس پہنچ گئے۔ اقبال شیدائی نے انہیں پیرس کی خوب سیر کرائی، مولوی صاحب اس سیر سے کچھ زیادہ مطمئن نہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ شیدائی صاحب! "اصلی پیرس" کی سیر ابھی ہونی ہے۔ "اصلی پیرس" سے ان کی مراد کلب رقص وغیرہ سے تھی۔ چنانچہ شیدائی صاحب نے ان کی یہ خواہش بھی پوری کر دی۔ مگر بقول شیدائی کے وہ وہاں کے ہر عمل میں [illegible] چاہتے تھے۔ چند روز بعد جب علامہ اقبال خود بھی پیرس پہنچے تو اقبال شیدائی نے وہ تمام گفتگو، جو مولوی صاحب سے ہوئی تھی، من و عن انہیں سنا دی جس پر حضرت علامہ [illegible] محظوظ ہوئے اور بہت [illegible] رہے۔

ایک مرتبہ حضرتِ علامہ نے فرمایا [illegible] واپسی پر جب ہم عدن کی بندرگاہ [illegible] تماشہ کرنے آئے۔ یہاں چھوٹے چھوٹے [illegible] سے سکے پھینکنے کے کرتب دکھاتے تھے [illegible] چھوٹے چھوٹے سکے سمندر میں پھینکے [illegible] سے غوطہ لگا کر وہ پیسے دانتوں میں پکڑ کر باہر نکال لاتے [illegible]

پھر انھیں اپنے منہ میں رکھ لیتے ۔ ہم لوگ یہ تماشا دیکھ رہے تھے کہ دفعتاً مولوی شفیع داؤدی صاحب کے چیخنے کی آواز آئی ۔ وہ ان لڑکوں کو مخاطب کر کے مختلف آیتیں پڑھے جا رہے تھے ۔ پہلے تو وہ لڑکے کچھ نہ سمجھے مگر جب مولوی صاحب نے عین اپنے سامنے سمندر کی طرف بار بار ہاتھ سے اشارہ کیا تو ایک لڑکے نے وہیں غوطہ لگایا اور تھوڑی دیر بعد پانی میں بھیگی ہوئی ایک کتاب نکال لایا اور اسے مولوی صاحب کی طرف اچھال دیا ۔ ہوا دراصل یوں تھا کہ جب ہم لوگ لڑکوں کے کرتب دیکھ رہے تھے تو مولوی صاحب کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی جو عالم محویت میں ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر سمندر میں جا پڑی ۔ چونکہ مولوی صاحب عربی زبان سے ناواقف تھے لہٰذا پریشانی اور بدحواسی کے عالم میں ، لڑکوں کو مخاطب کرنے کے لیے ، انھوں نے عربی کے وہ تمام فقرے اور آیات پڑھ ڈالیں جو انھیں یاد تھیں ۔ مثلاً "یا شیخ ! یا شیخ ـــــ ذالک الکتاب لا ریب فیہ ـــــ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ـــــ ان اللہ علی کل شیئی قدیر" وغیرہ ۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ جب ہمیں اصل صورت حال کا علم ہوا تو ہم ہنستے ہنستے لوٹ گئے ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۵۱

اٹلی اور مصر و فلسطین کی سیاحت

علامہ اقبال جب ۱۹۳۱ء کی دوسری گول میز کانفرنس سے فارغ ہوئے تو مقررہ پروگرام کے تحت موتمر عالم اسلامی (بیت المقدس، فلسطین) میں شرکت کے لیے روانہ ہوئے۔ فلسطین پہنچنے سے [illegible] دراصل فرانس، اٹلی اور مصر (قاہرہ) کے راستے طے ہوا [illegible] اٹلی میں آپ نے امیر امان اللہ خان اور مسولینی سے ملاقات کی [illegible] پھر وہاں سے قاہرہ آ گئے۔ آپ نے شیخ جامعہ الازہر [illegible] ملطوط [illegible] اپنی آمد کا خط لکھا تھا اور ملاقات کی خواہش [illegible] چنانچہ جامعہ کے پروفیسر عبدالوہاب عزام [illegible] گئے (یہ صاحب پاکستان بن جانے کے بعد پاکستان میں مصر [illegible] کے سفیر بھی رہ چکے ہیں)۔ انھوں نے علامہ کے [illegible] ہفتہ وار اخبار ''السیاسۃ'' میں تین نہایت [illegible] تھے۔ آپ فارسی زبان کے بھی عالم تھے [illegible] علامہ [illegible] ''پیام مشرق'' [illegible] عربی میں ترجمہ [illegible] پاکستان میں [illegible] ''السیاسۃ'' میں [illegible]

عنایت کیے تھے۔ اخبار ''السبوعہ'' اقبال اکیڈمی میں محفوظ ہے۔ قاہرہ میں علامہ نے پروفیسر عزام پاشا کے کہنے پر لیکچر بھی دیے تھے۔

چنانچہ ان ملکوں کی سیاحت کے بعد ڈاکٹر صاحب ۵ دسمبر ۱۹۳۱ء کو بذریعۂ ریل فلسطین پہنچے اور بیت المقدس میں مؤتمر عالمِ اسلامی میں شرکت فرما کر ایک دلآویز عالمانہ تقریر فرمائی۔ مؤتمر میں علامہ کی شرکت دراصل مفتیِ اعظم فلسطین سیّد امین الحسینی کی مساعیِ جمیلہ کا ثمرہ تھی جن کا ڈاکٹر صاحب بہت احترام کرتے تھے۔ وہ اس کانفرنس کے ذریعے فلسطین میں یہودیوں اور عیسائیوں کی عرب دشمنی اور مسلم کش پالیسیوں کے خلاف تمام دنیائے اسلام کی رائے عامہ بیدار کرنا چاہتے تھے۔ علامہ کی تقریر کا موضوع ''اتحاد بین المسلمین'' تھا جو ایک یادگار تقریر تھی۔

اس کانفرنس کے بعد آپ نے بیت المقدس اور فلسطین کے آثارِ قدیمہ بھی دیکھے جن کا وہ اکثر احباب سے ذکر کیا کرتے تھے۔ قرآن کریم کی آیت ''یخرجونہم من النور الی الظلمات'' کی تشریح یوں کیا کرتے تھے کہ اسلام نے دنیا میں نور اسلام پھیلایا ورنہ اس سے پیشتر یہ دنیا ظلمات یعنی اندھیروں میں لپٹی ہوئی تھی۔ گفتگو میں وہ اکثر وہاں کے آثار کا ذکر کیا کرتے تھے۔

بیت المقدس میں آپ نے مولانا محمد علی جوہر کی قبر پر فاتحہ بھی پڑھا تھا۔ پھر فلسطین سے ۱۵ دسمبر کو بمبئی کے لیے روانہ ہوئے اور بمبئی پہنچ کر خلافت ہاؤس میں قیام فرمایا۔ ۳۰ دسمبر کو آپ لاہور کے لیے روانہ ہوگئے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۵۲

تیسری گول میز کانفرنس

(سید امجد علی کی رفاقت)

لاہور کے معروف گھرانوں میں سید مراتب علی شاہ کا خاندان ایک ممتاز خاندان شمار ہوتا ہے۔ ۱۹۳۲ء میں جب علامہ اقبال نے تیسری گول میز کانفرنس میں ہندوستان کے سیاسی مسئلوں پر غور و خوض کرنے کے لیے انگلستان کا سفر اختیار کیا تو سید امجد علی [illegible] آپ کے رفیقِ سفر تھے۔ سید امجد علی صاحب [illegible] کے آنریری سیکرٹری کی حیثیت سے گول میز کانفرنس میں شریک ہوئے تھے۔ وہ آخر تک علامہ کے ساتھ رہے۔ انھوں نے ایک [illegible] لاہور سے سفر شروع کیا۔ بمبئی پہنچے تو افغانستان کے قونصل خانے کے [illegible] مسٹر سلجوقی نے آپ کا استقبال کیا۔ قیامِ بمبئی کے دوران میں [illegible] عطیہ بیگم کے ہاں بھی سید امجد علی کے ہمراہ گئے۔ [illegible] اٹلی جہاز میں سوار ہوئے۔ [illegible] تھے۔ جب وینس پہنچے تو علامہ اقبال نے [illegible] ریل اختیار کی [illegible] دونوں حضرات [illegible]

پیرس کے [illegible] مجتہد [illegible] سردار [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

کے خاص احباب میں سے تھے - علامہ نے پیرس پہنچ کر سابقہ پروگرام کے تحت نپولین بوناپارٹ کا مقبرہ دیکھا اور اس کے بعد پروفیسر لوئی میسینیون سے ملاقات کی - امراؤ سنگھ اور سید امجد علی بھی آپ کے ہمراہ رہے - اس ملاقات میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی کتاب ''فصوص الحکم'' پر گفتگو ہوئی اور نظریہ' وحدت الوجود زیر بحث آیا - سردار امراؤ سنگھ کی لڑکی امرتا شیر گل اس زمانے میں وہاں کے ایک اعلیٰ آرٹ کالج میں مصوری کی تعلیم حاصل کر رہی تھی جو بعد میں ہندوستان کی مایہ' ناز مصور بنی - امراؤ سنگھ نے ''اے وائس فرام دی ایسٹ'' (نواب ذوالفقار علی خاں نے علامہ کے متعلق انگریزی میں یہ کتاب لکھی تھی) کا مقدمہ بھی انگریزی زبان میں لکھا تھا - قیام پیرس کے دوران میں آپ کی ملاقات مسٹر اقبال شیدائی اور ان کی اہلیہ سے بھی ہوئی تھی جو ایک فرانسیسی خاتون تھیں - پیرس سے فارغ ہو کر یہ حضرات لندن پہنچ گئے - لندن میں آپ ملکہ این کے محل میں فروکش ہوئے تھے اور وہیں سب احباب آپ سے ملاقات کی غرض سے آتے تھے - نو مسلم خالد شیلڈرک اور جان برائٹ نے یہاں آپ کا استقبال کیا تھا -

لندن میں ڈاکٹر صاحب کے اعزاز میں نیشنل لیگ آف لندن کی جانب سے سینٹ جیمز پیلس میں ایک استقبالیہ دعوت کا انتظام ہوا جس میں متعدد اہل علم نے شرکت کی تھی - اس دعوت میں سر آغا خاں اور گول میز کانفرنس کے بیشتر شرکا کے علاوہ بعض رؤسائے غیر ممالک نے بھی شرکت کی تھی - اس استقبالیے میں علامہ نے اسلامی نقطۂ نگاہ سے اور مسلمانوں کی خدمات کے ضمن میں ایک شاندار تقریر کی تھی - میں بھی اس دعوت میں موجود تھا - سید [illegible] شاہ نے اس کانفرنس کے انعقاد میں بہت کوشش کی تھی - لارڈ

Marfat.com
Marfat.com

لیمنگٹن ، جو صوبہ بمبئی کے گورنر رہ چکے تھے ، اس کانفرنس کے صدر تھے اور انھوں نے ایک تقریر بھی کی تھی ۔ اس جلسے کی تمام مطبوعہ کارروائی اقبال اکیڈمی میں موجود ہے ۔

ان ایام میں علامہ لندن میں بیمار پڑ گئے تھے اور ان کی ناک پر ، بالکل کونے میں ، ایک پھوڑا سا پیدا ہو گیا تھا جس نے آپ کو بہت پریشان کیا تھا ۔ اس کی وجہ سے کچھ بخار بھی آپ کو ہو گیا ۔ اس وقت ڈاکٹر رحمت اللہ قریشی ، جو ایبٹ آباد کے باشندے تھے ، لندن میں پریکٹس کرتے تھے اور انھوں نے ہی آپ کا علاج کیا تھا ۔ مجھے یاد ہے کہ ان کی ہدایت کے مطابق میں اور [illegible] علامہ کی ناک پر ٹکور کیا کرتے تھے مگر تکلیف بڑھتی جا رہی تھی ۔

ایک شام بعض اراکین کانفرنس ، جن میں سر [illegible] ، ملک عمر حیات خان ٹوانہ ، سر ظفر اللہ خان اور سر [illegible] شامل تھے ، آپ کی مزاج پرسی کے لیے آئے [illegible] ہمدردانہ [illegible] ۔ [illegible] عمر حیات [illegible] پنجابی زبان میں [illegible] ایک دوست [illegible]

[illegible]

کیونکہ اس روز آپ بہت بے چین تھے - میں نے اور سید امجد علی نے ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق عمل کیا تو علامہ کو نیند آ گئی - جب وہ سو گئے تو میں سید امجد علی کو ان کے پاس چھوڑ کر اپنے گھر واپس آ گیا مگر لندن کی بسوں سے مایوس ہو کر مجھے تمام راستہ پیدل چلنا پڑا -

علامہ کے شفایاب ہونے پر سید امجد علی شاہ نے اکیلے یورپ کی سیاحت کا پروگرام بنایا - اس پروگرام میں آسٹریا کا شہر وئنا بھی شامل تھا جس کے متعلق علامہ نے کہا کہ وہاں کے گرم حمام بہت مشہور ہیں - چنانچہ جب وہ واپس آئے تو اپنا سفرنامہ علامہ کو سنایا جس سے علامہ بہت محظوظ ہوئے - انھوں نے واپس آ کر تمام بل وغیرہ ، جو علامہ کے نام تھے ، ادا کر دیے کیونکہ علامہ کا تمام حساب کتاب سفر میں وہی کرتے تھے - سید امجد علی شاہ صاحب کی وجہ سے علامہ صاحب بہت آرام سے رہے -

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۵۳

پروفیسر لوئی میسنگ نون

میں نے جب ایک روز علامہ اقبال سے دوران گفتگو [illegible] کہ میرے پاس ''فصوص الحکم'' مصنفہ شیخ اکبر محی الدین [illegible] کا ایک قلمی نسخہ ہے تو آپ نے اس کے مطالعے کی خواہش [illegible] جب علامہ کسی کتاب کی بابت سنتے تھے تو اس [illegible] بے چین ہو جاتے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اس [illegible] خط بھی لکھا:

''۲۲ اکتوبر ۱۹۳۲ء

ڈیر ماسٹر عبداللہ!

آپ ''فصوص الحکم'' کا قلمی نسخہ [illegible]
ہے۔ ایک دن کے لیے مرحمت فرمائیں [illegible]
دیکھتے ہی مجھ تک پہنچا دیجیے [illegible]

بات دراصل یہ تھی کہ ان دنوں علامہ اقبال مسئلہ [illegible] پر تحقیق کر رہے تھے اور اس کتاب [illegible] مسئلے کے [illegible] مطالعہ کرنا چاہتے تھے۔ [illegible] سے بنیادی تعلق تھا۔ اس مسئلے نے [illegible] الجھا دیا تھا۔ چنانچہ جب علامہ ۱۹۳۲ء میں [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

کے سلسلے میں یورپ گئے تو آپ نے پیرس میں فرانسیسی پروفیسر میسنگ نون سے بھی ملاقات کی اور گفتگو کا موضوع یہی مسئلہ تھا ۔ آپ کے نزدیک یورپ میں مسئلۂ وحدت الوجود کو لوگوں نے اپنے لیے سہارا بنا لیا تھا ۔ علامہ نے اس عقیدے کی محض اسلامی نقطۂ نظر سے مخالفت کی ہے ۔ جب میں یورپ میں تھا تو آپ نے پروفیسر میسنگ نون کا ذکر کرتے ہوئے مجھے مندرجہ ذیل خط لکھا تھا :

"ــــ آج کل پیرس میں خوب موسم ہوگا ۔ قادیان کے احمدیوں میں خانہ جنگی ہو رہی ہے اور خلیفۂ قادیان پر ان کے باغی مریدوں کی ایک جماعت نے نہایت فحش الزام لگائے ہیں ۔ نقضِ امن کے احتمال سے وہاں کل سے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کیا گیا ہے ۔ سید راس مسعود وزیرِ معارف بھوپال دفعتاً اس جہانِ فانی سے انتقال فرما گئے ہیں ۔ خدا تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت کرے ۔ بڑے مخلص اور دردمند آدمی تھے ۔ پروفیسر میسنگ نون سے آپ کی ملاقات ہو تو میری طرف سے ان کی خدمت میں سلام عرض کیجیے ۔ والسلام

محمد اقبال"

میں پروفیسر میسنگ نون سے اپنے قیامِ پیرس کے دوران میں ۱۹۳۲ء میں ملا ہوں اور کالج میں مڈل ایسٹ پر ان کا لیکچر بھی سنا ہے ۔ پیرس کے علمی حلقوں میں ان کو بہت شہرت حاصل تھی اور مشرقِ وسطیٰ پر ان کو محقق تصور کیا جاتا تھا ۔ انہوں نے مسئلۂ فلسطین اور یہودیوں کی مشرقِ وسطیٰ میں سرگرمیوں پر تحقیق کی ہے اور اس موضوع پر کالج میں لیکچر بھی دیے ہیں ۔ غرض کہ علامہ اقبال ان کو مسئلۂ وحدۃ الوجود اور منصور حلاج کے سلسلے

Marfat.com
Marfat.com

میں بہت بڑا محقق تصوّر کرتے تھے اور ان مسائل سے چونکہ علامہ کو خاص دلچسپی تھی اس لیے وہ ان کے حالات اور ان کی علمی تحقیقات سے باخبر رہنا چاہتے تھے۔

علامہ کے انتقال کے بعد جب پروفیسر میسنگنون نے ۱۹۴۵ء میں ایشیا کا سفر کیا تھا تو انہوں نے غزنی میں روضۂ حکیم سنائی پر بھی حاضری دی تھی جبکہ آپ کے ہمراہ مرحوم سرور گویا اعتمادی بھی تھے۔ ۱۹۳۳ء میں جب علامہ اقبال افغانستان گئے تھے تو اس وقت سرور گویا علامہ کے ہمراہ تھے۔ پروفیسر میسنگنون جب ۱۹۴۵ء میں لاہور آئے تھے تو ۵ جون کو ڈاکٹر جاوید اقبال کی معیت میں علامہ اقبال کے مزار پر بھی حاضری دی تھی۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۵۴

قیامِ لندن کی یادداشت

اکتوبر ۱۹۳۲ء میں علامہ اقبال تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کی غرض سے سید امجد علی کے ہمراہ لندن پہنچے تھے - آپ کا قیام ملکہ این (۱۷۰۰ء - ۱۷۱۴ء) کے محل میں تھا - میں بھی ان دنوں لندن میں ہائی گیٹ کے ایک مکان میں مقیم تھا - سید امجد علی نے جب مجھے علامہ کی لندن میں آمد سے مطلع کیا تو مجھے بے حد مسرت ہوئی اور میں فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا - جب میں وہاں پہنچا تو آپ کیمبرج میں زیر تعلیم ایک پنجابی نوجوان سے محوِ گفتگو تھے اور پنجابی ہی میں بات چیت کر رہے تھے - مجھے دیکھا تو بہت خوش ہوئے - ابھی ہم گفتگو کا آغاز کرنے والے تھے کہ اسی اثنا میں ایک اور صاحب آ گئے - علامہ نے ان صاحب کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ آپ سردار اقبال علی شاہ ہیں - انھوں نے افغانستان کی صورتِ حال پر ان دنوں بہت کچھ لکھا تھا اور اس سلسلے میں خاصی شہرت حاصل کی تھی - افغانستان کی باگ ڈور ان دنوں جنرل نادر شاہ کے ہاتھ میں تھی اور علامہ بھی اپنے مہمان کے ساتھ انھی کے متعلق بات چیت کر رہے تھے - اس زمانے میں افغانستان کی جو سیاسی صورتِ حال تھی اس کی وجہ سے دنیا بھر

Marfat.com
Marfat.com

میں یہ ملک موضوعِ گفتگو تھا - اسی روز شام کے وقت طلبہ کا ایک گروہ علامہ سے ملنے کی غرض سے آ گیا جن میں ایک طالب علم عبدالوحید صاحب بھی تھے جو بعد میں ڈاکٹر عبدالوحید (فیروز سنز) کہلائے - ابھی یہ لوگ بیٹھے ہی تھے کہ سے فئر ہوٹل سے کسی نے فون کیا اور علامہ کی آمد کی تصدیق چاہی - چنانچہ حاضرین میں سے کسی صاحب نے یہ فون سنا اور علامہ کی آمد کی تصدیق کی - ان طلبہ نے اپنے مقالات کے موضوعات کے بارے میں علامہ سے مشورہ کیا - آپ نے ان لوگوں کو نصیحت کی کہ فقط ڈگری حاصل کرنے کے لیے مقالات لکھنا یا امتحان دینا کوئی معنی نہیں رکھتا ، جیسا کہ ہمارے ہاں کے طلبہ کا وطیرہ ہے - آپ لوگ صرف علم حاصل ہی نہ کریں بلکہ علم پیدا بھی کریں تاکہ اپنے ملک اور قوم کا نام روشن کر سکیں - اس گفتگو میں چونکہ خاصا وقت صرف ہو گیا تھا لہٰذا ہم لوگ واپس آ گئے -

دوسرے روز میں دوپہر کے وقت برٹش میوزیم سے ہوتا ہوا علامہ کی خدمت میں پہنچا - میرے ساتھ فلسطین کے ایک عرب طالب علم مسٹر اسحٰق حسینی بھی تھے جو مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی کے عزیزوں میں سے تھے - میں نے ان کا تعارف علامہ سے کرایا اور بتایا کہ وہ ان دنوں ابنِ تیمیہ کی کتاب "[illegible]" پر پی ایچ - ڈی کے لیے مقالہ لکھ رہے ہیں - اس وقت [illegible] سیاسی مسائل پر کسی صاحب سے گفتگو کر رہے [illegible] ابن تیمیہ پر مسٹر اسحٰق حسینی کی تحقیق [illegible] معلوم ہوا تو وہ ہماری طرف متوجہ ہو گئے - انہوں نے اسحٰق حسینی سے ابن تیمیہ کی ایک اور کتاب "[illegible]" [illegible] کے مصنف کے بارے میں علم میں شکوک پائے جاتے ہیں - اسحٰق حسینی

Marfat.com
Marfat.com

نے بھی اس سے اتفاق کیا اور بتایا کہ واقعی ابنِ خلکان اور بعد کے بعض مصنفین نے اس کتاب کے صحیح مصنف کے بارے میں شبہات ظاہر کیے ہیں ۔ انھوں نے بتایا کہ اس کتاب کے کچھ نسخے برٹش میوزیم میں بھی موجود ہیں ۔

ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ لندن میں ریاست پٹیالہ کے نمایندے مسٹر مقبول ، علامہ سے ملنے کے لیے آ گئے ۔ یہ ایک وجیہ اور خوش گفتار نوجوان تھے اور ان کی آنکھیں ان کی ذہانت کی غماز تھیں ۔ ان کے آنے سے محفل نہایت شگفتہ ہو گئی اور کئی لطیفے انھوں نے اور دوسرے لوگوں نے سنائے ۔ کئی شعرا کا کلام بھی زیر بحث آیا اور ان کے اشعار سنائے گئے ۔ اسی محفل میں لاہور کے ایک صاحب میر مقبول بھی تھے جو گورنمنٹ کالج لاہور کے زمانۂ طالب علمی میں مباحثوں میں حصہ لے کر اوّل آیا کرتے تھے اور واقعی بہت مقبول تھے ۔ انھوں نے بہت سے مذاحیہ اشعار سنائے ۔ پھر لفظ ''حلالہ'' زیر بحث آیا اور انھوں نے حلالہ کے سلسلے میں ایک واقعہ بھی سنایا کہ ایک عورت اپنے خاوند سے طلاق حاصل کر کے بہت پچھتائی اور اُس سے دوبارہ شادی کرنے کی غرض سے حلالہ کیا ۔ چنانچہ حلالہ کرنے کے لیے جس دوسرے شخص سے شادی کی وہ اسے اس قدر پسند آیا کہ اُس نے طلاق لینے سے انکار کر دیا اور اسی کے ساتھ رہنے لگی ۔ اس واقعے سے محفل زعفران زار بن گئی اور خوب قہقہے لگے ۔ علامہ نے فرمایا کہ آزادیِ رائے کا یہ بھی ایک طریقہ ۔

اسی زمانے میں ، جب کہ میں اپنی علمی تحقیقات کے سلسلے میں برٹش میوزیم میں بیٹھا تھا ، ایک روز علامہ کا پیغام موصول ہوا کہ پکتھال نے قرآن مجید کا جو انگریزی ترجمہ کیا ہے ، اس

Marfat.com
Marfat.com

میں سے سورۂ النمل کی حسبِ ذیل آیت کا ترجمہ درکار ہے :

''حتّٰی اذا آتوا علٰی واد النمل قالت نملۃ یا ایھا النمل ادخلوا مساکنکم . . . الآیۃ ۔''

(یہاں تک کہ جب آئے اوپر وادی چیونٹیوں کے ، کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیو ! داخل ہو جاؤ اپنے گھروں میں . . . الخ) ۔

چنانچہ میں نے اسی وقت آپ کے ارشاد کی تعمیل کردی اور مذکورہ بالا آیت کا ترجمہ انہیں فوراً بھیج دیا ۔ پھر جب شام کے وقت میں ان کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے ترجمہ بھیجنے کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ دراصل یہ ترجمہ ایک عورت کی تشفی کی غرض سے مجھے درکار تھا اور اب وہ ضرورت پوری ہو گئی ہے ۔ پھر انہوں نے بتایا کہ اس عورت کا نام مس روزینہ فوربس ہے جس نے علمی تحقیقات کے سلسلے میں دور دراز کا سفر کیا ہوا ہے ۔ خلاصہ [illegible] اس عورت نے مجھے اپنے گھر کھانے پر بلایا تھا ۔ میں [illegible] گھر دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ اس نے اپنے گھر کو [illegible] کے مطابق آراستہ کیا ہوا تھا ۔ خاص کر [illegible] میں [illegible] اور [illegible] میں نہایت لاجواب تھے ۔ کھانے کے دوران [illegible] مکان کے بارے میں کوئی [illegible] جب [illegible] بولی کہ ڈاکٹر صاحب ! میرے مکان کے بارے میں [illegible] ہے کہ میں نے [illegible] [illegible] ہے جبکہ میں ابھی [illegible] فرمایا کہ بالکل ٹھیک [illegible]

ایک روز میں علامہ کی [illegible] [illegible] صاحب کو دکھایا تھا ۔ جب علامہ [illegible]

Marfat.com

Marfat.com

تو معلوم ہوا کہ آپ چودھری رحمت علی ہیں ـــــ وہی چودھری رحمت علی جو لفظ ''پاکستان'' کے خالق ہیں - گویا اس وقت تصورِ پاکستان کے خالق اور لفظِ پاکستان کے خالق یکجا ہو گئے تھے - یہ طویل القامت اور بارعب شخص اس وقت علامہ کے پاس بیٹھ کر اردو زبان کا ایک خط پڑھ رہا تھا جو جرمنی سے آیا تھا اور جس میں جرمن پروفیسر کیمف کا ذکر تھا - پروفیسر کیمف علامہ اقبال کی کتاب ''پیامِ مشرق'' سے بخوبی واقف تھا اور ہندوستان میں قادیانیوں کی تحریک کو بھی جانتا تھا - وہ گاندھی جی کا سخت مخالف تھا - چودھری رحمت علی مسلمانانِ ہند کے سیاسی مستقبل پر علامہ کے ساتھ گفتگو کرتے رہے - وہ اپنی گفتگو میں علامہ کے خطبۂ الٰہ آباد کا بار بار حوالہ دیتے تھے -

ایک روز میں نے ایک خوبرو جرمن لڑکی کے ساتھ علامہ کو گفتگو کرتے دیکھا جس کا نام ایلزا تھا - یہ مصورِ مشرق عبدالرحمٰن چغتائی کے ساتھ آئی تھی اور دیر تک علامہ سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتی رہی - اس کی تفصیل اسی کتاب کے مضمون ''پیامِ مشرق'' میں بیان کر دی گئی ہے -

ایک دن میں علامہ کے پاس دوپہر سے قبل پہنچا - آپ چھوٹے کمرے میں تشریف فرما تھے اور ایک یورپی کے ساتھ بات چیت کر رہے تھے - گفتگو کا موضوع اسلامی قانون تھا - آپ نے میرا تعارف اس شخص سے کرایا - اس کا نام مائیکل لورینٹ تھا اور وہ بین الاقوامی ادارۂ اطلاعات کا نمائندہ تھا - وہ علامہ کی تمام گفتگو نوٹ کرتا جا رہا تھا اور نہایت قابلیت سے ہر بات کو سمجھنے کی کوشش کرتا تھا - تقریباً دو گھنٹے تک یہ شخص علامہ کے پاس رہا اور پھر یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ میں دوبارہ آؤں گا اور اس

Marfat.com
Marfat.com

مرتبہ اسلام میں عورت کے مقام پر آپ کے خیالات معلوم کروں گا۔ چنانچہ دو روز بعد جب میں حسبِ معمول علامہ کے پاس گیا تو مائیکل لوریمنٹ بھی آ گیا۔ اس مرتبہ وہ اکیلا نہیں تھا بلکہ اپنی نئی نویلی خوبصورت دلہن کو بھی ساتھ لایا تھا۔ اس نے علامہ کے ساتھ مصافحہ کیا اور پھر اپنی بیوی کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد علامہ سے درخواست کی کہ وہ ان کی ایک تصویر بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ علامہ اس کے سامنے بیٹھ کر اس کی بیوی سے بات چیت میں مصروف ہو گئے اور وہ رنگ اور برش وغیرہ نکال کر ان کی تصویر بنانے لگا۔ میں حیران تھا کہ صحافت سے وابستہ یہ شخص مصوری میں بھی کس قدر درک رکھتا ہے۔ وہ واقعی ایک چابک دست مصور تھا اور اس نے نہایت عمدہ تصویر بنائی تھی۔ تصویر مکمل ہوئی تو اس نے علامہ سے اس پر دستخط کرنے کی درخواست کی جو انہوں نے کر دیے۔ میں نے اس سے کہا کہ جب یہ تصویر چھپ جائے تو اس کی ایک کاپی مجھے بھی دے دے۔ اس کے بعد اس نے طے شدہ موضوع یعنی "اسلام میں عورت کا مقام" پر بات چیت شروع کر دی۔ علامہ بولتے جا رہے تھے اور وہ لکھتا جا رہا [illegible]۔ بات چیت مکمل ہوئی تو اس نے اپنے نوٹس علامہ کو [illegible] [illegible] تھا کہ یہ مضمون میں ضرور کسی پرچے میں چھپ [illegible]۔ چنانچہ ۱۹۳۳ء میں میں بمبئی گیا تو وہاں کے [illegible] [illegible] "بمبئی کرانیکل" میں یہ مضمون [illegible] [illegible] چھپا ہوا دیکھا۔ [illegible] میں نے مائیکل [illegible] [illegible] [illegible] خط بھی لکھا [illegible] جس [illegible] [illegible] اس کے بعد ۱۰ مئی ۱۹۳۵ء کے "[illegible]" میں مائیکل [illegible] کی بیوی کی تصویر شائع ہوئی تو معلوم ہوا کہ جنگ کے دوران میں

Marfat.com
Marfat.com

دونوں میاں بیوی کا ڈھاکہ میں خاتمہ ہوگیا ہے۔

لاہور میں ایک مرتبہ عید میلاد النبی کے موقع پر نماز مغرب کے بعد اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں ایک جلسے کا انتظام کیا گیا جس کی صدارت علامہ اقبال نے فرمائی۔ دیگر مقررین میں سے دو آدمیوں کے نام مجھے یاد رہ گئے ہیں۔ ایک مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی متوفی ۱۲ جنوری ۱۹۵۶ء اور دوسرے مسٹر شمس الدین خاور۔ حاضرین زیادہ تر علامہ اقبال کی تقریر سننے کے متمنی تھے۔ علامہ نے اسلام میں عورت کے مقام پر تقریر شروع کی اور قرآن مجید کی آیت "الرجال قوامون علی النساء" کی تلاوت فرمائی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب علامہ نے مذکورہ آیت کی تشریح شروع کی تو مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی کھڑے ہوگئے اور انہوں نے اس آیت کے ضمن میں ایک نئے اور مفید نکتے کا اضافہ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ عربی صرف و نحو کی رو سے جب لفظ "قام" کا صلہ "علی" آتا ہے تو اس کے معنی حفاظت یا تحفظ کے ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ مرد عورتوں کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ چنانچہ علامہ نے میر صاحب کا شکریہ ادا کیا اور تقریر جاری رکھتے ہوئے مردوں کو عورتوں کی دیکھ بھال اور ان کی تعلیم و تربیت کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ پھر آپ نے عورتوں کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسی صورت میں جب کہ عورتیں مردوں سے تحفظ کی محتاج ہیں، عورتوں اور مردوں کے حقوق مساوی نہیں ہو سکتے۔ مردوں کا فرض یہ ہے کہ وہ عورتوں کو صحیح تعلیم و تربیت مہیا کریں اور عورتیں اپنے فرائض خوش اسلوبی سے ادا کریں۔ ایک ہی مقصد کے لیے دونوں فریقوں کو الگ الگ فرائض تفویض کیے گئے ہیں اس لیے ہر فریق کو اپنے دائرۂ کار کے

Marfat.com
Marfat.com

اندر رہ کر اپنے فرائض انجام دینے چاہییں۔ معاشرے اور خانوادے کی فلاح کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان عورت اسلام کی معاشرتی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے فرائض انجام دے۔ عورت کو اسلامی معاشرتی نظام کا آئینہ دار ہونا چاہیے کیونکہ اپنی اولاد کی پرداخت اور تربیت کی ذمہ دار عورت ہی ہے اور اسی کی تربیت پر آیندہ نسلوں کی فلاح و اصلاح کا مدار ہے۔

انہی دنوں ارسطوطولین سوسائٹی لندن کی دعوت پر علامہ نے ایک لیکچر دیا تھا جس کا موضوع تھا "کیا مذہب ممکن ہے؟" اس لیکچر کی دعوت انہیں مس فورڈ ہارسن نے دی تھی اور انہی نے اس جلسے کا انتظام بھی کیا تھا۔ جب علامہ نے یہ تقریر لکھ لی تو طے پایا کہ پہلے اس کو چھپوا لیا جائے۔ چنانچہ اس کی طباعت کا انتظام میرے سپرد ہوا اور میں نے اسے چیئرنگ کراس لندن میں چھپوایا۔ پہلا پروف میں نے خود پڑھا، دوسرا پروف علامہ کو دکھایا اور لیکچر چھپ گیا۔ لاہور میں بھی علامہ نے اس لیکچر کو چھپوایا تھا، مگر جب اس کی مانگ بڑھ گئی تو انہوں نے اسے اپنے لیکچروں کے مجموعے میں شامل کر لیا جو اب تک شائع ہے۔

☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۵۵

علامہ اقبال اندلس میں

جب علامہ اندلس پہنچے تو روزنامہ "الڈیبیٹ"[1] نے لکھا :

"ڈاکٹر سر محمد اقبال اندلس میں تشریف لائے ہیں ۔ آپ نے سپین کے عربی مدرسے کے فضلا سے بھی رابطہ قائم کیا ہے ۔ کل شام آپ نے ایک خطبہ شعبۂ فلسفہ و ادب کی نئی عمارت میں دیا جس کا عنوان تھا : 'اسلامی دماغی دنیا اور سپین ۔'

کل پروفیسر آسن مائگل آسین پلینس نے بیان کیا کہ سر اقبال ایک نکتہ رس فلسفی اور شاعر ہیں ۔ وہ اسلامی دنیا کی ان چند سرگرم اور فعّال ہستیوں میں سے ہیں جنھوں نے مساویانہ کامیابی سے شاعری جیسے الہامی فن اور الٰہیّات کا گہرا مطالعہ کیا ہے ۔ انھوں نے بتایا کہ گاندھی جی اور دیگر ہندو مسلم مشاہیر کے ہمراہ سر اقبال

---

۱ - یہ تمام مضمون دراصل میڈرڈ (اسپین) کے ایک روزنامہ "ال ڈیبیٹ" (El-Debate) کی ۲۵ جنوری ۱۹۳۳ء کی خبر کا ترجمہ ہے جو علامہ کے وہاں جانے اور لیکچر دینے پر چھپی تھی ۔ اس ترجمے کے لیے میں اپنے دوست ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ کا ممنون ہوں ۔ یہ پرچہ علامہ اقبال خود وہاں سے لائے تھے اور اب یہ اقبال اکیڈمی پاکستان میں محفوظ ہے ۔ لاہور پہنچنے پر علامہ نے یہ پرچہ مجھے بھی دیا تھا ۔

Marfat.com
Marfat.com

نے راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں شرکت کی ہے لیکن ہمارا مہمان سر اقبال مہاتما گاندھی سے مختلف نظریات رکھتا ہے ۔ نہ صرف مذہب کے معاملے میں بلکہ ہر معاملے میں ۔ گاندھی جی ماہر سیاسیات اور ہندوستانی قومیت کے بہت بڑے دیوتا ہیں مگر اقبال فکر و تخیل کا ایک اعلیٰ نمونہ ہیں ۔ سیاست میں دخل اور راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں ان کی شرکت محض اتفاق ہے ۔ وہ یورپین اشیا کے استعمال کی ممانعت نہیں کرتا جیسا کہ گاندھی کرتا ہے ۔ مغربی لباس کے متعلق اس کی رواداری اس لیے ہے کہ اقبال کی قانونی تعلیم کیمبرج کے مدرسہ قانون میں ہوئی اور وہ بظاہر یورپین نظر آتا ہے ۔ ان کے سر کا لباس (ٹوپی) ان کی ملت کا ممتاز لباس ہے ۔ اس سفر میں آپ کی لڑکی[1] بھی ہم سفر ہے جو ایک نوجوان ، خوبصورت اور اعلیٰ خدوخال والی یورپین عورت کی طرح ہے ۔ آپ نے اپنے خطبے میں کمال اطمینان کے ساتھ اس اثر کو بیان فرمایا جو اسلامی شعرا اور فلاسفہ نے مشرقِ اقصیٰ کی اسلامی دنیا کے مسلمان فضلا پر ڈالا ہے ۔ خاص کر انہوں نے ابن خلدون ، البیرونی ، مسعودی اور کندی کی تعلیمات کو بیان کیا اور ان کی بہت سی تحقیقات کی طرف اشارہ کیا جو اس ضمن میں کی گئی ہیں ۔

پروفیسر آسین سانگل نے اپنی تعارفی تقریر میں علامہ [illegible] مقنن کی حیثیت سے پیش کیا ہے جو مشرق میں اسلامی [illegible] دور افتادہ کونے سے تشریف لائے ہیں ۔ [illegible]

۱۔ علامہ کی کوئی لڑکی آپ کے ہمراہ نہیں گئی تھی ۔ [illegible] مترجم کے آپ نے لندن سے اپنی ہمراہ لے [illegible] عورت کی وجہ سے یہ مغالطہ ہوا ہے ۔

Marfat.com
Marfat.com

ہے اسلامی روح کی جو دور دراز ملک سے آئی ہے اور اس نے ہمارے اندر قرونِ وسطیٰ کے سپین کی یاد تازہ کر دی ہے ، جیسا کہ وطن کا شائق مریض اپنے گم شدہ وطن کو یاد کرے ۔ انھوں نے اپنی کتاب ''ایران میں ارتقائے مابعد الطبیعیات'' کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی ہے ۔

اپنے لیکچر میں آپ نے ایرانی صوفیوں کے نظامِ تصوف کو ابن العربی کے حوالے سے بیان کیا ہے ۔ اقبال نے اپنی نظم 'اسرارِ خودی' میں اپنے فلسفیانہ نظریات کا اظہار بھی کر دیا ہے ۔ نیز آپ نے ابن العربی کے سلسلے میں اپنی تحقیقات کو بیان کرنے کے بعد کہا کہ ہندوستان اور اندلس دنیا کے آخری کناروں پر واقع ہیں مگر ایک مؤرخ کے لیے ان کے تہذیب و تمدن میں بہت سی مشترک علامتیں پائی جاتی ہیں ۔ جہاں ہندوستان کی اسلامی ثقافت میں ایرانی اور آرین تہذیب کی ملاوٹ ہے ، وہاں اندلس میں مغربی یونانی اور مسیحی تہذیب ملی ہوئی ہے اور ابھی تک یہ آمیزش قائم ہے ۔ ان دور افتادہ ملکوں کی چیدہ چیدہ بستیاں آج بھی ویسی ہی سائنس اور ادب کے موضوعات سے دلچسپی رکھتی ہیں ۔''

علامہ جس روز یورپ کے اس دور دراز سفر سے واپس لاہور آئے تو لاہور ریلوے سٹیشن پر احباب کے ایک مجمعِ کثیر نے آپ کا استقبال کیا ۔ بعضوں نے تو فرطِ محبت سے (اور خاص کر میں نے) آپ کو ٹرین سے نکلنے سے پیشتر ہی اپنے کندھوں پر اٹھا لیا ۔ اس جوش و خروش کا ذکر روزنامہ ''ایسٹرن ٹائمز'' لاہور نے مکمل چھاپا تھا ۔ بعد میں آپ نے بتایا تھا کہ قرطبہ کی مسجد جامع میں نماز نوافل ادا کرنے سے پیشتر انھوں نے بلند آواز سے اذان بھی کہی تھی ۔

Marfat.com
Marfat.com

ان احباب میں پروفیسر خواجہ عبدالحمید مرحوم خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں جن کے تاثرات ''معارف'' اعظم گڑھ کی جلد نمبر ۴۲ میں بعنوان ''اقبال : چند جواہر ریزے'' دو اشاعتوں میں شائع ہوئے تھے ۔ قرطبہ میں علامہ جس ہوٹل میں ٹھہرے تھے اس کے منیجر سے آپ نے پوچھا کہ کیا اس علاقے میں قدیم مراکشی نسل کے لوگ بھی آباد ہیں ؟ اس نے جواب دیا کہ بہت بڑی تعداد میں ۔ آپ نے خواہش ظاہر کی کہ مجھے ان میں سے کسی ایک سے ضرور ملایا جائے ۔ منیجر مسکرا کر بولا کہ اس کام کے لیے ہوٹل سے باہر جانے کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں خود مراکشی الاصل ہوں ۔ جنوبی ہسپانیہ کے باشندوں کو ''مورسکو'' کہا جاتا ہے ۔ آپ کو پرانی عمارتیں دکھانے کے لیے جو رہبر مقرر کیا گیا وہ انگریزی جانتا تھا اور شرط بھی یہی تھی کہ وہ انگریزی زبان جانتا ہو ۔ حسنِ اتفاق سے وہ بھی مراکشی الاصل تھا ۔ علامہ نے فرمایا کہ آج بھی اس علاقے میں عربی مراکشی اثر لوگوں کے چہروں کی ساخت سے پوری طرح نمایاں ہے ۔ چنانچہ آپ نے اپنی نظم ''مسجدِ قرطبہ'' میں بھی اس حقیقت کی طرف اشارے کیے ہیں ۔ ''بالِ جبریل'' کی اس نظم ، یعنی ''مسجدِ قرطبہ'' میں ، جو آپ نے وہیں لکھی تھی ، اس عظیم الشان مسجد کے فنِ تعمیر کی خوبیاں بیان کرنے کے علاوہ وہاں کے باشندوں کی یہ خصوصیت بھی بیان کی گئی ہے ۔ اس نظم کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے ۔ نظم کا آغاز یوں ہے :

سلسلۂ روز و شب نقش گرِ حادثات

سلسلۂ روز و شب اصلِ حیات و ممات

Marfat.com
Marfat.com

اس بند کا آخری شعر یہ ہے :

اوّل و آخر فنا ، باطن و ظاہر فنا
نقش کہن ہو کہ نو ، منزلِ آخر فنا

کچھ اور اشعار بھی ملاحظہ فرمائیے :

اے حرمِ قرطبہ ، عشق سے تیرا وجود
عشق سراپا دوام جس میں نہیں رفت و بود

کافرِ ہندی ہوں میں ، دیکھ مرا ذوق و شوق
دل میں صلوٰۃ و درود ، لب پہ صلوٰۃ و درود

شوق مری لے میں ہے ، شوق مری نے میں ہے
نغمۂ اللہ ھُو میرے رگ و پے میں ہے

اقبال نے اس طویل نظم میں مسجد بنانے والوں کا ذکر کرنے کے بعد یہاں کے لوگوں کے حسن کو جس طرح بیان فرمایا ہے اس کی جھلک اشعارِ ذیل میں دیکھیے :

جن کے لہو کی طفیل آج بھی ہیں اندلسی
خوش دل وگرم اختلاط ، سادہ و روشن جبیں
آج بھی اس دیس میں عام ہے چشمِ غزال
اور نگاہوں کے تیر آج بھی ہیں دل نشیں
بوئے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے
رنگ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے

آبِ روانِ کبیر تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب

Marfat.com
Marfat.com

"بالِ جبریل" میں یہ پوری نظم گیارہ صفحات میں درج ہے۔ اس کا ایک ایک شعر اندلس کی مسلم تاریخ و ثقافت کا آئینہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہوا کہ ان دنوں ہسپانیہ میں قومیت اور وطنیت کی ایک نئی لہر دوڑ رہی ہے۔ وہاں کے نوجوان اور اہلِ علم ہسپانیہ میں سات سو سالہ اسلامی حکومت کے کارناموں کو فخریہ بیان کرتے تھے اور اس دور کو اندلس کا بہترین زمانہ کہہ کر یاد کرتے تھے۔ یہ اسی تحریک کا نتیجہ تھا کہ مسجد قرطبہ کو کیتھولک چرچ کے مختلف فرقوں سے چھین لیا گیا تھا حالانکہ کئی سو سال سے ان فرقوں نے مسجد کے مختلف حصوں میں اپنی عبادت گاہیں بنا رکھی تھیں۔ وطنیت کی اس تحریک کا چونکہ مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا اس لیے مسجد کو محکمہ آثارِ قدیمہ کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ اس ضمن میں حضرت علامہ نے قدرتِ الٰہی کا ایک [illegible] کرشمہ بھی بیان فرمایا تھا مگر سب سے پہلے نظم "ہسپانیہ" کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔ یہ نظم بھی "بالِ جبریل" [illegible] میں موجود ہے:

ہسپانیہ تو خونِ مسلماں کا امیں ہے
مانندِ حرمِ پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحر میں
روشن تھیں ستاروں کی طرح ان کی سنانیں
خیمے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں
غرناطہ بھی دیکھا مری آنکھوں نے و لیکن
تسکینِ مسافر نہ سفر میں نہ حضر میں

حضرتِ علامہ نے بیان فرمایا کہ یہ مسجد، جو فنِ تعمیر کے

Marfat.com
Marfat.com

لحاظ سے دنیا کی نادر عمارتوں میں سے ہے ، جب عیسائی راہبوں کے قبضے میں آئی تھی تو انھوں نے آیاتِ قرآنی پر ، جو نہایت اعلیٰ عربی رسم الخط میں سنہری حروف سے مسجد کی دیواروں اور محرابوں پر لکھی گئی تھیں ، پلستر کرا دیا تھا ۔ مگر آج کم و بیش چھ سو سال کے بعد جب وہ پلستر محکمۂ آثار قدیمہ کے حکم سے اکھیڑا گیا تو یہ قدیم نقوش اور آیاتِ قرآنی ایک مرتبہ پھر اپنی سابقہ آب و تاب اور آن بان سمیت دنیا کے سامنے جلوہ گر ہو گئی ہیں ۔ اگر پلستر کے ذریعے انھیں محفوظ نہ کر دیا گیا ہوتا تو شاید آج یہ نقوش مدھم پڑ گئے ہوتے یا ان میں سے بعض محو ہوگئے ہوتے ۔ مگر قدرت کو یہ نقوش محفوظ کرنے تھے لہٰذا انھیں دشمنوں کے ہاتھوں محفوظ کرایا ۔ کیا یہ قدرت کا ایک نہایت دل پسند کرشمہ نہیں ہے ؟ پروفیسر حمید مرحوم لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کا یہ فقرہ میرے ذہن پر نقش ہوگیا ہے کہ ''مسجد اور اس کے نقوش کو دیکھ کر اور ان آیاتِ قرآنی کے مفہوم کو سمجھ کر جو لذت حاصل ہوئی ، وہ میں بیسیوں تفسیروں سے حاصل نہ کر سکا ۔''

ایک بات ڈاکٹر صاحب نے سپین کے سفر میں بطور خاص نوٹ کی کہ ان دنوں پرانی مساجد بہت ہی کم تھیں ۔ انھوں نے فرمایا کہ اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں ؟ یا تو مسلمانوں کے ہسپانیہ سے اخراج کے بعد عیسائیوں نے تعصب کی وجہ سے ان تمام مساجد کو بے دردی سے گرا دیا اور یا پھر مراکشی اندلسی مسلمانوں کو بے ضرورت مساجد تعمیر کرنے کا وہ شوق نہیں تھا جو ہندوستانی مسلمانوں کو ہے ۔ غالباً پہلا خیال صحیح ہے ۔

ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ دو سال سے ہسپانیہ کی سیاسی صورتِ حال اچھی نہیں ہے ۔ انھوں نے فرمایا کہ آج بھی جنرل

Marfat.com
Marfat.com

فرانکو کی فوج میں بے شمار مراکشی سپاہی اور رضاکار خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے ہسپانیہ کے سفر کو مختلف عنوانات کے تحت مختلف نظموں میں بیان فرمایا ہے جو "بالِ جبریل" کے صفحہ ۱۲۳ سے ۱۴۴ تک موجود ہیں۔ وہ عنوانات یہ ہیں: دعا، مسجد قرطبہ، قید خانے میں معتمد کی فریاد، عبدالرحمٰن اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت، ہسپانیہ اور طارق کی دعا۔ ان نظموں کو پڑھ کر علامہ کے جذبات کا صحیح اندازہ ہوتا ہے جو اسلامی اندلس سے وہ اپنے دل میں رکھتے تھے۔ اگرچہ تصویر اتروانے سے وہ پرہیز کرتے تھے مگر مسجدِ قرطبہ میں انہوں نے بطور خاص تصویر اتروائی تھی۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۵۶

سر علی امام اور جہاز 'ملوجا' کے ہم سفر

ایک مرتبہ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے موقع پر لندن جانے کے لیے جب علامہ اقبال ۱۹۳۰ء کے ماہ ستمبر میں بمبئی سے جہاز میں سوار ہوئے تو سر علی امام بھی آپ کے ہم سفر تھے۔ آپ کے ایک خط سے واضح ہے کہ جب آپ کے جہاز نے پورٹ سعید سے نکل کر بحیرۂ روم میں سیدھا انگلینڈ کا رخ کیا اور قدرتی طور پر خانۂ کعبہ اور مدینۂ منورہ بالکل بالمقابل آگئے تو آپ نے دیکھا کہ سر علی امام نے آیاتِ قرآنی اور درود شریف پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ سر علی امام علامہ کا بہت احترام کرتے تھے۔ جب آپ نے ۱۹۱۰ء میں مثنوی ''اسرار خودی'' شائع کی تھی تو اسے آپ نے سر علی امام کے نام معنون کیا تھا۔ انتساب کا پہلا شعر یہ ہے:

اے امامِ سیدِ والا نسب

دودمانت فخرِ اشرافِ عرب

جب آپ دوسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس سے فارغ ہو کر ۱۹۳۲ء کے اخیر میں واپس آ رہے تھے تو آپ کے جہاز ''ملوجا'' میں ایک یورپی میاں بیوی بھی سفر کر رہے تھے۔ وہ اکثر کھانے کی میز پر آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ ان صاحب کا نام Lively Garden

Marfat.com
Marfat.com

تھا - کھانے سے فارغ ہو کر اکثر وہ میاں بیوی مختلف موضوعات پر آپ سے گفتگو کیا کرتے تھے - ایک روز جب مسجد پر گفتگو ہوئی تو علامہ نے ان سے کہا تمام روئے زمین مسجد ہے - چنانچہ اس کے بعد جب وہ علامہ کو کرسمس کے موقع پر کارڈ بھیجتے تھے تو اس تہنیت نامے پر یہ عبارت لکھ دیا کرتے تھے :

To our good friend of India of Maloja.
Mr. and Mrs. Lively Garden.
"The whole Earth is a Mosque."

سی ''سوجا'' جہاز پر نظام حیدرآباد کے دوسرے صاحبزادے شہزادہ معظم جاہ بھی سفر کر رہے تھے - ایک روز وہ بھی جہاز کے کیبن میں علامہ کے پاس اپنی ایک غزل لے کر آئے - ان کی خواہش تھی کہ علامہ کو اپنی غزل سنائیں کہ اس کی اصلاح بھی ہو جائے - مگر علامہ نے ان کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ صحیح شعر کہنے کا ذوق صرف تمہارے دادا میر محبوب علی خان کو تھا اور بس - نہ تمہارے باپ میں یہ ذوق ہے اور نہ کسی اور میں - اس طرح ان کی غزل پڑھنے کی نوبت ہی نہ آئی اور اس کے بعد علامہ نے ان سے دوسری باتیں شروع کردیں - یہ سب باتیں علامہ اقبال نے خود برسبیل تذکرہ بتائی تھیں -

☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۵۷

پروفیسر رشید احمد صدیقی

علی گڑھ - 'سہیل'

۱۹۱۱ء میں علامہ اقبال نے سر سید کے علی گڑھ کالج میں ایک خطبہ دیا تھا جسے بعد میں ''ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر'' کے عنوان سے مولوی ظفر علی خاں نے اردو کا جامہ پہنایا تھا۔ اس خطبے میں انھوں نے ملت اسلامیہ کے لیے جن جذبات کا اظہار کیا ہے اس سے اسلام سے ان کی گہری وابستگی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ یورپ سے واپسی کے بعد تو اسلام سے ان کا والہانہ لگاؤ عروج پر پہنچ گیا تھا۔

۱۹۲۲ء میں علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا اور اس کے پہلے جلسۂ تقسیم اسناد کے موقع پر یونیورسٹی کی چانسلر بیگم صاحبہ بھوپال نے ۲۲ دسمبر ۱۹۲۲ء کو اسٹریچی ہال میں خطبۂ صدارت پڑھا۔ ہم موٹر میں قبل دوپہر علی گڑھ پہنچے اور سیدھے جلسے کا رخ کیا۔ جب جلسہ گاہ میں پہنچے تو بیگم صاحبہ یہ کلمات ادا کر رہی تھیں:

''میرے پیارے بچو! حضرت علیؓ کا قول ہے:
'من تعلم حرفاً من احد فهو مولاه'

Marfat.com
Marfat.com

یعنی جس نے کسی سے ایک لفظ بھی پڑھ لیا ، وہ (پڑھانے والا) اس کا مولا یا قابلِ احترام آقا بن گیا۔"

۱۹۲۵ء میں علی گڑھ کالج کی سلور جوبلی منائی گئی جس میں راقم نے بھی شرکت کی۔ اس موقع پر پروفیسر رشید احمد صدیقی سے بھی ملاقات ہوئی جو اُن دنوں ایک رسالہ "سہیل" کے نام سے جاری کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بھی اس رسالے کا ذکر کیا اور فرمائش کی کہ میں علامہ اقبال اور مشہور مصوّر عبدالرحمٰن چغتائی (مرحوم) سے "سہیل" کے لیے ان کے فن پارے عنایت کرنے کی درخواست کروں۔ چنانچہ جب جنوری ۱۹۲۶ء کو سہ ماہی "سہیل" کا پہلا شمارہ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا (جو ۲۰۰ صفحات پر مشتمل تھا اور راقم نے لاہور سے چھپوایا تھا) تو اس میں دیگر معروف اہلِ قلم کے علاوہ میری کوشش سے حضرت علامہ [illegible] کے سات فارسی اشعار بھی مصوّرِ مشرق چغتائی مرحوم کی [illegible] کے ساتھ شائع ہوئے تھے۔ اسی شمارے میں پروفیسر محمد [illegible] ایک مضمون "فارسی شاعری اور اس کی [illegible]" [illegible] شائع ہوئی۔ خود رشید احمد صدیقی نے بھی [illegible] فن پر [illegible] مقالے "[illegible] اقبال" کی [illegible] شامل کی جس کی تکمیل دوسرے شمارے میں ہوئی جو [illegible] کہ شائع ہو [illegible]۔ اسی طرح [illegible] کی دوسری اور آخری [illegible] بھی اس شمارے کی [illegible]

[illegible]

"علامہ اقبال" کا [illegible] جس [illegible]

خان وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی اور علامہ اقبال نے حصہ لیا۔ شروع میں مدیر یعنی صدیقی صاحب کا ایک نوٹ ہے اور اس کے بعد مباحثے کا آغاز ہوگیا ہے۔ چنانچہ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں مجوزہ موضوع کے سلسلے میں سوالات کرتے ہیں اور حضرت علامہ جواب دیتے ہیں۔ علامہ کے یہ جوابات اس قدر بلند پایہ ہیں کہ علوم اسلامیہ کے باب میں ان کی غیر معمولی بصیرت اور مجتہدانہ اسلوب قاری کو اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔

علامہ ۱۹۲۹ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں لیکچر دینے کی غرض سے تشریف لے گئے تو راقم بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے ڈاکٹر ظفرالحسن کے ہاں قیام فرمایا تھا۔ ان دنوں یونیورسٹی کے وائس چانسلر سید راس مسعود تھے جو علامہ اقبال کے بہت بڑے قدردان اور عقیدت مند تھے۔ علی گڑھ میں آپ کی تشریف آوری اور آپ کے لیکچروں کی وجہ سے وہاں ایک ناقابل فراموش علمی فضا پیدا ہو گئی تھی۔ علامہ کے گرد اہل علم اور طلبہ کا ایک ہجوم جمع رہتا تھا اور مختلف علمی مسائل پر گفتگو ہوتی تھی۔ ان دنوں صاحبزادہ آفتاب احمد خاں اور پروفیسر رشید احمد صدیقی علیل تھے۔ پہلے آپ صاحبزادہ صاحب کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور پھر صدیقی صاحب کی مزاج پرسی کی غرض سے ان کے گھر گئے۔ واپسی پر مولانا سلیمان اشرف خاں کے ہاں بھی کچھ دیر قیام کیا جنھوں نے مولانا شبلی کے بارے میں بعض واقعات سنائے۔ علی گڑھ کے دوران قیام میں جن حضرات نے علامہ کے اعزاز میں ضیافتوں کا اہتمام کیا اُن میں ڈاکٹر غلام محمد بٹ، پروفیسر غلام السیدین اور بشیر زیدی صاحب پیش پیش تھے۔

''سہیل'' بعض ناگزیر حالات کی بنا پر کچھ عرصہ بند رہا

Marfat.com
Marfat.com

مگر جنوری ۱۹۳۶ء کو پھر جاری ہو گیا۔ چنانچہ جنوری ۱۹۳۶ء
کا شمارہ سال نامے کی شکل میں شائع ہوا۔ انہی دنوں مولانا الطاف
حسین حالی کی صد سالہ تقریب پانی پت میں منائی گئی تھی جس میں
کئی سرکردہ اہلِ علم نے شرکت فرمائی تھی۔ اس تقریب کی صدارت
نواب حمید اللہ خاں والیِ بھوپال نے فرمائی تھی اور نواب راس مسعود
نے اس میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا تھا۔ دوسرے اہلِ علم
میں پروفیسر رشید احمد صدیقی علی گڑھ سے، ڈاکٹر ذاکر حسین
خاں دہلی سے اور علامہ اقبال لاہور سے تشریف لائے تھے۔ اس
تقریب میں جو مقالات اور نظمیں پڑھی گئیں، "سہیل" کے مذکورہ
سال نامے میں وہ تمام شائع ہوئیں۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی ایک مرتبہ لاہور آئے اور بعض
مسائل کے سلسلے میں استفادے کی غرض سے علامہ کی خدمت میں
بطورِ خاص حاضر ہوئے۔ اس صحبت میں انہوں نے جو فیض علامہ
سے حاصل کیا اس کی کیفیت ایک مضمون میں بیان کر دی جو
"یادِ اقبال" کے نام سے علامہ کی وفات کے بعد رسالہ "جوہر" دہلی
میں ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ وہ لکھتے ہیں:

"علامہ نے زیادہ تر وہی باتیں کہی ہیں جو قرآن اور حدیث
میں ہیں، آئمہ کے اقوال میں ہیں اور بزرگوں کے ملفوظات
میں ہیں۔"

ایک مرتبہ یوم اقبال کے موقع پر انہوں نے وہاں [illegible]
بھی دی۔ اسی طرح دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بھی [illegible] جلسے کے [illegible]
۱۹۶۰ء میں ایک خطبہ علامہ کی [illegible] کے موضوع پر [illegible]
غرض پروفیسر رشید احمد صدیقی نے علامہ کے فکر و فن کی اشاعت
اور اس کی تحسین کا کوئی موقع کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

Marfat.com
Marfat.com

مئی ۱۹۳۵ء میں علامہ کی اہلیہ محترمہ (والدۂ جاوید) کا انتقال ہو گیا جس سے علامہ کی صحت پر بہت برا اثر پڑا۔ بچوں کی دیکھ بھال اور تربیت کا کوئی مناسب انتظام نہیں تھا جس سے آپ سخت پریشان تھے۔ انھی دنوں کسی ذریعے سے معلوم ہوا کہ پروفیسر رشید احمد صدیقی کے ہاں ایک جرمن خاتون مس ڈورا قیام پذیر ہیں جو ضرورت مند ہیں اور بچوں کی گورنس کے طور پر نہایت موزوں ہیں۔ علامہ نے احباب سے مشورے کے بعد پروفیسر صدیقی کو لکھا کہ ان خاتون کو فوراً میرے پاس بھیج دیں، اور تمام شرائط اور فرائض بھی لکھ دیے۔ چنانچہ یہ خاتون لاہور پہنچ گئیں اور پوری طرح بچوں کو سنبھال لیا جس سے علامہ کو اطمینان نصیب ہوا اور وہ پروفیسر صدیقی کے بے حد ممنون ہوئے۔ یہ خاتون ریلوے سٹیشن کے قریب رہتی تھیں اور انھیں جاوید منزل تک لانے لے جانے کا کام میاں محمد شفیع اور علی بخش کے سپرد تھا۔

مجھے کئی مرتبہ پروفیسر رشید احمد صدیقی کے ہاں جانے اور قیام کرنے کا اتفاق ہوا۔ وہ بے حد ملنسار اور خلیق انسان تھے۔ ایک دفعہ میں ڈاکٹر محمود حسین خاں کے ساتھ بھی ان کے ہاں گیا تھا۔ ان دنوں وہ ڈھاکہ یونیورسٹی میں پڑھا رہے تھے۔ کافی عرصہ ان سے خط و کتابت بھی رہی مگر ان کے بیشتر خطوط ضائع ہو گئے ہیں۔ اتفاق سے صرف ایک خط میرے پاس محفوظ رہ گیا ہے جو ذیل میں درج کر رہا ہوں۔ یہ خط انھوں نے "مرقع چغتائی" کی رسید کے طور پر مجھے لکھا تھا۔ دراصل "مرقع چغتائی" کی اشاعت کے فوراً بعد میں نے انھیں اس کا ایک نسخہ بھیجا تھا اور ساتھ ہی مئی ۱۹۲۸ء کو ایک خط بھی لکھا تھا جس کے جواب میں وہ لکھتے ہیں:

Marfat.com
Marfat.com

"برادرم! سلام مسنون۔ 'مرقع' کا ایک نسخہ فضل الٰہی[1] صاحب سے مل گیا تھا اور میری بدنصیبی کہ میں آپ کو شکریے کا خط نہ لکھ سکا۔ میری کاہلی میں اتنے دن ہو گئے۔ بہرحال زیادہ دن گزر جانے سے شراب اور شکر دونوں پُرلطف ہو جاتے ہیں۔ برادرم مکرم چغتائی سے بھی شکریہ عرض کروں گا۔ آپ کے جذبۂ لطف و کرم کے بعد یہ بہترین چیز تھی جو آپ اپنے نیازمندوں کو بھیج سکتے تھے۔ مزید شکریہ۔ اگر آپ نے [illegible] موقع [illegible] تو یونیورسٹی [illegible] جون سے [illegible] ہو [illegible]
[illegible] کی۔ [illegible] آپ [illegible] انتظار رہے [illegible]

[illegible] زمانے میں جہتوں کو یقین تھا [illegible] سروس کمیشن میں [illegible] ہو رہی ہے۔ آپ کو کچھ معلوم ہے [illegible] کے دعا کو رہیں۔

[illegible] چغتائی صاحب سے [illegible]
[illegible]۔

[illegible] ۱۹۳۱ء

[illegible]

[illegible]

۵ [illegible]

۵ [illegible]

۱۔ فضل الٰہی صاحب [illegible]
لائبریرین تھے۔

تھے ۔ آنھوں نے علامہ اقبال پر گفتگو کا ایک سلسلہ بھی شروع کیا تھا جو خاصا مقبول ہوا تھا ۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی نے پبلک سروس کمیشن میں علامہ کی شمولیت کے بارے میں جو اشارہ اپنے خط میں کیا ہے ، میرے لیے یہ بات بالکل نئی ہے ۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی ضلع جونپور کے قریہ مریاہو کے رہنے والے تھے ۔ طویل عمر پا کر ۱۶ جنوری ۱۹۷۷ء کو علی گڑھ میں آنھوں نے انتقال فرمایا اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

۵۸

خطباتِ مدراس کا پس منظر

راؤ علی محمد خان، جو لدھیانہ کے علاقے رائے کوٹ کے باشندہ تھے، کئی برسوں کے بعد ۱۹۲۰ء میں امریکہ سے واپس وطن آئے اور اپنے ساتھ ایک کتاب بھی لائے جس کا نام تھا :

Mohammadan Theories of Finance, by Nicholas P. Aghnider

(یعنی "مسلمانوں کے نظریاتِ مالیات"، مصنفہ نکولاس پی۔ اغنیدز)

جو کولمبیا یونیورسٹی نیویارک سے ۱۹۱۶ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب خاص طور پر علامہ اقبال کے لیے امریکہ کی مسلم ایسوسی ایشن کے صدر چودھری رحمت علی خان نے بھیجی تھی اور کتاب کے اندر پہلے ورق پر مندرجہ ذیل الفاظ انھوں نے خود لکھے تھے :

"اس کتاب کا ماخذ مندرجہ ذیل مستند کتب ہیں: [illegible] فتح القدیر، امام اعظم، درالمختار، قدوری [illegible] امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ [illegible] رحمت علی [illegible]"

چودھری رحمت علی خان مرحوم [illegible] سکونت پذیر تھے۔ وہ [illegible] تحریک کے بہت بڑے داعی تھے۔ انھوں نے لالہ لاجپت رائے اور ٹیگور جیسی ہندوستانی شخصیتوں کو [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

امریکہ بلایا تھا ۔ اسی طرح علامہ اقبال کو بھی انہوں نے امریکہ آنے کی دعوت دی تھی مگر وہ نہ جا سکے ۔ میں ان دنوں لدھیانہ کے ٹیکنیکل سکول کا ہیڈ ماسٹر تھا ۔

راؤ علی محمد خاں ، امریکہ کی مذکورہ مسلم ایسوسی ایشن کے سیکرٹری تھے اور چودھری رحمت علی خاں صدر تھے اور کئی سالوں سے یہ لوگ امریکہ میں مقیم تھے ۔ ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح علامہ بھی امریکہ آئیں ۔ جب علامہ نے لاہور میں اپنی نظم ''طلوعِ اسلام'' ۱۹۲۳ء میں انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں پڑھی تھی تو آپ کی خدمت میں میں نے یہ کتاب راؤ علی محمد خاں کی موجودگی میں پیش کی تھی ۔ آپ نے کتاب کو دیکھتے ہی خوشی کا اظہار فرمایا اور فوراً عینک لگا کر اس کا مطالعہ شروع کردیا ۔ یہ صبح قریباً ۸-۹ بجے کا واقعہ ہے ۔ میں وہاں سے نکل کر اپنے کاموں میں مصروف ہوگیا اور پھر بعد دوپہر ۳-۴ بجے کے قریب ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ''ماسٹر ! وہ کتاب جو تم دے گئے تھے ، بہت دلچسپ ہے ۔ اس میں ایک مقام ایسا بھی ہے جس کی تحقیق لازمی ہے ۔

علامہ کا اندازِ مطالعہ بالکل نرالا تھا ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مطالعے کے دوران میں پوری کتاب کا لبِ لباب ان کے سامنے آ گیا ہے : یعنی یہ کہ کتاب کا اصل موضوع کیا ہے اور مصنف کے ذہن میں کیا ہے ؟ حالانکہ اکثر پڑھنے والے مصنف کی تصنیف سے ناآشنا ہی رہتے ہیں ، خواہ وہ کتاب کو بارہا پڑھیں ۔ صفحہ ۹۰ پر آپ نے جو نشان رکھا تھا ، اس کی ضروری عبارت یہ ہے :

"*As regards the ijma'* some Hanifites and the Mu'tazilites held that the ijma' can repeal the Koran and the Sunnah."

Marfat.com
Marfat.com

چنانچہ کتاب کی متذکرہ عبارت علامہ کے لیے علمی جستجو کا باعث بن گئی اور جو شخص بھی علامہ سے ملنے کے لیے آتا ، اس موضوع پر خوب گفتگو اور بحث ہوتی ۔ میں اس وقت مستقل طور پر لاہور آ چکا تھا ۔ بدقسمتی سے انھی ایام میں علامہ کی لدھیانے والی اہلیہ کی شدید علالت کی خبر لدھیانے سے آئی اور آپ فوراً وہاں تشریف لے گئے ۔ زچگی کا معاملہ تھا لہٰذا نومولود بیٹے اور بیوی دونوں کا انتقال ہو گیا ۔ جب انتقال کی خبر لاہور پہنچی تو راقم ، منشی طاہر الدین اور چودھری محمد حسین فوراً لدھیانہ روانہ ہو گئے ۔ ہم نصف شب کے قریب وہاں پہنچے ۔ علامہ ہمارے پہنچنے پر اٹھ کر بیٹھ گئے ۔ آپ کی آواز خاصی بیٹھی ہوئی تھی اور بے بسی کا عالم تھا ۔ اسی شام دونوں ماں اور بچے کو دفنا دیا گیا تھا ۔ علامہ نے نہایت درد انگیز الفاظ میں وفات سے لحد میں اتارنے تک کے حالات ہم کو آبدیدہ ہو کر سنائے ۔ کافی دیر تک ہم بیٹھے رہے ۔ مرحومہ کے عزیزوں نے بھی کیفیتِ مرض کو بیان کیا ۔

صبح کے وقت لدھیانہ کے اکثر شرفا اور مرحومہ کے رشتہ دار تعزیت کے لیے آئے ۔ ان لوگوں میں قابلِ ذکر حضرات یہ تھے : مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ، مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی اور میاں عبدالحی لدھیانوی (جو بعد میں وزیرِ تعلیم بھی ہو گئے تھے) ۔ علامہ لدھیانہ میں تین دن رہے ۔ ہم لوگ بھی ان کے ساتھ رہے ۔ روز مجمعِ احباب لگتا اور کئی موضوعات زیرِ بحث آتے ۔ جب کوئی نکتہ ذہن میں پیدا ہو جاتا تو علامہ اس پر سوچ میں [illegible] رہتے ۔ آپ کا رویہ ایک طرح سکوت کا ہوتا اور کوشش یہی ہوتی کہ موضوع کی تہہ تک پہنچا جائے ۔ ان دنوں "[illegible] فی الاسلام" کے موضوع پر گفتگو زیادہ ہوتی تھی ۔

Marfat.com
Marfat.com

اسی زمانے میں لدھیانہ کے مدرسۂ اہلِ حدیث میں ایک مولوی محمد امین صاحب لدھیانوی رہتے تھے - یہ مدرسہ میاں عبدالحی کے خسر میاں عبدالرحیم صاحب نے اپنے مکان سے ملحق مسجد میں قائم کر رکھا تھا - دوسرے روز علامہ کے فرمانے پر میں مولوی محمد امین مرحوم کو مدرسے سے علامہ کی خدمت میں لے آیا - وہ علمِ معقولات کے ضمن میں نہایت ٹھوس قابلیت رکھتے تھے - علامہ نے ان سے بھی اجماع کے موضوع پر گفتگو کی ، مگر ہنوز گفتگو کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ ہم لدھیانہ سے لاہور آ گئے - پھر یہاں بھی یہ سلسلۂ گفتگو برابر جاری رہا -

چنانچہ لاہور آ کر میں علامہ کے حکم پر ان کی خدمت میں مولوی سید طلحہ ، مولوی اصغر علی روحی اور مولوی غلام مرشد صاحب کو لے کر گیا اور ان کے ساتھ طویل ملاقاتیں ہوئیں - اسی طرح بعض دیگر حضرات سے بھی گفتگو اور استصواب کیا گیا - میں نے سید طلحہ کے مشورے سے امام شاطبی کی ''کتاب الموافقات'' خریدی جو علامہ کے زیر مطالعہ رہی - افسوس کہ وہ کتاب پروفیسر تاثیر سے کہیں ضائع ہوگئی -

جب علامہ اس سلسلے میں اپنے طور پر مطمئن ہو گئے تو آپ نے ان تمام بحثوں اور مطالعے کو سامنے رکھ کر انگریزی زبان میں ایک طویل مقالہ بعنوان ''اجتہاد فی الاسلام'' لکھنا شروع کیا - جب تمام مسودہ آپ نے اپنے ہاتھ سے لکھ لیا تو میں ان کے فرمانے پر اپنے گھر سے ''ٹائپ رائٹر'' لے آیا اور میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں بیٹھ کر آپ کے زیرِ ہدایت مسودے کو ٹائپ کیا - گرمیوں کی تعطیلات کے دن تھے - علامہ کا انگریزی خط نہایت صاف تھا - ٹائپ کے دوران میں وہ خود کہیں کہیں اصلاح بھی فرماتے تھے -

Marfat.com
Marfat.com

اس طرح تمام مقالہ آپ نے اپنے سامنے ٹائپ کرایا اور آخر دم [illegible] تصحیح فرماتے رہے۔ پھر اس بحث کو علامہ دیگر تحریروں میں بھی استعمال کرتے رہے۔ اس دوران میں بعض لطائف بھی ہوئے جن کو یہاں بیان کرنا بے محل ہوگا۔

جب یہ مضمون تیار ہوگیا تو آپ نے اسے دسمبر ۱۹۰۴ء [illegible] اسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال میں زیرِ صدارت شیخ عبدالقادر پڑھا۔ اس جلسے میں کئی اہلِ علم حضرات موجود تھے جن میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ مرحوم اور مولانا محمد علی مرحوم امیرِ جماعتِ احمدیہ لاہور قابلِ ذکر ہیں۔ اس جلسے میں مولانا ظفر علی خاں بھی موجود تھے اور تمام ہال سامعین سے بھرا ہوا تھا۔

مضمون پڑھنے سے پیشتر علامہ نے اس کی [illegible] پس منظر بھی بیان کیا۔ پھر مولوی محمد علی امیرِ جماعتِ احمدیہ [illegible] خطاب کرکے فرمایا کہ میں نے [illegible] اگر مرزا غلام احمد صاحب کوئی نئی شریعت لے کر [illegible] لوگوں کا فرض تھا کہ آپ سے پیش [illegible] شریعت لاتا ہے اور ماقبل کی شریعت [illegible] آپ کی طرف سے ابھی تک کوئی ثبوت نہیں [illegible] کہ ایک مرتبہ علامہ نے کسی مجلس [illegible] محمد علی سے اسی طرح کی گفتگو کی تھی [illegible] کی حتمی موضوع گفتگو تھی۔

حاضرین نے یہ مضمون نہایت توجہ [illegible] انگریزی زبان میں تھا اس لیے [illegible] کیا۔ لوگ عام طور پر علامہ سے [illegible] کے اختتام پر صدرِ جلسہ شیخ عبدالقادر نے اپنے صدارتی [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

فرمایا کہ اقبال کا یہ علمی کارنامہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ پھر مولوی ظفر علی خاں نے مشورہ دیا کہ یہ مضمون اردو زبان میں منتقل ہونا چاہیے جس پر علامہ نے کہا کہ میں بہ طیبِ خاطر اس کے لیے تیار ہوں بشرطیکہ مولانا ظفر علی صاحب خود اس کا اردو ترجمہ کرنے کی زحمت فرمائیں، کیونکہ وہی اس کا بہتر ترجمہ کر سکتے ہیں۔

اختتامِ مضمون پر علامہ نے یہ بھی فرمایا کہ مضمون ہنوز نامکمل ہے۔ فی الحال یہ مقصد مدِ نظر ہے کہ لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا جائے اس لیے اس پر کسی قسم کی تنقید یا تبصرے کی ضرورت نہیں۔ تاہم اخبارات میں اس مضمون کا بہت چرچا ہوا اور اس سے لوگوں کو علامہ کی تازہ علمی تحقیقات کا علم ہوا۔

مدراس میں ایک مخیّر مسلمان سیٹھ جمال محمد رہتے تھے۔ وہ اپنے زمانے کے بہت بڑے تاجرِ چرم اور ایک دردمند مسلمان تھے۔ انہوں نے مدراس میں اپنے نام پر ایک "مدرسۂ جمالیہ" بھی قائم کر رکھا تھا جس کا نظامِ تعلیم ندوۃ العلوم لکھنؤ کے طرز پر مرتّب کیا جاتا تھا۔ سیٹھ جمال محمد صاحب اکثر علمائے دین کو ہندوستان کے مختلف شہروں سے لیکچروں کی دعوت دیا کرتے تھے۔ علامہ سے پیشتر مولانا سیّد سلیمان ندوی اور مارما ڈیوک پکتھال جیسے فضلا بھی آپ کی دعوت پر اسلام کی حقانیت پر لیکچر دے چکے تھے جو بصورتِ کتاب طبع ہو چکے ہیں۔

جب اخبارات میں علامہ کے مذکورہ مضمون کا چرچا ہوا تو مدراس سے سیٹھ حمید حسن نے سیٹھ جمال کی طرف سے علامہ کو

۱۔ اقبال نامہ، حصہ دوم، ص ۲۳۳، لاہور ۱۹۵۱ء۔

Marfat.com
Marfat.com

بھی لیکچر دینے کے لیے دعوت نامہ ارسال کیا ـ جب احباب کو اس دعوت کا علم ہوا تو سب نے مشورہ دیا کہ اس دعوت کو ہر حالت میں قبول کرنا چاہیے ـ

چنانچہ احباب کے مشورے پر علامہ نے اس دعوت کو قبول فرما لیا اور طے پایا کہ اس موقع پر علامہ چھ لیکچر تیار کریں گے ـ تاہم مدراس روانہ ہونے سے پیشتر بمشکل تین لیکچر تیار ہو سکے تھے جن کی تیاری کے سلسلے میں راقم نے بھی بہت تگ و دو کی تھی ـ سب سے پہلے ایک ایسے سٹینو کی ضرورت تھی کہ زیادہ زیرباری بھی نہ ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ شخص خود علامہ کے مکان پر آکر ان سے املا لے سکے ـ چنانچہ میں نے اپنے ایک دیرینہ ملاقاتی سٹینو محمد یعقوب سے ذکر کیا تو وہ مان گئے ـ وہ ان دنوں کوآپریٹو سوسائٹی کے رجسٹرار سر ڈارلنگ کے اسٹینو تھے ـ ان سے معاملہ اس طرح طے ہوا کہ وہ فرصت کے وقت علامہ کے پاس آ کر ان سے املا لیا کریں گے اور پھر ٹائپ کر کے علامہ کو دکھایا کریں گے ـ اس امر کی تصدیق علامہ کے حسب ذیل خط سے بھی ہوتی ہے جو راقم کے نام ہے[1] :

"۳۰ اپریل ـ ۱۹۲[illegible]ء

ڈیئر ماسٹر صاحب ـ السلام علیکم

کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ مسٹر محمد یعقوب [illegible]
کسی ایسے وقت ، جو ان کے لیے موزوں [illegible]
ہو ، یہاں آیا کریں ـ آپ نے [illegible]
[illegible] لکھوائے جانے والے ہیں [illegible]
کہ ان کے جانے سے پہلے جس قدر بھی [illegible]
لکھوا لیا جائے ـ مہربانی [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

کر کے مجھے مطلع فرمائیں ، بلکہ بہتر ہوگا ان کو ساتھ لے آئیں ، تاکہ زبانی گفتگو ہو جائے ۔ شاید چار بجے کے بعد وہ آسکتے ہوں گے ۔ میں ان سے پہلا لیکچر ، جو دیباچے کے طور پر ہوگا ، لکھوانا شروع کر دوں گا ۔ اس طرح ممکن ہے کہ دسمبر تک سب لیکچر ختم ہو جائیں ۔

محمد اقبال ، لاہور"

چنانچہ مسٹر محمد یعقوب نے نہایت محنت اور کاوش سے ، بغیر کسی اجرت یا معاوضے کے ، تمام کام انجام دیا ۔ یہاں یہ بیان کرنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ مسٹر محمد یعقوب لدھیانے کے رہنے والے تھے اور علامہ کی لدھیانے والی اہلیہ کے عزیزوں میں سے تھے ۔ وہ علامہ کی اس مرحومہ بیوی سے منسوب بھی رہ چکے تھے مگر علامہ کو اس بات کا علم نہیں تھا ۔ وہ کشمیری برادری کے ایک ممتاز فرد تھے ۔

غرضکہ اس طرح تین لیکچر تیار ہو سکے اور یہی لیکچر مدراس ، حیدرآباد دکن اور علی گڑھ میں دیے گئے تھے ۔ باقی تین لیکچر بعد میں تیار ہوئے تھے ۔ ایک اور لیکچر آپ نے لندن میں بھی تیار کیا تھا جو بعد میں "مجموعۂ خطبات" میں شامل کیا گیا تھا ۔

* * *

Marfat.com
Marfat.com

۵۹

سفرِ مدراس کا آغاز

جیسا کہ پہلے بیان ہوا ، جب اخبارات میں علامہ کے لیکچر اور تمام حالات شائع ہوئے اور مدراس کے ذی علم حضرات نے ان کا مطالعہ کیا ، اور خاص طور پر سیٹھ جمال محمد اور ان کے سیکریٹری سیٹھ حمید حسن نے اس خبر کا مطالعہ کیا تو ان کی انجمن "مسلم ایسوسی ایشن" نے علامہ کو مدراس بلانے کا فیصلہ کیا ۔ چنانچہ انہوں نے ایسوسی ایشن کی طرف سے آپ کو مدراس آ کر لیکچر دینے کی دعوت دی اور لکھا کہ ہم آپ کے تمام اخراجات برداشت کریں گے ۔ اس کے علاوہ لیکچروں کا معاوضہ بھی ادا کریں گے ۔ اس سے پیشتر ہمارے ہاں علامہ سید سلیمان ندوی اور مسٹر ... دونوں بزرگوں کے لیکچر بھی ہو چکے ہیں ۔

جب یہ دعوت نامہ علامہ اقبال کے پاس آیا ... [illegible] ... وجہ سے انہوں نے اس پر زیادہ توجہ نہ دی ۔ تاہم ... [illegible] ... کو یہ دعوت قبول کرنے پر آمادہ کر لیا ۔ تاریخ ... [illegible] ... علامہ کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ۔

جب آپ نے مدراس میں لیکچر دینے کا ... [illegible] ... لیکچرز کی تیاری کے سلسلے میں دوبارہ باقاعدہ ... [illegible] ...

Marfat.com
Marfat.com

سب سے پہلے آپ نے اسلام کی فلسفیانہ روایات کی تشکیلِ نو پر اپنی تحقیقات شروع کر دیں ، حالانکہ ابھی تک کسی لیکچر کا عنوان طے نہیں ہوا تھا اور نہ ہی لیکچرز کی تعداد کا ذکر ہوا تھا - میں ان دنوں آپ کے ہاں صبح شام جاتا تھا اور ضروری ماخذ کے حصول اور بعض علما سے علامہ کی بالمشافہ مشاورت کا انتظام کرتا تھا - میں اس علمی جستجو کی مکمل کیفیت کسی اور جگہ تفصیلاً پیش کر چکا ہوں -

لیکچرز کی دعوت قبول کرنے کے بعد کئی قسم کی مصروفیت اور ہنگامے حائل ہوئے جن میں انتخابِ کونسل ، مسجد شہید گنج کا واقعہ اور ''رنگیلا رسول'' کا مقدمہ قابلِ ذکر ہیں - اس کے علاوہ آپ کی خانگی اور گھریلو زندگی کے مسائل بھی گوناگوں تھے جن کی وجہ سے سفر مدراس میں کچھ تاخیر ہوگئی - انہی مصروفیات کی بدولت مدراس جانے سے پیشتر علامہ صرف تین لیکچر تیار کر سکے تھے ، حالانکہ اعلان چھ لیکچروں کا ہو چکا تھا - چنانچہ باقی تین لیکچر مدراس سے واپسی پر شامل کیے گئے تھے جن کا مواد آپ کے ذہن میں تیار تھا -

بالآخر دسمبر ۱۹۲۸ء میں علامہ نے مدراس جانے کا مصمم ارادہ کر لیا - اس ضمن میں مسلم ایسوسی ایشن مدراس کے تمام متعلقہ حضرات اور سیٹھ جمال محمد کو بھی مطلع کر دیا گیا -

انہی دنوں دہلی میں آل انڈیا مسلم کانفرنس بھی سر آغا خان کی زیرِ صدارت منعقد ہو رہی تھی جس میں شرکت کے لیے علامہ صاحب ، آغا خان کی دعوت پہلے ہی قبول فرما چکے تھے - یہ کانفرنس دسمبر ۱۹۲۸ء کے آخر میں منعقد ہونا قرار پائی تھی - اس میں شرکت کے لیے پنجاب سے ملک فیروز خان نون ، مولٰنا غلام رسول مہر

Marfat.com
Marfat.com

اور مولانا عبدالمجید سالک بھی جا رہے تھے - دہلی کے ریلوے سٹیشن پر علامہ کی رہائش کے لیے ملک فیروز خاں نون نے دو کمروں کا انتظام کروایا تھا -

۳۰ دسمبر ۱۹۲۸ء کو اس طویل سفر کا آغاز ہوا - راقم کے علاوہ چودھری محمد حسین کی رفاقت کا پروگرام بھی طے ہو چکا تھا - چنانچہ صبح صبح ہم لوگ ریلوے سٹیشن پر جانے کے لیے علامہ کی موٹر میں چل دیے - ہمارا پروگرام ایکسپریس ٹرین سے جانے کا تھا - علامہ کے سفر کا یہ پروگرام بظاہر کسی کے علم میں نہیں تھا مگر جب ہم لاہور ریلوے سٹیشن پر پہنچے تو خواجہ محمد سعید وہاں ہار لیے کر موجود تھے - لاہور سے دہلی تک کا یہ سفر ہم نے اور مولانا مہر و سالک وغیرہ نے ایک ہی گاڑی میں طے کیا - تقریباً ۸ بجے شام ہم لوگ دہلی پہنچ گئے - پروگرام کے مطابق ہم تو دہلی کے ریلوے اسٹیشن کے مخصوص شدہ کمروں میں چلے گئے ، جبکہ مولانا مہر اور سالک کے لیے شہر میں انتظام کیا گیا تھا - وہ وہاں تشریف لے گئے -

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

٦٠

آل پارٹیز مسلم کانفرنس دہلی

(یکم جنوری ۱۹۲۹ء)

یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ جب حضرت علامہ سفرِ مدراس پر روانہ ہوں گے تو پیشتر ازیں یکم جنوری ۱۹۲۹ء کو دہلی میں منعقد ہونے والی آل پارٹیز مسلم کانفرنس میں بھی شرکت فرمائیں گے جس کی صدارت سر آغا خاں کرنے والے تھے۔ ہم لوگ (علامہ اقبال، چودھری محمد حسین مرحوم اور راقم) ۳۰ دسمبر کو مدراس کے لیے لاہور سے روانہ ہوئے تو سٹیشن پر خواجہ سلیم نے علامہ کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈال کر رخصت کیا۔ جن دوسرے لوگوں نے اس کانفرنس میں شرکت کرنی تھی وہ بھی ہمارے ساتھ اسی گاڑی سفر کر رہے تھے جس میں ہم لوگ جا رہے تھے۔ ان میں قابلِ ذکر ہمارے کرم فرما اور بے تکلف دوست مولانا غلام رسول مہر اور عبدالمجید سالک تھے جن کی معیت علامہ کے لیے بطورِ خاص باعثِ مسرت تھی۔ دوسرے لوگوں میں ملک فیروز خاں نون اور میاں سر محمد شفیع قابلِ ذکر ہیں۔ ملک فیروز خاں نون ان دنوں پنجاب کے وزیرِ تعلیم بھی تھے۔

۳۱ دسمبر کو ہم لوگ دہلی پہنچ گئے اور ریلوے سٹیشن کے آن

Marfat.com
Marfat.com

کمروں میں آرام کیا جن کا انتظام ملک فیروز خان نون نے پہلے ہی کر رکھا تھا - ایک طرح ہم لوگ ملک صاحب ہی کے مہمان تھے - کانفرنس کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر حکیم جمیل احمد خاں تھے جو حاذق الملک حکیم اجمل خاں مرحوم کے صاحبزادے ہیں -

سیاسی اعتبار سے یہ زمانہ مسلمانوں کے لیے بہت آزمائش کا تھا - مسلمانوں کی سیاست کا نقشہ یوں تھا کہ مرکزی مجلس خلافت میں مولانا شوکت علی ، مولانا محمد علی جوہر ، شیخ عبدالمجید سندھی ، سیٹھ عبداللہ ہارون اور دوسرے مجاہدین اسلام تھے - جمعیت العلمائے ہند کی قیادت اس وقت مولانا مفتی کفایت اللہ ، مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا احمد سعید جیسے علماء کے ہاتھ میں تھی - یہ جماعتیں کانگریس کی مسلم کش پالیسی سے بیزار ہو چکی تھیں جو اسی طرح ہندو مہاسبھا کا کردار ادا کر رہی تھی - ادھر مسلم لیگ دو گروہوں میں بٹ چکی تھی - ایک گروہ کے صدر مسٹر محمد علی جناح تھے اور دوسرے کے صدر سر محمد شفیع تھے جن کو یہ احساس ہوتا تھا کہ مصالحت کے لیے موزوں فضا اور مناسب وقت آنے والا ہے اس لیے مسلمانوں کو متحد ہو جانا چاہیے - اب ضروری ہو گیا ہے کہ لیگ کے دونوں گروہ یک زبان ہو کر مسلمانان ہند کے مفادات کا تحفظ کریں - ان دونوں گروہوں میں بنیادی اختلاف اس بات میں تھا کہ مسٹر جناح مخلوط انتخابات کے حامی تھے جبکہ سر محمد شفیع کا مطالبہ [illegible] قوموں کو جداگانہ نیابت کا حق [illegible] کی جائیں - مسٹر جناح ان [illegible] چلے گئے ہیں جہاں تک [illegible] ہندو [illegible] مسلمانوں [illegible] نشستیں مخصوص کر دی جائیں مگر انتخاب مخلوط ہی ہو [illegible] ان

Marfat.com
Marfat.com

کی اس تجویز پر بھی کسی نے کوئی توجہ نہ دی۔ غرض کہ یہ پس منظر تھا جس میں مسلمانوں نے اپنی الگ آل پارٹیز مسلم کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔

مولانا سالک اور مولانا مہر ۳۱ دسمبر اور یکم جنوری کو دو دن کے لیے اپنا اخبار ''انقلاب'' بند کر کے اس جلسے میں شامل ہو رہے تھے۔ سالک نے اس سے پہلے دہلی نہیں دیکھی تھی اور وہ مہر کی ترغیب پر پہلی مرتبہ یہاں آئے تھے۔ انہوں نے اپنے قیام کے لیے چاندنی چوک میں دو تین ہوٹل دیکھے مگر پسند نہ آئے۔ بالآخر وہ بھی ریلوے اسٹیشن کے ریٹائرنگ میں آ گئے۔ ان کے لیے ایک الگ کمرے کا انتظام کر دیا گیا اور وہ ہمارے ساتھ مقیم ہو گئے۔ ان کی وجہ سے ہماری محفل میں اچھی خاصی گرما گرمی رہتی تھی اور گپ شپ میں بڑا اچھا وقت گزرتا تھا۔ جب ملک فیروز خاں نون کو معلوم ہوا کہ سالک پہلی مرتبہ دہلی آئے ہیں تو وہ بہت حیران ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے سالک کو اپنا مہمان بنا لیا اور دہلی میں گھومنے کے لیے ایک ٹیکسی کا بندوبست بھی کر دیا۔

دوسرے روز یکم جنوری کو جامع مسجد دہلی کے سامنے کھلے میدان میں کانفرنس شروع ہو گئی۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، کانفرنس کے صدر سر آغا خاں بطور خاص انگلستان سے آئے تھے اور وائسرائے کے مہمان تھے۔ سٹیج نہایت عمدگی سے آراستہ کی گئی تھی۔ صاحب صدر کی سنہری کرسی کے پیچھے خاص نمایندے یعنی علامہ سر محمد اقبال، میاں سر محمد شفیع، سر ابراہیم رحمت اللہ اور سر عبد القیوم تشریف فرما تھے۔ صدر کے دائیں بائیں مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد سعید اور دیگر علمائے کرام رونق فروز تھے۔ مرکزی مجلس خلافت کے نمایندے مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، شیخ

Marfat.com
Marfat.com

عبدالمجید سندھی ، نواب محمد اسماعیل خان اور تمام صوبوں کی مجالسِ قانون ساز کے منتخب نمایندے بھی سٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے ۔

مسلمانوں کی یہ کانفرنس ہندوستان کی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے ۔ اس کے بعد آج تک ایسا عظیم الشان اجتماع نہیں دیکھا گیا ۔ حتٰی کہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آ جانے کے بعد بھی اس پیمانے کی نمایندہ کانفرنس پھر دیکھنے میں نہیں آئی ۔ کافی تعداد میں قادیانی ممبر بھی اس میں شامل تھے ۔ میں اپنے نقطۂ نظر سے اس کانفرنس کو ایک طرح پاکستان کی بنیاد تصور کرتا ہوں ۔

صاحبِ صدر سر آغا خان کا استقبال نہایت جوش و خروش سے کیا گیا اور وہ تلواروں کے سائے میں سٹیج پر تشریف لا کر کرسیِ صدارت پر متمکن ہوئے ۔ ان کا خطبۂ صدارت بہت مختصر تھا جو صرف چار صفحات پر مشتمل تھا ۔ غالباً یہ انگلستان میں لکھا گیا تھا اور وہیں طبع بھی ہوا تھا ۔ سب سے پہلے راقم نے اس کی [illegible] سٹیج پر بیٹھے ہوئے احباب اور دیگر [illegible] میں تقسیم [illegible] خطبے کا آغاز بادشاہ جارج پنجم کی صحت یابی پر اظہارِ [illegible] سے ہوا ۔ پھر سیاسی امور پر عالمانہ انداز میں تھوڑا سا تبصرہ [illegible] مسلمانوں کو ہر جگہ "مسلم نیشن" کے الفاظ سے مخاطب [illegible]

خطبۂ صدارت کے بعد [illegible] مضامین [illegible] تقریر فرمائی ۔ ان کے بعد [illegible] تائید میں نہایت جامع تقریر فرمائی ۔ [illegible] صاحب کے بعد مولانا محمد علی [illegible] حق میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

زندگی بسر کرنی ہوگی لہٰذا مخلوط انتخابات ناگزیر ہیں ۔ ان کی اس تجویز کے خلاف ہر طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں ۔ اگرچہ کوئی بھی ان کی بات سننے پر آمادہ نہ تھا مگر وہ ڈٹے رہے ۔ اس تقریر کے بعد کچھ اور زعماء نے بھی خطاب کیا اور پھر دوپہر کے کھانے کا وقت ہو گیا ۔ اس طرح اجلاس کی پہلی نشست اختتام پذیر ہوئی ۔ سر آغا خان لنچ پر جاتے وقت یہ اشارہ کر گئے تھے کہ کسی طرح مولانا محمد علی کو ہموار کر لیا جائے ۔

مولانا محمد علی کو ہم خیال بنانے کا مسئلہ معمولی نہیں تھا مگر مولانا مہر اور مولانا سالک نے اس سلسلے میں جو کردار ادا کیا وہ ناقابلِ فراموش ہے ۔ بالآخر انہوں نے مولانا کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ اگر اس قرارداد میں ترمیم کر دی جائے تو وہ بھی متفق ہو جائیں گے ۔ ترمیم یہ تھی کہ اگر ہندو ، مسلمانوں کے مطالبات کو تسلیم کر لیں تو پھر مخلوط انتخابات پر بھی انہیں رضامند کیا جا سکے گا ۔

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ صبح کے اجلاس میں سر میاں محمد شفیع اور مفتی کفایت اللہ صاحب کی تقریروں کے بعد مولانا شفیع داؤدی اور علامہ اقبال نے بھی خطاب کیا تھا ۔ حضرتِ علامہ کی پُر مغز تقریر کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے :

"گزشتہ تین چار سال سے ہم کو جو مشاہدات اور تجربات حاصل ہو رہے ہیں وہ نہایت مفید اور نتیجہ خیز ہیں ۔ ہم کو جو باتیں برادرانِ وطن کے متعلق قیاسی طور پر معلوم تھیں ، اب وہ یقینی طور پر ہمارے علم میں آ گئی ہیں ۔ میں اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہوں کہ آج سے نصف صدی قبل سرسید احمد خان علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کے لیے

Marfat.com
Marfat.com

جو راہِ عمل متعین تھی وہ صحیح تھی اور تلخ تجربوں کے بعد اب اس راہ کی اہمیت محسوس ہو رہی ہے۔

حضرات! آج میں نہایت صاف لفظوں میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کو ہندوستان میں بحیثیت مسلمان ہونے کے زندہ رہنا ہے تو ان کو جلد از جلد ایک علیحدہ پولیٹیکل پروگرام بنانا چاہیے۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان کے بعض حصے ایسے ہیں جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور بعض حصے ایسے ہیں جن میں وہ قلیل تعداد میں ہیں۔ ان حالات میں ہم کو علیحدہ طور پر ایک پولیٹیکل پروگرام بنانے کی شدید ضرورت ہے۔ آج ہر قوم اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے سعی و کوشش کر رہی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے کوئی کوشش نہ کریں۔ آج اس کانفرنس میں جو ریزولیوشن پیش ہوا ہے وہ نہایت صحیح ہے اور اس کی صحت کے [illegible] میرے پاس ایک مذہبی دلیل ہے: وہ یہ ہے کہ ہمارے آقائے نامدار حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت کا اجماع کبھی گمراہی پر نہیں ہو سکتا [illegible] اظہارِ مسرت [illegible]

دوپہر کے کھانے کے بعد جلسہ میں [illegible] کے اجلاس میں دلچسپی [illegible] کے بعد آئے تھے۔ [illegible] طرح تقریر شروع کی [illegible] ہے، مجھے منظور ہے۔ اس کے بعد صاحبِ صدر نے حاضرین کی رائے

Marfat.com
Marfat.com

طلب کی تو متفقہ طور پر یہ قرارداد منظور کرلی گئی -

اس کانفرنس کی اہمیت مندرجہ ذیل اقتباس سے بھی واضح ہوتی ہے جو سائمن کمیشن کی رپورٹ سے لیا گیا ہے - (سائمن کمیشن کی رپورٹ ۱۹۳۰ء میں منظرِ عام پر آئی تھی) :

''دو مسلمان ارکانِ کمیٹی اپنے رفقا سے اتفاق نہیں کرتے - وہ آل انڈیا مسلم کانفرنس کی سفارشات سے اتفاق کرتے ہیں جو دہلی میں جنوری ۱۹۲۹ء میں منعقد ہوئی تھی - یعنی یہ کہ ہر مقام پر جداگانہ انتخاب بحال رکھا جائے ، موجودہ بنیادوں پر ایسے صوبوں میں جن میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور مردم شماری کی بنیاد پر ایسے صوبوں میں جن میں وہ اکثریت میں ہیں -''

سائمن رپورٹ کے جس حصے سے یہ اقتباس نقل کیا گیا ہے وہ خاصا طویل ہے - کمیشن کی اس رپورٹ میں مذکورہ کانفرنس کا پورا ریزولیوشن موجود ہے اور اس سے مطالبات کے تمام پہلو واضح ہوتے ہیں -

اس وقت لوگوں کا خیال تھا کہ مسٹر جناح ، جن کو کانگرس کے اجلاس میں کافی خفت اٹھانی پڑی تھی ، دہلی ضرور تشریف لائیں گے ، مگر وہ سیدھے بمبئی چلے گئے اور دو تین ماہ تک ان کی طرف سے کسی ردعمل کا اظہار نہیں ہوا - اپریل ۱۹۲۹ء میں ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے مہر اور سالک کے ذریعے کوشش کی کہ لیگ کے دونوں دھڑے یک جا ہو جائیں کیونکہ جناب محمد علی جناح مسلمانوں کے رجحان سے اب بخوبی واقف ہو چکے تھے اور آل پارٹیز مسلم کانفرنس کے مطالبات سے ملک بھر کے مسلمان متفق تھے - ڈاکٹر کچلو جب مہر اور سالک کی معیت میں علامہ اقبال سے ملے تو پہلے تو کچھ

Marfat.com
Marfat.com

طنز اور استہزا کی باتیں ہوئیں مگر بالآخر یہ طے پایا کہ دہلی میں دونوں دھڑوں کا ایک مشترکہ اجلاس بلایا جائے اور ایک مرتبہ پھر انہیں ایک دوسرے میں مدغم کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سر محمد شفیع، جنابِ جناح کے حق میں صدارت سے دست بردار ہو گئے اور اس طرح مسلم لیگ پھر ایک ہو گئی۔

اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد حکومتِ برطانیہ نے سائمن کمیشن کی رپورٹ کو دیکھ کر اور ملکی حالات کے پیش نظر ۱۹۳۰ء میں لندن میں گول میز کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کر دیا۔ مسلم مندوبین کی فہرست میں مسٹر جناح بھی تھے اور علامہ اقبال بھی تھے۔ مسٹر جناح اس کانفرنس کی ناگوار فرقہ وارانہ بحثوں اور دلآزار کشمکشوں سے اس قدر بیزار ہوئے کہ پہلی گول میز کانفرنس کے بعد لندن میں مقیم ہو گئے اور وہیں وکالت شروع کر دی۔ پھر وہ ۱۹۳۴ء میں ہندوستان واپس تشریف لائے۔

مذکورہ آل انڈیا مسلم کانفرنس میں، جو ۱۹۲۹ء میں دہلی میں منعقد ہوئی تھی، ایک صاحب حفظ الرحمٰن بی۔ اے مالک و مدیر "علی گڑھ میل" نے بہت سرگرمی سے حصہ لیا تھا۔ انہوں نے اس کانفرنس کی ایک مفصل رپورٹ بھی مرتب کی تھی جو میری نظر سے نہیں گزری۔

کانفرنس کا دوسرا اجلاس نومبر ۱۹۳۰ء میں [illegible] ہوا جس کی صدارت نواب محمد اسمٰعیل خان نے کی تھی [illegible] رپورٹ حفظ الرحمٰن صاحب نے مرتب کی تھی [illegible] اس میں انہوں نے کانفرنس کے پہلے اجلاس [illegible] لکھا ہے کہ [illegible] بحیثیت [illegible] اس [illegible] ہوا [illegible] صاحب کے [illegible]

تیار کی تھی -

دوسرے اجلاس کے مندوبین میں محترم غلام رسول مہر کا نام بھی شامل ہے اور کانفرنس کی رپورٹ میں لکھا ہے کہ مسلمانوں نے جداگانہ انتخابات کی تائید کی تھی اور اس سلسلے میں ریزولیوشن بھی پاس ہوئے تھے -

☆ ☆ ☆

Marfat.com

٦١

خطباتِ مدراس

سفرِ مدراس کی بقیہ روداد یوں ہے کہ ہم لوگ [illegible] جنوری ۱۹۲۹ء کو ساڑھے آٹھ بجے صبح دہلی سے مدراس جانے کے لیے [illegible] میل میں سوار ہوئے۔ ہم تینوں ہم سفر ایک ہی کلاس میں سفر کر رہے تھے۔ دہلی ریلوے اسٹیشن پر [illegible] جان محمد نے ہماری بہت مدد کی تھی۔ میرا قلم دہلی ریلوے سٹیشن پر ایک کلرک کے ہاتھ میں رہ گیا تھا جس نے ہمارے ٹکٹوں پر [illegible] کے لیے وہ قلم لیا تھا۔ گاڑی کے دہلی ریلوے سٹیشن سے [illegible] مجھے قلم کا خیال آیا تو میں نے علامہ سے [illegible] ظرافت فرمایا کہ ماسٹر! تمہاری تو [illegible] اور پھر ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ غرض [illegible] ظرافت میں خیر و خوبی سے [illegible] آج بھی یاد ہیں۔

[illegible] روز صبح کے وقت بمبئی کے ریلوے سٹیشن [illegible] گاڑی سے اترے تو وہاں علامہ کے استقبال کے لیے [illegible] صاحبزادے سیٹھ محمد موجود تھے۔ [illegible] بھی طے کر لیا تھا [illegible] جائیں گے۔ آپ کی اہلیہ [illegible]

Marfat.com

اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون تھیں ۔ انھوں نے علامہ کی خدمت میں گوئٹے کی مشہور تصنیف ''فاؤسٹ'' (جرمنی زبان میں) ارسال کی کہ آپ اس پر اپنا کوئی شعر بطورِ یادگار لکھ دیں ۔ چنانچہ حضرتِ علامہ نے حسبِ ذیل شعر اس کتاب پر لکھا :

کلام و فلسفہ از لوحِ دل فرو شستم
ضمیرِ خویش کشادم بہ نشترِ تحقیق

یہ شعر گوئٹے ہی سے متعلق تھا ۔ بمبئی میں اس شام رات کے کھانے کا بڑے پیمانے پر انتظام کیا گیا تھا ۔ اس دعوت میں بمبئی کے اکثر اکابر اور مشاہیر نے شرکت کی تھی جن کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں ہے ۔

بمبئی سے مدراس جانے کے لیے ہم ۳ جنوری ۱۹۲۹ء کی رات کو قریباً دس بجے مدراس میل میں سوار ہوئے ۔ اس کے بعد دو راتیں اور ایک دن گاڑی میں گزارے اور ۵ جنوری ۱۹۲۹ء کی صبح کو مدراس پہنچے ۔ ویسے تو مدراس کے تمام ریلوے سٹیشنوں پر لوگ علامہ کے استقبال کے لیے موجود تھے مگر مدراس کے بڑے سٹیشن پر استقبال کرنے والوں کا ایک بہت بڑا ہجوم جمع تھا جس میں شہر کے رؤسا ، علما ، کالجوں کے پروفیسر اور طلبہ شامل تھے ۔ یہ کیفیت تھی کہ علامہ کا گاڑی سے اترنا مشکل ہو گیا تھا ۔ وہاں کے مسلمان علامہ صاحب کو دیکھنے کے بے حد مشتاق تھے ۔ سیٹھ عبدالحمید حسن سیکرٹری مسلم ایسوسی ایشن اور سیٹھ جمال محمد صاحب نے نہایت پرخلوص انداز میں علامہ کا خیر مقدم کیا اور انھیں پھولوں کے بڑے بڑے ہار پہنائے ۔ پھر لوگوں کے ہجوم سے مخاطب ہو کر سیٹھ حمید حسن نے بلند آواز سے کہا کہ سب حاضرین کو علامہ سے ملنے کا موقع ملے گا ۔ اس استقبالیہ تقریب کے بعد ڈاکٹر صاحب

Marfat.com

اپنے میزبان سیٹھ جمال محمد صاحب کے ساتھ موٹر میں بیٹھ کر بوسٹو ہوٹل تشریف لے گئے جس کے مالک خود سیٹھ جمال محمد ہی تھے - راقم الحروف اور چودھری محمد حسین مرحوم ایک الگ موٹر میں سامان کے ساتھ بوسٹو ہوٹل پہنچے جہاں پہلے ہی کافی لوگ جمع ہو چکے تھے - یہ ہوٹل مدراس کا سب سے بڑا ہوٹل تھا اور شہر کے مرکز میں واقع تھا - ہم حیران تھے کہ مدراس میں جنوری میں بھی بہت گرمی محسوس ہو رہی تھی -

سیٹھ جمال محمد صاحب ، جن کی دعوت پر ہم مدراس پہنچے تھے ، گوناگوں صفات کے مالک تھے - اپنے لباس سے وہ جنوبی [illegible] کے علاقے کے باشندہ معلوم ہوتے تھے کیونکہ انہوں نے [illegible] کُرتا اور تہبند زیب تن کر رکھا تھا - ان کی داڑھی بھی [illegible] - ان کی فیاضی سے مدراس میں مدرسۂ جمالیہ کے نام سے ایک سکول [illegible] تھا جس میں بہت سے طلبہ تعلیم پاتے تھے - اس میں [illegible] کی طرز پر تعلیم دی جاتی تھی - ہم نے ایک شام وہیں ان کی دعوت پر روسائے شہر اور علما کے ساتھ چائے بھی پی تھی - سیٹھ صاحب بہت پڑھے لکھے اور انگریزی زبان خوب جانتے [illegible] کی موجودہ مذہبی اور تعلیمی ضروریات سے پوری [illegible] کے تجارتی تعلقات جاپان ، آسٹریلیا [illegible] بڑے اداروں سے تھے - جس [illegible] کا [illegible] بہت [illegible] اور [illegible] تھا اور وہ آپ ہی کی صحبت [illegible] کی دعوت پر [illegible] "تعلیم اور اسلام" کے موضوع پر ایک [illegible] خطبات کے علاوہ تھی -

Marfat.com

خطبات کے انتظام کے فرائض سیٹھ حمید حسن کے سپرد تھے جو سیٹھ جمال محمد کے سیکرٹری تھے ۔ وہ مدراس ہائی کورٹ میں صدر مترجم کی حیثیت سے بھی کام کرتے تھے اور سیٹھ جمال محمد کی تمام علمی اور تعلیمی سرگرمیوں میں بھی ان کا ہاتھ بٹاتے تھے ۔ وہ مشہور سیاسی لیڈر سیٹھ یعقوب حسن کے بھائی تھے ۔

ابھی لیکچر شروع نہیں ہوئے تھے کہ ایک روز سیٹھ حمید حسن نے پہلے لیکچر کا خلاصہ طلب کیا جسے وہ وہاں کے اخبارات میں اشاعت کے لیے بھیجنا چاہتے تھے ، مگر ہمارے پاس یہ خلاصہ تیار نہیں تھا اور نہ ہمیں وہاں کے اس دستور کا علم تھا ۔ چنانچہ میں نے اصل ٹائپ شدہ لیکچر بعنوان ''دینیاتِ اسلامیہ اور افکارِ حاضرہ'' علامہ کی اجازت سے ان کے حوالے کر دیا ۔ چنانچہ انھوں نے دوسری صبح اپنے طور پر اس لیکچر کا ایک خلاصہ تیار کر لیا اور پھر اصل مسودہ ہمیں لوٹا دیا ، کیونکہ اسی روز شام کو علامہ نے وہ لیکچر پڑھنا تھا ۔ اس کے بعد انھوں نے وہ خلاصہ وہاں کے تمام روزناموں کو ، جو آن دنوں مدراس میں شائع ہوتے تھے ، بذریعہ بک پوسٹ ارسال کر دیا ۔ ان میں ''مدراس میل'' ، ''ہندو'' اور ''تامل نیڈو'' کے اخبارات قابلِ ذکر ہیں ۔

مدراس میں اس وقت سب سے بڑا ہال گوکھلے ہال تھا اور اسی میں علامہ کے لیکچروں کا انتظام کیا گیا تھا ۔ شام کے وقت ہم لوگ علامہ کے ہمراہ جب وہاں پہنچے تو پورا ہال حاضرین سے بھرا ہوا تھا ۔ اس لیکچر کی صدارت حکومتِ مدراس کے وزیرِ اعلیٰ ڈاکٹر سوبرا مانین نے کی تھی اور جلسے کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا تھا ۔ اگرچہ حاضرینِ جلسہ میں بیشتر مسلمان ہی تھے تاہم غیر مسلم بھی کم نہ تھے ۔ علامہ کے لیکچر سے پیشتر سیٹھ حمید حسن

Marfat.com

نے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں انھوں نے ان لیکچروں کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی۔ اسی سلسلے میں انھوں نے علامہ [illegible] تعارف بھی کرایا اور کہا کہ "اقبال کا نام بطورِ شاعرِ مشرق تو آپ کو معلوم ہوگا۔ ان کی شاعری نے ہندوستان اور بالخصوص اسلامی دنیا میں زندگی کی جو لہر دوڑا دی ہے اس سے آپ لوگ بھی ملک کے اس دور دراز گوشے میں متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ مگر آج وہ شاعر کی حیثیت سے آپ کے شہر میں نہیں آئے بلکہ اسلامی ثقافت، اسلامی فلسفے اور اسلامی تہذیب و تمدن کے پیغامبر کی حیثیت سے یہاں آئے ہیں۔

اس کے بعد صاحبِ صدر ڈاکٹر سوامی ناتھن نے علامہ صاحب کا تہِ دل سے شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے اتنا طویل سفر طے کر کے مدراس آنے کی تکلیف گوارا کی۔ ساتھ ہی مدراس کی انجمن مسلم ایسوسی ایشن اور سیٹھ جمال محمد کا بھی شکریہ ادا [illegible] جنھوں نے آپ کو مدراس بلایا تھا۔ پھر صاحبِ صدر نے [illegible] ہز ایکسیلنسی لارڈ گوشن گورنر مدراس کا خط [illegible] جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ گورنر صاحب کو افسوس ہے کہ [illegible] مصروفیتوں کی وجہ سے وہ اس جلسے میں شریک نہ ہو [illegible] لیکچروں سے محظوظ نہیں ہو سکے۔ [illegible] کئی دفعہ سن چکے ہیں [illegible] بڑی [illegible] مصروفیتوں کی وجہ سے معذور [illegible]

[illegible] کیا اور [illegible] جب لیکچر ختم ہوا تو بعض غیر مسلم احباب نے [illegible] جن کا مختصر جواب علامہ نے اسی وقت [illegible]

Marfat.com

کہ یہ لیکچر عنقریب بصورتِ کتاب چھپ جائیں گے ۔ اس وقت ان کے تفصیلی مطالعے کے بعد استفسارات ہو سکتے ہیں ۔ اس کے بعد صدرِ جلسہ ڈاکٹر سوبرا مانین نے اپنے صدارتی کلمات میں کہا :

''اس سرزمین میں ہندو اور مسلمان دونوں آباد ہیں ۔ اگر وہ خود اختیاری حکومت حاصل کرنا اور اسے قائم رکھنا چاہتے ہیں تو ان میں اتحاد بہت ضروری ہے ۔ میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ ہندوؤں کا یہ فرض ہے کہ وہ مسلم اقلیت کو اس بات کا اطمینان دلائیں کہ وہ بھی اس سرزمین میں بھائیوں کی طرح زندگی بسر کر سکیں گے ۔ میرے لیے یہ بات باعثِ عزت ہے کہ اگرچہ میں ہندو ہوں لیکن اسلامی فلسفے پر لیکچر کی صدارت کے لیے مجھے منتخب کیا گیا ہے ۔ میں خوش ہوں کہ اس صوبے کے مسلمانوں کا زاویۂ نگاہ صحیح ہے ۔ اسلام نے نہ صرف مشرق کو بلکہ ساری دنیا کو اخوت کا سبق دیا ہے ۔ ہم ہندو ابھی تک ذات پات اور قومی امتیازات کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں ۔ ابھی ہمیں اسلامی تہذیب اور اسلامی کلچر سے اخوت کا سبق سیکھنا ہے ۔ میں یہاں غیر برہمن کی حیثیت سے تقریر نہیں کر رہا اور نہ ہی ذات پات کے خلاف بات کر رہا ہوں ۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کو یکجا کرنے اور تمام ہندوستانی اقوام میں اتحاد کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے ہمیں اسلامی اخوت کو دلیلِ راہ بنانا چاہیے ۔''

جلسے کے اختتام پر اخباری نمایندوں نے علامہ صاحب کو گھیر لیا ۔ ایسے فلسفیانہ مسائل کو وہ کہاں تک سمجھ سکتے تھے اور کہاں تک لیکچر کو لکھ سکتے تھے ۔ اس سے پیشتر انھوں نے

Marfat.com

اسلامی حقائق و معارف کو فلسفیانہ انداز میں نہیں سنا تھا ۔ چنانچہ لیکچر کا جو خلاصہ سیٹھ حمید حسن صاحب نے تیار کیا تھا اسی کی نقول ان کے حوالے کر دی گئیں جس سے وہ اخبار والے مطمئن ہو گئے ۔

لیکچر کے بعد جب ہم ہوٹل میں آئے تو سیٹھ جمال محمد صاحب نے مجھ سے کہا کہ آج شام جو لیکچر ہوا ہے وہ آپ مجھے دے دیں کیونکہ میں گھر لے جاکر رات کو اس کا مطالعہ کروں گا ۔ چنانچہ میں نے وہ لیکچر ان کے حوالے کر دیا ۔ پھر ان کے چلے جانے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے ان کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حاجی جمال محمد صاحب کی تجارت ایک کروڑ روپے سالانہ سے کم نہیں ہے ۔ حیرت ہے کہ ایک کروڑ روپے سالانہ کی تجارت کرنے والا یہ شخص تہبند اور کرتا پہنتا ہے اور حقیقت [illegible] جیسے عمی [illegible] انگریزی اور اردو میں گفتگو کرتا ہے ۔ [illegible]

ہے کہ مسلمانوں کو جو تعلیم دی [illegible] کا حقیقی مزاج ہو [illegible]

ہو ۔ مسلمانوں میں [illegible]

طبقہ [illegible] ہم اپنے منصب [illegible]

سامنے لے ۔

[illegible]

[illegible]

کے بلند پایہ فہم اور عقل کی تعریف کرتے رہے کہ کس طرح اتنے گہرے فلسفیانہ مسائل کو انہوں نے سمجھ لیا ہے ۔

دوسرے روز اسی گوکھلے ہال میں علامہ کا دوسرا لیکچر ہوا ۔ آج بھی لوگ کثیر تعداد میں موجود تھے اور انہوں نے نہایت انہماک سے لیکچر سنا ۔ اس لیکچر کا خلاصہ بھی اخبارات کو بھیج دیا گیا تھا جو اگلے روز شائع ہو گیا تھا ۔ بلکہ تامل نیڈو زبان کے روزناموں میں بھی علامہ کے ان لیکچروں کے خلاصے طبع ہوئے تھے جو نہایت عمدگی سے ترجمہ کیے گئے تھے ۔

تیسرے روز علامہ نے اپنا تیسرا خطبہ بھی اسی ہال میں پڑھا ، تاہم سامعین نسبتاً کم تھے کیونکہ لوگوں کو وہاں کے اخبارات میں لیکچروں کے خلاصے میسر آ جاتے تھے ۔ اخبارات میں علامہ کے بعض نہایت عمدہ فوٹو بھی طبع ہوئے تھے ۔ بمبئی کے اخبار ویکلی ''ٹائمز'' کا فوٹو گرافر خاص طور پر بمبئی سے مدراس آیا تھا ۔ مدراس کے انگریزی روزنامہ ''ہندو'' میں علامہ کے تینوں لیکچروں پر تبصرہ بھی کیا گیا تھا ۔ ۱۲ جنوری ۱۹۲۹ ع کو بمبئی کے اخبار ''ٹائمز'' ویکلی میں علامہ کا ایک گروپ فوٹو طبع ہوا جو مدراس کے ہوسٹو ہوٹل میں لیا گیا تھا ۔

یہ تو مختصر حال علامہ کے لیکچروں کا تھا جو اوپر درج کیا گیا ۔ علاوہ ازیں علامہ کے مدراس پہنچنے پر متعدد اداروں نے اور خود علامہ کے میزبان سیٹھ جمال محمد کے حلقۂ احباب نے علامہ کی ضیافتوں کے کئی پروگرام بنائے تھے جن میں شرکت کے بعد مشکل سے چند منٹ کی فرصت ملتی تھی ۔ ان معاملات کے انچارج سیٹھ حمید حسن صاحب تھے جنھوں نے نہایت فراخ دلی سے ان تمام دعوتوں کو، جو مختلف افراد اور انجمنوں نے دی تھیں ، قبول کر لیا تھا اور طے

Marfat.com

پایا تھا کہ تمام پروگرام کی پابندی سختی سے کی جائے۔ علامہ کو بھی اخلاقی طور پر جانا پڑتا تھا کیونکہ انھیں اندیشہ تھا کہ کہیں لوگ اسے ہماری بداخلاقی نہ سمجھیں اور انھیں کوئی شکایت پیدا نہ ہو جائے۔ چنانچہ تمام دعوتوں کو قبول کرنا پڑا۔

مدراس ہی میں وہاں کے روزنامہ ''سوراجیہ'' کے نمائندے نے علامہ سے ایک ملاقات کی جس میں ترکی کے حال اور مستقبل کے متعلق بات چیت ہوئی۔ علامہ کا یہ بیان مدراس کے اس اخبار میں ۷ جنوری ۱۹۲۹ع کو شائع ہوا تھا۔ علامہ کا یہ بیان بہت دلچسپ ہے جس کا خلاصہ مختصراً درج ذیل ہے:

''ہماری درس گاہوں میں مذہبی تعلیم بھی ضروری ہے۔ ایسے سوراج کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا جو مذہب سے بے نیاز ہو۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ روحانی اور مادی امور کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ سب سے اول [illegible] میں ترکوں کو اس مسئلے سے واسطہ پڑا تھا۔ اگرچہ وہ روحانیت اور مادیت کے مطلوبہ اجتماع کو حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوئے مگر انہوں نے اس ضمن میں [illegible] کوشش کی۔ میرا خیال ہے کہ ہندوستان [illegible] اس درِ عظیم کو انجام دینے کے [illegible] کے کیونکہ ان کے ہاں مذہبی روایات موجود ہیں [illegible] اور مادیت کو [illegible] زبردست وجہ [illegible] ہے کہ [illegible] ترکی بھی اور اسلامی [illegible] حالانکہ وہ لوگ ابھی تک [illegible] ہیں۔ اس لحاظ سے ترکی کے مسلمانوں اور ہندوستان کے مسلمانوں

میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس زمانے میں وہی لوگ محفوظ رہیں گے جو زمانۂ حاضرہ میں انسان کے معاملات کو بنانے اور بگاڑنے والی قوتوں سے باخبر ہوں گے۔"

علامہ کی خدمت میں مدراس کی "انجمنِ ترقیِ اردو" اور "ہندی پرچار سبھا" کی طرف سے بھی ایڈریس پیش کیے گئے تھے جن کی نقول مدراس اور بنگلور کے اخبارات میں طبع ہو گئی تھیں۔ ان کے جو جوابات علامہ نے دیے تھے وہ بھی طبع ہوئے تھے۔ مدراس کے اخبار "جسٹس" میں آپ کے جوابات اور ایڈریسوں کے تراجم دونوں چھپے تھے۔

سیٹھی حمید حسن نے مسلم خواتینِ مدراس کی طرف سے بھی ایک دعوت قبول کی تھی۔ پروگرام یہ تھا کہ وہ آپ کی خدمت میں ایک ایڈریس پیش کریں گی۔ اس جلسے کی روحِ رواں مسز عبدالسلام تھیں جو وہاں کے پوسٹ ماسٹر جنرل کی اہلیہ تھیں۔ یہ صاحب جالندھر کے باشندہ تھے اور سارا انتظام انھی کی طرف سے ان کے مکان پر ہوا تھا۔ چنانچہ علامہ کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا گیا جس میں آپ کی علمی و ادبی اور دینی و سماجی خدمت کو سراہا گیا تھا۔ ہم دونوں رفیقِ سفر آپ کے ہمراہ تھے۔ تمام مستورات پردے میں تھیں اور ہم مع علامہ کے پردے کے باہر بیٹھے تھے۔ آپ نے ایڈریس کے جواب میں جو تقریر فرمائی تھی اسے ہم نے احتیاط سے لکھ لیا تھا اور پھر وہ روزنامہ "انقلاب" کو برائے اشاعت ارسال کر دی گئی تھی۔ یہی تقریر ۱۹ جنوری ۱۹۲۹ء کے اخبار "انقلاب" سے لے کر "گفتارِ اقبال" کے صفحہ ۷۷ تا ۸۰ پر بھی طبع ہو چکی ہے۔ اس سپاس نامے کا متن بھی، جو مستورات نے پیش کیا تھا،

Marfat.com

"انوار اقبال" مرتبہ بشیر احمد ڈار میں طبع ہو چکا ہے (صفحات ۲۳۳-۲۳۶)۔

مدراس میں مستورات کی طرف سے ایڈریس پیش ہونا اس زمانے کے اعتبار سے واقعی ایک کارنامہ تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ایڈریس کے بعد مجمعِ مستورات میں سے کسی عورت نے علامہ سے پردے کے متعلق بھی سوال کیا تھا۔ آپ نے جواب دیا تھا کہ "غضِ البصر" یعنی چشم پوشی سے کام لینا چاہیے اور یہ امر مرد اور عورت دونوں کے لیے ہے۔ پھر عورتوں نے تقاضا کیا کہ آپ اپنی کوئی نظم سنائیے۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے تو اپنا کلام [illegible] یاد بھی نہیں ہے اور نہ ہی میرے ہمراہ کوئی کتاب ہے۔ مگر جب اندر سے "بانگِ درا" کے کئی نسخے باہر پہنچائے گئے تو علامہ بھی سنانے پر مجبور ہوگئے۔ چنانچہ آپ نے "بانگِ درا" [illegible] نظم "فاطمہ بنت عبداللہ" تحت اللفظ پڑھ کر سنائی۔ [illegible] بہت کامیاب رہی اور آج تک یاد ہے۔

اسی شام ساحلِ مدراس دیکھنے [illegible] ایک دل فریب نظارہ تھا کیونکہ مدراس کا ساحل [illegible] میں مشہور ہے۔ ہم نے یہاں علامہ کے ساتھ [illegible] پکڑتے بھی دیکھا۔ اس کے بعد ہم [illegible] مچھلیوں [illegible] اور عجیب [illegible] میں [illegible] حیثیت [illegible] بحری [illegible] کہ یہ عدد سانپوں سے کئی ہزار [illegible]۔

Marfat.com

قیامِ مدراس کے دوران میں ہم علامہ کے ہمراہ مدراس کے علاقے ''اڈیار'' میں بھی گئے جہاں فرقۂ ''تھیسوفسٹ'' کے لوگ رہتے تھے۔ ان کی صدر رانی بیسنٹ تھی۔ یہ علاقہ خاصا وسیع ہے اور یہاں کا قدیم عظیم الشان برگد کا درخت دیکھنے کے قابل ہے جو ایک وسیع رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ یہاں کسی نے یہ بھی بیان کیا کہ کلکتہ کے علاقہ ہوڑا میں برگد کا جو درخت ہے وہ اس سے بھی بڑا ہے۔ واقعی وہ اڈیار کے برگد سے بھی بڑا ہے اور میں نے ۱۹۳۵ء میں اسے خود دیکھا ہے۔

ہم مدراس میں ۴ جنوری ۱۹۲۹ء کی صبح کو آئے تھے اور ۸ جنوری ۱۹۲۹ء تک ٹھہرے۔ ان پانچ دنوں میں سے ہر روز رات کا کھانا باہر ہوتا تھا۔ ۷ جنوری کی رات کو مدراس کی مسلم ایسوسی ایشن کی طرف سے الوداعی دعوت تھی جس میں مدراس کے اکثر مسلمان زعما شامل ہوئے تھے۔ اس دعوت میں علامہ کے سفر مدراس پر لوگوں نے تبصرہ کیا اور بعض حضرات نے بہت مفید باتیں بطور الوداعی پیغام کے کہیں۔ چنانچہ یہ بھی کہا گیا کہ علامہ کے مدراس میں تشریف لانے سے مسلمانوں میں اسلامی تعلیم کے لیے ایک تازہ ولولہ پیدا ہو گیا ہے۔ خاص طور پر سیٹھ عبدالحمید حسن اور خود سیٹھ جمال محمد کی مختصر تقاریر بہت ہی پرمعنی تھیں۔ جیسا کہ اکثر ہوتا تھا، اس دعوت میں بھی اپنی ظرافت آمیز گفتگو سے علامہ نے محفل کو زعفران زار بنا دیا۔ مسلمانانِ مدراس کے مخصوص کھانے بھی اس دعوت میں موجود تھے۔

الوداعی تقریب سے پیشتر چائے کی دو دعوتیں بھی قابلِ ذکر ہیں: ایک تو مدرسۂ جمالیہ کی طرف سے ہوئی اور دوسری گورنمنٹ کالج مدراس کے طلبہ کی طرف سے ان کے ہوسٹل میں۔ ان کے انتظام

Marfat.com

میں افضل العلما ڈاکٹر مولانا عبدالحق صاحب نے بطور خاص حصہ لیا تھا - کالج کے انگریز پرنسپل مسٹر کلارک نے بھی اس میں شرکت کی تھی -

قیامِ مدراس کے زمانے میں جہاں بھی ڈاکٹر صاحب کو مدعو کیا گیا ، میزبانوں نے کماحقہ ان کی توقیر اور عزت افزائی کی کیونکہ آپ وہاں مفکرِ اسلام کی حیثیت سے تشریف لے گئے تھے - آپ نے ہر مجلس میں اور ہر محفل کے اختتام پر بلند پایہ تقاریر کی تھیں ، خاص طور پر آخری دعوت میں جو تقریر آپ نے کی وہ نہایت ایمان افروز تھی - اس میں مسلمانوں کے علوم و فنون کے انحطاط اور مسلمانوں کی بے عملی کو نہایت درد انگیز پیرائے میں بیان کیا گیا تھا - آخر میں آپ نے مختصر مگر شاندار الفاظ میں سیٹھ جمال کے ایثار کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اس شخص کی ذات یہاں کے مسلمانوں کے لیے مغتنماتِ روزگار میں سے ہے - غرض کہ قیامِ مدراس کا یہ مختصر زمانہ ہمیشہ یاد رہے گا -

۸ جنوری ۱۹۲۹ء کی شام کو ہم لوگ بنگلور جانے کی تیاری میں مصروف تھے کہ شام سے قبل سیٹھ جمال محمد صاحب ہوٹل میں تشریف لائے - آپ نے علامہ کو ایک [illegible] ادبی [illegible] اور ساتھ ہی اخراجات کے لیے ایک چیک بھی پیش کیا - نیز [illegible] چودھری محمد حسین صاحب کو بھی [illegible] کی اعلیٰ قسم کی [illegible] عنایت فرمائیں - آپ نے اس عمل سے [illegible] کو زندہ کر دیا تھا - سیٹھ صاحب اس وقت [illegible] علامہ صاحب سے تعارف کے لیے ساتھ لائے تھے - [illegible] انہوں نے لیکچروں کے لیے مدراس آنے پر حضرتِ علامہ کا [illegible] سے شکریہ ادا کیا -

Marfat.com

۸ جنوری ۱۹۲۹ء کی شب کو ہم بوسٹو ہوٹل سے مدراس چھاؤنی ریلوے سٹیشن پر پہنچے تو یہاں الوداع کہنے والوں کا ایک بہت بڑا ہجوم موجود تھا ۔ ان لوگوں نے نہایت خلوص اور محبت سے ہمیں گاڑی میں سوار کرایا ۔

اگلے روز صبح کے وقت ہم بنگلور کنٹونمنٹ ریلوے سٹیشن پر پہنچے تو یہاں بھی علامہ کے استقبال کے لیے ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع تھے جنہوں نے پھولوں کے بڑے بڑے ہار اٹھا رکھے تھے ۔ یہ ہار وہاں خاص طور پر تیار کیے جاتے ہیں اور خاصے قیمتی ہوتے ہیں ۔ ہر ہار کے ساتھ ایک گلدستہ بھی ہوتا ہے ۔ گاڑی رکی تو سب سے پہلے فخرالتجار حاجی سیٹھ سر اسمعیل اور حاجی سیٹھ عبدالغفور آگے بڑھے اور انہوں نے علامہ صاحب کو ہار پہنائے ۔ جب علامہ مدراس ریلوے سٹیشن پر پہنچے تھے تو وہاں بھی حاجی سر اسمعیل موجود تھے کیونکہ سیٹھ جمال محمد نے اس علاقے کے تمام سربرآوردہ مسلمانوں کو خاص طور پر علامہ کے استقبال کے لیے مدراس بلایا تھا ۔ سر اسمٰعیل نے مدراس ہی میں علامہ کو بنگلور آنے کی دعوت دی تھی ۔ اس مجمع میں بنگلور کے اردو اخبار ''الکلام'' کے عملے کے لوگ بھی موجود تھے ۔ ڈاکٹر صاحب سیٹھ سر اسمعیل اور سیٹھ عبدالغفور کے ساتھ موٹر میں بیٹھ کر ان کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوئے تو موٹر خاص طور پر آہستہ آہستہ چل رہی تھی تاکہ دیگر حضرات بھی ساتھ ساتھ پیدل چل سکیں اور آپ کو دیکھ سکیں ۔ بنگلور ریلوے سٹیشن کو اس موقع پر بطور خاص سجایا گیا تھا ۔ غرض کہ اسی طرح مجمع کے ہمراہ ہم لوگ حاجی سر اسمعیل کی کوٹھی پر پہنچ گئے جہاں ہماری رہائش کا انتظام تھا ۔

حاجی اسمٰعیل علاقۂ بنگلور کے بہت بڑے رئیس تھے ۔ بنگلور کا

Marfat.com

زنانہ ہسپتال ، جسے مقامی لوگ گوشہ ہسپتال کے نام سے پکارتے ہیں ، انھی کا قائم کیا ہوا تھا اور بہت مشہور تھا ۔ ان کی عمر اس وقت اسّی سال کے قریب تھی اور کانوں سے ذرا بہرے تھے ۔ ان کو گھڑ دوڑ کا بہت شوق تھا ۔ چنانچہ ان کی ڈیوڑھی میں ایک ایسا کمرہ ہم نے دیکھا جس میں بے شمار انعامات رکھے تھے جو ان کے گھوڑوں نے جیتے تھے ۔ ان کا ایک لڑکا اسی زمانے میں بیرسٹر ہو کر لندن سے آیا تھا اور وہ بھی وہاں موجود تھا ۔ صبح کے ناشتے سے فارغ ہو کر دس بجے کے قریب حضرت علامہ بنگلور کی "مسلم لائبریری" تشریف لے گئے جہاں ان کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا ۔ اس جلسے کے روح رواں مرزا اسمٰعیل چیف کمشنر میسور تھے اور انھی کی صدارت میں یہ جلسہ ہوا تھا ۔ اسی روز شام کو [illegible] بنگلور کی طرف سے علامہ کے اعزاز میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس کا انتظام محکمۂ تعلیم میسور کی طرف سے کیا گیا تھا ۔ اس جلسے میں بنگلور کے بیشتر تعلیم یافتہ لوگ موجود تھے ۔ [illegible] تقریب کے اختتام پر حضرت علامہ نے نہایت برجستہ تقریر کی تھی جو بہت پسند کی گئی تھی ۔ اسی رات بنگلور کے ایک [illegible] رئیس حاجی [illegible] کے ہاں [illegible] مدعو تھے ۔ کھانا وہاں کے [illegible] لیا جو نہایت پُرتکلف تھا ۔ حاجی [illegible] مسلمان اور ایک نیک [illegible] انسان تھے ۔

علامہ [illegible] ان کے [illegible] لیکن بیوی ان کے ہمراہ تھی ۔ [illegible] انسان تھا ۔

Marfat.com

اسی روز ہمیں مطلع کیا گیا کہ کل دوپہر کے وقت مہاراجہ میسور کی خاص موٹر ہمیں لینے کے لیے آئے گی - چنانچہ ۱۰ جنوری کو ۱۱ بجے کے قریب ایک بڑی موٹر آ گئی - مہاراجہ میسور کی طرف سے سٹیٹ کا ایک آفیسر بھی ہماری رہنمائی کے لیے ساتھ آیا تھا - چنانچہ حاجی سر اسماعیل کے بنگلے پر بنگلور کے بے شمار لوگوں نے ہمیں الوداع کہا اور ہم حسبِ پروگرام میسور روانہ ہو گئے -

میسور کا راستہ بہت پُر فضا تھا - دریائے کاویری کے پل سے گزر کر جب ہم سڑک کا ایک موڑ مڑنے لگے تو چند اشخاص نے ہماری موٹر کو روک لیا - ان کے ہمراہ ایک بوڑھا سا شخص بھی تھا جس کی بینائی بہت کمزور تھی - ان کے پاس ایک میلی سی چائے دانی اور چند معمولی سے پیالے تھے - چنانچہ انھوں نے نہایت عقیدت سے حضرتِ علامہ سے ملاقات کی اور آپ کی خدمت میں چائے پیش کی - بوڑھے شخص نے علامہ سے کہا کہ "میں نے انجمنِ حمایتِ اسلام لاہور کے جلسے میں آپ کی نظم "نالۂ یتیم" سنی تھی - آج اتنے برسوں کے بعد بھی وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے - یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آج میں آپ سے ملاقات کر رہا ہوں - ہم لوگ ایک دور افتادہ گاؤں میں رہتے ہیں اور آپ سے ملاقات کے لیے صبح سے یہاں آئے ہوئے ہیں -"

جب ہم لوگ قلعۂ سرنگاپٹم کے قریب سے گزرے تو سلطان ٹیپو اور سلطان حیدر علی کا مقبرہ دور سے نظر آیا - باغ کے باہر مقبرے کے دروازے پر ہر وقت نوبت بجتی رہتی ہے - یہیں سلطان حیدر علی اور سلطان ٹیپو کے مرشد کا مزار بھی ہے جو نہایت پُر عظمت مقام ہے - ہمارا پروگرام چونکہ تفصیل سے ان مزارات کو دیکھنے کا تھا اس لیے

Marfat.com

یہاں رکے بغیر چار بجے میسور پہنچ گئے - چونکہ میسور کے مہاراجہ سے ملنے کا یہی وقت طے تھا اس لیے موٹر سیدھی ہمیں گورنمنٹ ہاؤس لے گئی - یہ عجیب پُر فضا مقام تھا اور صفائی اور بجلی کا انتظام قابلِ دید تھا - بلکہ یہ کہنا بجا ہو گا کہ ہندوستان بھر میں ایسے پُر فضا اور صاف ستھرے مقام بہت کم ہوں گے - نہ صرف قدرت ہی اس مقام پر مہربان تھی بلکہ انسانی حسنِ انتظام بھی قابلِ دید تھا - علامہ کی ملاقات مہاراجہ میسور سے ہوئی تو نہ کوئی زیادہ تکلف برتا گیا اور نہ زیادہ دیر لگی - وہ فوراً ہی گیسٹ ہاؤس [illegible] اور تھوڑی سی دیر کے بعد واپس آ گئے -

اسی شام میسور یونیورسٹی نے علامہ [illegible] کیا گیا تھا - چنانچہ چھ بجے کے قریب [illegible] یونیورسٹی [illegible] وائس چانسلر مسٹر چاندی کے زیرِ صدارت [illegible] یونیورسٹی کے عام پروفیسروں کے علاوہ حاضرین [illegible] شرفا و فضلا بھی شریک ہوئے - تمام ہال حاضرین [illegible] علامہ کا تعارف مسٹر چاندی نے [illegible] مسٹر سنہائی کے خسر تھے [illegible] کہ علامہ نے مدراس کا خطبۂ اوّل [illegible] خوش اسلوبی سے اختتام پذیر ہوا -

[illegible] روز صبح ۹ بجے [illegible] سلطان [illegible] کا مقبرہ [illegible] اور سلطان [illegible] پھر [illegible] مسلمانانِ میسور [illegible] تھی - چنانچہ ۱۱ جنوری ۱۹۲۹ [illegible] [illegible] میں سوار ہو گئے - [illegible] جس میں دوسرے لوگوں کے علاوہ [illegible]

Marfat.com

ماہرِ موسیقی ''علی جان'' بھی سوار تھے جو مہاراجۂ میسور کی طرف سے خاص طور پر علامہ کی مصاحبت کے لیے بھیجے گئے تھے - جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ، ٹیپو سلطان کے مقبرے کے باغ کے دروازے پر ریاست کی طرف سے ہر وقت نوبت بجتی رہتی ہے - یہ روضہ سیاہ سنگِ مرمر سے تعمیر شدہ ہے جسے عرفِ عام میں سنگِ موسیٰ کہتے ہیں -

یہاں یہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کا مدراس کے لیکچروں کی دعوت قبول کرنے کا سب سے بڑا مقصد دراصل سلطان ٹیپو کے مقبرے کی زیارت کرنا تھا -

علامہ نے مقبرے کے اندر داخل ہو کر اولاً قرآن حکیم کی وہ آیت پڑھی جو شہدا کے ضمن میں آئی ہے؟ یعنی ''وہ جو اللہ کے رستے میں کام آ گئے ہیں ان کو مردہ مت کہو - وہ زندہ ہیں مگر لوگوں کو شعور نہیں ہے -'' اس مزار میں انسان پر ایک عجیب دہشت طاری ہو جاتی ہے - گنبد کے نیچے تین قبریں ہیں - درمیان میں سلطان حیدر علی کی قبر ہے ، دائیں طرف ٹیپو سلطان شہید کی اور بائیں جانب ان کی والدہ کی - ٹیپو سلطان کی قبر پر سرخ رنگ کا کپڑا پڑا رہتا ہے جو دراصل شہادت کی علامت ہے - علامہ نے جس عقیدت ، خلوص اور رقت سے قبر پر فاتحہ خوانی کی اس کی کیفیت الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی - مقبرے کے اندر چاروں طرف دیواروں پر اور قبروں کے تعویذوں پر بہت سے فارسی اشعار صاحبانِ مقبرہ کی شان میں اور شہادت کے ضمن میں لکھے ہوئے ہیں - روضے میں والدۂ سلطان ٹیپو کی قبر سنہری ہے - سلطان نے خود اپنے والدین کو یہاں دفن کیا تھا اور یہ مقبرہ تعمیر کرایا تھا - (سلطان شہید کے مزار پر حاضری کی مزید تفصیلات اگلے مضمون ''شمشیر گم شد'' میں ملاحظہ فرمائیے) -

Marfat.com

مقبرے کے قریب ہی ایک چھوٹی سی مسجد ہے ۔ فاتحہ خوانی کے بعد ہم لوگ مسجد کے صحن میں جا کر بیٹھ گئے اور علی جان صاحب نے ایسے سوز کے ساتھ نظمیں سنائیں کہ علامہ کے آنسو جاری ہو گئے ۔

یہاں یہ بیان کرنا بھی خالی از دلچسپی نہیں ہوگا کہ پروفیسر حافظ محمود شیرانی مرحوم نے لندن میں اپنے قیام کے دوران میں ایک عجائب گھر میں ایک تلوار دیکھی تھی جس پر خون جما ہوا تھا ۔ انھوں نے اسے سلطان ٹیپو کی تلوار سمجھ کر ایک طویل نظم بعنوان "تلوار سلطان شہید ٹیپو" لکھی تھی جو رسالہ "مخزن" لاہور میں (۱۹۰۴ء) میں طبع ہوئی تھی ۔ بعد میں وہ نظم حکومت برطانیہ نے ضبط کرلی تھی ۔

اس کے بعد ایک بجے کے قریب ہم لوگ دولت باغ میں آ گئے جہاں ریاست میسور کی طرف سے لنچ کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس باغ میں ابھی تک بہت سے درخت سلطان ٹیپو کے زمانے کے موجود ہیں ۔ لوگ ان کی طرف اشارہ کر کے عہد سلطانی کے واقعات سناتے تھے ۔ کہتے ہیں کہ سلطان کو اس عمارت اور اس باغ سے خاص لگاؤ تھا ۔ اس باغ کے ایک طرف دریائے کاویری بہتا ہے [illegible] منظر ہے ۔

لنچ کے بعد باغ سے نکل کر ہم [illegible] یہاں وہ مسجد ابھی تک موجود ہے جس [illegible] غیر مسلموں کے حوالے کر دی [illegible] ایک مسجد سلطان کے زمانے کی [illegible] امام کے [illegible] جو ایک بوڑھے [illegible] آدمی [illegible] کے زمانے میں اس مسجد کے امام [illegible]

Marfat.com

کیا کہ سلطان شہید عام طور پر مسجد کی عقبی دیوار کی کھڑکی سے مسجد میں نماز کے لیے آتے تھے ۔ قلعہ سرنگاپٹم کے اندر وہ مقام بھی ہمیں دکھایا گیا جہاں غدار ''میر جعفر'' اپنے کیفرکردار تک پہنچا تھا ۔

پھر ہم دریائے کاویری پر وہ بند دیکھنے گئے جو سلطان ٹیپو نے ریاست میسور کی زرعی ضروریات کے لیے پانی ذخیرہ کرنے کی غرض سے تعمیر کرایا تھا ۔ مہاراجہ میسور نے وہاں سلطان کے زمانے کا فارسی زبان کا وہ کتبہ بھی نصب کر دیا ہے جو وہاں سے کھدائی کے دوران میں برآمد ہوا تھا ۔ بند (ڈیم) کے ساتھ ایک باغ بھی بطور سیرگاہ کے بنا دیا گیا ہے جس میں برقی فوارے عجیب منظر پیش کرتے ہیں ۔

ہم لوگ مقررہ وقت سے پہلے ہی مہمان خانے میں واپس آگئے کیونکہ اسی روز مسلمانانِ میسور کی طرف سے ٹاؤن ہال میں علامہ کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا جانا تھا ۔ چنانچہ یہ جلسہ نواب غلام احمد کلامی صاحب کی صدارت میں تلاوتِ قرآن مجید سے شروع ہوا ۔ اس کے بعد غلام محمد عرف علی جان نے اپنے تمام سازندوں کے ساتھ علامہ کی دو تین نظمیں نہایت رقّت آمیز سُروں میں سنائیں ۔ میں نے اس سے پیشتر علامہ کے اعزاز میں ایسا شاندار جلسہ کبھی نہیں دیکھا تھا ۔ وہ سماں آج تک آنکھوں کے سامنے ہے ۔ آخر میں سیٹھ محمد ابا (عباس نے سپاس نامہ پیش کیا اور علامہ نے اس کا جواب دیا ۔ اس جلسے کی پوری کارروائی (سپاس نامے اور علامہ کے جواب سمیت) بنگلور کے اردو روزنامے ''الکلام'' میں بھی طبع ہو گئی تھی ۔ علامہ کی یہ تقریر بہت اہم تھی ۔ میسور یونیورسٹی کے فلسفے کے ایک ہندو پروفیسر نے علامہ کی تقریر کے بعد انگریزی میں آپ کے لیکچروں کی

Marfat.com

داد دیتے ہوئے کہا کہ "اس موضوع پر آج تک کسی نے اس قدر محققانہ نظر نہ ڈالی ہوگی ۔ ڈاکٹر صاحب کو مسلمان بزار اپنا کہیں مگر وہ سب کے ہیں ۔ کسی ایک مذہب یا جماعت کی ملکیت نہیں ہیں ۔ اگر مسلمانوں کو یہ ناز ہے کہ اقبال ان کا ہم مذہب ہے تو ہم ہندوستانیوں کے لیے بھی یہ فخر کچھ کم نہیں ہے کہ [illegible] ایک ہندوستانی ہے ۔"

متذکرہ جلسے کے منتظم اور روح رواں میسور کے مشہور [illegible] سیٹھ محمد [illegible] (عباس) تھے جنہوں نے یہ جلسہ منعقد کرایا تھا [illegible] خود ہی سپاس نامہ بھی پڑھا تھا ۔

اگلے روز میسور کے بعض پرانے محلات [illegible] دیکھے گئے ۔ ایک جگہ سلطان ٹیپو کی [illegible] میں ایک [illegible] نے دیکھا ۔ میسور [illegible] علامہ [illegible] منتظم ایک [illegible] تھے ۔ علامہ نے [illegible] ایک [illegible] کے دیکھا [illegible] تھے ۔ [illegible] میسور [illegible] آزاد [illegible] تھے ۔ [illegible]

علامہ نے میسور [illegible] ۔ ان [illegible] ۔ [illegible] میسور [illegible]

ہمارا میسور کا سفر ختم ہوا ۔

Marfat.com

۱۲ جنوری ۱۹۲۹ع کو دوپہر کے وقت کھانا کھا کر ہم لوگ موٹر میں بیٹھ کر بنگلور روانہ ہو گئے - راستے میں دو تین مقامات پر گاؤں کے باشندے پھولوں کے ہار لے کر کھڑے تھے جنھیں دیکھ کر علامہ نے بار بار موٹر رکوائی - پھر جب ہم سلطان ٹیپو کے مقبرے کے قریب پہنچے تو علامہ نے ایک مرتبہ پھر موٹر سے اتر کر سلطان کے مزار پر فاتحہ پڑھی - بالآخر د بجے کے قریب ہم بنگلور میں حاجی سر اسماعیل کے مکان پر پہنچ گئے - واپسی پر چائے کی دعوت امین الملک سر اسماعیل کے ہاں تھی اور یہ پروگرام پہلے سے طے پا چکا تھا - چنانچہ ہم سیدھے دعوت میں پہنچے - اس دعوت میں پروفیسر شوستری اور ان کے گھر کے لوگ بھی موجود تھے اور یہاں کا تمام ماحول ایرانی تھا - دعوت سے فارغ ہو کر بنگلور کے بازار سے ہوتے ہوئے ہم لوگ حاجی سر اسماعیل کے مکان پر پہنچے اور وہاں آرام کیا اور پھر واپسی کی تیاری میں مصروف ہو گئے -

اگلے روز ۱۳ جنوری ۱۹۲۹ع کو صبح ساڑھے آٹھ بجے کی ریل میں سوار ہو کر ہم عازمِ حیدرآباد دکن ہوئے اور دوسرے روز ۱۴ جنوری ۱۹۲۹ع کو صبح کے وقت حیدرآباد دکن کی حدود میں پہنچ گئے - حضرتِ علامہ کو عثمانیہ یونیورسٹی کی طرف سے لیکچروں کی دعوت آ چکی تھی جسے آپ نے قبول فرما لیا تھا - سکندر آباد کے ریلوے سٹیشن پر ہم گاڑی سے اترے تو دیکھا کہ پلیٹ فارم پر مسلمان بچے قطاروں میں کھڑے علامہ کا کلام ''چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا ترنم'' سے پڑھ رہے ہیں - عثمانیہ یونیورسٹی کے رجسٹرار انصاری صاحب ، سر اکبر حیدری ، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ، مولانا عبداللہ عمادی ، سید ابراہیم ٹونکی ، ڈاکٹر مظفر الدین قریشی اور

Marfat.com

عثمانیہ یونیورسٹی کے متعدد اساتذہ وہاں موجود تھے ۔ چنانچہ سب سے پہلے سر اکبر حیدری نے آگے بڑھ کر علامہ کو پھولوں کے ہار پہنائے ۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں نے بھی مصافحہ کیا اور ہم ریلوے سٹیشن سے باہر آ کر موٹر میں بیٹھ گئے اور سرکاری مہمان خانے ولادا وسٹا (Villada Vista) پہنچ گئے جہاں حضرتِ علامہ کے ٹھہرنے کا انتظام تھا ۔

یہاں آ کر معلوم ہوا کہ یہاں بھی مدراس اور میسور کی طرح پورا پروگرام مرتب ہو چکا ہے ۔ اس پروگرام میں علاوہ خطبات کے صدرالمہام حیدر آباد دکن سر کشن پرشاد شاد سے ملاقات بھی شامل تھی ۔ سب سے پہلے باغِ عامہ کے ہال میں علامہ کا ایک لیکچر ہوا جس کی صدارت مہاراجہ سر کشن پرشاد نے فرمائی تھی ۔ علامہ نے یہاں مدراس کے لیکچروں کا اعادہ کیا تھا ۔ دوسرے روز مہاراجہ کشن پرشاد کے ہاں ایک پرتکلف دعوت تھی جس میں تمام مدعوین نے روایت کے مطابق سرکاری [illegible] تھی ۔ [illegible] ہم دونوں اس دعوت میں علامہ کے ہمراہ [illegible] گئے تھے ۔ [illegible] علامہ نے اعلان کر دیا تھا [illegible] نظم [illegible] دعوت میں [illegible] کے [illegible] دیکھ کر آپ نے بھی خضرِ شعر و سخن کی [illegible] پڑھے ۔

علامہ [illegible] کشن [illegible] خدمت [illegible] حضرت علامہ [illegible] سے ملاقات [illegible] ۔ [illegible] حضرت [illegible] واپس تشریف لائے تو ہم نے حضرتِ علامہ سے [illegible]

Marfat.com

گیا اور یہ بھی بتایا کہ وہ مشکل سے ۱۹ جنوری کو لاہور روانہ ہو سکیں گے۔

قیامِ حیدر آباد کے دوران میں ایک دوپہر کو سر اکبر حیدری کے ہاں دعوت تھی جس میں ہم دونوں نیازمندوں نے بھی شرکت کی تھی۔ اس دعوت میں زیادہ تر محکمۂ تعلیم کے لوگ یا پروفیسر حضرات مدعو تھے۔ ہم نے ایک دن گولکنڈہ کی سیر بھی کی تھی مگر علامہ نے اس میں شرکت نہیں فرمائی تھی کیونکہ مہمان خانہ ''ولادا وستہ'' میں ہر وقت ملنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ جیسا کہ ذکر ہوا، علامہ نے میر عثمان علی خاں والیٔ دکن سے مقررہ تاریخ کو تفصیلی ملاقات کی تھی جس میں آپ نے بہت سے امور پر گفتگو فرمائی تھی۔

بالآخر ۱۹ جنوری ۱۹۲۹ء کو علامہ لاہور تشریف لے گئے مگر میں اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے واپس آپ کے ہمراہ نہ جا سکا۔

جب علامہ کے خطباتِ مدراس کا بہت چرچا ہوا تو کارپردازانِ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، اور خاص طور پر شعبۂ فلسفہ کے سربراہ ڈاکٹر سید ظفر حسن نے خواہش کی کہ وہی لیکچر آپ مسلم یونیورسٹی میں بھی پڑھ دیں۔ اس زمانے میں مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر سر راس مسعود تھے۔ چنانچہ آپ نومبر ۱۹۲۹ء کو علی گڑھ تشریف لے گئے تو راقم بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ ہم لاہور سے بذریعہ فرنٹیر میل پہلے دہلی گئے اور وہاں سے دوسری گاڑی میں سوار ہو کر علی گڑھ پہنچے۔ جس روز ہم علی گڑھ پہنچے، ڈاکٹر سر راس مسعود کسی ضروری کام سے بھوپال گئے ہوئے تھے۔ تاہم ریلوے اسٹیشن پر تمام یونیورسٹی نے آپ کا استقبال کیا اور ہم سید ظفر حسن کے ہاں مقیم ہوئے۔ دوسرے روز ڈاکٹر سر راس مسعود بھی تشریف لے آئے اور

Marfat.com

پروگرام مرتب ہوا - چنانچہ علامہ نے یونیورسٹی کے سٹریچی ہال میں اپنے خطبات پڑھے - پھر آپ نے کالج کی سوسائٹیوں کے جلسوں میں بھی شرکت فرمائی - یونیورسٹی کی سٹوڈنٹس یونین نے بطور خاص ایک مجلس قائم کی اور علامہ کو اس کا لائف ممبر بنایا گیا - ان دنوں پرو وائس چانسلر ایک انگریز ہکسن بوتھم تھے - انہوں نے بھی اس پروگرام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا - اس موقع پر علامہ نے ایک تقریر بھی کی تھی جو "انقلاب" کے ۱۰ دسمبر ۱۹۲۹ء کے شمارے میں طبع ہو چکی ہے - ہم لوگ وہاں تین دن رہے تھے - اس دوران میں علامہ نے صاحبزادہ خان آفتاب احمد خان کی عیادت بھی کی تھی جو اس زمانے میں بیمار تھے - ایک تقریب علی گڑھ ہال سلطان میں ہوئی تھی جس کے بعد مشاعرہ [illegible] حسین زیدی [illegible] عمدہ نظمیں بھی پڑھی گئی تھیں - بشیر ہاشمی [illegible] نے اس تقریب میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا [illegible] کے باشندہ تھے -

ان تمام مصروفیات کے دوران میں علامہ ان لیکچروں [illegible] مزید تحقیق کرتے رہے اور بالآخر [illegible] کی صورت میں کتاب چھپ گئی [illegible] لاہور [illegible] ان کی صحت [illegible] (۱۹۲۹ء) کے آخر میں چھ لیکچروں [illegible] کا R[illegible] of Religious Thought in Islam [illegible] لاہور [illegible] میں طبع ہوا تھا [illegible] ہوئے -

۱۹۳۲ء میں جب علامہ تیسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں [illegible]

Marfat.com

کی غرض سے لندن تشریف لے گئے تھے تو وہاں کی ''مجلسِ ارسطو'' کی درخواست پر آپ نے ایک لیکچر بعنوان ''کیا مذہب ممکن ہے؟'' پڑھا تھا۔ چنانچہ اس لیکچر کو بھی آپ نے بعد میں اس مجموعے میں شامل کر لیا تھا اور آج آپ کے لیکچروں کی یہ کتاب سات خطبات پر مشتمل ہے۔ اس علمی کارنامے کا آغاز دراصل ۱۹۲۸ء سے ہوا اور ۱۹۳۲ء میں یہ اختتام کو پہنچا۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

٦٢

شمشیر گم شد

(مزار ٹیپو سلطان شہید کی زیارت علامہ اقبال کی معیت میں)

اسلام نے اپنے مجاہدین اور شہداء کا جو مرتبہ مقرر کیا ہے وہ قرآن شریف کی اس آیت سے عیاں ہے:

"ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔"

تاریخ اسلام ایسے خونی جلال و عظمت کے واقعات سے معمور ہے جو ہر عالم کے لیے سبق اور عبرت کی حیثیت رکھتے ہیں [illegible]

[illegible]

"شمشیر گم شد" [illegible]

[illegible]

Marfat.com

ہوا اپنے خالق حقیقی سے جا ملا - اور یوں اسلام کی یہ تلوار جو دشمنانِ اسلام کی سرکوبی کے لیے بے نیام ہوئی تھی ، ہمیشہ کے لیے اندھیروں میں کھوگئی - راقم نے اسلام کے اس مجاہد فرزند کی آخری آرام گاہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے اور خوش بختی یہ ہے کہ اس موقع پر مفکرِ اسلام شاعرِ مشرق حضرت علامہ اقبال کی رفاقت کی سعادت بھی حاصل تھی - کسی مردِ حق نے اس شہیدِ حق و صداقت کی تاریخِ شہادت (۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۹ء) مندرجہ ذیل اشعار سے نکالی ہے جو شہید کے مزار کے باہر ایک کتبے پر کندہ ہیں :

آسماں رو خوں کے آنسو اس جہاں آباد پرا[1]

عجائبات میں یاں کے نہ دل کو الجھانا
دکن میں آ کے سرنگاپٹم چاہیے جانا
کہ جس کی خاک میں سوتا ہے شیرِ ہندستان
زمانہ بھول گیا ہائے جس کے سب احسان

۵ رجب المرجب ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۱ جنوری ۱۹۲۹ء بروز جمعۃ المبارک دوپہر کے وقت ہم سب شریکِ سفر جزیرۂ سرنگاپٹم کے جنوب مشرقی قریے گنجام میں لال باغ کی مشرقی روش سے اس شہید کے مزار کی طرف روانہ ہوئے - ابھی ہم باغ میں تھے کہ شاہی دروازے سے نوبت کی آواز آئی جس کی روایت شہید کے زمانے سے چلی آ رہی تھی اور غالباً ان کے والد سلطان حیدر علی کے زمانے میں بھی موجود

۱- اس مضمون کے تمام اشعار فاضل مصنف نے جس طرح نقل کیے ہیں ، انھیں اسی طرح شامل کیا جا رہا ہے - (ادارہ)

Marfat.com

تھی - یہ مقبرہ ٹیپو سلطان شہید نے اپنے والد کی یاد میں تعمیر کرایا تھا جس میں ان کی والدہ بھی دفن ہیں مگر قدرت کو یہ منظور تھا کہ اس کے بانی کی آخری آرام گاہ بھی یہی مقبرہ بنے -

باغ کی روشوں پر ناریل کے درخت دو رویہ صفت باندھے کھڑے تھے جو خود شہید کے اپنے حسنِ مذاق کی یادگار تھے - یاد رہے کہ سلطان کو باغات لگانے کا اس قدر شوق تھا اور وہ اس سلسلے میں اتنا اچھا ذوق رکھتے تھے کہ جس کی نظیر ملنا محال ہے - تمام میسور، سرنگاپٹم اور بنگلور میں [illegible] تھیں - یہاں ماہرین سے جو باغات لگوائے گئے تھے ان میں سے بعض ابھی تک موجود ہیں - ہمارے رفقائے سفر میں سے ایک صاحب محمد امتیاز خاں رئیسِ میسور نے بیان کیا تھا کہ ان باغات میں تقریباً ہر قسم کے میوہ دار درخت تھے - خود سلطان شہید کا ذاتی باغ اسی جزیرہ سرنگاپٹم میں اب تک موجود ہے -

سلطان شہید کا مقبرہ، جس [illegible] بلند چبوترے پر واقع ہے اور اندر سیڑھیوں کے ذریعے راستہ ہے:

[illegible]
[illegible] کی [illegible] -

ہم [illegible] اسلام [illegible] نے اپنے وقتی آرام کے [illegible] جذبات لیے پہلے ہم [illegible] یا اہل القبور [illegible] وہاں [illegible] رباعی نظر پڑی :

Marfat.com

از آں فاطمہ زوجۂ شیرِ خدا

شد سبطِ نبی سیّدِ شہدا پیدا

ایں فاطمہ زاد از علی حیدر

ٹیپو سلطاں کہ گشت شاہِ شہید

اس رباعی نے طبیعت پر گہرا اثر کیا ۔ یہ شہید بھی آسی جگر گوشۂ رسول جناب فاطمۃ الزہرا کا ایک لعل تھا جو اپنے جد امجد شہیدِ کربلا کی طرح ناموسِ اسلام پر فدا ہو گیا تھا ۔ جب سے اسلام میں شہادت کی رسم قائم ہوئی ہے ، ہمیشہ اولادِ رسولِ مقبول ؐ کو ہی یہ رسم نبھانے کی سعادت نصیب ہوئی ہے ۔ رباعی پڑھ کر ہم سب خاموش تھے، کسی کو اس دروازے سے اندر داخل ہونے کی جرأت نہیں ہو رہی تھی ۔ اس کے بعد علامہ جنوبی دروازے کی طرف بڑھے تو ہم نے بھی ان کی پیروی کی ۔ یہاں پہنچے تو چوکھٹ پر یہ رباعی کندہ تھی :

در ملکِ حجاز از علیِ حیدر

مفتوح شدہ ہفت قلاعِ خیبر

ایں حیدر دکنی دول کرناٹک

گشتند مطیع یک خدیو کشور

یہ کتبہ سلطان حیدرعلی کے متعلق لکھا گیا تھا جس میں ان کی جرأت اور بہادری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔ حضرت علامہ نے کچھ دیر گرد و نواح پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈالی اور پھر ہم ان کے پیچھے پیچھے اسی دروازے سے مزار میں داخل ہو گئے ۔

جیسا کہ ذکر ہوا ، اس مقبرے میں تین قبریں ہیں ۔ سلطان ٹیپو شہید کی قبر پر سرخ غلاف تھا جو غالباً ان کے حسرت ناک انجام کی نشان دہی کے لیے ڈالا گیا تھا ۔ زائر کی طبیعت پر اس کو دیکھ کر

Marfat.com

ایک ناقابلِ فراموش الم ناک ردِعمل ہوتا ہے۔ ہم نے خاموش، مودب اور ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے فاتحہ کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ میں اُس کیفیت کو الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں جو اس شہید کی آخری آرام گاہ کی قربت سے دل میں پیدا ہوگئی تھی۔ ہم سب انہی کیفیات کے زیرِاثر صحنِ مزار کے برآمدے میں چپ چاپ بیٹھ گئے۔ میسور کے ایک شاعر اور موسیقار علی جان صاحب ہمارے ہمراہ تھے۔ انھوں نے نہایت خوبصورت ترنم کے ساتھ کچھ اشعار پڑھنے شروع کیے جو اس موقع کی مناسبت سے بہت موزوں تھے۔ ہم سب پر ایسا اثر تھا کہ گویا سرنگاپٹم کے اس شہید کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ حضرتِ علامہ کی آنکھیں نم تھیں بلکہ اس سے بھی تجاوز کر چکی تھیں اور جسم پر لرزے کی کیفیت طاری تھی۔ ہم سب مبہوت اور بے جان تھے۔

یہاں سے ہمت کر کے اٹھے کہ پھر روضۂ مبارک کی زیارت کی جائے۔ اب ہم مغربی دروازے پر پہنچے تو پیشانی پر [illegible] رہی تھی:

آہ شہیدِ غرب، سبطِ نبی
[illegible]
از [illegible]
[illegible]

اس دروازے کی [illegible] اشعار کندہ تھے۔ [illegible] حیدر علی [illegible]:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
[illegible]

Marfat.com

زہے گنبد و . . . شکوہِ بنا
فلک زیر دستش بود در علو
تو خواهی سه و خواه خورشید خوان
فلک داغ گردید از رشکِ او
بود شمع اش نور چشم فلک
قمر یافته طلوع تعلیم او (کذا)
تراوش کناں طیر رحمت (؟)
ز خاک کروبیاں گرد او (؟)
که گه کسب فیض و شرف (؟)
گذشتم ازیں خواب گہ نکو
چوں آں مضجع تازہ آمد بچشم
نمودم چو او بیاں جستجو (؟)
که آں شاہ آسودہ را چیست نام
چہ تاریخ رحلت نمود است او
یکی از میاں گفت تاریخ و نام
که حیدر علی خاں بہادر بگو[1]

بائیں طرف کے یہ اشعار سلطان ٹیپو شہید کے متعلق ہیں :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
رب ارحم السلطان الکریم
ٹیپو سلطان شہید شد ناگہ
خون خود ریخت فی سبیل اللہ

۱۔ سلطان حیدر علی کا انتقال چتوڑ کے قریب ۸ دسمبر ۱۷۸۲ع کو ہوا اور سرنگاپٹم میں ان کو دفن کیا گیا ۔

Marfat.com

ماہِ ذی قعد بست و ہشتم آں
شدہ در روز شنبہ حشر عیاں
سوئے اش بینم آہ بگفت (؟)
نور اسلام و دیں ز دنیا رفت

تاریخِ کشتہ گشتنِ سلطان حیدری
ٹیپو بوجہ دینِ محمد شہید شد

اس کے بعد عربی زبان کے دو شعر ہیں اور پھر یہ شعر ہے:

سال تاریخ او شہید بگفت
حامیِ دیں شد ز زمانہ رفت

اور آخر میں عربی کی یہ عبارت درج ہے:

"من کلام السید الحضری ۔ ... الحقیر ... و حررہ سید عبدالقادر بالخط ... فی ... النبویۃ ۔"

جب سلطان ٹیپو راہِ خدا میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے تو مغرب کے وقت آپ کی نعش کو ... لیا گیا تھا مگر ابھی تک جسم ... نہیں ہوئی تھی کہ پاس جائے ۔ ... کے لیے آنکھوں سے ... شہادت ... ذی قعد روز شنبہ ... ہے ۔

[illegible]

محوِ استراحت تھا ۔ اندرونی گنبد کا مشاہدہ کرتے ہوئے ہم شمالی دروازے کی طرف بڑھے تو یہاں بھی ایک کتبہ نظر نواز ہوا ۔

مسجد کے صحن کے شمال اور جنوب کی طرف دیگر شہدا کی قبریں ہیں ۔ یہ سلطان کے وہ جاں نثار تھے جو آخری سانس تک اپنے آقا پر قربان ہوتے رہے ۔ ان پر چھوٹے چھوٹے کتبات بھی ہیں ۔ انھی میں ایک قبر نواب بنکی کی تھی جو سلطان کے اعزہ میں سے تھے اور ان کا تعلق کورگ سے بھی تھا ۔ ان کی قبر کے پیتل کے کتبے پر اردو میں ان کے حالاتِ زندگی کندہ تھے ۔

اس کے بعد ہم مقبرے کی شمالی روش پر آ گئے اور وہاں سے دولت باغ کی طرف روانہ ہو گئے ۔ پھر لال باغ کے دروازے سے باہر آئے جو اپنے بانی کے زمانے میں ہزاروں رنگینیاں اپنے دامن میں رکھتا تھا ۔ آج بھی اس دور کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے لال باغ کے دروازے پر نوبت بجتی ہے ۔

مقبرے کی عمارت :

فنِ تعمیر کے نقطۂ نگاہ سے اس مقبرے کی عمارت اپنی نظیر آپ ہے ۔ یہ ایک مربع چبوترے پر قاعدہ دار بنائی گئی ہے ۔ چھتری نما برآمدہ ، نہایت خوبصورت چھتیں ، سیاہ مرمر کے آٹھ آٹھ فٹ مثمن ستونوں پر قائم یہ مقبرہ ہندوستان کی عمارتوں میں بالکل منفرد مقام رکھتا ہے اور یہی اس عمارت کی سب سے بڑی خوبی ہے ۔ اس کی بناوٹ اور چمک دمک دور سے دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے ۔ برآمدے کے اندر چار دیواری ہے جس میں منقش کردہ چار دروازے ہیں ۔ دروازے سیاہ رنگ کی لکڑی کے ہیں جن میں ہاتھی دانت سے منبت کاری کی گئی ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ

Marfat.com

ٹیپو سلطان شہید کی عظمت و وقار کے پیش نظر یہ عطیہ لارڈ ڈلہوزی نے دیا تھا ۔ چار دیواری پر اکہرا گنبد ہے جیسے کہ دکن کی عام تاریخی عمارتوں میں ملتا ہے ۔ اس کے اندر آواز بہت گونجتی ہے کیونکہ مغلئی عمارتوں کی طرح یہ دوہرا نہیں ہے ۔ عمارت بہت بلند نہیں ہے تاہم فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے ۔

یہ مقبرہ مسجد کے صحن میں واقع ہے ۔ سلطان ٹیپو نے جب یہ مقبرہ اپنے والد کے لیے بنوایا تھا تو غالباً اسی زمانے میں اسے مسجد سے محصور کرا دیا گیا تھا تاکہ خانۂ خدا میں جو ذکر اذکار ہو ، صاحبِ مزار کی روح اس سے ہمیشہ مستفیض ہوتی رہے ۔ مسجد اور مقبرے کے خادم اور متولی ایک ہی خاندان سے نسلاً بعد نسل چلے آ رہے ہیں اور شروع سے انہیں جن احکام اور روایات کا پابند بنایا گیا ہے ، اب تک ان کی تعمیل کر رہے ہیں ۔ سلطان ٹیپو نے اپنے زمانے میں جو مسجد تعمیر کروائیں ، ان میں ایک امتیازی شان اور انفرادیت نظر آتی ہے ۔ سرنگاپٹم کی ایک بہت اونچی مسجد ، جو مسجدِ اعلیٰ کے نام سے یاد کی جاتی ہے ، اس کی تعمیر مصری مساجد سے مشابہ ہے ۔ اس کے مینار منفرد [illegible] ہیں جو [illegible] سلطان کی اپنی اختراع تھے ۔ اسی طرح مسقط میں اس دور کی [illegible] مسجد نظر سے گزری ان سب میں یہی عنصر موجود ہے ۔ سلطان کی اولاد نے جتنی مساجد [illegible] میں [illegible] بھی یہی بات ہے اور [illegible] اس دور کا ایک خاص [illegible] ہے ۔

عرس مبارک :

۲۰ ذی قعد بروز شنبہ ۱۲۱۳ھ کو [illegible] سلطان نے جامِ شہادت پیا تھا ۔ ان کی یاد کو دلوں میں تازہ [illegible] [illegible]

Marfat.com

سے ہی مزار پر سالانہ عرس ہوتا ہے ۔ دور دور سے صوفیائے کرام اور اہل اللہ اس عرس میں شرکت کی غرض سے آتے ہیں ۔ سلطان خود بھی میسور کے ایک بزرگ عاقل شاہ سے عقیدت رکھتے تھے جن کا مزار میسور کے راستے میں ایک قریے میں ہے ۔ اس لیے عرس میں عاقل شاہی حلقے کے تمام بزرگ شرکت کرتے ہیں ۔ اس روز میسور کے نیک نہاد راجا کی طرف سے ایک ہاتھی پر صندل ، لوبان اور پھول وغیرہ آتے ہیں اور یہ روایت ابتدا سے چلی آ رہی ہے ۔ روضے کو صندل اور لوبان وغیرہ سے غسل دیا جاتا ہے اور کئی روز اس عبرت کدہ میں قیام کیا جاتا ہے :

رہا زمانے میں کچھ روز مہماں کی طرح
بہار اس پہ جو آئی بھی تو خزاں کی طرح
چھپا نگاہوں سے وہ گنجِ شائگاں کی طرح
دلوں سے محو ہوا یادِ رفتگاں کی طرح
کسی بشر نے نہ کی اس پہ اشک افشانی
فرشتے نور پہ کرتے ہیں فاتحہ خوانی

ہمارے اس مضمون کے عنوان "شمشیر گم شد" کے الفاظ سے دراصل سلطان شہید کی تاریخِ وفات نکلتی ہے ۔ اس کے علاوہ بعض اہلِ علم نے سلطان کی وفات کی حسبِ ذیل تاریخیں بھی کہی ہیں :

ٹیپو بوجہِ دینِ محمد شہید شد

گفت ہاتف ز غیب آہ بہ تفت
نور اسلام و دیں ز دنیا رفت

نسل حیدر شہید اکبر شد

Marfat.com

راقم کو اس سفر کے دوران میں بنگلور کے ایک کتب فروش کے ہاں "عروس المجالس" نام کی ایک منظوم کتاب ملی تھی جو اردو زبان میں ہے۔ مصنف کا نام "افصح الفصحا، بلغاء نظام جناب مرحوم غلام قاسم صاحب بہ تخلص سپہری نور اللہ مرقدہ ۱۲۰۹ھ" لکھا ہے۔ یہ زیادہ ضخیم کتاب نہیں ہے۔ تقریباً تین سو صفحات میں آنحضرت ؐ کی حیاتِ طیبہ کو نظم میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب شاعر نے دراصل ۱۲۰۹ھ میں لکھی تھی اور سلطان شہید کی خدمت میں پیش کی تھی۔ بعد ازاں صالح نامی ایک صاحب نے ۱۹۹۰ء میں خطِ نسخ میں لکھوا کر مطبعِ صالح میں طبع کرائی تھی۔ اس میں بند شدہ شعر شدہ کا زمانہ ظہور کیا گیا ہے۔ سلطان سلطان نے جو سے بڑے فاتح حیدر کے محسن کو خصوصیت سے نظم میں پیش کیا گیا ہے۔ حضرتِ علامہ اقبال نے بھی اس کا مطالعہ فرمایا تھا۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۶۳

مرقعِ چغتائی اور عملِ چغتائی

۱۹۲۶ء میں پروفیسر محمد دین تاثیر نے مصوّرِ مشرق عبدالرحمٰن چغتائی مرحوم کو مشورہ دیا کہ وہ "دیوانِ غالب" کا ایک مصوّر ایڈیشن اپنی تصاویر سے مزیّن کر کے شائع کریں۔ چنانچہ طے پایا کہ وہ یہ کام ضرور کریں گے۔ اس سلسلے میں دیوانِ غالب کا مستند متن مہیا ہونا نہایت ضروری تھا۔ انھی دنوں جامعہ ملّیہ دہلی نے دیوانِ غالب جرمنی سے چھپوایا تھا مگر اس کا رسم الخط لوگوں کو پسند نہیں تھا، کیونکہ اس میں یائے مجہول نہیں تھی جس سے پڑھنے والوں کو دقّت ہوتی تھی۔ مستند متن کے لیے کئی مطبوعہ اور قلمی نسخے تجویز ہوئے مگر کسی نسخے پر اتفاق نہ ہو سکا۔ بالآخر چغتائی مرحوم کے چھوٹے بھائی نے یہ کام اپنے ذمے لے کر مولانا غلام رسول مہر اور پروفیسر محمود شیرانی وغیرہ اہلِ علم کی مدد حاصل کی۔ جب علامہ اقبال کے سامنے یہ تجویز پیش ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ غالب کے فارسی دیوان کو بھی مصوّر کیا جائے جس کی آج زیادہ ضرورت ہے۔ تاہم چغتائی مرحوم نے لوگوں کے عام مذاق کے پیشِ نظر اور اردو کو ملک کی عام فہم زبان خیال کرتے ہوئے غالب کے اردو دیوان کو ہی مصوّر کرنا ضروری سمجھا۔

Marfat.com

جب یہ فیصلہ ہو چکا تو میں نے اور تاثیر مرحوم نے یہ طے کیا کہ علامہ سے اس مصوّر ایڈیشن پر مقدمہ لکھنے کی درخواست کی جائے - چنانچہ ایک روز ہم نے چغتائی مرحوم کی موجودگی میں علامہ سے یہ درخواست کی تو ایک طویل بحث کے بعد انہوں نے وعدہ کر لیا کہ وہ مقدمہ لکھیں گے - جب آپ یہ وعدہ کر چکے تو اب مقدمہ لکھنے کی تیاری شروع ہوگئی - چنانچہ آپ نے اس سلسلے میں مجھے مندرجہ ذیل خط لکھا :

"۷ ستمبر ۱۹۲۶ء

ڈیئر ماسٹر صاحب ! السلام علیکم

اگر آپ کے پاس ہندوستانی مصوّروں کی بنائی ہوئی تصویروں کا کوئی مجموعہ ہو تو ایک دو روز کے لیے مرحمت کیجیے - میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں - اگر آپ کے پاس ایسا کوئی مجموعہ نہ ہو تو چند مشہور تصویروں کے نام ہی سہی - ان کے ساتھ ان کے مضمون کی بھی [illegible] ہے - میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ہندوستانی مصوّر [illegible] کیسے مضامین اپنے فن کے لیے انتخاب کرتے ہیں - [illegible] کی تصاویر [illegible] خاص [illegible] نقادوں کی آرٹ پر کوئی کتاب ہو تو وہ بھی [illegible]

چنانچہ میں چند تصاویر اور [illegible] مصوّروں کی تصاویر [illegible] تصاویر بھی تھیں جو [illegible] خدمت [illegible] بھی مطلب کی تھیں جن کی میں نے وضاحت کر دی تھی [illegible]

Marfat.com

مجھے ایک اَور خط بھی اس ضمن میں لکھا تھا جو ذیل میں درج ہے :

"۲۴ فروری ۱۹۲۷ء

جناب ماسٹر صاحب !

آپ کے چلے جانے کے بعد اُس تصویر پر غور کرتا رہا جس کے متعلق ہم دیر تک بحث کرتے رہے تھے - میری رائے میں شاید اس مقدمے میں یورپ کی تصاویر انٹروڈیوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے - عبدالرحمٰن پھر آئیں گے تو ان سے مفصّل گفتگو ہوگی - محمد اقبال"

غرض کہ علامہ نے اس ضمن میں بہت تحقیق کی اور ہم نے مزید تصاویر بھی مہیا کی تھیں - جب آپ پوری طرح مطمئن ہو گئے تو آپ نے "مرقعِ چغتائی" پر وہ "پیش لفظ" لکھا جو آج بھی کتاب میں موجود ہے - آپ نے اس میں تحریر فرمایا :

". . . جہاں تک اسلام کی ثقافتی تاریخ کا تعلق ہے ، میرا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ ، باستثنا فنِ تعمیر کے ، اسلام کے فنون ، یعنی موسیقی و مصوری بلکہ شاعری ، نے بھی ابھی نمودار ہونا ہے -"

۱۹۲۸ء میں لاہور میں آل انڈیا اورینٹل کانفرنس کا جلسہ ہوا جس کے علامہ صدر تھے - اس موقع پر آپ نے جو خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا تھا اس میں متذکرہ بالا بیان کا اعادہ بھی کیا تھا - آپ کا یہ خطبہ علاوہ پیش لفظ "مرقع چغتائی" کے "اسلامک کلچر" حیدرآباد دکن میں بھی اپریل ۱۹۲۹ء میں طبع ہو چکا ہے -

"مرقع چغتائی" کے آخر میں "انتخابِ اشعار" کے عنوان سے جو اشعار شامل ہیں ان کا انتخاب اس طرح ہوا کہ تاثیر مرحوم نے غالب کی عظمتِ فن کے پیشِ نظر جب اس انتخاب کا مشورہ دیا تو

Marfat.com

علامہ نے بھی اسے پسند فرمایا۔ تاثیر نے کہا کہ آپ ہی انتخاب کر دیں مگر آپ نے کہا کہ پہلے تم کرو، پھر میں بھی دیکھ لوں گا۔ چنانچہ تاثیر نے تین روز کے اندر تمام دیوانِ غالب کا انتخاب غزل وار کر ڈالا اور منتخب اشعار الگ کاپی میں لکھ لیے۔ پھر جب میں علامہ کے پاس یہ انتخاب لے کر گیا تو علامہ نے اس میں سے موزوں ترین اشعار پر اپنے ہاتھ سے نشان لگا دیے جن کو چغتائی نے "انتخاب از شاعرِ مشرق" کے تحت چھاپ دیا۔ مگر جب آپ نے اسے ناپسند کیا تو بعد میں چغتائی نے اس "انتخاب" کو بغیر کسی کے نام کے چھاپا۔

ایک مرتبہ ہم نے [illegible] لاہور سے ایک رسالہ "[illegible]" کے [illegible] بہت بلند معیار کا شائع [illegible] جائے۔ تاثیر اس کے مدیر چنے گئے اور ہم نے خواہش کی کہ اس کی ابتدا میں علامہ کے [illegible] آئے چھپیں۔ اس کا نام "سالنامہ کاروان" طے ہوا۔ جس [illegible] سے کلام عنایت فرمانے کی درخواست کی گئی [illegible] "کاروان" کے [illegible] بیان کرتے ہیں (اقتباس):

> "... ایک [illegible] ہم چند [illegible] چغتائی [illegible] بھائی [illegible] حضرتِ علامہ کی خدمت میں [illegible] ہی غیر مطبوعہ [illegible] کلام [illegible] "اردو زبان مستحق [illegible] کلام [illegible] مشکل ہو جاتی [illegible] غزل نہیں [illegible] اصرار سے اردو کی [illegible]

Marfat.com

''اردو غزل لے کر ٹلیں گے'' کی رٹ لگائی شروع کی ۔ علامہ اردو غزل سن کر ذرا چونکے ۔ کہنے لگے ''یہ تم نے ایک نئی شرط لگا دی ۔'' ہماری اس فقرے سے ہمت بندھی ۔ ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے ۔ ''تم اپنے اشعار سناؤ ۔ بھئی کچھ سناؤ گے تو شاید تمھاری قسمت کی کوئی چیز ہو جائے — ہاں ہاں 'سمجھا تنہا میں' والی غزل ۔ علامہ مسکرا رہے تھے ۔ میں نے ایک مطلع پڑھا ، پھر دوسرا ۔ علامہ اس کا ایک مصرع ''تم کو اپنی زندگی کا آسرا سمجھا تھا میں'' دہرانے لگے :

زلف آوارہ ، گریباں چاک ، اے مستِ شباب
تیری صورت سے تجھے درد آشنا سمجھا تھا میں

غزل ہی سہی :

عرصۂ محشر میں میری خوب رسوائی ہوئی
داورِ محشر کو اپنا رازداں سمجھا تھا میں

دورانِ غزل وہ بھی رو رہے تھے اور ہم بھی :

تھی وہ اک درماندہ رہ رو کی صدائے دردناک
جس صدا کو اک رحیلِ کارواں سمجھا تھا میں
اپنی جولاں گاہ زیرِ آسماں سمجھا تھا میں
آب و گل کے کھیل کو اپنا جہاں سمجھا تھا میں''

ان فیضانی لمحات کی یاد اب تک تازہ ہے ۔ آخر یہ پوری غزل ''کارواں'' کے ۱۹۳۳ء کے شمارے میں چھپی اور چغتائی نے اسے اپنے نقش و نگار سے مرصّع کیا ۔

علامہ کا شاہکار ''جاوید نامہ'' ۱۹۳۲ء کے آخر میں چھپ کر بازار میں آ گیا تھا ۔ ان کی خواہش تھی کہ یہ مصوّر ہو جائے ۔ اس

Marfat.com

سلسلے میں چغتائی اور علامہ کی چند ملاقاتیں بھی ہوئی تھیں ۔ مگر یہ معاملہ ان کی زندگی میں پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا اور ان کا انتقال ہوگیا ۔ تاہم چغتائی نے کوشش جاری رکھی اور ۱۹۶۹ء میں کلامِ اقبال کو اپنی تصاویر سے مزیّن کر کے ایک گراں قدر ایڈیشن ''عملِ چغتائی'' کے نام سے شائع کیا ۔ یہ اپنی نوعیت کا لاجواب کارنامہ ہے اور شاید عرصۂ دراز تک ایسی کتاب پھر شائع نہیں ہو سکے گی ۔ اس میں تقریباً سو تصاویر اور دیگر ڈیزائن ہیں اور بہترین رنگین طباعت ہے ۔ کتابت اور جلد دیکھنے کے قابل ہے ۔

اگرچہ اس کا مطالعہ کرنے والے بعض حضرات ، جو معاصرانہ حیثیت سے تمام واقعات سے واقف ہیں ، اس پر تنقید بھی کریں گے ، کیونکہ بعض تصاویر کے متعلق مصوّر نے جو کچھ لکھا ہے ، ممکن ہے کچھ حضرات اس سے اتفاق نہ کریں ، تاہم ایک بات وہ بھی ضرور مانیں گے کہ شاعرِ مشرق کے کلام کو جس عقیدت و محبت اور حسن و خوبی کے ساتھ مصوّرِ مشرق نے اپنے فن سے مزیّن کیا ہے اور جس غیر معمولی فنی چابک دستی سے اسے پیش کیا ہے ، ہمارے ملک کے فنونِ لطیفہ کی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی ۔

☆ ☆

Marfat.com

۶۴

مذہب اور سائنس

(اسلامیہ کالج کی ایجوکیشنل یونین میں خطبہ)

علامہ اقبال کو انجمن حمایت اسلام کے ساتھ ایک ایسا تعلق خاص تھا کہ آپ نے ہمیشہ دل و جان سے اس ادارے کے معاملات میں حصہ لیا۔ اسلامیہ کالج سے راقم الحروف کا تعلق بحیثیت معلم شعبۂ جے۔ اے۔ وی (جونیر اینگلو ورنیکلر) ۱۹۲۵ء سے قائم ہوا۔ ہم نے متذکرہ بالا نام سے اس شعبے کی ایک یونین بھی قائم کی ہوئی تھی جس کے جلسوں میں عموماً باہر کے لوگ آ کر لیکچر دیتے تھے۔ ایک دفعہ سیکرٹری ایجوکیشنل یونین مسٹر محمد اعظم نے کوشش کر کے مرزا بشیرالدین محمود قادیانی کو آمادہ کر لیا کہ وہ اس یونین کے جلسے میں "مذہب اور سائنس" کے موضوع پر ایک لیکچر دیں۔ مجھے مجبور کیا گیا کہ میں حضرت علامہ کو اس جلسے کی صدارت پر آمادہ کروں۔ چنانچہ میں مسٹر محمد اعظم کو اپنے ہمراہ علامہ کے پاس لے گیا۔ اس نے علامہ سے درخواست کی تو آپ نے یہ درخواست قبول فرما لی اور طے پایا کہ ۴ مارچ ۱۹۲۷ء کو علامہ صدارت کریں گے۔ ان دنوں آپ پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے ممبر بھی منتخب ہو چکے تھے۔

Marfat.com

جلسے کے اعلان کے بعد ہم نے حاضرین کے لیے نشستوں کا خاص انتظام کیا کیونکہ عام خیال یہ تھا کہ حاضرین کی تعداد بہت زیادہ ہوگی ۔ لوگ واقعی کافی تعداد میں آئے اور ہمیں حبیبیہ ہال کے فرش پر بھی لوگوں کے بیٹھنے کا انتظام کرنا پڑا ۔ جلسے کے اختتام پر علامہ نے اپنی مختصر سی تقریر میں "مذہب اور سائنس" کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا :

"مذہب ، فلسفہ ، طبیعیات اور دیگر علوم سب کے سب مختلف راستے ہیں جو ایک ہی منزل پر جا کر اختتام پذیر ہوتے ہیں ۔ مذہب اور سائنس کے متصادم ہونے کا خیال اسلامی نہیں ہے کیونکہ سائنس یعنی علوم جدیدہ اور فنون حاضرہ کا دروازہ کھولنے والے دراصل مسلمان ہی ہیں ۔ اسلام ہی نے انسان کو منطق کا استقرائی طریق سکھایا اور علوم کی بنیاد نظریات اور قیاسات پر رکھنے کے طریق کو مسترد کرنے کی تعلیم دی اور یہی بات علوم جدیدہ کی ترویج کا موجب بنی ۔

ولیم جان ڈریپر کی مشہور و معروف کتاب [illegible] مذہب و سائنس" (ترجمہ مولانا ظفر علی خان) [illegible] مذہب اور سائنس کی [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] دراصل مسلمانت اور سائنس کے [illegible] ہے [illegible] [illegible] [illegible] کے خلاف [illegible] رومن کیتھولک مذہب [illegible] ہوگئے ۔ [illegible] کے اسی [illegible] کی [illegible] ہے ۔

Marfat.com

سائنس اور مذہب کے تصادم کا خیال غیر اسلامی ہے۔
مسلمانوں کے ہاں قدم قدم پر انسان کو مشاہدے اور تجربے کے بعد علم حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور انسانیت کا منتہائے کمال یہ بتایا گیا ہے کہ قوائے فطرت کو مسخر کیا جائے۔ چنانچہ قرآن پاک تو صاف الفاظ میں انسانوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر وہ قوائے فطرت پر غلبہ حاصل کر لیں گے تو ستاروں تک پہنچنے کے قابل بھی ہو جائیں گے۔
مسلمانوں میں فرقۂ معتزلہ اور دیگر فرقوں کے درمیان جو تنازعہ پیدا ہوا تھا وہ اس قسم کا نہ تھا جو یورپ کے روشن دماغ علما اور تاریک خیال پادریوں کے درمیان پیدا ہوا۔ وہ تو ایک علمی بحث تھی جس کا موضوع محض یہ تھا کہ آیا ہمیں الہامی فکر ربانی کو عقلِ انسانی کے معیار پر پرکھنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟"

علامہ کی مذکورہ بالا تقریر روزنامہ "زمیندار" میں ٦ مارچ ۱۹۲۷ء کو طبع ہوئی تھی جس سے استفادہ کر کے یہاں درج کی گئی ہے۔

جب حضرتِ علامہ پنجاب لیجس لیٹو کونسل کے ممبر منتخب ہوگئے تھے تو اہلِ لاہور نے اس خوشی میں جلوس نکالے تھے۔ اس موقع پر اسلامیہ کالج کی طرف سے بھی ایک شام سٹاف روم میں دعوت کا انتظام کیا گیا تھا جس میں تمام اساتذہ شامل ہوئے تھے۔ پروفیسر سراج الدین آزر نے اس دعوت میں کالج کے طلبہ کی تمام انجمنوں کی طرف سے نمائندگی کی تھی۔ یہ زمانہ عبداللہ یوسف علی کی پرنسپلی کا

Marfat.com

تھا جنھوں نے علامہ کے حق میں اپنا ووٹ سب سے پہلے قلعہ گوجر سنگھ کے پولنگ سٹیشن پر ڈالا تھا ۔ راقم اس پولنگ سٹیشن کا منتظم تھا ۔ جب دعوت ختم ہوئی تھی تو ہم لوگ آپ کے ہمراہ میکوڈ والی کوٹھی تک ایک جلوس کی صورت میں آئے تھے ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

٦٥

شعر سنانے کی فرمائش

بعض ناواقف حضرات ، جو کسی اعلٰی منصب پر فائز ہوتے تھے ، علامہ کو ایک عام اور روایتی شاعر سمجھ کر ان سے اپنے شعر سنانے کی فرمائش کرتے تھے جسے آپ بہت ہی ناپسند کرتے تھے ، بلکہ بعض اوقات تو وہ اپنے شاعر ہونے سے بھی انکار کر دیتے تھے - اسی طرح بعض حضرات آپ سے تاریخ کہنے کی فرمائش بھی کرتے جسے وہ عموماً ٹال دیتے - اسی قسم کے دو واقعات یہاں مختصر طور پر درج کیے جاتے ہیں :

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں بحری جہاز کے ذریعے یورپ سے وطن واپس آ رہا تھا کہ حیدرآباد کے ایک شہزادے معظم جاہ سے جہاز پر ملاقات ہو گئی - شہزادے نے فوراً اشعار سنانے کی فرمائش کی مگر میں نے معذرت کر دی - پھر اس نے اپنی ایک غزل سنائی تو میں نے کہا کہ صرف تمہارا دادا میر محبوب علی خاں عمدہ شعر کہتا تھا اور اس کی شاعری کے قائل مولانا گرامی بھی تھے -

ایک دفعہ میں علامہ کے ہمراہ ڈیرہ دون گیا - چودھری محمد حسین اور ملتان کے ایک صاحب بھی شریکِ سفر تھے - آپ کو حکیم اجمل خاں سے بھی ملاقات کرنی تھی - چنانچہ آپ نے لاہور

Marfat.com

سے چلنے سے پیشتر رسمی طور پر ان کو ایک تار بھی دے دیا تھا ۔ یہ تار اُن کو اُس وقت ملا جب وہ نواب صاحب رامپور کے ہاں گئے ہوئے تھے ۔ ہم صبح صبح حکیم صاحب کے ہاں پہنچ گئے اور سے ملاقات کی ۔ اسی دوران میں حکیم صاحب نے کہا کہ چونکہ آپ کا تار مجھے نواب صاحب کی موجودگی میں ملا ہے لہٰذا وہ بھی آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں ۔ جب حکیم صاحب نے علامہ سے اُن کی رائے دریافت کی تو علامہ نے جواب دیا کہ میں صرف اس شرط پر اُن سے ملاقات کروں گا کہ وہ نہ تو مجھ سے شعر سننے کی فرمائش کریں اور نہ ہی اپنے اشعار مجھے سنائیں ۔ یہ جواب سن کر حکیم صاحب خاموش ہو گئے اور پھر اس موضوع پر بات نہیں کی ۔

☆

Marfat.com

٦٦

خطبۂ عید الفطر

ایک مرتبہ علامہ نے احباب کے اصرار پر ۱۹۳۲ء میں ماہ رمضان کے اختتام پر عید الفطر کے روز بادشاہی مسجد لاہور میں ایک خطبہ دیا تھا جو بصورتِ پمفلٹ چھاپ کر تقسیم کیا گیا تھا۔ اسی خطبے کو مرزا عبد الحمید نے بھی اسلامیہ کالج کے رسالے ''کریسنٹ'' کے ''فروغِ اردو نمبر'' میں ۱۹۴۰ء میں ''تعلیماتِ اقبال'' کے تحت شائع کیا تھا[1]۔ ذیل میں اس کا ایک خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ علامہ نے سب سے پہلے روزے کے بارے میں قرآن مجید کی مشہور آیت پڑھی اور پھر فرمایا :

> ''۔ ۔ ۔ بے شک مسلم کی عید اور اس کی خوشی اگر کچھ ہے تو یہ ہے کہ وہ اطاعتِ حق یعنی عبدیت کے فرائض کی بجا آوری میں پورا اترے۔ اور قومیں بھی خوشی کے تیوہار مناتی ہیں مگر سوائے مسلمانوں کے اور کون سی قوم ہے جو خدائے پاک کی فرمان برداری میں پورا اترنے کی خوشی

۱۔ یہ خطبہ ''مقالات اقبال'' مرتبہ سید عبدالواحد میں بھی طبع ہو چکا ہے جسے شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور نے ۱۹۶۳ء میں شائع کیا تھا۔

Marfat.com

منانی ہے . . . آج کی عید ''عید الفطر'' کہلاتی ہے۔
پیغمبر خدا ؐ نے جب عید کے لیے عید گاہ میں اکٹھے ہونے کا حکم دیا تو ساتھ ہی صدقۂ عید الفطر ادا کرنے کا حکم بھی دیا . . . ۔ یہ رمضان کا مہینہ آپ لوگوں نے اس انداز سے بسر کیا ہے کہ کھانے پینے کے اوقات کی پابندی بھی سیکھ لی اور اپنی صحت بھی درست کر لی . . . ۔ باقی رہا یہ امر کہ روزے ماہ رمضان کے ساتھ ہی کیوں مخصوص کیے گئے ہیں؟ تو واضح رہنا چاہیے کہ اسلام نے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے اسرار کو مد نظر رکھ کر ''عبادات'' کے زمانی تسلسل کو ضروری سمجھا ہے . . . ۔ چنانچہ قرآن میں فرمایا: ''تلک حدود اللہ فلا تقربوھا . کذالک یبین اللہ آیاتہ للناس لعلھم یتقون ۔''

روزہ رکھ کر مفلسوں سے محض ہمدردی کا احساس [illegible] لینا کافی نہ تھا ، عید کے دن غریب کو دو چار دن [illegible] دے دینا کافی نہ تھا بلکہ ظاہر ہے وہ اختصار کرنا [illegible]

[illegible]

اور معاشرتی اصلاح کی جو غرض قرآن حکیم نے اپنے ان احکام میں قرار دی ہے اس کو تم ہمیشہ مد نظر رکھو گے ۔ مسلمانانِ پنجاب اس وقت تقریباً سوا ارب روپے کے قرض میں مبتلا ہیں ۔''

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۶۷

افغانستان کا سفر

علامہ اقبال نے اپنی مشہور کتاب "پیامِ مشرق" کو ۱۹۲۳ء میں شائع کیا تھا۔ آپ نے اس کتاب کو والیِ افغانستان امان اللہ خان کے نام جس طرح "پیش کش" کیا اس کے الفاظ یہ ہیں:

"بحضور اعلیٰ حضرت امیر امان اللہ خان فرمانروائے
دولتِ مستقلۂ افغانستان خلداللہ ملکہ و اجلالہ۔"

یہ کتاب حضرت علامہ نے مشہور المانوی شاعر گوئٹے کے "مغربی دیوان" کے جواب میں لکھی ہے۔ امیر امان اللہ خان ۱۹۱۹ء میں تخت نشین ہو گیا۔ افغانستان کے سیاسی حالات دوسرے اسلامی ممالک سے کسی قدر بہتر اور مختلف تھے اور علامہ کی خواہش تھی کہ "پیامِ مشرق" کو کسی آزاد اسلامی حکومت کے والی کے نام سے معنون کیا جائے کیونکہ اس میں اسلامی ادب اور آزادی کا پیغام ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی رائے افغانستان کے حق میں

آپ نے ایک بیان بھی لاہور کے ایک انگریزی روزنامے"

۲۰ فروری ۱۹۲۹ء کو دیا تھا جس میں آپ نے ... افغانستان کے حالات پر تبصرہ کیا تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

"... نہ صرف افغانستان کے مفاد بلکہ اسلام کے وسیع

Marfat.com

فرائض و مقاصد کے لحاظ سے ضروری ہے کہ شاہ امان اللہ کی حکومت بحال رکھی جائے . . . ہم جو کچھ اخبارات میں دیکھتے ہیں ، میرے خیال میں اس کا بڑا حصہ قابلِ اعتماد نہیں ہے اور نہ میں ان بیانات پر کوئی اعتماد رکھتا ہوں جو کابل سے آنے والے اشخاص کی زبانی ہم تک پہنچتے ہیں . . . امان اللہ خاں کی ناکامی کے وجوہ میری حد تک یہ ہیں کہ انہوں نے اصلاحات نافذ کرنے میں عجلت سے کام لیا ہے . . . حضرت شور بازار کو اس سازش کا سرغنہ کہا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے خود دستخط کیے تھے . . . انسان نے اپنی معاشرتی تہذیب کی تشکیل کا سبق حال ہی میں نہیں سیکھا ہے اس لیے جائز حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے ۔"

مجھے یاد ہے کہ ان دنوں بہت سے طالب علم علامہ کے ہاں اسلامیہ کالج پہنچ گئے تھے ۔ ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح امان اللہ خاں کو افغانستان واپس لانا چاہیے ۔ اسی شام ایک جلسہ بھی محمڈن ہال میں ہوا تھا جس میں امان اللہ خاں کی واپسی کے لیے ایک فنڈ جمع کرنے کا آغاز کیا گیا تھا ۔ اسلامیہ کالج کا طالب علم مسٹر ممتاز مرزا فنڈ جمع کرنے میں پیش پیش تھا ۔ مجھ سے بھی ممتاز مرزا نے چندہ لیا تھا اور چھپی ہوئی رسید بھی مجھے دی تھی ۔ جلسے میں امان اللہ خاں کے عنوان سے نظمیں بھی پڑھی گئی تھیں ۔ اس زمانے میں برطانوی حکام غازی امان اللہ خاں کے خلاف تھے ۔ بچہ سقہ کے حامیوں نے اسے تخت پر متمکن کر دیا تھا اور مُلا شور بازار کو گرفتار کر لیا گیا تھا ۔ ایک نظم بعنوان "خطاب باقوامِ شرق" جو "انقلاب"

Marfat.com

میں چھپی تھی ، اس کے دو شعر یہ ہیں :

در نہادِ ما تب و تاب از دل است
خاک را بیداریِ خواب از دل است
گیر دامانِ امان اللہ را
او جوان مرد است و داند راہ را

جو روپیہ اس وقت ”امان اللہ فنڈ“ میں جمع ہوا تھا اسے امپیریل بینک میں جمع کرا دیا گیا تھا ۔

ایک پارٹی جنرل نادر خان کو افغانستان بلا رہی تھی کہ وہ آ کر کسی طرح امان اللہ خان کو واپس لائیں ۔ پہلے خبر آئی تھی کہ جنرل نادر خان بمبئی پہنچ گئے ہیں ۔ پھر اطلاع آئی کہ وہ لاہور سے گزریں گے ۔ چنانچہ لاہور ریلوے سٹیشن پر لوگوں کا ہجوم پہنچ گیا تھا ۔ علامہ اقبال اور مولوی ظفر علی خان کے ساتھ راقم بھی وہاں موجود تھا ۔ چنانچہ ریل گاڑی کے آنے پر عبدالمجید سالک ، غلام رسول مہر ، نورالحق ، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ ، مولوی محمد [illegible] قصوری [illegible] علامہ اقبال نے ڈبے میں جنرل نادر خان سے ملاقات کی ۔ جنرل کے ساتھ ان کے دو بھائی بھی تھے ۔ [illegible] ان کے ہمراہ تھے ۔ اپنے ڈبے کے دروازے [illegible] نادر خان نے لوگوں سے یوں خطاب [illegible] :

”میں پہلے تنہا اور اب بھی [illegible] خدا کا شکر ہے [illegible] وقت میں افغانستان کی [illegible] افغانستان میں اس وقت آگ لگی ہوئی ہے [illegible]

Marfat.com

کے لیے جا رہا ہوں - میں اپنے ذاتی اغراض کے لیے وہاں
نہیں جا رہا ہوں بلکہ میں وہاں امن قائم کرنا چاہتا ہوں -
میری خواہش ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے مادرِ وطن کی
خدمت انجام دینے کے لیے طاقت بخشے - میری خدا سے
یہی دعا ہے کہ وہ شاہ امان اللہ کو جلد تخت پر واپس
لائے -"

اس تقریر پر "اللہ اکبر" کے پُرجوش نعرے بلند ہوئے -

گاڑی چلنے لگی تو مولوی ظفر علی خاں اور شیخ سراج الدین پراچہ بھی اس میں سوار ہو گئے اور جنرل نادر خاں کے ہمراہ پشاور تک گئے ـــــ کوئٹہ کے راستے سردار عنایت بھی افغانستان پہنچ گئے - اس کے بعد اس قسم کی افواہیں لوگوں میں عام ہو گئی تھیں کہ امان اللہ خاں قندھار میں رہیں گے اور مُلا شور بازار کو گرفتار کر لیا گیا ہے - غرض کہ چند دن بعد نادر خاں نے والیِ افغانستان کی حیثیت سے اقتدار سنبھال لیا اور علامہ سر محمد اقبال کے مبارک باد کے ایک خط کے جواب میں ان کو شکریے کا خط بھیجا جس کا ترجمہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے - یہ روز شنبہ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ (۱۹۲۹ع) کی تحریر ہے :

"جناب فاضل محترم سر محمد اقبال !

آپ کے عالی جذباتِ ہمدردانہ نے، جو آپ نے موجودہ تباہ حال افغانستان سے متعلق ظاہر کیے ہیں، مجھے اور افغانستان کے عام بہی خواہوں اور فداکاروں کو ممنون و متشکر بنا دیا ہے - افغانستان تباہی کے نزدیک ہے اور اس کی بے چارہ ملت کو بہت بڑے تہلکے کا سامنا ہے - افغانستان اپنے

Marfat.com

بندی بھائیوں کی ہر قسم کی امداد و اعانت کا محتاج ہے۔ ایسے وقت میں جو خیر خواہانہ قدم آپ اٹھا رہے ہیں وہ ہمارے لیے بہت ڈھارس کا موجب ہے۔ خصوصاً مالی امداد۔ جس کے متعلق میں اخبار "اصلاح" میں بھی اپنے ہندی بھائیوں سے اپیل کر چکا ہوں، بہت حوصلہ افزا ہے۔ جناب فاضلِ محترم جس طرح افغانستان کی موجودہ مصیبت میں شریک ہیں، امید ہے اس موقع پر اپنی مساعی سے کام لے کر افغانستان کی مصیبت زدہ ملت کو ہمیشہ کے لیے ممنون و متشکر فرمائیں گے۔ با احترامات لائقہ

محمد نادر خان ۔

نادر خان کی مالی امداد کا کام خود علامہ کی سرپرستی میں ہوا اور جتنا روپیہ اکٹھا ہوا وہ نادر خان کو ارسال کرنے کی غرض سے بنک آف انڈیا میں جمع کروا دیا گیا۔ اس موقع پر جنرل نادر خان اور علامہ اقبال کے درمیان خاصی طویل خط و کتابت بھی ہوئی جس کی تفصیل "گفتارِ اقبال" میں موجود ہے۔

واخر سنہ ۱۹۳۳ء میں جب جنرل نادر خان افغانستان میں برسراقتدار تھے، انھوں نے تعلیمی معاملات میں مشورت لینے کے خیال سے علامہ اقبال، سید راس مسعود اور مولانا سید سلیمان ندوی کو افغانستان آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ یہ تینوں حضرات افغانستان کے لیے روانہ ہو گئے۔ جس روز ان حضرات نے [illegible] میں صبح صبح علامہ کی کوٹھی پر پہنچا [illegible] لا کر دیے تو ان میں ایک خط ایسا بھی تھا جس میں کسی نے [illegible] خاقانی کے چند اشعار کا مطلب دریافت کیا تھا۔ [illegible] مولانا مجلس میں تھے اور جواب بھی دینا چاہتے تھے لہٰذا میں نے [illegible]

Marfat.com

کہ اس خط کو پروفیسر شیرانی کے حوالے کر جائیں تا کہ وہ آپ کی طرف سے مناسب جواب لکھ دیں ۔ چنانچہ انھوں نے یہ خط ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو میرے حوالے کر دیا اور اس کی پشت پر شیرانی کے نام یہ تحریر لکھ دی :

”ڈیئر شیرانی صاحب ! میں کل کابل جا رہا ہوں اس واسطے فرصت نہیں ہے ۔ آپ مہربانی کر کے اس خط کا جواب راقم کو دے دیں اور ان کو یہ بھی لکھ دیں کہ میں کابل جا رہا ہوں ، اس واسطے خود جواب نہ لکھ سکا ۔

محمد اقبال“

(انوارِ اقبال ، ص ۲۸۸)

۲۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو علامہ کابل پہنچے ۔ سر راس مسعود اور سید سلیمان ندوی صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے ۔ کابل میں یہ لوگ سرکاری مہمان تھے ۔ انھوں نے نظامِ تعلیم کے سلسلے میں وہاں کی ”وزارتِ معارف“ کو ایک مکمل لائحۂ عمل تیار کر کے دے دیا ۔ وہاں ان حضرات نے کابل ، غزنی اور قندھار وغیرہ شہروں کی بھی خوب سیر کی ۔ جب علامہ نے جنرل نادر خاں سے ملاقات کی تو آپ نے اعلیٰ حضرت کو قرآنِ کریم کا ایک مطبوعہ نسخہ بھی پیش کیا ۔ اعلیٰ حضرت نے اس نسخے کو سینے سے لگایا ، چوما اور آبدیدہ ہو کر کہا کہ یہ تحفہ ہمارے لیے دین و دنیا کی سب سے قیمتی متاع ہے ۔ اس موقع پر دونوں آبدیدہ ہو گئے اور دونوں نے عالمِ اسلام کی بہبود کے لیے دعائے خیر کی ۔

پھر ماہ نومبر میں یہ حضرات کابل سے واپس آ گئے ۔ ڈاکٹر صاحب نے اس موقع پر ایک نظم ”التجائے مسافر“ کے عنوان سے

Marfat.com

اور دوسری نظم بعنوان ''پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق'' لکھی۔ دورانِ سفرِ کابل علامہ صلاح الدین سلجوقی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ واپسی پر علامہ سید سلیمان ندوی نے افغانستان کا سفرنامہ بھی لکھا جو بعد میں کتابی صورت میں شائع ہوا۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

٦٨

آل انڈیا کشمیر کمیٹی اور کشمیر

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر مرزا بشیر الدین محمود قادیانی چلے آ رہے تھے لیکن جب احرار نے احمدیوں کے خلاف تحریک شروع کی تو مرزا بشیر الدین محمود نے خود ہی کمیٹی کی صدارت سے استعفا دے دیا۔ ان کے مستعفی ہونے پر علامہ اقبال کمیٹی کے صدر اور ملک برکت علی عارضی سیکرٹری مقرر ہوئے اور یہ انتظام ایک سال تک رہا۔ علامہ اقبال نے کمیٹی کی صدارت اس لیے قبول فرمائی تھی کیونکہ وہ خود بھی کشمیری الاصل تھے اور احرار کے ممنون تھے کہ انھوں نے اس ادارے کو احمدیوں کے تسلط سے نجات دلائی تھی۔ علامہ ہمیشہ کشمیریوں کے حقوق کے لیے جدوجہد کرتے رہے تھے اور وہ ان کی آزادی و خود مختاری اور ترقی و خوش حالی کے دل سے متمنی تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اہلِ کشمیر اور اہلِ مصر کی اصل ایک ہے۔

جون ۱۹۲۱ء میں علامہ خود بھی ایک کیس کے سلسلے میں وکیل کی حیثیت سے کشمیر گئے تھے۔ مولوی احمد دین وکیل اور منشی طاہر الدین آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ کشمیر کی تاریخ اور اس کے جغرافیے سے مکمل واقفیت رکھتے تھے۔ لاہور کی کشمیری

Marfat.com

برادری اور تمام کشمیری آپ کو اہلِ کشمیر کا سب سے بڑا خیر خواہ سمجھتے تھے۔

خطۂ کشمیر اپنی جغرافیائی صورتِ حال کی وجہ سے کئی مرتبہ حملہ آوروں کی دست برد سے محفوظ رہا۔ پہلے سلطان محمود غزنوی نے اور پھر دیگر بادشاہوں نے کشمیر کو فتح کرنا چاہا مگر ناکام رہے۔ بالآخر اکبرِ اعظم اسے فتح کرنے میں کامیاب ہوگیا اور اس نے راستوں وغیرہ کا انتظام کیا۔ اس زمانے میں کشمیر پہنچنے کے دو راستے تھے: ایک حسن ابدال کی طرف سے تھا جو مظفر آباد تک جاتا تھا اور دوسرا موجودہ منگلا ڈیم کی طرف سے تھا۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۶۹

ڈاکٹر محمود الخضیری

(فرانسیسی فلسفی ڈیکارٹ پر تبصرہ)

۱۹۳۲ء کے اخیر میں ، جب کہ علامہ اقبال اسلامی عہد کے آثار دیکھنے کی غرض سے ہسپانیہ تشریف لے گئے ، ان کی ملاقات ایک نوجوان مصری محقق محمود الخضیری سے ہوئی ۔ وہ علامہ کا ایک لیکچر ''کیا مذہب ممکن ہے ؟'' دیکھنے کا بے حد شائق تھا جو علامہ نے لندن کی ارسطاطالین سوسائٹی کی تقریب میں انگریزی زبان میں پڑھا تھا اور چھپ بھی چکا تھا ۔ اس نے علامہ سے درخواست کی تھی کہ مذکورہ لیکچر کی ایک کاپی اسے ضرور ارسال کی جائے ۔ چنانچہ جب علامہ واپس تشریف لائے تو انھوں نے مجھے یہ لیکچر محمود الخضیری کو بھیجنے کا حکم دیا جس کی میں نے فوراً تعمیل کی اور ڈاک کے ذریعے ایک کاپی انھیں بھیج دی ۔ چونکہ یہ لیکچر راقم کی معرفت بھیجا گیا تھا لہذا اس کی رسید میں علامہ کو جو خط آیا وہ بھی میری معرفت آیا ۔ ڈاکٹر محمود الخضیری کا یہ خط ، جو عربی زبان میں ہے اور جذباتِ محبت سے لبریز ہے ، ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے ۔ یہ خط انھوں نے ۲۶ جنوری ۱۹۳۳ء کو ایسکوریل محل میں بیٹھ کر لکھا ہے جو میڈرڈ (ہسپانیہ) کے قریب واقع ہے اور جس میں

Marfat.com

گذشتہ بادشاہوں کی قبروں کے علاوہ قدیم مخطوطات کا ایک عمدہ کتاب خانہ بھی ہے۔ ڈاکٹر محمود اس زمانے میں اس کتاب خانے میں بیٹھ کر تحقیقی کام کر رہے تھے اور مخطوطات کی تصویریں حاصل کر رہے تھے۔ چنانچہ وہ علامہ کو لکھتے ہیں :

"۲۶ جنوری ۱۹۳۳ء

کیپٹن کین ۔ الاسکوریال (میڈرڈ) ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ نے جس مہربانی سے مجھے اپنا مضمون "کیا مذہب ممکن ہے؟" ارسال فرمایا ہے ۔ میں دل و جان سے اس کے لیے ممنون ہوں ۔ میں نے کمال دلچسپی اور عقیدت سے اس کا مطالعہ کیا ہے ۔ یہ حقیقت ہے کہ جس طرح آپ نے اسلامی نظریات کو صحیح رنگ میں پیش کیا ہے اور مذہب اسلام کی حقیقی [illegible] زندۂ جاوید خوبیوں کو یورپ کے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے سے متعارف کرایا ہے وہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے ۔ مجھے مسرت ہوئی ہے اور میں اس پر نازاں ہوں کہ آپ نے اپنے اس مضمون میں اسلام کی وسعت [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

خلاف جدید سائنس کے وسوسے اور شکوک انتہائی مجرمانہ ہیں ، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سچا مذہب کسی پہلو سے بھی بنی نوع انسان کی ترقی اور خوش حالی کے راستے میں حائل نہیں ہوتا - مجھے یقین ہے کہ اس ضمن میں آپ کی مساعیِ جمیلہ اہلِ مغرب کو یقینی طور پر قائل کر لیں گی -

جناب والا ! آپ نے یہ مضمون ارسال فرما کر میری عزت افزائی کی ہے - میری طرف سے اس مقدس تحفے کا شکریہ قبول فرمائیے - ایک ادنیٰ عقیدت مند اور مرید کی حیثیت سے میں آپ کی خدمت میں دلی توقیر اور خراجِ عقیدت پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں -

آپ کا عقیدت کیش محمود الخضیری"

اس کے بعد ۱۹۳۶ع میں ڈاکٹر محمود الخضیری سے راقم کی ملاقات پیرس کی ایک دعوت میں ہوئی جہاں اقبال شیدائی نے تعارف کے فرائض انجام دیے تھے - اس دعوت میں مشہور و معروف عالم اور جلیل القدر عرب مفکر شکیب ارسلان مہمانِ خصوصی تھے - اس ملاقات کے بعد ڈاکٹر محمود سے ایک قسم کے مخلصانہ اور دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے اور ہماری ملاقاتوں کا سلسلہ چل نکلا - پھر ہماری ملاقات پیرس کے ببلوتھیکا نیشنل میں ہوئی تو ڈاکٹر محمود کی زبانی معلوم ہوا کہ مشہور فرانسیسی فلسفی دیکارٹ (۱۶۵۰ع) کی یاد میں عنقریب ایک کانفرنس ہونے والی ہے - چنانچہ ہم نے طے کیا کہ علامہ سے بھی اس کانفرنس کے لیے ایک مقالہ لکھنے کی درخواست کی جائے - یہ بھی معلوم ہوا کہ مجوزہ کانفرنس جولائی ۱۹۳۷ع میں ہوگی اور اس میں دنیا کے بڑے بڑے مفکر اور فلاسفر شرکت

Marfat.com

کریں گے - چنانچہ میں نے فوراً علامہ کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا اور ان سے ڈیکارٹ کے فکر و فن پر ایک مقالہ لکھنے کی درخواست کی - علامہ کا جواب فوراً آیا جس میں انہوں نے اپنی علالت کے پیش نظر مقالہ لکھنے سے معذوری ظاہر کی تھی - یہ خط "اقبال نامہ" (جلد دوم ، صفحہ ۳۰ - ۳۲۵) میں شائع ہو چکا ہے اور یہاں بھی پیش کیا جا رہا ہے :

"ڈیئر ماسٹر عبداللہ چغتائی !

آپ کا خط ملا - علمی مشاغل میں مصروف رہنا [illegible] مبارک ہو - میری صحت بہ نسبت سابق بہتر ہے لیکن بحیثیت مجموعی دائم المریض کی زندگی بسر کر رہا ہوں ، تاہم صابر و شاکر ہوں - لیکن زبان میں جن مضامین [illegible] نے ذکر کیا ہے ، افسوس ہے مجھے ان [illegible] ممکن ہو تو ان مضامین کا انگریزی میں [illegible] بھیج دیجیے - ترجمے اور [illegible] کا خرچ [illegible] اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ دونوں رسالے [illegible] جن [illegible] مضامین شائع ہوئے ہیں ، بھیج دیجیے - [illegible] دوانے کی کوشش کروں [illegible] جب [illegible] لیں گے تو دونوں رسالے [illegible] حوالے [illegible] ڈیکارٹ پر مضمون لکھنے کی [illegible] رہی - اگر آپ کو [illegible] نوجوان [illegible] مل جائے تو اس سے [illegible] کتاب Method کا [illegible] کتاب [illegible] سے مقابلہ کرے اور یورپ والوں کو دکھائے کہ ڈیکارٹ اپنے اس Method کے لیے [illegible] جس نے یورپ [illegible]

کی بنیاد رکھی ، کہاں تک مسلمانوں کا ممنونِ احسان ہے؟ مغربی فلسفے کا مورخ . . . تو یہاں تک لکھتا ہے کہ اگر ڈیکارٹ عربی زبان کا عالم ہوتا تو ہم اسے غزالی کی "احیاء العلوم" سے چوری کرنے کا الزام لگاتے ۔ لیکن اٹلی کا مشہور شاعر دانتے بھی تو شاید عربی نہیں جانتا تھا لیکن اس کی کتاب Devine Comedy محی الدین ابنِ عربی کے افکار و تخیلات سے لبریز ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے نتائجِ افکار یورپ میں عام تھے اور یورپ کے بڑے بڑے مفکر اور تعلیم یافتہ آدمی ، خواہ وہ عربی جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں ، عام طور پر اسلامی تخیلات سے آشنا تھے ۔

انگریزی کتابوں نے ہم ہندی مسلمانوں کو یہ سکھایا ہے کہ منطقِ استقرائی کا موجد بیکن (Bacon) تھا لیکن فلسفۂ اسلامی کی تاریخ بتاتی ہے کہ یورپ میں اس سے بڑا جھوٹ آج تک نہیں بولا گیا ۔ ارسطو کی منطق کی شکلِ اول پر سب سے پہلے اعتراض کرنے والا ایک مسلمان منطقی تھا ۔ یہی اعتراض John Stuart Mill کی کتابوں میں دہرایا گیا ہے اور مسلمانوں کا استقرائی طریق بیکن (Bacon) سے مدتوں پہلے سارے یورپ کو معلوم تھا ۔

محمود خضیری سے میں سپین میں ملا تھا ۔ وہ اس وقت فقہِ اسلامی پر ریسرچ کر رہے تھے ۔ نہایت نیک نوجوان ہیں ۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ وہ نصیر الدین طوسی پر مقالہ پڑھیں گے . . . ۔ اس تحقیق سے ان کو معلوم ہوگا کہ مسلمان ریاضی دان قرونِ وسطیٰ میں ہی اس

Marfat.com

نتیجے پر پہنچ چکے تھے - یہ ممکن ہے کہ مکان کے ابعاد (Dimensions) تین سے زیادہ ہوں اور ہمارے اسلامی صوفیہ تو ایک مدت سے تعددِ زمان و مکان کے قائل ہیں - یہ خیال یورپ میں سب سے پہلے جرمنی کے فلسفی کانٹ (Kant) نے پیدا کیا تھا لیکن مسلمان صوفیہ اس سے پانچ چھ سو سال پہلے اس نکتے سے آگاہ تھے - عراقی کے رسالے کا قلمی نسخہ غالباً ہندوستان میں موجود ہے اور میں نے ان کے ایک رسالے کا ، جو خاص طور پر زمان و مکان پر ہے ، اپنے لیکچروں میں ملخص بھی دیا ہے - اگر محمود خضیری بھی اس مضمون پر ریسرچ کریں تو مجھے یقین ہے یورپ میں نام پیدا کریں گے ۔"

میں نے اور ڈاکٹر محمود خضیری نے علامہ کے [illegible] سامنے رکھ کر اس کا ایک خلاصہ تیار کیا اور [illegible] کانفرنس کے منتظمین کو بھیج دیا جس کی رسید بھی آ گئی تھی - مقصد یہ تھا کہ علامہ کے نقطۂ نظر سے بھی کانفرنس کو [illegible] دیا جائے -

[illegible] کے قیام پیرس کے دنوں میں [illegible] روز [illegible] قریب ایک کتاب فروش کی دکان [illegible] مجھے فرانسیسی زبان کے رسالے "مرکری" کے [illegible] ۱۹۳۰ء [illegible] جولائی ۱۹۳۰ء [illegible] اور [illegible] ایک مضمون تھا جس میں [illegible] کئی نئی چیزیں علامہ اقبال نے [illegible] کی طرف علامہ نے اپنے [illegible] خط میں اشارہ [illegible]

Marfat.com

امور اس مضمون میں بھی بیان کیے گئے ہیں۔

سید سلیمان ندوی نے "حیاتِ شبلی" کے صفحہ ۵۸۲ پر "مجلسِ علم کلام کی تجویز" کے زیرِ عنوان لکھا ہے کہ "اس مجلس کے لیے علما میں سے انھوں نے مولوی مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی، مولانا شیر علی صاحب حیدر آبادی اور سید رشید رضا مصری کو لیا۔ اور نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں سے ڈاکٹر محمد اقبال لاہوری کو۔"

۱۹۱۱ء کی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں مولانا شبلی بھی موجود تھے۔ علامہ اقبال نے اس میں نظم کے علاوہ منطق پر ایک شاندار تقریر بھی کی تھی۔ آپ کی صدارتی تقریر سے پہلے خواجہ کمال نے تقریر کی تھی۔ چنانچہ جب آپ نے تقریر شروع کی تو فرمایا:

"خواجہ صاحب نے جو تقریر اس وقت کی ہے وہ نہایت دلچسپ اور معنی خیز ہے۔ اس زمانے میں مسلمانوں نے اس مبحث پر بہت کچھ لکھا ہے کہ اسلام اور علومِ جدیدہ کے مابین کیا تعلق ہے؟ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اسلام مغربی تہذیب کے تمام عمدہ اصولوں کا سرچشمہ ہے۔ پندرھویں صدی عیسوی میں، جب سے کہ یورپ کی ترقی کا آغاز ہوا، یورپ میں علم کا چرچا مسلمانوں ہی کی یونیورسٹیوں کی بدولت ہوا تھا۔ ان یونیورسٹیوں میں یورپ کے مختلف ممالک کے طلبہ آ کر علم حاصل کرتے تھے اور پھر اپنے اپنے حلقوں میں علوم و فنون کی اشاعت کرتے تھے۔ کسی یورپین کا یہ کہنا کہ اسلام اور علومِ جدیدہ یکجا نہیں ہو سکتے، سراسر ناواقفیت پر مبنی ہے۔ اور مجھے تعجب ہے کہ علومِ اسلامی اور تاریخِ اسلام کے موجود ہونے کے باوجود کوئی شخص کیونکر کہہ سکتا

Marfat.com

ہے کہ علوم جدیدہ اور اسلام ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔
بیکن، ڈیکارٹ اور مل یورپ کے سب سے بڑے فلاسفر
مانے جاتے ہیں جن کے فلسفے کی بنیاد تجربے اور مشاہدے
پر ہے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ ڈیکارٹ کا "[illegible]"
(اصول) امام غزالی کی "احیاء العلوم" میں موجود ہے
اور ان دونوں میں اس قدر تطابق ہے کہ [illegible]
مورخ نے لکھا ہے کہ اگر ڈیکارٹ عربی جانتا [illegible]
ضرور اعتراف کرتے کہ ڈیکارٹ سرقے کا مرتکب ہوا ہے۔
راجر بیکن خود ایک اسلامی یونیورسٹی کا تعلیم [illegible]
جان اسٹوارٹ مل نے منطق کی شکل اوّل پر [illegible]
کیا ہے، بعینہ وہی اعتراض امام فخرالدین [illegible]
کیا تھا اور مل کے فلسفے کے تمام [illegible]
بو علی سینا کی مشہور کتاب "الشفا" میں [illegible]
غرض کہ تمام وہ اصول جن پر علوم جدیدہ [illegible]
مسلمانوں کے ذہن کا نتیجہ ہیں۔ بلکہ میں دعویٰ [illegible]
کہ صرف علوم جدیدہ کے لحاظ سے بلکہ [illegible]
ترقی ہو، اور اچھا ہو، ایسا نہیں ہے جس [illegible]
نے بے انتہا روح پرور اثر نہ ڈالا ہو۔"

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۷۰

مسز سروجنی نائیڈو

مسز سروجنی نائیڈو کا ہندوستان کے علمی و ادبی اور سیاسی حلقوں میں جو مقام ہے وہ سب پر روشن ہے۔ وہ ہندوستان کے ادبی حلقوں میں ''بلبلِ ہند'' کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں۔ ۱۹۲۷ع میں راقم کو علامہ اقبال کے ساتھ شملہ جانے کا اتفاق ہوا۔ ہم لوگ وہاں سر فیروز خاں نون کے مہمان کی حیثیت سے ان کی کوٹھی ''کڈول'' میں ٹھہرے تھے۔ ایک دن سر فیروز خاں نون نے پنجاب کے لاٹ صاحب سر برڈوڈ کو اپنی کوٹھی میں ٹینس کھیلنے کی دعوت دی اور انھیں بتایا کہ علامہ اقبال بھی میرے ہاں مقیم ہیں اور ان سے بھی آپ کی ملاقات کراؤں گا۔ جب علامہ کو اس بات کا علم ہوا تو ملاقات کے اس تکلف سے بچنے کے لیے انھوں نے یہاں سے نکل چلنے کا پروگرام بنایا اور طے پایا کہ ''سمر ہل'' پر سردار امراؤ سنگھ مجیٹھیہ سے ملاقات کی جائے۔ چنانچہ ہم وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور خاصا فاصلہ طے کر کے جب سیسل ہوٹل کے قریب پہنچے تو اتفاقیہ طور پر وہاں مسز سروجنی سے ملاقات ہو گئی۔ علامہ اقبال اور مسز سروجنی نائیڈو کے دوستانہ اور مخلصانہ تعلقات

Marfat.com

بہت پرانے تھے اور اب کئی برسوں کے بعد یہ اتفاقیہ ملاقات ہوئی تھی۔ چنانچہ دیر تک باتیں ہوتی رہیں اور دونوں ایک دوسرے کے علمی و ادبی اور سیاسی مشاغل کے بارے میں بات چیت کرتے رہے۔ مجھے یاد ہے کہ مسز سروجنی نائیڈو نے اس موقع پر علامہ سے کہا تھا کہ ''مسز جینا (بیگم قائد اعظم محمد علی جناح) بھی آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ وہ کافی تعلیم یافتہ اور انگریزی ادب کی فاضل ہیں اور آپ سے ملنے کی مشتاق ہیں''۔ غرض کہ اس طرح کی باتوں میں خاصا وقت ہوگیا اور ہم ان سے رخصت ہوکر آگئے۔

ذیل میں علامہ اقبال کا ایک قطعہ درج کیا جا رہا ہے جو انھوں نے مسز سروجنی نائیڈو کی کتاب ''شکستہ پر'' (Broken Wings) کے مطالعے کے بعد کہا تھا۔ یہ اشعار انھوں نے مذکورہ کتاب موصول ہونے پر بطور رسید مسز سروجنی نائیڈو کو بھیجے تھے۔ علامہ اقبال کے کسی مجموعۂ کلام میں یہ اشعار مجھے نظر نہیں آئے۔ لکھنؤ سے ایک ادبی مجلے ''ذخیرہ'' کے اگست ۱۹۱۲ء کے پرچے میں یہ قطعہ شائع ہوا تھا اور وہیں سے یہاں نقل کیا جا رہا ہے:

''یا رب! از غارتِ گل بر دلِ نرگس چہ گذشت
دست بے طاقت و چشمِ نگران است او را

شبنم و لالہ و گل اشک ندامت آلودش را
گریہ بر بختِ خونیں جگران است او را

خیز و پر زن کہ دریں جلوہ گہ نکہت و رنگ
طائرے ہست کہ پرواز گران است او را

محمد اقبال۔ لاہور''

Marfat.com

مسز سروجنی نائیڈو جب کبھی لاہور آتی تھیں تو عام طور پر پروفیسر مرزا سعید کے ہاں قیام کرتی تھیں ۔ ایک دن علامہ نے برسبیل تذکرہ ظریفانہ انداز میں فرمایا کہ ایک مرتبہ سروجنی نائیڈو سے ملاقات ہوئی تو اس نے دریافت کیا کہ میری غزلیات (Lyrics) کیسی ہیں ؟ میں نے جواب دیا کہ تمہاری چشمِ غزال تمہاری غزلیات سے زیادہ خوبصورت ہیں ۔

سفرِ مدراس سے واپسی پر جب علامہ حیدرآباد دکن پہنچے تو وہاں کی تقاریب سے فراغت کے بعد ایک روز آپ نے سروجنی نائیڈو کے گھر جانے کا ارادہ ظاہر کیا ، مگر معلوم ہوا کہ وہ گھر میں نہیں ہیں ، وہ کانگرس کے سالانہ جلسے میں شرکت کی غرض سے گئی ہوئی ہیں ۔ تاہم از راہِ اخلاق و وضع داری علامہ ان کے گھر گئے اور ان کے شوہر ڈاکٹر نائیڈو اور بچوں سے ملاقات کر کے واپس آ گئے ۔

جب علامہ اقبال کا انتقال ہوا اور یہ خبر حیدرآباد دکن پہنچی تو مسز سروجنی نائیڈو نے علامہ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور وہاں کے ماہوار رسالے ''سب رس'' میں حسب ذیل پیغام شائع کرایا :

''میں اپنے بہترین دوست اقبال کو ہندوستان کی نشاۃ ثانیہ کا عظیم ترین شاعر سمجھتی ہوں ۔ اس شاعر کے اردو اور فارسی شعری کارنامے ہندوستانی قوم کے رہرو اور رہنما ثابت ہوں گے ۔ اگرچہ اقبال کی نعش کی قیمتی مٹی کو زمین نے اپنی آغوش میں لے لیا ہے لیکن مرحوم کی زندۂ جاوید دماغی قابلیت ، غیر زوال پذیر نشانِ عظمت کے طور پر ،

Marfat.com

دنیا میں ہمیشہ باقی رہے گی ۔ میں مرحوم کے علمی کمالات
اور تحصیلات کو خراجِ تحسین پیش کرتی ہوں ۔"[1]

مولانا عرشی نے کتاب "نقوشِ اقبال" میں لکھا ہے کہ میں ۲۰ اپریل ۱۹۳۵ء کو علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ میرے ساتھ حکیم طالب علی صاحب بھی تھے ۔ ہمارے حاضر ہونے سے پہلے مشہور شاعرہ مسز سروجنی نائیڈو اور میاں بشیر احمد (ہمایوں) بھی موجود تھے اور ان سے انگریزی زبان میں بات چیت ہو رہی تھی ۔ میں نے اس شاعرہ کو پہلی اور آخری بار یہیں دیکھا اور یہ بات بھی پہلی مرتبہ میرے مشاہدے میں آئی کہ علامہ مدعوہ کو رخصت کرنے کے لیے اپنی نشست سے اٹھ کر کوٹھی کے برآمدے تک تشریف لے گئے ۔[2]

۱۹۳۵ء میں انجمن حمایتِ اسلام کے سالانہ جلسے کی ایک نشست خاص طور پر منعقد ہوئی تھی جس کی صدارت علامہ اقبال نے کی تھی ۔ علامہ اس زمانے میں انجمن کے صدر بھی تھے ۔ جب علامہ جلسہ گاہ میں تشریف لائے تو نعرہ ہائے تکبیر سے پورا پنڈال گونج اٹھا ۔ اس جلسے میں مسز سروجنی نائیڈو بھی شریک ہوئی تھیں ۔ "نقوشِ اقبال" کا مندرجہ بالا واقعہ بھی غالباً اسی زمانے کا ہے ۔ جب مسز سروجنی نے غالباً علامہ کی دعوت پر جلسے میں [illegible] تھی ۔ جلسے کی یہ نشست بہت [illegible]

۱- یادگارِ اقبال ، لاہور ، ۱۹۵۵ء ، ص [illegible] ۔
۲- نقوشِ اقبال ، لاہور ، ۱۹۵۶ء ، ص ۱۵۱ ۔

Marfat.com

دوسرے مقررین کی تقاریر اور نظموں کا مختصر سا تجزیہ بھی کیا تھا اور آخر میں صدارتی تقریر فرمائی تھی۔

۱۹۱۹ء میں کانگرس کا سالانہ جلسہ امرتسر میں ہوا تھا۔ ایسا عظیم الشان اجتماع بہت کم دیکھنے میں آیا تھا۔ اس جلسے میں علامہ اقبال اور مسز سروجنی نائیڈو نے بھی شرکت کی تھی اور گاندھی جی بھی آئے ہوئے تھے۔ یہ تحریک عدم تعاون کا زمانہ تھا اور گاندھی جی ملک میں غیر معمولی اہمیت اور شہرت حاصل کر چکے تھے۔ اس موقع پر مسز سروجنی نائیڈو نے کوشش کر کے علامہ کو گاندھی جی سے ملنے پر آمادہ کر لیا۔ جب یہ ملاقات اختتام پذیر ہوئی تو وہ گاندھی جی کے متعلق علامہ کے خیالات معلوم کرنے کے لیے بے تاب نظر آنے لگیں۔ ان کا خیال تھا کہ گاندھی جی نے اقبال کو اپنی شخصیت اور علمیت سے بہت متاثر کیا ہوگا اور ان کے متعلق علامہ کے نظریات میں تبدیلی آ گئی ہوگی۔ چنانچہ جوں ہی علامہ نے گاندھی جی کے کمرے سے قدم باہر رکھا، مسز سروجنی لپک کر ان کے پاس پہنچیں اور پوچھا ''کیوں ڈاکٹر صاحب! مہاتما جی کو آپ نے کیسا پایا؟'' علامہ کی حسِ مذاح ایسے ہی مواقع پر اپنے جوہر دکھاتی تھی۔ چنانچہ انھوں نے چہرے پر غیر معمولی سنجیدگی طاری کر کے جواب دیا: گاندھی جی اچھے آدمی ہیں۔ کھانے پینے میں احتیاط کرتے ہیں اور تندرست رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی عمر کے اعتبار سے توانا ہیں۔'' سروجنی کو اس جواب کی توقع نہ تھی لہٰذا بہت بھنّائیں اور کہنے لگیں کہ میں نے تو ایک بڑے آدمی کے متعلق ایک بڑے آدمی کی رائے معلوم کرنی چاہی تھی مگر آپ نے میری بات مذاق میں اڑا دی۔ ڈاکٹر صاحب بولے

Marfat.com

"سروجنی! گاندھی کے متعلق میری رائے یہی ہے جو میں نے آپ کو بتا دی ہے، اور یہ میری آخری رائے ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا کہوں۔" یہ جواب اور بھی مایوس کن تھا۔ چنانچہ مسز نائیڈو خاموش ہو گئیں اور بات یہیں ختم ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۷۱

محمد عباس علی لمعہ

"اقبال نامہ" حصہ اول (۲۶۳ - ۲۹۸) میں ڈاکٹر عباس علی خان لمعہ کے نام علامہ اقبال کے انتیس خطوط ملتے ہیں - پہلا خط اپریل ۱۹۲۹ء کا لکھا ہوا ہے اور آخری ، جس میں علامہ کی طرف سے معذرت کی گئی ہے اور جو محمد شفیع (م - ش) کے قلم سے ہے ، ۳۱ اگست ۱۹۳۷ء کا ہے - میرا خیال ہے کہ اس زمانے (۱۹۲۹ء) سے بھی بہت پہلے یہ شخص علامہ کے ساتھ خط و کتابت کرتا رہا ہے اور میرے نقطۂ نظر سے سابقہ خطوط میسر نہیں آئے - مجھے بھی علامہ کی خدمت میں حاضر رہنے کا شرف حاصل تھا اور میں جانتا ہوں کہ علامہ کے ساتھ عباس علی لمعہ کا رابطہ اس زمانے سے بہت پہلے قائم ہو چکا تھا - مجھے علامہ کے ہاں سے لمعہ کی نظموں کا ایک مجموعہ ملا تھا جس پر ۲۲ جنوری ۱۹۲۳ء کی تاریخ درج ہے - اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ۱۹۲۳ء سے بھی پہلے ان صاحب نے علامہ کے ساتھ مراسلت و مکاتبت شروع کر دی ہوگی - نظموں کا یہ مجموعہ راقم نے اقبال اکیڈمی کے حوالے کر دیا تھا جو اب بھی وہاں موجود ہے - اس میں لمعہ نے علامہ کی خدمت میں منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا ہے جو اس کے سچے جذبات کا آئینہ دار ہے -

Marfat.com

ان اشعار کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علامہ کا عاشق تھا اور ان کی مدح و ثنا کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا ۔ چنانچہ خطوط سے پہلے جو رباعی درج ہے وہ بھی لمعہ کے مخلصانہ جذبات کی آئینہ دار ہے ۔ ملاحظہ فرمائیے :

نذرِ لمعہ بحضورِ اقبال

تو ہے شاہِ جہانِ بے نیازی
ہے عالم تیری نے نوازی
ہیں نازاں تجھ پہ عطار و سنائی
مریدِ پیرِ رومی ، مردِ غازی

لمعہ نے حضرت علامہ کی خدمت میں بعض دوسری کتابوں کے علاوہ قرآن مجید کا ایک نسخہ بھی ارسال کیا تھا جس کے متعلق علامہ نے وعدہ کیا تھا کہ میں اس کا مطالعہ کروں گا ۔

یکم ستمبر ۱۹۳۶ء کے ایک خط میں علامہ نے اپنی صحت کے بارے میں لمعہ کو اس طرح مطلع کیا :

"حکیم نابینا صاحب دہلی والے علاج کر رہے ہیں ۔ فرق ضرور ہے مگر عدم صحت کی وجہ سے گفتگو کرنے میں سخت دقت ہوتی ہے ۔ جناب کی قرآن [illegible] بھیجنے کا شکریہ ۔"

علامہ نے بھوپال سے بھی ایک خط لمعہ کو لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ "آپ کی نئی نظم پڑھ کر میں بہت خوش ہوا ۔ اس میں اصلاح کی گنجائش نہیں ہے ۔" اس کے علاوہ [illegible] بغور پڑھنے کا مشورہ دیا اور یہ شعر تحریر فرمایا :

[illegible] اسرار آنچه [illegible] است
سرور و سوز و مستی حاصلِ است

تہی دیدم سبوے این و آں را
مئے باقی بہ مینائے دلِ تست!

۱۱ مئی ۱۹۳۵ء کے خط میں علامہ نے لکھا:

"آپ کے ایما پر ٹیگور میری مزاج پرسی کے لیے لاہور آئے تھے مگر میں لاہور میں موجود نہیں تھا، اس لیے ملاقات نہیں ہو سکی۔ اب انھیں مطلع کردیں۔"

پھر ۷ جولائی ۱۹۳۵ء کے خط میں علامہ نے تحریر فرمایا کہ

"ٹیگور آپ سے بے حد خوش ہیں۔"

ایک خط علامہ نے ڈاکٹر لمعہ کے والد کی مزاج پرسی کے سلسلے میں تحریر فرمایا ہے۔ ایک میں لمعہ کی چند نظمیں پہنچنے کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علامہ کی مدح میں مسلسل نظمیں لکھتے رہتے تھے اور ان کے کلام کے گرویدہ تھے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۷۲

آل پارٹیز مسلم کانفرنس لاہور

(۱۹۳۲ء)

فروری ۱۹۳۲ء میں لاہور میں ایک شاندار اسلامی اور قومی اجتماع ہوا جس سے "آل انڈیا مسلم کانفرنس" اور "آل انڈیا مسلم یوتھ لیگ کانفرنس" قائم ہوئی۔ اس کے انتظامات میاں فیروز الدین خادمِ خلافت کی مخلصانہ سرگرمیوں کی بدولت حد درجہ قابلِ ستائش تھے۔ اول الذکر کانفرنس کے صدرِ استقبالیہ خان بہادر حاجی میاں رحیم بخش صاحب اور صدرِ اجلاس علامہ اقبال تھے۔ آخرالذکر کے صدرِ استقبالیہ سید مبارک علی شاہ تھے اور صدرِ جلسہ سیٹھ عبداللہ ہارون سندھی تھے۔ اقبال کا خطبہ انگریزی زبان میں تھا جو پہلے شائع ہو چکا تھا۔ اب اس کا ترجمہ بھی اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ اس خطبے میں ڈاکٹر صاحب نے [illegible] ہندی قومیت کے مسئلے پر اظہار خیال کیا ہے اور اپنے اس نقطۂ نظر کا اعادہ کیا ہے جس کا اظہار وہ الہ آباد میں مسلم لیگ کے جلسے میں کر چکے تھے یعنی یہ کہ ہندوستان کے شمال مغربی حصے میں [illegible] جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں [illegible] خود مختار حکومت قائم ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے بعض ایسے مسائل

Marfat.com

پر بھی اظہار خیال کیا ہے جو پورے مسلم معاشرے سے تعلق رکھتے ہیں : مثلاً انھوں نے علما کی بے عملی اور تعلیم یافتہ طبقے کی غفلت کا ذکر کیا اور فقہِ اسلامی کو جدید زمانے کے تقاضوں کے مطابق مدون کرنے کی ضرورت پر زور دیا ۔ ملتِ اسلامیہ کے اتحاد اور تنظیم کی اہمیت و ضرورت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے انھوں نے مسلمان قوم کو متنبہ فرمایا کہ اگر تم سربلندی اور عروج کے خواہاں ہو تو ایک منظم قوم کی صفات اپنے اندر پیدا کرو کیونکہ ایک متحد قوم ہی اقوامِ عالم میں سربلندی حاصل کر سکتی ہے ۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ خطبہ بھی ان کے دوسرے خطبات کی طرح اس قابل ہے کہ اسے بار بار مسلمان قوم تک پہنچایا جائے ۔

یوتھ لیگ کانفرنس نہایت کامیاب رہی ۔ صدر جلسہ سیٹھ عبداللہ ہارون ایک نہایت مخلص ، دردمند اور احساسِ قومی رکھنے والے بزرگ تھے ۔ انھوں نے مسلمان نوجوانوں کے دلوں کو قومی خدمت کے جذبے سے سرشار کر دیا اور لیگ کی فیاضانہ امداد فرمائی ۔ اس جلسے کے سیکرٹری چودھری نذیر احمد خاں ایڈووکیٹ تھے ۔ وہ خود علامہ کو ان کے گھر سے موٹر میں لائے تھے اور خطبہ پڑھنے کے بعد ان کے دولت کدے پر چھوڑ آئے تھے ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۷۳

ادارۂ معارفِ اسلامیہ

ادارۂ معارفِ اسلامیہ کے بانی علامہ اقبال خود ہی تھے [illegible]
میں اس ادارے کی ابتدا ہوئی اور اس کے تین جلاس [illegible]
۱۹۳۳ء اور ۱۹۳۶ء میں ہوئے۔ پہلا جلاس [illegible]
دہلی میں منعقد ہوا تھا۔ پہلے جلاس کی صدارت [illegible]
فرمائی تھی اور انگریزی زبان میں خطبہ [illegible]
کی مطبوعہ روئداد راقم کے پاس موجود ہے [illegible]
شیخ محمد اقبال پروفیسر پنجاب یونیورسٹی [illegible]
مرتب کردہ ہے۔ یہ روئداد سارے [illegible]
پروفیسر صاحب موصوف ہی کی [illegible]
آئی تھی اور احباب تک پہنچی تھی۔

اس ادارے کی ابتدا اور اغراض [illegible]
پروفیسر محمد اقبال مرحوم نے لکھا ہے [illegible]
اورینٹل کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی تھی [illegible]
فارسی کے صدر علامہ اقبال تھے۔ [illegible]
ہو کر علوم کے حقائق کے ضمن میں [illegible]
اس بات پر آمادہ کیا کہ اسلامی علوم و معارف کے ضمن میں [illegible]

Marfat.com

ایک ادارہ قائم کیا جائے ۔ چنانچہ آپ نے پروفیسر محمد شفیع ، پروفیسر شیخ محمد اقبال اور پروفیسر محمود شیرانی کے ساتھ اپنے مکان پر مشورہ کیا اور مالی مشکلات کے باوجود اس ادارے کے قیام کا فیصلہ ہو گیا ۔ پروفیسر سید عبد اللہ نے علامہ اقبال اور دیگر احباب کے مشورے سے اس کے اغراض و مقاصد قلم بند کیے اور "ادارۂ معارف اسلامیہ" نام تجویز ہوا ۔

۱۹۲۸ء کے آخر میں جب علامہ اقبال مدراس تشریف لے گئے اور واپسی پر حیدر آباد میں ٹھہرے تو وہاں سر اکبر حیدری سے بھی اس ادارے کے سلسلے میں مشورہ کیا اور انہیں اغراض و مقاصد کا خاکہ دکھایا ۔ مقصد یہ تھا کہ سرکار نظام کو اس ادارے کی افادیت پر متوجہ کرکے ان سے مالی امداد کی درخواست کی جائے ۔ چنانچہ تمام مراحل طے ہونے کے بعد ۱۹۳۲ء میں دو ہزار روپے کی امداد منظور ہوئی ۔ پروفیسر محمد شفیع چونکہ اس کام میں پیش پیش تھے لہٰذا جب رقم وصول ہو گئی تو علامہ نے ساری رقم ان کے سپرد کر دی اور فرمایا کہ کام شروع کر دو ۔ چنانچہ ۱۹۳۳ء میں پہلا اجلاس منعقد ہوا ۔

چونکہ علامہ اقبال خود اس ادارے کے بانی تھے لہٰذا جلسے کی صدارت بھی انہیں قبول کرنا پڑی ۔ صدر جلسہ کی حیثیت سے انہوں نے انگریزی زبان میں جو خطبہ پڑھا تھا ، بد قسمتی سے وہ محفوظ نہیں رہ سکا ۔ تاہم مجھے یاد ہے علامہ نے اس خطبے میں قدیم اور جدید علوم پر بہت عمدگی سے روشنی ڈالی تھی اور مسلمان علما کے علمی کارناموں کو جدید علوم کا پیش رو ثابت کیا تھا ۔ قبل ازیں مولانا

Marfat.com

سید سلیمان ندوی نے تاج محل پر ایک طویل مقالہ پڑھا تھا جس میں راقم کے تحقیقی کام کا ذکر بھی انھوں فرمایا تھا۔ بہرحال اس جلسے کی تمام تقاریر پُر مغز اور بلند پایہ تھیں۔ جلسے کی روئداد میں وہ یادگار تصویر بھی چھپ چکی ہے جس میں علامہ اقبال درمیان میں تشریف فرما ہیں۔ سید سلیمان ندوی اور دیگر اہلِ علم بھی اس تصویر میں موجود ہیں۔

۱۹۳۶ء میں اس ادارے کا دوسرا اجلاس بھی لاہور میں منعقد ہوا جس کی صدارت میاں فضل حسین نے کی اور ایک پُر مغز خطبۂ صدارت پڑھا۔ علامہ عبداللہ یوسف علی، جو ادارے کے صدر تھے، انھوں نے انگریزی زبان میں مقالہ پڑھا تھا۔ اس کے بعد جن مقررین کے نام نظر آتے ہیں ان میں پروفیسر حافظ محمود شیرانی، مولوی عبدالرحمٰن دہلوی اور اسلم جیراجپوری شامل ہیں۔ علامہ اقبال کی علمی خدمات کو بے حد سراہا گیا تھا اور اس ادارے کو [illegible] کے سلسلے میں انھیں ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا گیا تھا۔

مذکورہ جلسوں کے موقع پر ایک نمائش کا اہتمام بھی کیا گیا تھا جس میں اسلامی عہد کے مسکوکات کے علاوہ عہدِ اسلامی سے متعلق مخطوطات اور کتبات بھی رکھے گئے تھے [illegible] کیا گیا تھا۔

اس ادارے کا تیسرا جلسہ ۱۹۳۷ء میں [illegible] جس کی صدارت سر شاہ سلیمان جج [illegible] کی تھی۔ انھوں نے اپنے خطبۂ صدارت میں [illegible] فضل حسین کی رحلت پر اظہارِ افسوس [illegible] اسے بہت بڑا قومی سانحہ قرار دیا تھا۔ [illegible] عبدالرحمٰن (وائس چانسلر دہلی یونیورسٹی) نے [illegible]

Marfat.com

نے بھی اس جلسے میں ایک مقالہ پڑھا تھا ۔ اس جلسے کے انتظام میں دہلی کے اینگلو عریبک کالج کے لوگوں نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیا تھا اور اسے کامیاب بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۷۴

علی برادران اور علامہ اقبال

۱۹۱۹ء کا سال ہندوستان کی تاریخ میں بہت ہی [illegible] سال تھا۔ جو کچھ مفکرین نے اس سال کے مختلف پہلوؤں [illegible] لکھا ہے اس میں زیادہ تر ہندو نقطۂ نگاہ کو مدِ نظر رکھا [illegible] ہے۔ [illegible] دسمبر ۱۹۱۹ء میں امرتسر کے ریلوے سٹیشن پر موجود [illegible] دونوں بھائی (مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی) [illegible] رہا ہو کر آئے تھے۔ وہاں اس قدر ہجوم تھا جو پہلے [illegible] میں آیا تھا۔ لوگوں میں بے پناہ قومی جذبہ تھا اور [illegible] جلیانوالا باغ دیکھنے کے لیے آئے تھے جہاں سال [illegible] پر جنرل ڈائر نے گولیاں برسائی تھیں اور ہزاروں بے گناہ [illegible] وہاں جلسے میں شریک تھے، شہید ہو گئے تھے۔ ۱۹۱۹ء کے [illegible] کانگرس کی صدارت پنڈت موتی لال نہرو نے کی تھی جو جواہر لال [illegible] کے والد تھے۔ مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی [illegible] میں شرکت کے لیے آئے تھے۔ ہندوستان کی تمام [illegible] نے اس جلسے میں شرکت کی تھی۔ اس جلسے کے [illegible] کے چوک فرید میں مسلم لیگ کا جلسہ بھی ہوا تھا جو [illegible] کانگرس کے جلسے کے مقابلے کا تو نہیں تھا مگر ان دونوں بھائیوں [illegible]

Marfat.com

(شوکت علی اور محمد علی) کی وجہ سے کافی رونق تھی - حکیم اجمل خاں اس جلسے کے صدر تھے -

کارروائی ابھی شروع ہی ہوئی تھی کہ علی برادران کی آمد کا اعلان ہوا جس سے جلسے میں مزید جان پڑ گئی - پھر تھوڑے سے وقفے کے بعد جب علامہ اقبال مع اپنے احباب نواب ذوالفقار علی خاں، میاں عبدالعزیز اور میاں عبدالحی وغیرہ کے ہال میں داخل ہوئے تو جلسے کا رنگ ہی بدل گیا - ان حضرات کو پلیٹ فارم پر جگہ دی گئی - علامہ اقبال نے اس موقع پر ان دونوں بھائیوں کی طرف اشارہ کرکے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے تھے :

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند
قطرۂ نیساں ہے زندانِ صدف سے ارجمند
مشکِ اذفر چیز کیا ہے، اک لہو کی بوند ہے
مشک بن جاتی ہے ہو کر نافۂ آہو میں بند
ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر
کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دامِ قفس سے بہرہ مند
''شہپرِ زاغ و زغن در بندِ قید و صید نیست
ایں سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند''

امرتسر کے ان جلسوں کے بعد مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی لاہور بھی آئے تھے - لاہور سے کافی لوگ ان کو لینے کے لئے امرتسر گئے تھے - ان کا جلوس لاہور ریلوے سٹیشن سے شروع ہوا جو کشمیری بازار سے ہوتا ہوا تمام بڑے بڑے بازاروں میں گھوما - نماز عصر کے وقت یہ جلوس انارکلی بازار میں تھا - جب عین اقبال کے مکان کے سامنے جلوس پہنچا تو یہ دونوں بھائی اور ان

Marfat.com

کے رفقا اقبال کے مکان پر چلے گئے جہاں انھوں نے فریضۂ نماز ادا کیا ۔ ساتھ ہی علامہ سے حالاتِ حاضرہ پر گفتگو بھی ہوئی ۔ ہر دو بھائیوں نے علامہ سے کہا کہ ہم تو جیل کی مصیبت جھیلتے ہیں اور آپ کا کلام اس سلسلے میں سہمیز کا کام کرتا ہے مگر آپ ہیں کہ اپنی جگہ سے ہلتے ہی نہیں ۔ علامہ مسکرا دیے اور فرمایا کہ مولانا ! ”ہر گلے را رنگ و بوے دیگر است“ ۔ یہ دونوں بھائی چونکہ کانگرسی نقطۂ نگاہ کے حامی تھے اس لیے علامہ اقبال ان کے سیاسی نظریات سے متفق نہیں تھے ۔

مولانا محمد علی ایک مرتبہ اپنی اہلیہ کے ہمراہ علامہ کے ہاں مہمان رہے تھے ۔ یہ زمانہ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس سے پہلے کا تھا ۔ اسی زمانے میں علامہ نے کوشش کی تھی کہ جداگانہ انتخابات رائج ہوں اور اس سلسلے میں اسلامیہ کالج کے ہال میں [illegible] جلسہ بھی ہوا تھا ۔

[illegible] دن علامہ کے احباب میں جداگانہ انتخاب کے حق میں [illegible] ہو رہی تھی ۔ مولانا محمد علی اندر تھے ۔ [illegible] گفتگو [illegible] چلا [illegible] رہا تھا [illegible] مخلوط انتخاب [illegible] ہے [illegible] وہ ذیابیطس کے مریض تھے ۔ وہ [illegible] [illegible] تھے ۔ [illegible] جب راؤنڈ ٹیبل کانفرنس [illegible] بھائی کانگرس [illegible] چھوڑ [illegible] علامہ اقبال کے [illegible] ٹیبل کانفرنس کے [illegible] [illegible] اسی موقع پر لندن میں ہوا تھا اور انھیں بیت المقدس [illegible] دفن کیا گیا تھا ۔

Marfat.com

۱۹۲۴ع میں جب حجاز پر ابنِ سعود کا قبضہ ہوگیا تھا اور شریفِ مکہ نے امرتسر میں ایک کانفرنس کی تھی تو مولانا محمد علی اور شوکت علی کے تیسرے بھائی ذوالفقار علی نے بھی قادیان سے آ کر اس کانفرنس میں شرکت کی تھی - تینوں بھائی عرصے کے بعد ملے تھے - اخیر میں مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی مسلم لیگ میں شامل ہوگئے تھے -

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۷۵

اسلامی ممالک اور علامہ اقبال

افغانستان :

ہم ان صفحات میں افغانستان میں علامہ کی مقبولیت اور ان کے سفرِ افغانستان کا مفصل حال بیان کر چکے ہیں۔ آپ کو والیِ افغانستان جنرل نادر شاہ نے بطورِ خاص وہاں بلایا تھا اور آپ سید راس مسعود اور علامہ سید سلیمان ندوی کے ہمراہ وہاں تشریف لے گئے تھے۔ افغانستان کی تعلیمی اصلاحات پر ایک جامع رپورٹ بھی انہوں نے مرتب کی تھی۔

عرب ممالک :

جب آپ ۱۹۳۱ء کی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس سے فارغ ہو کر وطن واپس آ رہے تھے تو آپ نے مصر اور فلسطین کا سفر بھی کیا۔ اس سے پیشتر شیخ الازہر لندن میں علامہ سے مل چکے تھے۔ ان کی دعوت پر یہ طے کر چکے تھے کہ واپسی پر مصر جائیں گے اور جامعہ ازہر کا مشاہدہ کریں گے۔ چنانچہ جب آپ اٹلی سے ہو کر فلسطین جا رہے تھے تو آپ مصر بھی گئے اور جامعہ ازہر

Marfat.com

کا معاینہ کیا ۔ علامہ کی پیشوائی اور انھیں متعارف کرانے میں وہاں کے ایک پروفیسر الدکتور عبدالوہاب عزام پاشا سب سے پیش پیش تھے ۔ الدکتور عبدالوہاب عزام ہی نے ایک مفید کتاب بھی علامہ پر عربی زبان میں بعنوان "محمد اقبال : سیرتہ و فلسفتہ و شعرہ" ۱۹۵۴ع میں لکھی تھی ۔ جیسا کہ میں کسی اور جگہ بھی بیان کر چکا ہوں ، یہ صاحب حکومتِ مصر کی طرف سے پاکستان میں سفیر بھی رہ چکے تھے ۔ یہ کتاب بڑے سائز پر انھوں نے پاکستان میں ہی شائع کی تھی ۔ اسی کتاب نے اقبال کو عرب دنیا سے روشناس کرایا جو بہت بڑا کارنامہ ہے ۔ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام نے اقبال پر بعض مفید مضامین مجلۂ ''السبوعہ'' قاہرہ میں لکھے جو دنیائے عرب میں اقبال کی شہرت کا باعث بنے ۔ اس کے بعد ڈاکٹر عبدالوہاب عزام پاشا نے ''پیامِ مشرق'' کا عربی نظم میں ترجمہ کیا کیونکہ وہ فارسی زبان کے بھی بہت بڑے فاضل تھے ۔ اس کتاب کا آخری شعر یہ ہے :

ادرک الناس بحب و وئام
انک الداعی الی دارالسلام

ایران :

ویسے تو علامہ اقبال تمام اسلامی ممالک میں مقبول تھے مگر یران میں ان کے بہت زیادہ پرستار تھے ۔ خود علامہ کو فارسی زبان سے جو تعلقِ خاطر تھا اور جس طرح انھوں نے فارسی کو اظہارِ جذبات کا ذریعہ بنایا اس نے اور بھی اہلِ ایران کو متاثر کیا ۔ میرے نزدیک ایران میں علامہ اقبال کی مقبولیت کا آغاز اس وقت ہوا جب ن ۔ م ۔ راشد کی تحریک پر تہران کے عجائب گھر میں

Marfat.com

اقبال پر ایک ادبی نشست کا انتظام کیا گیا ۔ اس اجلاس میں ملک الشعرا بہار نے بھی شرکت فرمائی تھی ۔ انھوں نے اپنی ایک نظم کا آغاز غیر منقسم ہندوستان کی ادبی خدمات سے کیا ۔ ہندوستان کے دیگر فارسی گو شعرا کا ذکر کرنے کے بعد جب وہ عہدِ اقبال تک پہنچے تو انھوں نے کلامِ اقبال کے حُسن اور اس کی گہرائی و عظمت کو اس طرح خراجِ عقیدت پیش کیا :

عصرِ حاضر خاصۂ اقبال گشت
واحدی کز صد ہزاران بر گذشت
شاعران گشتند جیشی تار و مار
وین مبارز کرد کارِ صد ہزار

ملک الشعرا بہار کے اس خراجِ تحسین کے زیر اثر ایران کی ادبیات میں اقبال شناسی یا معرفتِ اقبال کا ایک نیا دور شروع ہوا کیونکہ اہلِ ایران نے غالباً پہلی مرتبہ کلامِ اقبال کو اپنی سنجیدہ توجہ کا مستحق قرار دیا ۔ یہ واقعہ ہے کہ اقبال نے برعظیم ہند و پاکستان میں فارسی زبان کو ایک نئی زندگی دی ۔ فرنگیوں کے ہاتھوں اس زبان کو اس قدر صدمات سے دو چار ہونا پڑا کہ [illegible] سال تک برعظیم پر حکومت کرنے والی اس زبان [illegible] مٹانے کی کوشش کی گئی [illegible] اقبال ہی تھے جنھوں نے اس زبان کو اپنے عظیم خیالات [illegible] ذریعۂ اظہار بنا کر اس کی کھوئی ہوئی [illegible] ایران کے ہزاروں نمائندوں اور [illegible] برعظیم میں فارسی زبان کے احیا کے سلسلے میں جو نمایاں خدمت [illegible] ہو رہی [illegible] اقبال کو حاصل ہوئی ۔

Marfat.com

مارچ ۱۹۷۳ع میں اورینٹل کالج لاہور کا سو سالہ جشنِ تاسیس منایا گیا جس میں عالمی شہرت کے مالک ماہرینِ تعلیم نے شرکت کی ۔ حکومتِ ایران کی طرف سے معروف ایرانی عالم اور محقق پروفیسر مجتبیٰ مینوی نے اس جشن میں حصہ لیا تھا ۔ اس موقع پر کالجِ مذکور کے فارسی کے استاد سید محمد اکرم شاہ نے ان سے درخواست کی تھی کہ ایرانی لہجے میں اقبال کا کلام سنائیں ۔ چنانچہ انہوں نے "زبورِ عجم" کی مشہور نظم "از خوابِ گران خیز" سنائی جس سے محفل پر عجیب سرشاری کی کیفیت طاری ہو گئی ۔ انہوں نے یوں اس نظم کو شروع کیا :

ای غنچۂ خوابیدہ چو نرگس نگران خیز
کاشانۂ ما رفت بتاراجِ غمان ، خیز
از نالۂ مرغِ چمن ، از بانگِ اذان خیز
از گرمیِ ہنگامۂ آتش نفسان خیز

اور ان شعروں پر نظم کو ختم کیا :

فریاد ز افرنگ و دل آویزیِ افرنگ
فریاد ز شیرینی و پرویزیِ افرنگ
عالم ہمہ ویرانہ ز چنگیزیِ افرنگ
معمارِ حرم ! باز بہ تعمیرِ جہان خیز
از خواب گران خواب گران خواب گران خیز

اب ایران میں کلامِ اقبال کی مقبولیت روز بروز بڑھ رہی ہے ۔ حال ہی میں کلیاتِ اقبال طہران سے دوبارہ شائع ہوئی ہے اور اقبال پر متعدد تحقیقی مقالات بھی شائع ہو چکے ہیں ۔ پروفیسر مجتبیٰ مینوی

Marfat.com

کی معروف کتاب ''اقبال لاہوری'' نے اقبال کو اہلِ ایران سے متعارف کرانے میں بنیادی کردار ادا کیا تھا اور ہم ان کی اس خدمت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

۱۹۳۶ء میں راقم اعلیٰ تعلیم کی غرض سے پیرس میں مقیم تھا کہ ایک ایرانی نوجوان ڈاکٹر غلام حسین صدیقی سے ملاقات ہوئی۔ یہ صاحب اقبال کے غائبانہ عقیدت مند تھے اور اکثر کلامِ اقبال پر اور علامہ کی سیرت و شخصیت پر گفتگو کیا کرتے تھے۔ انہوں نے احمد حمدی برجندی کی کتاب پر ایک عالمانہ مقدمہ بھی لکھا تھا اور فرانسیسی زبان میں ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی۔

لاہور میں بعض ایرانی فضلا سے علامہ کے بہت اچھے مراسم تھے۔ ان میں مولانا محسن علی سبزواری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں جو محلہ چہل بیبیاں میں رہائش رکھتے تھے۔ اسی طرح ابتدائی زمانے میں ایران کے معروف شیعہ عالم اور مجتہد علامہ عبد العلی ہروی کے ساتھ بھی علامہ کے بہت قریبی دوستانہ تعلقات تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ۱۹۲۳ء اور ۱۹۲۴ء کے برسوں میں علامہ اکثر ان کے ہاں جاتے تھے اور وہ بھی علامہ کے پاس آیا کرتے تھے۔ وہ نواب فتح علی خان قزلباش کے ہاں ایمپرس روڈ پر مقیم تھے۔ علامہ کو اکثر اپنے ہاں جانے پر بلاتے تھے اور نہایت لذیذ چائے پلاتے تھے۔ ایک مرتبہ راقم بھی علامہ کے ہمراہ ان کی قیام گاہ پر گیا تھا۔ دونوں حضرات میں فارسی زبان میں گفتگو ہوتی تھی اور اکثر مختلف فلسفیانہ مسائل زیرِ بحث آتے تھے۔ علامہ عبد العلی ہروی بڑے پایہ کے عالمِ دین تھے اور انہیں فارسی ادب سے بھی دلچسپی تھی۔ علامہ کی خواہش تھی کہ وہ حیدرآباد دکن میں کوئی اعلیٰ عہدہ قبول کر لیں مگر ان کی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔

Marfat.com

طہران کے دینی ادارے ''حسینیہ ارشاد'' کے ارکان کو علامہ اقبال سے غیر معمولی عقیدت تھی - انھوں نے علامہ کی مشہور مثنوی ''اسرار خودی'' میں سے منقبت حضرت امام حسین کو اپنے ایک رسالے میں بطور ضمیمہ شامل کیا تھا اور ادارے کی مسجد کی چھت کو اقبال کے اشعار سے مزیّن کیا تھا - اسی ادارے نے ۱۹۶۸ع میں اقبال کے ترانۂ ملّی کا منظوم ترجمہ کرکے عربی اور فارسی کے ترانوں کے ایک مجموعے میں شائع کیا تھا - یہ کتابچہ ۶۵ صفحات پر مشتمل تھا اور ہزاروں کی تعداد میں تقسیم ہوا تھا - ۱۹۷۰ع میں ''حسینیہ ارشاد'' نے علامہ اقبال پر ایک علمی مجلس کا انتظام کیا تھا اور ۱۹۷۳ع میں اس مجلس کے مقالات کا مجموعہ شائع کیا تھا جو ۱۶۰ صفحات پر مشتمل تھا - حاجی سید ابو الفضل زنجانی مجتہد اس مجلس کے صدر تھے - پروفیسر ڈاکٹر سید جعفرؔ شہیدی نے بر عظیم میں اسلام کے پائدار اثرات پر تقریر کی تھی اور ڈاکٹر شیر علی نے ''احیائے فکرِ اسلامی'' کے موضوع پر مقالہ پڑھا تھا - سید محمد محیط طباطبائی نے ، جو ایران میں ''زبدۂ اقبال شناسان'' سمجھے جاتے ہیں ، اقبال کی ایران شناسی کے مختلف مراحل پر روشنی ڈالی تھی -

خواجہ عبد الحمید عرفانی کی کتاب ''اقبال ـ ایرانیوں کی نظر میں'' ایک قابل قدر تصنیف ہے جس میں علامہ اقبال کے فلسفے ، تفکّر اور ان کی شاعری کے سلسلے میں اہلِ ایران کی علمی اور تحقیقی کاوشوں کا جائزہ لیا گیا ہے - یہاں ڈاکٹر تحقیق کے مقالے کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جس نے اقبال شناسی کے ضمن میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے - سید غلام رضا سعیدی نے علامہ اقبال کے اسلامی تفکّر کو فہمِ قرآنِ کریم کے سلسلے میں ایک تحریک قرار دیا ہے -

Marfat.com

ڈاکٹر محمد ریاض نے رسالۂ ''فکر و نظر'' میں ایک مفید مضمون ''ایران میں مطالعۂ اقبال'' کے نام سے سپرد قلم کیا ہے جس میں ایران میں اقبال اور فکرِ اقبال کی مقبولیت کا جائزہ پیش کیا گیا ہے ۔ یہ مضمون رسالۂ ''فکر و نظر'' کے اپریل ۱۹۷۶ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا ۔

آخر میں مجلۂ ''آتش'' کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جس میں متعدد ایرانی فضلا نے اقبال کے فکر و فلسفہ پر تحقیقی اور علمی مضامین لکھے ہیں اور انہیں خراج تحسین پیش کیا ہے ۔ یہ مضامین رسالۂ مذکور کی ۳۳۰ کی اشاعت میں شامل ہیں ۔

ترکی :

ایک دفعہ میں نے علامہ سے ذکر کیا کہ [illegible] سے ایک کتب فروش آنو بیر سوولس کے پاس سلطان محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ کا دیوان موجود ہے ۔ یہ سنتے ہی انہوں نے مجھے حکم دیا کہ [illegible] دیوان ہر قیمت پر حاصل کیا جائے ۔ چنانچہ میں مذکورہ کتب فروش کی دکان پر گیا اور دیوان اس سے لے کر علامہ کی خدمت میں پیش کر دیا ۔ یہ دیوان ترکی زبان میں ہے اور علامہ اس زبان سے واقف نہیں تھے ۔ لیکن وہ شاعر کے خیالات [illegible] دراصل وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ایک [illegible] کا ہے اور اس کے خیالات و افکار کی گہرائی کی [illegible] جب کسی نہ کسی طرح وہ دیوان کے مطالب [illegible] کلام انہیں [illegible] کتب خانے میں رہا اور اب بھی اسلامیہ کالج لاہور کی لائبریری میں محفوظ ہے ۔

Marfat.com

جب علامہ نے اپنے شہرۂ آفاق خطباتِ مدراس لکھنا شروع کیے تو اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں جہاں انھوں نے اور بہت سے علما و شعرا کے کلام کا حوالہ دیا وہاں اپنے پہلے خطبے (علم اور مذہبی تجربہ) میں ترکی کے معروف شاعر توفیق فطرت کے کلام سے بھی استشہاد کیا اور اس کا تقابل میرزا بیدل کے فکر و فلسفہ سے کیا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علامہ کی نظر کس قدر وسیع تھی اور وہ کہاں کہاں سے علم کے موتی تلاش کر لیتے تھے۔ علامہ اہلِ ترکیہ کی عظمت اور ان کی بہادری کے شروع ہی سے معترف تھے اور انھیں بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

آج اگرچہ ترکی زبان ہمارے لیے اجنبی اور غیر مانوس ہے مگر ایک وقت تھا کہ برعظیم میں یہی زبان مقتدر تھی۔ ترکی سے اپنی اسی ناواقفیت کی بنا پر آج ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ترکی میں علامہ اقبال کے فکر و فلسفہ پر کیا کام ہوا ہے اور فکرِ اقبال کی مقبولیت کا وہاں کیا عالم ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ وہاں کلامِ اقبال کے تراجم بھی شائع ہوئے ہیں اور ان کی شخصیت و شاعری پر تحقیقی کام بھی ہوا ہے مگر ہم اس کی کمیت اور کیفیت کے مکمل کوائف سے آگاہ نہیں ہیں۔

ڈاکٹر عبدالقادر قراخان ترکی کے معروف اہلِ علم ہیں اور فکرِ اقبال میں ان کی دلچسپی سے سبھی اہلِ علم واقف ہیں۔ انھوں نے علامہ اقبال کی شخصیت اور فن پر جو شاندار کتاب لکھی ہے اس نے ترکیہ میں علامہ کو متعارف کرانے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اس میں نہ صرف انھوں نے اقبال کے فلسفے اور کلام پر عالمانہ تبصرہ کیا ہے بلکہ آخر میں کلام کا کچھ حصہ ترکی زبان میں

Marfat.com

ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ ۲۳۰ صفحات کی یہ کتاب استنبول سے شائع ہوئی تھی۔

کچھ عرصہ پہلے سید سجاد حیدر کے ایک خط سے معلوم ہوا تھا کہ خلیل آفندی نے بھی علامہ کے کلام کا کچھ حصہ ترکی زبان میں ترجمہ کیا ہے مگر اس ضمن میں ہماری معلومات ابھی تک تشنہ ہیں۔

☆ ☆

Marfat.com

۷۶

جامعۂ ملیہ میں خطبۂ صدارت

میں ''پیامِ مشرق'' کی اشاعتِ ثانی کے تحت لکھ چکا ہوں کہ ۱۹۲۳ء میں جامعۂ ملّیہ دہلی کے اساتذہ ڈاکٹر عابد حسین، پروفیسر مجیب اور پروفیسر غلام السیّدین جب لاہور آئے تھے تو وہ علامہ اقبال سے بھی ملے تھے اور انھوں نے ''پیامِ مشرق'' کا دوسرا ایڈیشن شایانِ شان طریقے پر شائع کرنے کی پیشکش کی تھی۔ دراصل علامہ سے ان لوگوں کے گہرے روابط تھے اور وہ ان کے علمی کمالات کے دل سے معترف تھے۔

۱۹۳۰ء میں جامعۂ ملّیہ نے توسیعی لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا جس میں دیگر اہلِ علم کے علاوہ ترکی کے معروف فاضل غازی رؤف بے نے بھی شرکت کی تھی جو پیرس سے دہلی تشریف لائے تھے۔ اس زمانے میں ڈاکٹر انصاری امیرِ جامعہ تھے اور انہوں نے بطورِ خاص علامہ اقبال سے دہلی تشریف لانے اور کم سے کم دو لیکچروں کی صدارت قبول کرنے کی درخواست کی تھی۔ مارچ ۱۹۳۳ء کا مہینہ ان لیکچرز کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ چنانچہ علامہ نے بخوشی یہ دعوت قبول فرمالی اور ۱۷ مارچ کو لاہور سے دہلی روانہ ہوگئے۔ سیّد نذیر نیازی بھی اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔

Marfat.com

جب آپ دہلی پہنچے تو بہت سے زعما اور اہلِ علم ریلوے سٹیشن پر آپ کے خیر مقدم کے لیے موجود تھے ۔ ان میں ڈاکٹر انصاری ، ڈاکٹر ذاکر حسین اور غازی رؤف بے خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں ۔ طے یہ پایا تھا کہ ان لیکچروں کا آغاز غازی رؤف کے خطبات سے کیا جائے اور علامہ ان کے دونوں لیکچروں کی صدارت فرمائیں ۔

آسی شاہ محمد علی ہال میں غازی رؤف بے کے پہلے لیکچر سے اس سلسلے کا آغاز ہوا اور شیخ الجامعہ ڈاکٹر انصاری نے جلسے کا افتتاح کیا ۔ جب علامہ ہال میں داخل ہوئے تو نہایت جوش و خروش سے ان کا خیر مقدم کیا گیا ۔ ڈاکٹر انصاری نے اپنے [illegible] میں غازی رؤف بے اور علامہ اقبال کا تہِ دل سے شکریہ [illegible] انھوں نے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے ان جلسوں [illegible] وقت نکالا اور اپنے بلند پایہ خیالات سے نوازا ۔ اس کے بعد [illegible] شروع ہوا اور غازی رؤف بے نے اپنا خطبہ پڑھا ۔ پھر علامہ سے درخواست کی گئی کہ وہ خطبۂ صدارت ارشاد فرمائیں ۔ [illegible] کی تقریر خاصی طویل تھی جو [illegible] جاری رہی ۔ علامہ نے اپنی تقریر میں عصرِ اسلام کی [illegible] غازی [illegible] جھگڑا اور ترکی کے انقلاب کے موضوع [illegible] [illegible] خلافت اور [illegible] [illegible] علامہ [illegible] [illegible] داد دی ۔ [illegible] مجمع میں [illegible] سمجھنے سے قاصر تھے اور وہی [illegible]

Marfat.com

تقریر کو ان اشعار پر ختم کیا :

روحِ مسلماں میں ہے آج وہی اضطراب
راز خدائی ہے یہ ، کہہ نہیں سکتی زباں

دیکھیے اس بحر کی تہہ سے اُچھلتا ہے کیا
گنبدِ نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا

جلسے کے اختتام پر لوگ علامہ سے لپٹ گئے اور ان کے ہاتھوں کو بوسے دے کر اپنی عقیدت کا اظہار کیا ۔

علامہ نے پروگرام کے مطابق غازی رؤف بے کے دوسرے لیکچر کی صدارت بھی کی تھی مگر اس موقعے پر آپ نے کوئی خطبۂ صدارت ارشاد نہیں فرمایا ۔ غازی رؤف بے کے اس خطبے کا موضوع ''جنگِ عظیم'' تھا ۔

جب تک علامہ جامعۂ ملیہ کے مہمان کی حیثیت سے دہلی میں مقیم رہے ، ان کے اردگرد معتقدین اور اہلِ علم کی خوب چہل پہل رہتی تھی ۔ جب آپ رخصت ہونے لگے تو ڈاکٹر انصاری نے آپ کا بے حد شکریہ ادا کیا اور درخواست کی کہ جامعۂ ملیہ آپ کی مزید توجہ اور التفات کا مستحق ہے ۔ کتنا اچھا ہو کہ آپ پھر بھی تشریف لائیں اور اس ادارے کے اساتذہ اور طلبہ کو اپنے ارشاداتِ عالیہ سے مستفیض فرمائیں ۔ چنانچہ آپ نے وعدہ کر لیا اور ۵ ۔ اپریل ۱۹۳۳ء کو ایک مرتبہ پھر جامعہ ملیہ دہلی تشریف لے گئے جہاں آپ نے تقریر بھی کی اور جامعہ کے طلبہ سے ملاقات

Marfat.com

بھی فرمائی -[1] جامعہ ملیہ کی ان تقریبات کا ذکر علامہ اپنے احباب کی محفلوں میں اکثر کیا کرتے تھے -

---

۱- مکتوبات اقبال ، مرتبہ سید نذیر نیازی ، مطبوعہ اقبال اکادمی ، صفحات ۹۷ - ۱۱۲ -

Marfat.com

۷۷

فتویٰ ترکِ موالات

جمعیۃ العلمائے ہند غالباً ۱۹۲۰ء میں قائم ہوئی تھی ۔ اس کے صدر مفتی مولانا کفایت اللہ صاحب تھے اور ناظم مولانا احمد سعید صاحب مقرر ہوئے تھے ۔ کم و بیش پانچ سو جلیل القدر علمائے ہند نے اپنے دستخطوں سے ترکِ موالات کے حق میں فتویٰ صادر کیا تھا ۔ یہ فتویٰ حکومت نے ضبط کر لیا جس کے ردِ عمل میں ایک زبردست ہنگامہ کھڑا ہو گیا ۔ اس فتوے کی بنیاد مندرجہ ذیل آیتِ قرآنی پر تھی جو فوج میں نوکری کرنے والوں کے لیے ایک انتباہ کی حیثیت رکھتی ہے :

''و من یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالدا فیھا غضب اللہ علیہ و لعنہ و اعدّ لہ عذابا عظیما ''۔

ترجمہ : جو کوئی قتل کرے کسی مومن ، یعنی مسلمان کو ، جان کر ، پس سزا اس کی دوزخ ہے ، ہمیشہ رہنے والا ہے بیچ اس کے ۔ اور غضب ہوا اللہ کا اوپر اس کے ، اور لعنت کی اس کو ، اور تیار کر رکھا ہے واسطے اس کے عذاب بڑا ۔''

اس اعتبار سے یہ فتویٰ حکومتِ وقت کے لیے ایک چیلنج کی

Marfat.com

حیثیت رکھتا تھا اور فوج میں کام کرنے والے مسلمان جوانوں کے لیے اس کی حیثیت ایک انتباہ کی تھی کہ اگر انھوں نے اس غیر مسلم حکومت میں شامل رہ کر کسی مسلمان کی جان لی تو وہ اپنے آپ کو عذابِ خداوندی میں مبتلا کر لیں گے۔

اس موضوع پر مولانا محمد علی و شوکت علی اور دیگر علماء نے علامہ اقبال کے خیالات جاننا چاہے تو آپ نے فرمایا کہ برٹش گورنمنٹ کے خلاف یہ فتویٰ اسی دن نافذ ہونا چاہیے تھا جس روز ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کا راج شروع ہوا تھا۔ ہزارہا نوجوان برٹش فوج میں بھرتی ہوئے اور ہزارہا نوجوانوں نے برٹش راج کے لیے جانیں قربان کیں۔ اس کے علاوہ مسلمان سپاہیوں نے [illegible] حکومتِ برطانیہ کے تحفظ کے لیے مسلمانوں پر گولیاں بھی چلائی ہیں۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۷۸

نواب احمد یار خاں دولتانہ

(علامہ اقبال کا مکتوب)

شملہ

۲۸ جولائی ۱۹۲۹ء

جناب ایڈیٹر صاحب 'انقلاب'! السلام علیکم

۲۶ جولائی ۱۹۲۹ء کے 'انقلاب' میں آپ نے نواب احمد یار خاں صاحب کے ایک مکتوب کا حوالہ دیا ہے۔ میں اس مکتوب کے متعلق چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں اور استدعا کرتا ہوں کہ سطور ذیل اپنے اخبار کے کسی کالم میں شائع فرما کر مجھے ممنون فرمائیں۔

نواب صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ کسی مطبوعہ پمفلٹ میں وہ تمام تجاویز درج تھیں جن پر اب 'انقلاب' معترض ہے اور اس پمفلٹ کی تجاویز پر تمام مسلم ارکانِ کونسل نے دستخط ثبت کیے تھے۔ ور اسی واسطے نواب صاحب موصوف کے خیال میں اس مسلم کشی کے لیے صرف پنجاب سائمن کمیشن کے ممبر ہی ذمہ دار

Marfat.com

نہیں بلکہ تمام مسلم ارکانِ کونسل بھی ذمہ دار ہیں ۔ آپ کو یاد ہوگا یہ مطبوعہ پمفلٹ وہی تحریر ہے جس پر آپ نے متعدد مضامین 'انقلاب' میں لکھے تھے اور جس کی تجاویز کے خلاف لاہور کے تمام میونسپل وارڈوں نے ریزولیوشن پاس کیے تھے ۔ یہ ریزولیوشن بھی غالباً آپ کے اخبار میں شائع ہو چکے ہیں ۔

پنجاب سائمن کمیٹی کی سفارشات کا مجھے کوئی علم نہیں ۔ ان کی رپورٹ ابھی تک شائع نہیں ہوئی ۔ لیکن نواب صاحب کے خط سے ، جس کا ماحصل آپ نے 'انقلاب' میں شائع کیا ہے ، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا خطرہ بالکل بجا ہے ، اور غالباً پنجاب سائمن کمیٹی کی سفارشات وہی ہیں جو مذکورہ بالا پمفلٹ میں درج ہیں ۔ بہرحال میں نے متعدد ارکانِ کونسل سے دریافت کیا ہے ۔ وہ سب کے سب مذکورہ پمفلٹ کی تجاویز پر دستخط کرنے سے انکار کرتے ہیں ۔ نواب احمد یار خاں صاحب سے بھی میں نے گفتگو کی ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ کوئی میٹنگ کسی جگہ ہوئی تھی جہاں مسلم ارکانِ کونسل نے ان تجاویز پر دستخط کیے تھے ۔ ممکن ہے نواب صاحب کے پاس ان حضرات کے دستخط محفوظ ہوں ۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے ، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں کسی میٹنگ میں شریک نہیں ہوا اور نہ کسی پمفلٹ کی تجاویز پر میں نے دستخط کیے ہیں ۔ جن ارکانِ کونسل سے میں نے دریافت کیا ہے ، ان کے اسمائے گرامی ذیل میں درج ہیں :

سردار حبیب اللہ ، مسٹر دین محمد ، [illegible] ، [illegible] ، چوہدری [illegible] ، میر رحیم بخش ، پیر اکبر علی ، ملک محمود الٰہی ، [illegible] ، مسٹر غلام یٰسین ۔

Marfat.com

ان حضرات نے بڑے زور سے نواب احمد یار خاں صاحب کے بیان کی تردید کی ہے۔ مسٹر دین محمد تو شاید اسی مضمون کی کوئی تحریر بھی آپ کی خدمت میں اشاعت کے لیے ارسال کر چکے ہیں۔

محمد اقبال

(انقلاب، ۳۱ جولائی ۱۹۲۹ء)

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۷۹

مسٹر گزٹ

لاہور سے علامہ اقبال کے زمانے میں ایک صاحب علی بخش نامی ایک اخبار "مسٹر گزٹ" نکالتے تھے جو باقاعدگی سے نہیں نکلتا تھا۔ اسی اخبار کے نام کی نسبت سے اس شخص (علی بخش) کو بھی لاہور کے لوگ "مسٹر گزٹ" کہہ کر پکارتے تھے۔

یہ اخبار چونکہ باقاعدگی سے نہیں چھپتا تھا اس لیے [illegible] روزنامہ یا ہفتہ وار نہیں کہہ سکتے۔ اکثر اوقات صرف دو ہی ورق ہوتے تھے اور ان میں بھی کوئی خاص مضمون نہیں ہوتا تھا۔ یہی اخبار [illegible] ذریعہ معاش تھا۔ وہ ابتدا میں کسی اور اخبار میں ملازم [illegible] تھے۔ ان کی صرف ایک آنکھ تھی اور لاہور کے [illegible] میں رہتے تھے۔ وہ نہایت بے اعتنائی کی زندگی بسر کرتے [illegible] ان کو شراب نوشی کی بھی عادت تھی۔ وہ اکثر [illegible] پڑے رہتے تھے اور ان کی [illegible] کرتے تھے۔ [illegible] "مسٹر [illegible]" [illegible] اس سے بھی کم چھپتا تھا جس میں [illegible] قصیدہ خوانی ہوتی تھی [illegible] وصول کر لیتے تھے۔ وہ [illegible]

Marfat.com

اخبار بیچا کرتے تھے ، جس سے اکثر ناواقف لوگ خوب متاثر ہو جاتے تھے ۔ بہرحال ان کو اخبار بیچنے کا فن خوب آتا تھا ۔

کبھی کبھی پریشان ہو کر وہ علامہ اقبال کے ہاں بھی میکلوڈ روڈ والی کوٹھی پر پہنچ جاتے تھے اور نہایت بلند آواز سے للکار کر کہتے تھے ''گھر کھر گزٹ ، گھر گھر مسٹر گزٹ ۔'' ایک ہنگامہ بپا ہو جاتا تھا جس پر علامہ کا ملازم علی بخش ان کو خاموشی سے کچھ دے کر رخصت کر دیتا اور وہ دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہو جاتے ۔ غرض کہ ان کا یہ نعرہ ''گھر گھر مسٹر گزٹ'' لوگوں میں خوب مشہور تھا ۔

ان کا لباس عام طور پر پاجامہ یا ادھڑی ہوئی پتلون قمیص اور سر پر ٹوپی ہوتی تھی ۔ بعض اوقات دوسروں کے اشعار بھی الاپتے تھے جو ان کو بہت یاد تھے ۔ غرض کہ وہ ایک ہنگامہ خیز شخصیت کے مالک تھے ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۸۰

فضل کریم درّانی

لاہور میں ایک متوسط عمر کا شخص فضل کریم درانی رہتا تھا جو ریلوے روڈ پر عرب ہوٹل کے قریب قومی کتب خانے میں شیخ محمد نصیر ہمایوں کے ہاں علمی کام کیا کرتا تھا۔ بی۔ اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد اوّل وہ جموں کے ایک سکول میں ہیڈ ماسٹر ہوگیا تھا اور وہاں سے احمدیوں کی لاہوری پارٹی کے زیرِ نگرانی جرمنی میں بطور مبلغ چلا گیا تھا جہاں اس نے مسجد سے ملحقہ ایک حصے کو رہن بھی رکھ دیا تھا۔ اس نے آنحضرت صلعم کی حیات پر علمی کام بھی کیا اور کچھ کام انگریزی میں شائع بھی ہوگیا تھا۔ اس نے اس علمی کام کے لئے کچھ شہرت بھی کمائی تھی۔ لاہور میں وہ کافی مفلوک الحال رہا تھا۔ اس کے ٹھکانے کا مقام عرب ہوٹل میں تھا جہاں اس نے کبھی پوری طرح پیٹ بھر کے کھانا نہیں کھایا تھا۔

بقول شیخ محمد اسلام (آئینہ ادب لاہور) درانی صاحب نے ... باتھ اپنی تصنیف "آنحضرت صلعم" (انگریزی) علامہ اقبال کی خدمت میں ارسال کی اور ہدایت کی کہ کتاب علامہ اقبال کو دے دی جائے

Marfat.com

فوراً واپس آ جانا - چنانچہ شیخ عبدالسلام وہ کتاب لے کر آپ کے ہاں میکلوڈ روڈ والی کوٹھی پر گیا - جب انھوں نے کتاب علامہ کو دی تو آپ نے عبدالسلام سے دریافت کیا کہ "درانی صاحب بخیریت ہیں؟" عبدالسلام نے کہا کہ وہ بخیریت ہیں - پھر علامہ نے کہا کہ میرے تکیے کے نیچے جو نقدی پڑی ہے ، اُسے اُٹھالو اور درانی صاحب کے حوالے کردو - چنانچہ جس طرح عبدالسلام کو کہا گیا اس نے اس پر اسی طرح عمل کیا - چونکہ درانی صاحب نے شیخ عبدالسلام کو ہدایت کر دی تھی کہ کوئی بات نہیں کرنی لہٰذا اس نے صرف رقم وہاں سے لے لی جو چھہتر روپے کچھ آنے تھی - پھر خوشی خوشی واپس آ کر درانی کو تمام واقعہ سنایا جس پر انھوں نے رونا شروع کردیا اور انھیں مجبور کیا کہ ابھی یہ رقم واپس کر آؤ - مگر پھر کہا کہ اس میں سے پانچ روپے مجھے دے دو اور اپنی گرہ سے یہ پانچ روپے ڈال کر پوری رقم ڈاکٹر صاحب کو کل واپس کر آنا - مگر اس کی نوبت ہی نہ آئی کیونکہ درانی صاحب نے عبدالسلام سے بقیہ رقم بھی لے لی جو ان کے پاس تھی اور خود ہی ساری خرچ کر ڈالی -

اس تمام قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کو درانی کی مالی حالت کا علم تھا - یہ بھی ممکن ہے کہ درانی نے علامہ کو کوئی خط لکھا ہو جس پر علامہ نے فوراً عبدالسلام کو رقم دینے پر آمادگی ظاہر کی - اس تمام واقعے سے درانی کی ابتر مالی حالت ، اس کی ناداری اور خودداری عیاں ہے -

درانی کا انتقال پاکستان بن جانے کے بعد ہوا - اس کی بیوی

Marfat.com

انگریز تھی جس سے اس کے دو بچے بھی تھے مگر وہ اس کی زندگی ہی میں اس کی حالت دیکھ کر واپس یورپ چلی گئی تھی۔ تاہم وہ بحیثیت بیوی کے اسے برابر خط ارسال کرتی رہی۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۸۱

چراغ حسن حسرت

اہلِ لاہور آج بھی مولانا چراغ حسن حسرت کے نکاہی ناموں اور ان کے ادبی کارناموں کا ذکر کر کے لطف لیا کرتے ہیں ۔ انھوں نے اپنے خاص رنگ میں ایک چھوٹی سی کتاب ''اقبال نامہ'' لکھی تھی ، اس کے صفحہ ۳۳ پر وہ لکھتے ہیں :

''حضرت کے ساتھ مجھے بے حد اور بے انتہا عقیدت تھی ۔ ۱۹۰۸ء کا ذکر ہے جبکہ میری عمر ۱۴ سال تھی . . . بزمِ اردو کے مشاعروں میں چونکہ ان کے تمام معزز احباب شریک ہوتے تھے اس لیے آپ بھی تشریف لے جاتے تھے ۔ ۱۹۱۷ء کا ذکر ہے محمڈن ہال میں بزمِ اردو کا مشاعرہ تھا ۔ میاں شاہ دین ہمایوں مرحوم صدر تھے ۔ حضرت علامہ بھی تشریف رکھتے تھے ۔ میں اس وقت لاہور کی پبلک سے روشناس نہیں ہوا تھا ۔ کسی صاحب نے میاں صاحب مرحوم تک میرا نام بھی پہنچا دیا ۔ میں نے مصرعِ طرح پر ایک غزل پڑھی جس کا مطلع یہ تھا :

وہ ہے حیرت فزائے چشمِ معنی سب نظاروں میں
تڑپ بجلی میں اس کی ، اضطراب اس کا ستاروں میں

Marfat.com

مجھے علامہ سے داد کی تمنّا تھی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ لیکن بعض اشعار پر علامہ نے میری بے حد حوصلہ افزائی فرمائی . . . ۔

دنیا بھر کا یہ عظیم الشان انسان جب اپنے معمول سے بستر پر تکیہ لگا کر بیٹھتا ہے اور حُقّے کی رفاقت میں فلسفہ و شعر کی بلندیوں پر پرواز کرتا ہے تو دنیا بھر کے اہلِ علم اس کی رفعتِ تخیّل کے سامنے پانی بھرتے نظر آتے ہیں . . . جنگِ بلقان کے جلسے کا انتظام مولوی ظفر علی خان نے کیا تھا۔ آغا حشر بھی [illegible] تھے . . . علامہ اقبال نے غازی رؤف بے کے [illegible] کی صدارت کی تھی۔ لیکچر کا عنوان "[illegible] وطنیت" وغیرہ قسم کا تھا . . . [illegible] یہ تقریر رہی . . . [illegible] بعد علامہ [illegible] ڈیڑھ گھنٹے تک اس موضوع کے [illegible] انداز میں تقریر کی [illegible] حاضرین [illegible] نے اتحادِ اسلامی کی ضرورت [illegible] پھر آپ اعتراضات [illegible] ہیں۔ اس کے ساتھ ہی [illegible]

[illegible]

خاں [illegible]

"مسجدِ قرطبہ" [illegible]

سلسلہ [illegible]

سلسلہ روز و [illegible]

غازی رؤف بے کے [illegible] کی صدارت [illegible]

Marfat.com

نے کی مگر مختصر تقریر کی ۔ پھر چند ماہ بعد تشریف لائے اور تقریر کی درخواست کی گئی تو علامہ نے خود ہی اپنی تقریر کا موضوع ''لندن سے قرطبہ تک'' پسند فرمایا ۔''[1]

پھر اقبال کی محفل کا ذکر کرتے ہوئے وہ اپنی تصنیف ''مردم دیدہ'' میں لکھتے ہیں :

''علامہ سے ملنے والوں میں دو شخص بہت دلچسپ تھے مولوی گرامی اور عبداللہ چغتائی ۔ گرامی صاحب ہوشیار پور کے رہنے والے اور فارسی کے بہت بڑے شاعر تھے ۔''[2]

☆ ☆ ☆

۱۔ اقبال نامہ ، مصنفہ چراغ حسن حسرت ، صفات ۱۳ ، ۳۳ ، ۳۴ ، ۳۳ ، ۱۰۸ ۔

۲۔ مردم دیدہ ، از چراغ حسن حسرت ، دارالاشاعت پنجاب لاہور ، ۱۹۳۹ء ، صفحات ۱۳۳ - ۱۳۴ ۔

Marfat.com

۸۲

محمد صدیق نعت خواں

لاہور میں عام طور پر منتظمانِ جلسہ کے ذمے یہ ایک فرض ہوگیا تھا کہ جب کبھی علامہ سے کوئی نظم سننے کا انتظام کیا جائے تو ان سے پیشتر ایک نعت کی نظم ضرور پڑھی جائے اور وہ نظم عام طور پر محمد صدیق پڑھا کرتے تھے جو بھاٹی دروازے کے رہنے والے تھے۔

صدیق صاحب بیان کرتے ہیں کہ زندگی کے آخری ایام میں علامہ سے آخری ہوا۔ دراصل انجمن حمایت اسلام کے ایک جلسے میں علامہ کو ایک نظم پڑھنی تھی مگر بیماری کی وجہ سے وہ اونچی آواز میں نہیں بول سکتے تھے۔ ان دنوں علامہ اپنی نئی کوٹھی جاوید منزل میں منتقل ہو چکے تھے اور چودھری محمد حسین ان کی خدمت میں موجود تھے۔ چنانچہ علامہ کے ارشاد پر چودھری محمد حسین نے صدیق صاحب کو ان کی یہ مشہور نظم پڑھنے کی فرمائش کی:

خودی کا سرِ نہاں لا الٰہ الا اللہ

چودھری صاحب نے یہ بھی کہا کہ علامہ کی خواہش ہے کہ آپ یہ نظم نعت کے انداز میں پڑھیں۔ چنانچہ صدیق صاحب نے اسی

Marfat.com

کیا جس کا مجمع پر بہت اچھا اثر ہوا۔

الیکشن کے موقعے پر ایک جلسے کا انتظام کیا گیا جس میں علامہ بھی تقریر کرنے والے تھے۔ جب علامہ تشریف لائے تو جلسہ شروع ہوا مگر کسی وجہ سے لوگوں میں ایسا انتشار اور افراتفری مچی کہ لوگوں کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ صدیق صاحب بھی اس جلسے میں موجود تھے اور علامہ کے قریب بیٹھے تھے۔ آپ نے فوراً انہیں پاس بلا کر کوئی نظم پڑھنے کو کہا۔ چنانچہ صدیق صاحب نے خوش الحانی سے علامہ کی شہرۂ آفاق نظم ''شکوہ'' کا ایک بند پڑھا تو ایک دم مجمع میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا اور لوگ خاموش ہو گئے۔

صدیق صاحب ہی کی یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہندوؤں نے میونسپل کمیٹی کی باقاعدہ اجازت کے بغیر ٹکسالی دروازے کے باہر کمیٹی کے باغ کے کنارے ایک سبیل لگئی۔ بھاٹی دروازے کے پڑھے لکھے مسلم نوجوانوں کو معلوم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ چنانچہ صدیق صاحب سمیت نوجوانوں کا ایک وفد علامہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ ایسی ہی ایک سبیل، جو ہندوؤں کی سبیل کے سامنے سڑک کے شمالی رخ واقع ہو، ہمیں بھی لگانے کی ضرور اجازت دی جائے۔ جب علامہ نے نوجوانوں کا یہ جوش و خروش دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا کہ میں آپ کی ہمت اور دردمندانہ جذبات کی قدر کرتا ہوں مگر ہمارے پاس اس سے بھی اہم امور ہیں جو اوّلین توجہ کا مستحق ہیں۔ سب سے پہلے تو مسلمانوں کی اقتصادی حالت سدھارنے کی ضرورت ہے جو بہت ہی ناگفتہ بہ ہے۔ مسلمان شادی بیاہ اور مرگ کے موقعے پر غیر ضروری بھاری اخراجات کر کے طرح طرح کی مشکلات میں مبتلا ہوتے ہیں، بلکہ

Marfat.com

ہندوؤں سے ، جو ہمارے ازلی دشمن ہیں ، قرض لے کر عمر بھر ذلیل ہوتے ہیں - پھر شادی بیاہ کے موقعے پر تو کسی حد تک اخراجات جائز بھی ہیں مگر وفات کے موقع پر دیگیں پکانے کا کیا جواز ہے - ابھی تجہیز و تکفین کا کام بھی مکمل نہیں ہوتا اور جنازہ گھر میں موجود ہوتا ہے کہ طرح طرح کے پکوان پکنے شروع ہو جاتے ہیں - چاہے میزبان کی اپنی اقتصادی حالت کتنی ہی خراب ہو مگر مہمانوں کے لیے حلوے مانڈے کا انتظام کرنا وہ اپنا فرض سمجھتا ہے ورنہ برادری میں ناک کٹنے کا خوف ہوتا ہے - علامہ نے فرمایا کہ ان بیہودہ رسوم کو ختم کرنا ہمارا سب سے پہلا فرض ہے تاکہ مسلمان قرض کی لعنت سے چھٹکارا پا کر ہندوؤں کی اقتصادی غلامی سے [illegible] کے لیے نجات حاصل کریں - تاہم انہوں نے نوجوانوں کی [illegible] کے خیال سے میل ملانے کی تجویز سے بھی اتفاق فرمایا -

صدیقی صاحب کی ایک اور روایت ہے کہ بہت عرصہ پہلے لاہور میں محمود [illegible] ایک صاحب ہندو ہو گئے اور انہوں نے [illegible] [illegible] - کچھ عرصے کے بعد وہ پھر [illegible] "محمود [illegible]" کے نام سے آریہ مذہب کے خلاف [illegible] [illegible] - جب [illegible] کی کئی تحریریں شائع ہو گئیں [illegible] کے خلاف [illegible] دائر کر دیا - علامہ کی [illegible] [illegible] تھے - [illegible] صدیقی [illegible] [illegible] اور [illegible] محمود [illegible] [illegible] [illegible] اس [illegible] کا [illegible] درخواست [illegible] انہوں نے اس [illegible] اس مقدمے کی تفصیلات ہمیں نہیں مل سکیں -

Marfat.com

ایک روز حضرتِ علامہ کے ہاں تبلیغِ اسلام کے موضوع پر گرما گرم بحث ہو رہی تھی اور علامہ فرما رہے تھے کہ تبلیغ نہایت مؤثر انداز میں ہونی چاہیے ۔ آپ نے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ میں نے ایک خوبصورت ہندو عورت سے کہا کہ تمہیں اللہ نے کس قدر حسین پیدا کیا ہے ۔ اگر تمہارے اس خوبصورت جسم کو آگ میں جلا دیا جائے تو تمہیں اچھا لگے گا ؟ یا تم اسے برداشت کر لوگی ؟ وہ ایک دم چونکی اور اس کے بعد اسے ہندو مذہب سے نفرت ہو گئی ۔ آپ نے فرمایا کہ تبلیغ کا اثر تبھی ہوتا ہے کہ سائنٹفک طریقے سے اور نفسیاتی انداز میں کی جائے ۔

صدیقی صاحب کا کہنا ہے کہ میں نے علامہ کو ہمیشہ نہایت شائستہ گفتگو کرتے ہوئے سنا ہے ۔ حاضرین میں سے اگر کوئی شخص ناگوار قسم کی گفتگو کرتا یا بےموقع بولتا تو آپ بڑی خوبصورتی سے اس کو اس بات کا احساس دلاتے لیکن اگر وہ پھر بھی باز نہ آتا تو گفتگو کا موضوع ہی بدل دیتے ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۸۳

اقبال اور حالی

(مولانا حالی کا صد سالہ جشنِ ولادت)

اکتوبر ۱۹۳۵ء میں بعض اہلِ دل بزرگوں نے خواجہ الطاف حسین حالی کی ولادت کی صد سالہ تقریب پانی پت میں منانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ یہ تقریب پورے اہتمام سے پانی پت میں منائی گئی جس کی صدارت نواب حمید اللہ خاں والیِ بھوپال نے کی۔ نواب صاحب ایک روشن خیال انسان تھے اور مولانا حالی سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ جن اہلِ علم نے اس تقریب میں شرکت کی اور مقالات پڑھے ان میں سید راس مسعود اور علامہ اقبال بھی شامل تھے۔ اگرچہ حضرت علامہ ان دنوں خاصے علیل تھے اور نقاہت کی وجہ سے سفر کے قابل نہیں تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے اس تقریب میں شرکت فرمائی اور مولانا مرحوم کی یاد میں اشعار بھی کہے۔ اگرچہ وہ خود تو یہ اشعار تقریب میں خرابیٔ صحت کے سبب سے نہیں پڑھ سکے مگر وہ تبرک کا درجہ رکھتے ہیں:

مزاجِ ناقہ را مانند عرفی نیک می بینم
چو محمل را گراں بیند حدی را تیز تر خوانم

Marfat.com

حمیداللہ خاں! اے ملک و ملّت را فروغ از تُو
ز الطافِ تو موجِ لالہ خیزد از خیابانم
طوافِ مرقدِ حالی سزد اربابِ معنی را
نوائے او بہ جاں ہا افگند شورے کہ من دانم
بیا تا فقر و شاہی در حضورِ او بہم سازیم
تو بر خاکش گہر افشان و من برگِ گل افشانم

علامہ کے ہم زلف خواجہ فیروز بتاتے تھے کہ میں نے بھی یہ نظم علامہ سے سنی تھی اور اسے یاد بھی کر لیا تھا۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۸۴

منشی دین محمد

منشی دین محمد ایڈیٹر "میونسپل گزٹ" لاہور، پرانے اخبار نویسوں میں سے تھے۔ ان کے والد محترم مولوی فتح دین بسمل نے "پنجاب پنچ" کے نام سے ایک ظریفانہ اخبار نکالا تھا جو اپنے وقت میں بے حد مقبول تھا۔ منشی دین محمد نے "میونسپل گزٹ" سے قبل ایک اور اخبار "صدائے ہند" کے نام سے بھی جاری کیا تھا۔ "میونسپل گزٹ" اپنی نوعیت کا بالکل منفرد اخبار تھا جس میں بلدیات کی خبریں بالالتزام شائع ہوتی تھیں۔ جب یہ اخبار منشی صاحب کی وفات کے ساتھ ہی بند ہو گیا تو پھر اس قسم کا اخبار جاری کرنے کی جرأت کسی کو نہیں ہوئی۔ دہلی دروازے سے جو گلی سی سڑک اکبری منڈی کی طرف جاتی ہے اس کے نکڑ پر "[illegible]" کے نام سے ان کا ایک دفتر ہوتا تھا جہاں ہر اتوار [illegible] کے قریب شعرا کی محفل گرم ہوتی تھی اور شہر کے [illegible] اور اہلِ ذوق حضرات یہاں جمع ہوتے تھے۔ [illegible] محفلوں میں [illegible] کی ہے اور علامہ اقبال [illegible] دیگر شعرا کے علاوہ خواجہ دل محمد صاحب [illegible] صاحب [illegible] بطور خاص ان مجالس میں اپنا کلام [illegible]

Marfat.com

کارروائی ، جن میں صرف غزلیں اور نظمیں پڑھی جاتی تھیں ، ایک مختصر رسالے کی صورت میں چھپا کرتی تھی - غزل یا نظم کے عنوان کے ساتھ شاعر کا نام بھی ہوتا تھا -

زندگی کے آخری ایام میں منشی دین محمد مرحوم کے لیے حیدرآباد دکن سے کچھ وظیفہ بھی منظور ہوگیا تھا - اس سلسلے میں علامہ اقبال نے بھی کوشش کی تھی مگر زیادہ تر سر فضل حسین کی مساعی کو دخل تھا - بالآخر ۱۹۳۵ء میں علم و ادب کے اس شیدائی کا انتقال ہو گیا -

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۸۵

مسٹر آپسن

مسٹر ڈیوڈ آپسن انگریزی روزنامے ''مسلم آؤٹ لک'' کے مدیر تھے جو سنہ ۱۹۳۰ء تک لاہور سے باقاعدہ نکلتا رہا۔ اس اخبار کے مالک مولوی عبدالحق بن مولانا محمد غوث تھے اور یہ [illegible] گیٹ اور مستی گیٹ کے اندر خضری محلے سے شائع ہوتا تھا۔ مسٹر آپسن وقت نکال کر اپنی بیگم کے ہمراہ اکثر علامہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور ان سے سیاسی مسائل پر تبادلۂ خیالات کیا کرتے تھے۔ مسٹر آپسن صاف گفتگو نہیں کر سکتے تھے اور [illegible] صورت طور پر بات سن سکتے تھے جس کی وجہ سے علامہ اکثر لکھ کر انہیں اپنی بات سمجھاتے تھے۔ تاہم وہ سیاسی مسائل پر گہری نظر رکھتے تھے اور اپنے پیشۂ ادارت کی سوجھ بوجھ میں [illegible] روزگار تھے۔ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مسائل سے بھی [illegible] آگاہ تھے۔ ان کا انتقال ۲۰ فروری ۱۹۳۹ء کو لاہور ہی میں [illegible]

علامہ اقبال کی زبردست خواہش تھی کہ ایک [illegible] اخبار جاری ہو جو صرف مسلمانوں کے نقطۂ نظر کی ترجمانی کرے اور وہ ہر لحاظ سے خود کفیل بھی ہو۔ اس کے لیے ایک [illegible] اور صاحبِ بصیرت ایڈیٹر کی ضرورت بھی تھی جو خاص طور پر [illegible]

Marfat.com

مسلمانوں کے نقطۂ نظر اور ان کے مسائل سے پوری طرح آگاہ ہو۔ اس مقصد کے لیے وہ مسٹر آپسن کو موزوں ترین آدمی سمجھتے تھے اور اس سلسلے میں اکثر ان سے صلاح مشورہ کرتے رہتے تھے۔ ایک موقع پر انھوں نے مجوزہ اخبار کے لیے چندے کی مہم بھی شروع کر دی تھی۔ چنانچہ انھوں نے اپنے احباب سے بھی چندہ وصول کیا اور خود بھی حصہ لیا۔ راقم الحروف نے بھی اس کارِ خیر میں دو سو روپے چندہ دیا تھا۔ مگر بالآخر یہ تجویز پروان نہ چڑھ سکی کیونکہ اس مقصد کے لیے جتنا سرمایہ درکار تھا وہ علامہ اور ان کے بیشتر درویش صفت احباب مہیا نہیں کر سکتے تھے۔

مسٹر آپسن باوجود ثقلِ سماعت اور دوسرے طبعی نقائص کے نہایت ظریف الطبع آدمی تھے۔ ایک روز علامہ سے کہنے لگے کہ ہم ہر روز شیرانوالہ گیٹ سے گزر کر اپنے اخبار کے دفتر پہنچتے ہیں مگر ہم نے تو کبھی کوئی شیر نہیں دیکھا۔ البتہ پنجاب کا شیر لالہ لاجپت رائے ادھر کہیں رہتا ہو گا، مگر ہم اس سے بھی محفوظ ہیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ انھوں نے علامہ سے کہا کہ جب سوراج مل جائے گا تو ہندو حضرات آئی۔ سی۔ ایس (I.C.S) کا مفہوم بدل دیں گے اور اس سے مراد ہو گی ''انڈین کاؤ سروس'' (Indian Cow Service) یعنی گائے کی خدمت کا ادارہ۔ اس پر علامہ خوب محظوظ ہوئے اور ان کی نکتہ سنجی کی داد دی۔

جسٹس شادی لال کے زمانے میں ''مسلم آؤٹ لک'' پر توہینِ عدالت کا مقدمہ قائم ہوا تو مالکانِ اخبار نے علامہ اقبال کو بھی گواہِ صفائی کے طور پر پیش کرنا چاہا۔ مگر علامہ نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ میری گواہی آپ کے لیے سود مند ثابت نہیں

Marfat.com

ہوگی ۔ مالکن نے علامہ کی اس صاف گوئی کا غلط مطلب لیا اور شکوہ کیا کہ اتنے عرصے سے ہم آپ کو مفت اخبار بھیج رہے ہیں مگر آپ ہمارے لیے اتنا سا کام بھی نہیں کر سکتے ؟ یہ سنتے ہی علامہ نے علی بخش کو بلایا اور اس سے کہا کہ "مسلم آؤٹ لک" کا تازہ پرچہ لے آؤ اور یہ بھی بتاؤ کہ یہ اخبار کب سے ہمارے پاس آ رہا ہے ؟ چنانچہ علی بخش نے جتنی مدت بتائی ، علامہ نے حساب کر کے اتنی مدت کی قیمت کا چیک اسی وقت مالکن کے حوالے کر دیا ۔ مسٹر آپسن کا انتقال اس واقعے سے پہلے ہو چکا تھا ورنہ وہ مالکِ اخبار کو اس حرکت کی ہرگز اجازت نہ دیتے ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۸۶

مولوی احمد الدین وکیل

لاہور کے اکثر سرکردہ اہلِ علم حضرات ہماری آنکھوں سے ایک ایک کر کے اوجھل ہوگئے ہیں جو اپنے اعلیٰ مذاق کی وجہ سے اپنی ذات میں ایک انجمن تھے ۔ علامہ اقبال کے احباب میں سے میرے نزدیک مولوی احمد الدین وکیل ایک یکتائے روزگار آدمی تھے ۔ وہ ہماری تاریخ و ثقافت کا درخشندہ ستارہ تھے ۔ میں نے اکثر ان کو انجمنِ حمایتِ اسلام کے جلسوں میں دیکھا تھا ۔ اگرچہ وہ باقاعدہ کوئی تقریر نہیں کرتے تھے مگر جب کبھی کوئی اعلان کسی جلسے کے پلیٹ فارم سے کرتے تو ان کے کلمات موتیوں کے برابر ہوتے اور اکثر یہ خواہش رہتی کہ وہ بولتے ہی رہیں ۔ وہ علامہ اقبال کے ابتدائی احباب اور ان کے مداحوں میں سے تھے ۔ ان کو علامہ کا کلام بھی خوب یاد تھا جو ان کے ہاں جمع ہو چکا تھا ۔ وہ علامہ کے رازداں اور ان کی قابلیت کے قائل تھے ۔ جب کبھی علامہ کو دیوانی امور میں مشورے کی ضرورت ہوتی تو اکثر انہی سے کرتے ۔ مجھے یاد ہے کہ جب ۱۹۱۸ع میں علامہ اقبال کے عزیزوں نے انارکلی میں جائیداد خریدی تو علامہ نے خاص طور پر اپنے عزیز ڈاکٹر غلام محمد مرحوم کو مشورہ دیا کہ وہ بیع نامہ اور مکمل

Marfat.com

دستاویزات وغیرہ کا مسودہ مولوی احمد الدین سے لکھوائیں ۔ چنانچہ منشی طاہر الدین نے انھی سے یہ مسودہ لکھوایا تھا اور وہی آخر تک رہا ۔ راقم کے ان کے بڑے صاحبزادے مولوی بشیر احمد سے طالب علمی کے زمانے سے دوستانہ تعلقات تھے جو عمر میں مجھ سے بڑا تھا ۔ اسی طرح ان کے دوسرے صاحبزادوں سے بھی اچھے مراسم تھے ۔

جب علامہ ۱۹۲۲ء کے اخیر میں انارکلی والے مکان کو چھوڑ کر میکلوڈ روڈ پر آ گئے تو معلوم ہوا کہ مولوی احمد الدین نے اپنے طور پر نہایت احتیاط سے ان کا اردو کلام جمع کر رکھا ہے ۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے تاثرات اور شرح بھی لکھی ہوئی تھی ۔ اس کا ذکر ان کے صاحبزادے بشیر احمد ڈار نے احباب سے کیا تھا اور وہ بھی کہا کرتے تھے کہ مولوی احمد الدین کا ارادہ اسے شائع کرنے کا ہے ۔ اس نے علامہ کی ایک تصویر بھی درکار ہے ۔ چنانچہ انہی دنوں علامہ نے "بانگِ درا" شائع کی جس کی کیفیت میں نے الگ درج کر دی ہے ۔

مولوی احمد الدین پنجاب کے بہت اچھے انشاپردازوں میں سے تھے ۔ انہوں نے ایک کتاب موسوم "سرگزشتِ الفاظ" لکھی تھی جس پر پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے ان کو انعام دیا تھا ۔ علامہ نے اس پر ایک تقریظ نظم لکھی تھی ۔ آپ کا ۷۰ سال کی عمر میں ۱۱ نومبر ۱۹۲۹ء کو انتقال ہو گیا ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۸۷

پنڈت جواہر لال نہرو

۱۹۳۷ء میں پنڈت جواہر لال نہرو لاہور آئے اور مسلمانوں سے رابطے کی تحریک کے سلسلے میں وہ سر سکندر حیات خاں سے ملے۔ انہوں نے سر سکندر حیات خاں سے کہا کہ چونکہ مسٹر جناح فرقہ وارانہ مسائل کے تصفیے کے سلسلے میں بہت متشدد ہیں لہٰذا آپ ہی ہمارے ساتھ بات چیت کر کے مفاہمت کی کوئی راہ نکالیے۔ سکندر حیات خاں نے جواب دیا کہ مسلمانانِ ہند کے واحد نمایندہ صرف محمد علی جناح ہیں اور ان کو صرف وہی فیصلہ منظور ہوگا جو جناح کریں گے، لہٰذا آپ کو یہ بات چیت صرف جناح صاحب سے کرنی چاہیے۔

اس کے بعد پنڈت جواہر لال نہرو نے علامہ اقبال سے ملاقات کی اور ان کو بھی یہی پیشکش کی۔ علامہ نے جواب دیا کہ پنڈت جی! اگر شعر اور فلسفے وغیرہ پر کوئی بات چیت کرنی ہو تو میں حاضر ہوں۔ جہاں تک سیاسی مسائل کا تعلق ہے، اس سلسلے میں تمام تر اختیار ہم نے مسٹر جناح کو دے رکھا ہے۔ ان کے علاوہ کوئی بھی دوسرا شخص کانگرس کے ساتھ مفاہمت تو کیا، بات چیت بھی نہیں کر سکتا۔ یہ جواب سن کر پنڈت جی مایوس

Marfat.com

ہو گئے اور انھیں مسلمانوں کی یک جہتی اور اتحاد کو دیکھ کر یقین ہو گیا کہ قائد اعظم سے بالا ہی بالا کوئی مفاہمت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ بے نیلِ مرام وہ واپس لوٹ گئے۔

اس موقع پر، جب کہ کانگرس مسلمانوں کی یک جہتی اور اتحاد کے سامنے بے بس ہو کر رہ گئی تھی، شاہ فضل احمد واقف نے ایک قطعۂ تاریخ کہا تھا جس کا آخری شعر یہ ہے:

کہہ رہی ہے آج واقف کانگریس
ہم تو اس جیسے کے ہاتھوں مر چلے

۱۳۵۶ھ

☆

Marfat.com

۸۸

علامہ اقبال اور قائدِ اعظم

علامہ اقبال نے جو خطوط حضرتِ قائداعظم کو وقتاً فوقتاً ارسال کیے تھے وہ تعداد میں کل بارہ ہیں اور سب چھپ گئے ہیں - یہ ۲۰ جون ۱۹۳۶ء سے ۱۰ نومبر ۱۹۳۷ء تک کے عرصے کو محیط ہیں - ان میں پنجاب کے مسلمانوں کی اقتصادی حالت اور مسلم لیگ کی کیفیت کو وہ خصوصیت سے بیان کرتے ہیں - خوش قسمتی سے ان خطوط پر ایک مفید مقدمہ بھی قائدِ اعظم نے خود لکھا ہے مگر افسوس کہ قائدِ اعظم کے اپنے جوابات میسّر نہیں ہیں - یہ امر قابلِ بیان ہے کہ ان خطوط میں اقبال ایک عملی سیاست دان اور ماہرِ اقتصادیات کی طرح مسلمانوں کی حالت کا مطالعہ کرتے ہیں -

پنجاب کے مسلمانوں کی عام اقتصادی حالت جاننے کے لیے علامہ اقبال کے ایک انگریز دوست مسٹر مَلکولم لائل ڈارلنگ کی کتاب (انگریزی یا اردو) "پنجابی کسان" کا مطالعہ بھی مفید ہوگا - یہ شخص طالب علمی کے زمانے میں علامہ اقبال کا رفیق تھا؛ یعنی جن دنوں آپ کیمبرج یونیورسٹی میں پڑھتے تھے، یہ شخص بھی ۱۹۰۶ء سے ۱۹۰۸ء تک وہاں طالب علم رہ چکا تھا - اس شخص کی معرفت بھی علامہ اس ضمن میں کافی باخبر تھے - چنانچہ علامہ کی کوشش

Marfat.com

سے پنجاب گورنمنٹ نے اس زمانے میں خاصی تحقیق کے بعد وہ تمام قرضے ، جو مسلمانوں کے ذمے تھے ، ان کو معاف کر دیا گیا اور قانون سازی کے لیے سر چھوٹو رام کو خاص طور پر وزیر مقرر کیا گیا تھا ۔

ایک دفعہ کوہاٹ اور بنوں میں ہندو مسلم فساد ہو گیا تھا اور یہ خبر بھی چھپی تھی کہ مسلمانوں نے ہندوؤں کی حساب کتاب کی کتابیں جلا دی ہیں ۔ اس پر علامہ اقبال نے کہا تھا [illegible] ہندوؤں کی اقتصادی برتری کے خلاف غریب مسلمانوں کا احتجاج ہے [illegible]

قائد اعظم مارچ ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کی تنظیم [illegible] سے جب لاہور میں رونق افروز ہوئے تو وہ حضرت علامہ [illegible] جاوید منزل بھی تشریف لائے ۔ ان دنوں علامہ کی صحت [illegible] طور پر خراب تھی ۔ وہ دمے کے مرض میں مبتلا تھے [illegible] آواز بالکل بیٹھ گئی تھی ، تاہم وہ چلنے پھرنے سے معذور [illegible] انہی دنوں انھوں نے اپنے عزیز خواجہ عبدالغنی [illegible] بھی شرکت کی تھی ۔ قائد اعظم نے جب ان سے مسلم لیگ کی تنظیم [illegible] حضرت علامہ نے فرمایا [illegible] آپ کے مشن کی کامیابی کے لیے [illegible] آخری قطرۂ خون بھی [illegible]

جب یہ تاریخی ملاقات ہوئی تھی تو علامہ [illegible] میں [illegible] اپنے [illegible] سے [illegible]

قائد اعظم ان کے [illegible]

کے موقع پر میاں محمد شفیع (م ۔ ش) بھی [illegible]

"ان دنوں ان کی [illegible]

۱- اقبال ۔ چند یادیں [illegible]

یونان کے اُس فلسفی سے مختلف نہ تھی جس نے سکندر اعظم کی اس عرض داشت پر کہ میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟ نہایت استغنا سے جواب دیا تھا کہ ''آپ میرے لیے دھوپ چھوڑ دیں۔''

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۹۸

علی بخش

خدمت گار علامہ اقبال

[illegible]

[illegible] علامہ کے حسن سلوک [illegible]

[illegible] چنانچہ [illegible]

خط کے جواب میں ولایت سے لکھا:

''عزیزی علی بخش!

... [illegible]

Marfat.com

پورا کر لو گے - مجھے یہ سن کر بڑا افسوس ہوا - تم نے
اپنی شادی کے بارے میں مجھ سے مشورہ کیا ہے - میرا
خیال تھا کہ تمھاری شادی ہو چکی ہے . . . "

علی بخش سنہ ۱۹۰۰ء میں علامہ کے ہاں ملازم ہوا اور سفر یورپ کا زمانہ چھوڑ کر آخیر تک ان کی خدمت میں رہا - اس عرصے میں اس نے علامہ کے ہاں کیا کچھ مشاہدہ کیا ، کیسے کیسے واقعات اس کے سامنے ہوئے اور خود اس نے وہاں کیسے دن گزارے ؟ یہ داستان وہ خود ہی بیان کر سکتا تھا اور حتی المقدور اس نے بیان بھی کی ہے - چنانچہ جستہ جستہ واقعات ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں :

حضرت علامہ جو کھانا اپنے لیے پسند فرماتے تھے ، ان کے خدمت گزار بھی وہی کھانا کھاتے تھے -

ایک مرتبہ علامہ کے لدھیانے والے عزیزوں نے چاہا کہ اگر علامہ کوئی کوٹھی اپنے لیے پسند فرمائیں تو اس کی قیمت ہم ادا کریں گے مگر علامہ اس شرط پر راضی ہوئے کہ وہ اس کا کرایہ وصول کریں -

علی بخش کے بقول جاوید منزل کی زمین کئی کنالوں پر مشتمل تھی - اس کی قیمت پچیس ہزار روپے طے ہوئی تھی اور بنک سے یہ رقم میں ہی لایا تھا - کوٹھی کے لیے جگہ کا انتخاب علامہ کے دوست سید شبیر حیدر صاحب نے کیا تھا اور اس کی تعمیر کی نگرانی علامہ کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد صاحب نے کی تھی - دوران تعمیر میں علامہ نے ایک دن بھی آ کر نہیں دیکھا کہ کیا ہو رہا ہے - جب کوٹھی تیار ہو گئی تو والدۂ جاوید اس میں آ کر بہت خوش ہوئیں مگر افسوس کہ یہاں ان کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی اور چند روز کے بعد ۲۳ مئی ۱۹۳۵ء کو ان کا انتقال ہو گیا -

Marfat.com

ان کے سنگِ مزار پر جو تاریخ کندہ ہے اسے حاجی دین محمد نے کتابت کیا تھا۔ [ان کی تاریخِ وفات "سرمۂ ماذاغ" (۱۳۵۷ھ) سے برآمد ہوتی ہے]۔

۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کی صبح کو جب علامہ اقبال کا انتقال ہوا تو ان کا سر علی بخش ہی کی گود میں تھا۔ صبح ہی صبح جب اس نے آکر مجھے علامہ کے سانحۂ ارتحال کی خبر دی تو وہ زار و قطار رو رہا تھا۔

علامہ کے احباب کے ساتھ علی بخش کے تعلقات نہایت مخلصانہ اور دوستانہ تھے۔ جب ہم علامہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو علی بخش اس طرح ہم سے ملتا جیسے کوئی اپنے عزیزوں سے ملتا ہے۔ پروفیسر محمود شیرانی مرحوم تو علی بخش کو "امیر صاحب" کہتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ جو لوگ علامہ کی خدمت [illegible] شرف رکھتے ہیں، علی بخش بھی ان [illegible] ہے۔

یوں تو علامہ کے ہاں [illegible] اور [illegible] بھی [illegible] جانے والوں کی تواضع کرنا اور علامہ کو سمجھنا [illegible] دینا صرف علی بخش کی ذمہ داری تھی اور وہ [illegible] مستعدی سے نبھاتا تھا۔ وہ علامہ کے [illegible] تھا اور سب لوگ اس کی عزت کرتے تھے۔ [illegible] علامہ کے احباب کی خدمت [illegible] بھی پہنچ جاتا تھا۔

وہ اپنے فرائض کی ادائگی کے [illegible] [illegible] تھا کہ ہم نے کبھی [illegible] سے بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ علامہ جب [illegible] لائبریری سے لانے کے لیے [illegible] وہ بالکل صحیح [illegible]۔

Marfat.com

ہم نے اسے علامہ کے ہاں ہمیشہ خوش اور مطمئن دیکھا اور علامہ بھی اس سے پوری طرح مطمئن تھے ۔ اس کی سب سے بڑی خوبی دیانت داری تھی جس نے اسے ہر ایک کی نظر میں معتمد بنا دیا تھا اور سب لوگ اس پر مکمل اعتماد کرتے تھے ۔

حضرت علامہ اور ان کے احباب بعض اوقات علی بخش کے ساتھ دل لگی بھی کرتے اور باتوں ہی باتوں میں اس کی شادی طے ہو جاتی ۔ پھر پلاؤ وغیرہ کا انتظام ہوتا اور یار لوگ دعوت اڑا کر بعد میں اظہار افسوس کرتے ہوئے کہتے کہ دلھن والے بہت ہی خراب لوگ تھے ۔ انھوں نے انکار کر دیا ہے ۔ مگر مایوسی کی کوئی بات نہیں ۔ ایک اور جگہ بات چیت چل رہی ہے ۔ اس طرح یہ سلسلہ پھر شروع ہو جاتا ۔

پاکستان بن جانے کے بعد جب سردار عبدالرب نشتر پنجاب کے گورنر بنے تو انھوں نے علی بخش کی خدمات کے صلے میں اسے دو مربع زمین دینے کی حکومت سے سفارش کی ۔ یہ سفارش یا مراسلہ کافی عرصہ لینڈ ریکارڈ کے دفتر میں پڑا رہا اور کسی نے اس پر توجہ نہ دی ۔ اتفاق سے ایک مرتبہ میری ملاقات مسٹر ظہور الدین بن نظام الدین سے ہوئی جو آن دنوں لینڈ ریکارڈ کے دفتر میں متعین تھے ۔ میں نے ان سے علی بخش کے لیے گورنر کی سفارش کا ذکر کیا اور ان سے درخواست کی کہ اس پر عمل درآمد کرانے میں مدد کریں اور فائلوں میں وہ سفارش تلاش کریں ۔ انھوں نے وعدہ کر لیا اور بالآخر گورنر کی چٹھی تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔ دوبارہ جب ان سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے یہ مژدہ سنایا کہ چٹھی تو مل گئی ہے مگر ابھی اس پر عمل درآمد ہونا باقی ہے ۔ پھر جب زمین کی تلاس شروع ہوئی تو دو کی بجائے صرف ایک مربع لائل پور

Marfat.com

کے ضلع میں مل سکا ۔ چنانچہ اسی کو غنیمت جان کر علی بخش نے قبول کر لیا اور دوسرے مربع کے چکر میں نہیں پڑا ، ورنہ عین ممکن تھا کہ سرخ فیتے کے چکر میں ایک سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ۔ آج کل لائل پور کی اس زمین پر علی بخش کے اعزہ قابض ہیں اور خوب مزے میں ہیں ۔

شاعرِ مشرق کا یہ وفا شعار خدمت گزار کم و بیش چالیس برس تک علامہ اقبال کی خدمت میں رہا اور بالآخر ۲ جون ۱۹۶۹ء کو اس نے بھی داعیِ اجل کو لبیک کہا ۔ اس کا انتقال ضلع لائل پور کے چک نمبر ۱۸۸ آر ۔ ب میں ہوا جہاں حکومتِ پاکستان نے اسے اراضی الاٹ کی تھی ۔ آخری عمر میں اس کو حجِ بیت اللہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی تھی اور اپنے علاقے میں وہ حاجی علی بخش کے نام سے مشہور تھا ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۹۰

ڈاکٹر سیموئل ایم۔ زویمر

۱۹۲۸ء کے موسم سرما میں ایک مرتبہ وائی ۔ ایم ۔ سی ۔ اے لاہور کی دعوت پر عیسائی مذہب کے مشہور مبلّغ اور رسالہ ''مسلم ورلڈ'' کے مدیر ڈاکٹر سیموئیل ایم۔زویمر لاہور تشریف لائے ۔ اس وقت وائی ۔ ایم ۔ سی کے سیکرٹری مسٹر ہیوم تھے۔ انہوں نے ڈاکٹر زویمر کے لیکچر کا انتظام کیا اور علامہ اقبال سے درخواست کی کہ آپ صدارت کریں جو کافی تأمل کے بعد علامہ نے قبول فرمائی ۔ جلسہ بعد نماز مغرب قرار پایا جس میں لاہور کے لکھے پڑھے مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور عیسائی حضرات نے بھی خاصی تعداد میں شرکت کی تھی ۔ علامہ وقت مقررہ پر نواب ذوالفقار علی خان ، چودھری محمد حسین اور مرزا جلال الدین وغیرہ کے ہمراہ جلسہ گاہ میں داخل ہوئے تو پورا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا ۔ اس کے بعد جلسے کی کارروائی بغیر رسمی باتوں کے شروع ہوگئی ۔ سب سے پہلے علامہ نے ڈاکٹر زویمر کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ ڈاکٹر زویمر نے تمام عمر عیسائیت کی تبلیغ میں صرف کر دی ہے اور وہ ایک سہ ماہی رسالے ''دی مسلم ورلڈ'' کے مدیر بھی ہیں ۔ اس رسالے کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے تاکہ مسلمان دیکھیں کہ دوسرے مذاہب ان کے

Marfat.com

متعلق کیا لکھتے ہیں کیونکہ اس رسالے کے مضامین میں عیسائیت کی اسلام پر فوقیت دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے ۔ ڈاکٹر زویمر کے لیکچر کا موضوع ابھی تک ظاہر نہیں کیا گیا تھا اور اس طرح منتظمینِ جلسہ نے نہایت ہوشیاری دکھائی تھی ۔ علامہ نے اپنی افتتاحی تقریر میں واضح کر دیا تھا کہ مسلمانوں کو ڈاکٹر زویمر کا لیکچر نہایت توجہ سے سننا چاہیے ۔ اس میں بہت سے نکات ان کے لیے ایسے ہوں گے جو ان کی گہری توجہ کے محتاج ہوں گے ۔

اس مختصر تعارفی تقریر کے بعد ، جسے حاضرین نے نہایت توجہ سے سنا ، علامہ نے ڈاکٹر زویمر سے تقریر کرنے کی درخواست کی اور ساتھ ہی کہا کہ اپنے لیکچر کا موضوع خود ہی بیان فرمائیے ۔ چنانچہ ڈاکٹر زویمر کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا کہ میرے لیکچر کا موضوع ''مآخذِ مطالعۂ اسلام'' ہوگا ۔ [illegible] عیسائی پادری کا لب و لہجہ نہایت متین اور شائستہ تھا [illegible] اس نے نہایت عمدگی سے بغیر کسی ذاتی تعصب کے مآخذِ اسلام کے طور پر قرآن کریم ، کتبِ تفاسیر ، کتب حدیث [illegible] اور اسلامی تاریخ کی تمام مشہور اور اہم کتابوں کی فہرست [illegible] کے سامنے اس طرح پیش کی کہ لوگ حیران رہ گئے ۔ [illegible] خود کوئی تنقید کی اور نہ دوسروں کے لیے کسی [illegible] گنجائش چھوڑی ۔ اس کے بعد [illegible]

علامہ نے [illegible] کی ضروری کتابوں کی فہرست [illegible] دیا ہے ۔ ہر کتاب اور اس کے مصنف [illegible] آپ نے [illegible] ابھی جسے لوگوں نے نہایت توجہ اور دلچسپی سے [illegible] کا شور یا رکاوٹ نہیں ہوئی ۔ اپنی تقریر میں ڈاکٹر زویمر نے اعتراف

Marfat.com

کیا کہ مسلمان مصنّفین نے علوم کی جو خدمت کی ہے وہ کسی نے نہیں کی۔

اس کے بعد لوگوں کی نظریں علامہ پر لگی ہوئی تھیں کہ آپ کیا ریمارک اس تقریر پر پیش کرتے ہیں۔ دراصل اس جلسے کی رونق بھی ایک طرح علامہ ہی کی وجہ سے تھی ورنہ ایک عیسائی کے تبلیغی لیکچر سے مسلمان ذرا کم توجہ کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی صدارتی تقریر میں ڈاکٹر زویمر کی تعریف کی اور کہا کہ ڈاکٹر زویمر نے نہایت مفید اور جامع فہرستِ کتب متعلقہ مطالعہ اسلام پیش کی ہے جس سے آپ کی اسلام سے واقفیت واضح ہوتی ہے۔ علامہ نے یہ بھی کہا کہ میرا خیال تھا آپ بحیثیت مبلغِ عیسائیت کسی مذہبی پہلو پر اصولی روشنی ڈالیں گے مگر آپ نے اسے درخورِ اعتنا نہیں سمجھا اور اپنے آپ کو بچا گیا۔ آپ نے یہ اقرار بھی کیا کہ ہم ڈاکٹر زویمر کی تقریر سن کر بہت مستفید ہوئے ہیں، تاہم واضح کر دیا کہ یہی فہرست ہمیں ایک کتاب Finance Theory of Islam (از آگنیدس) میں بھی ملتی ہے جو کولمبیا یونیورسٹی نیویارک سے شائع ہو چکی ہے۔ علامہ نے مسلمانوں کو خاص طور پر ہدایت کی کہ ہم سب کو بھی ایسے مصنّفین کی تحریروں سے آگاہ رہنا چاہیے۔ اس کے بعد یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

اس کے دوسرے روز نواب ذوالفقار علی خاں نے ڈاکٹر زویمر کو اپنے مکان پر شام کے کھانے پر مدعو کیا جس میں علامہ اقبال بھی شریک ہوئے۔ بعد میں انھوں نے دعوت میں ڈاکٹر زویمر سے اپنی بات چیت کی تفصیل بھی سنائی تھی۔

حالات و واقعات سے پتا چلتا ہے کہ علامہ اقبال ڈاکٹر سیموئیل زویمر کو بحیثیت مبلغِ عیسائیت اس سے پیشتر بھی خوب جانتے تھے۔

Marfat.com

علامہ اپنے ایک طویل مراسلے میں خالد خلیل (ترک فاضل) کو ڈاکٹر زویمر سے متعلق لکھتے ہیں :

"۔ ۔ ۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر زویمر کا نام بھی لوں گا جو قاہرہ میں ایک امریکن مشنری ہیں ۔ وہ اسلام کی مخالفت میں ایک رسالہ "مسلم ورلڈ" کی ادارت بھی کرتے ہیں ۔ انہوں نے متعدد کتابوں اور مضامین کی صورت میں ملت اسلامی پر بہت کچھ لکھا ہے ۔ گزشتہ سال وہ لاہور آئے تھے اور انہوں نے مجھے جرمن زبان کی ایک کتاب دکھائی تھی جس میں اسلام [illegible] پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کے عنوانات درج ہیں ۔ میں اس کے مصنف کا نام بھول گیا ہوں مگر یہ آسانی سے دریافت کیا جا سکتا ہے ۔ اگر آپ ڈاکٹر زویمر کو لکھیں تو وہ آپ کو بتا دیں گے ۔ [illegible] کتاب حال ہی میں شائع ہوئی ہے [illegible] ایسی کتابوں کے نام [illegible] گے جو آپ کے مضمون سے متعلق ہیں ۔"

غرض کہ علامہ اقبال بڑے ذوق و شوق سے مغرب کا [illegible] اور خصوصاً اسلام کے بارے میں یا اس کے خلاف جو کچھ شائع ہوتا تھا اس سے [illegible] آگاہی [illegible] تھے ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۹۱

گابا کا قبولِ اسلام

لاہور کے ایک مشہور و معروف بیرسٹر، ماہر بنکاری اور لکھ پتی تاجر لالا برکشن کے صاحبزادے مسٹر کنھیا لال گابا نے جب قبولِ اسلام کا اعلان کیا تو لاہور میں ان کے اعزاز میں کئی دعوتوں کا اہتمام کیا گیا۔ علامہ اقبال بھی ان دعوتوں میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ بعد میں یہ بھی معلوم ہوا کہ مسٹر گابا نے قبولِ اسلام کے اعلان سے بہت پہلے راولپنڈی کے ایک مسلمان بیرسٹر عبدالعزیز کی بیٹی سے شادی کر لی تھی اور اس سے اس کے کئی بچے بھی تھے۔ مسٹر عبدالعزیز کو بیٹی کی اس حرکت سے کوئی ملال نہیں تھا کیونکہ بعد میں مسٹر گابا بال بچوں سمیت داخلِ اسلام ہو گئے تھے۔ گابا نے مسلمان ہونے کے بعد انگریزی زبان میں ایک کتاب بھی لکھی تھی جس کا نام ''پیغمبرِ صحرا'' (''دی پرافٹ آف دی ڈیزرٹ'') تھا۔ وہ انگریزی زبان کے بہت اچھے انشا پرداز تھے اور انہوں نے بہت عمدہ کتاب لکھی تھی۔ اصل میں مسٹر گابا نیشنلسٹ تھے لہٰذا جب ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئی تو وہ پاکستان چھوڑ کر ہندوستان چلے گئے اور بدستور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے رہے۔ وہ کہتے تھے کہ چونکہ مجھے پاکستان کے قیام سے اصولی طور پر

Marfat.com

اختلاف ہے اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ پاکستان میں رہوں۔

اس ضمن میں یہ بھی یاد رکھنے والی بات ہے کہ جب علامہ اقبال جنوری ۱۹۳۳ء میں راؤنڈ ٹیبل کانفرنس سے واپس آئے تو خواجہ عبدالوحید نے ان کے اعزاز میں گول باغ (میونسپل گارڈن) میں چائے کی ایک دعوت کا انتظام کیا جس میں متعدد اہلِ علم نے شرکت کی۔ اس دعوت میں لاہوری جماعتِ احمدیہ کے مولوی محمد علی اور دیگر کئی حضرات بھی مدعو تھے۔ وہاں ہو لوگوں کو اس بات کا بھی علم تھا کہ آج ہی مسٹر [illegible] لال [illegible] مسلمان ہونے کا اعلان کریں گے۔ چنانچہ اس دعوت سے علامہ اقبال، مولوی محمد علی اور وہ تمام حضرات چپکے سے اٹھ کر چلے گئے جنہوں نے خاص طور پر اس کے مسلمان کرنے میں حصہ لیا۔ اس کے اگلے ہی روز اخبار میں آ گیا کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ اس کے فوراً بعد خورشید منزل بلال گنج میں ان کے اعزاز میں ایک بہت پُرتکلف دعوت کا انتظام کیا گیا تھا جس میں علامہ اقبال اور دیگر احباب نے بطورِ خاص شرکت کی تھی۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۹۲

علامہ کا لباس و حلیہ

جب علامہ انارکلی والے مکان میں رہتے تھے تو آپ کے ہاں اپنی ایک گھوڑا گاڑی تھی جیسے گگ کہا جاتا تھا اور اکثر آپ خود ہی اسے چلاتے تھے۔ جب آپ ہائی کورٹ یا ابتدا میں کالج جاتے تھے تو اسی گاڑی میں سوار ہو کر جاتے تھے۔ ان دنوں آپ سوٹ پہنتے تھے اور سر پر ترکی ٹوپی ہوتی تھی۔ میرے خیال میں ۱۹۱۳ء کے بعد ترکی ٹوپی آپ نے ترک کر دی تھی۔ جب مال روڈ پر آپ اس تزک و احتشام کے ساتھ نکلتے تھے تو اکثر لوگ اس نظارے کا لطف اٹھانے کی غرض سے تھم جاتے۔

عام طور پر علامہ لنگی اور کلاہ پہنتے تھے اور لنگی کے ساتھ شلوار زیبِ تن کرتے تھے جس سے ایک الگ ہی شان نظر آتی تھی۔ جن لوگوں نے آپ کو ''خضرِ راہ'' نظم پڑھتے سنا ہے وہ جانتے ہیں کہ آپ اسی لباس میں تھے اور تکیہ لگا کر بیٹھ کر نظم پڑھی تھی۔ جب آپ میکلوڈ روڈ پر آ گئے تھے تو لباس میں یہاں بھی کوئی خاص تغیر نہیں آیا تھا۔ آپ کے لباس کا انتظام عام طور پر منشی طاہر الدین اور علی بخش کیا کرتے تھے۔ آپ کے لباس کی پیمائش کمرشل بلڈنگ مال روڈ کے ''عبدالرحمٰن اینڈ سن'' کے ہاں موجود

Marfat.com

تھی - ۱۹۲۹ء کی ابتدا میں جب ہم مدراس جانے لگے تو آپ کا ایک نیا سوٹ بھی ہمراہ لے گئے جو غالباً علی بخش ہی "عبدالرحمٰن اینڈ سن" کے ہاں سے سلوا کر لایا تھا - چونکہ وہ پرانی پیمائش پر سلا ہوا تھا ، جب ہم نے آپ کو لیکچر کے موقع پر پہنایا تو وہ بہت ڈھیلا تھا مگر آپ نے کوئی خیال نہ کیا اور وہی پہن کر لیکچر دیا - موسمِ گرما میں عموماً ایک بنیان اور تہبند آپ کا گھر کا لباس ہوتا تھا جیسے اکثر ملنے والوں نے دیکھا ہے - موسمِ سرما میں آپ ایک صدری ضرور پہنتے تھے ، جیسا کہ اکثر تصاویر میں بھی وہ نظر آتی ہے مگر گھر آ کر اسے الگ کر دیتے اور کابلی کمبل اوڑھ لیتے ۔ تاہم صدری بھی ہمراہ رہتی تھی - غرض کہ [illegible] لباس ہوتا تھا - مجھے یاد ہے ایک دفعہ منشی طاہر الدین نے [illegible] لیے ایک نئے کابلی کمبل کا انتظام کیا تھا جو کسی [illegible] میں چند روپے کا ملتا تھا - اس کے دونوں حصوں کی سلائی [illegible] نے اپنی [illegible] سے کروا کے دی تھی -

اگر نہایت تکلف کا موقع آتا تو آپ [illegible] سے [illegible] ٹائی پر "بو" کو ترجیح دیتے ، جیسا کہ ایک دفعہ [illegible] مجھے لکھ بھیجا کہ اس کا انتظام کیا تھا - [illegible] ہے کہ آپ جو بھی کپڑا پہن لیتے وہ [illegible] خوب [illegible] ہر لباس باعزت اور باوضع ہوتا [illegible]

[illegible] نہ ہوتا -

جیسا کہ ذکر ہوا ، نجی دعوتوں میں آپ [illegible] ہی پہنتے تھے - ایک دفعہ عبدالرحمٰن [illegible] سے [illegible] کے لیے ٹوپی یا عمامے کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا [illegible] ایک بہت بڑا مسئلہ ہے - اس کا کوئی علاج کرنا چاہیے -

Marfat.com

علی بخش نے بیان کیا ہے کہ علامہ ابتدا میں زیادہ تر شلوار قمیص اور عام کوٹ پہنتے تھے مگر کبھی کبھی بند گلے کا فراک کوٹ بھی پہن لیتے تھے - سر پر سوتیے رنگ کی پگڑی بھی ہوتی تھی -

آپ کی شلوار قمیص قلعہ گوجر سنگھ کا ایک بوڑھا سا درزی نظام الدین تیار کیا کرتا تھا -

غرض کہ آپ نہایت سادہ مزاج تھے - مجھے یاد ہے ہم ایک مرتبہ علی گڑھ جا رہے تھے - لاہور سے ہم بمبئی میل میں سوار ہوئے تھے اور دہلی سے ہمیں گاڑی تبدیل کرنی تھی - گاڑی میں ابھی خاصہ وقت تھا ، آپ نے خواہش ظاہر کی کہ کسی حجام کا انتظام ہو جائے تو شیو کرا لی جائے - میں نے حجام کا انتظام کیا تو آپ نے اسے ہدایت کی کہ استرا ایک ہی رخ لگانا ہے - مگر اس نے آپ کی مرضی کے خلاف عمل کیا جس سے آپ بہت ناراض ہوئے -

اگر کبھی کوئی خاص ملنے والا آ جاتا تو آپ بہ خندہ پیشانی اس سے گفتگو کرتے مگر کبھی اس کی وجہ سے اپنا لباس یا حلیہ تبدیل نہیں کیا -

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۹۳

علامہ اقبال اور رموزِ قرآن

ہر راسخ العقیدہ مسلمان قرآن کریم کے رموز و اشارات کو اپنے طور پر سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا ۔ قرآن مجید کی تفسیر اور اس کے مطالب کی تشریح ایک بے انتہا نازک اور غیر معمولی احتیاط کا متقاضی ہے ۔ ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے علامہ اقبال نے بھی اس وادیِ پُرخار میں قدم رکھا اور ایک طویل مدت قرآن کریم کے مطالعے اور اس کے رموز و اشارات کو سمجھنے میں صرف کر دی ۔ ان کی خواہش تھی کہ جس طرح خود انہوں نے کلامِ الٰہی کے اسرار و رموز تک رسائی حاصل کی ہے ، دوسرے مسلمان بھی اسی طرح کتاب اللہ کو اپنے لیے دستورِ حیات بنائیں ۔ وہ اپنے والدِ ماجد کی اس نصیحت کو [illegible] کرتے تھے کہ قرآن کریم کو اس طرح پڑھو جیسے [illegible] وہ نازل ہو رہا ہے ۔

قرآن [illegible] کے ساتھ علامہ اقبال کی [illegible] شروع کے [illegible] میں ان کی [illegible] مخطوطہ [illegible] ہے ۔ اس ضمن میں [illegible] مستقل [illegible] بھی میری نظر [illegible]

Marfat.com

کی حامل ہیں ۔ ایک ابو محمد مصلح صاحب کی کتاب ''اقبال اور قرآن'' جو ۱۳۵۹ھ (۱۹۴۰ع) میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی اور دوسری قاضی محمد ظریف صاحب کی ''اقبال — قرآن کی روشنی میں'' جو دسمبر ۱۹۵۰ع میں دو جلدوں میں شائع ہوئی ۔

ابو محمد مصلح صاحب کو میں نے پہلی مرتبہ جنوری ۱۹۲۹ع میں حیدر آباد دکن میں دیکھا تھا جب وہ علامہ اقبال سے ملنے کے لیے آئے تھے ۔ انھوں نے سیاہ لباس پہن رکھا تھا اور دیر تک علامہ کے ساتھ قرآن کریم کے رموز پر گفتگو کرتے رہے تھے ۔ اس زمانے میں وہ انگریزی اور اردو زبان میں ایک نہایت بلند پایہ مجلہ ''دی قرآنک ورلڈ'' نکالا کرتے تھے جس کے مضامین اہل علم میں بہت دلچسپی سے پڑھے جاتے تھے ۔ اس کے بعد سنہ ۱۹۳٦ع میں ابو محمد مصلح لاہور آ گئے تھے جہاں وہ بادشاہی مسجد کے مشرقی حجروں میں رہا کرتے تھے ۔ یہیں ایک روز ان سے میری ملاقات ہوئی تو انھوں نے علامہ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی ۔ چنانچہ میں ان کی خواہش پر انھیں علامہ کی خدمت میں لے گیا تھا ۔ انھوں نے کچھ کتابیں اور رسائل بھی اٹھا رکھے تھے جو علامہ نے دیکھ کر بہت پسند کیے ۔ اسی ملاقات میں انھوں نے اپنے ایک قاعدے کا ذکر بھی علامہ سے کیا جو بچوں کو قرآن مجید پڑھانے کے سلسلے میں انھوں نے ایجاد کیا تھا ۔ اس ضمن میں علامہ کا یہ خط ملاحظہ فرمائیے جو انھوں نے راقم کو لکھا تھا :

''ڈیئر ماسٹر صاحب !

مولوی ابو محمد مصلح صاحب کا پتا مجھے معلوم نہیں ۔ اس واسطے آپ کو تکلیف دیتا ہوں ۔ ان کی خدمت میں عرض کیجیے کہ مجھے اس کتاب کی ضرورت ہے جس میں انھوں نے

Marfat.com

بچوں کو قرآن پڑھانے کا طریق ایجاد کیا ہے - جس روز
آپ کی معیت میں وہ مجھ سے ملے تھے اسی روز اس کتاب
یا قاعدے کا ذکر کیا تھا - اس قاعدے کی جلد [illegible]
ضرورت ہے -[1] محمد اقبال"

جب میں اپریل ۱۹۳۸ء میں یورپ سے واپس آیا تو مولوی ابو محمد مصلح صاحب لاہور ہی میں تھے - ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو علامہ اقبال کا انتقال ہوا تو وہ ابھی تک شاہی مسجد میں [illegible] تھے - مجھے یاد ہے، ہم کچھ دوست مل کر حاجی رحیم بخش [illegible] سیشن جج کے مکان پر ان سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرتے تھے - میں ۱۹۳۹ء کے اخیر میں [illegible] بمبئی چلا گیا اور مولوی ابو محمد مصلح حیدرآباد دکن چلے گئے جہاں انہوں نے [illegible] "قرآن اور اقبال" لکھی اور شائع کرائی - ۱۹۳۹ء کے بعد ان سے میری ملاقات نہیں ہوئی اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ وہ زندہ ہیں یا کس حال میں ہیں - انہوں نے خود بتایا تھا کہ وہ [illegible] شاہ پور کے رہنے والے ہیں -

اس میں کوئی شک نہیں کہ رموز قرآن کے سمجھنے میں [illegible] اقبال اپنا ایک خصوصی مزاج رکھتے تھے - اس [illegible] بہت [illegible] اجتہاد سے کام لیا اور [illegible] دوستوں کو بھی اس معاملے میں شامل [illegible] "ملفوظاتِ اقبال" میں مرزا جلال [illegible] مجلس میں ڈاکٹر صاحب سے قرآن [illegible]

۱- اقبال نامہ، حصہ دوم، ص ۳۳۹ - ۳۴۰ -

Marfat.com

موقع ملا ۔''[1]

جب علامہ اقبال انارکلی والے مکان میں رہتے تھے تو روزانہ صبح کے وقت پچھلی گلی والی کھڑکی میں بیٹھ کر بلند آواز سے دلکش انداز میں قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے ۔ قرآن مجید سے ان کی محبت اور شیفتگی کا اظہار اس انگریزی خط سے بھی ہوتا ہے جو انہوں نے ۳۰ مئی ۱۹۳۵ء کو سر راس مسعود کو لکھا تھا ۔ اس خط کا مندرجہ ذیل فقرہ قابلِ توجہ ہے :

''. . . میری تمنا ہے کہ مرنے سے پہلے قرآن کریم سے متعلق اپنے افکار قلم بند کر جاؤں ۔''

جب اس خط کا جواب علامہ کو موصول ہوا تھا تو اتفاق سے راقم بھی ان کی میو روڈ (موجودہ نام علامہ اقبال روڈ) والی کوٹھی ''جاوید منزل'' میں ان کی خدمت میں موجود تھا ۔ آپ اس وقت کوٹھی کے صحن میں آرام کر رہے تھے اور منشی طاہر الدین بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے ۔ اس خط میں دوسری باتوں کے علاوہ والیٔ بھوپال کی طرف سے وظیفے کی منظوری کا ذکر بھی تھا جس پر علامہ نے مسرت اور اطمینان کا اظہار فرمایا تھا ۔ خط پڑھنے کے بعد علامہ نے منشی طاہر الدین سے کہا ''آفتاب کی ماں سے کہنا کہ وہ بھی آیندہ ہر مہینے پچاس روپے آ کر لے جایا کرے'' مگر ابھی آپ نے یہ جملہ مکمل نہیں کیا تھا کہ وہ خود آ گئیں ۔ چنانچہ منشی صاحب نے علامہ کو ان کی آمد کی اطلاع دی ۔

اس کے بعد آپ نے راس مسعود کو شکریے کا خط لکھا جس میں یہ بھی لکھا :

۱۔ ملفوظات اقبال ، مرتبہ محمود نظامی ، لاہور ، ص ۷۱ ۔

Marfat.com

"ڈیئر مسعود! آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے۔ میں کس
زبان سے اعلیٰ حضرت کا شکریہ ادا کروں۔ میں خود حاضر
ہو کر شکریہ ادا کروں گا۔ محمد اقبال"

ابھی ہم علامہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سید افضال علی حسینی کسی تُرک شہزادے کو علامہ سے ملانے کے لیے لائے جو حیدرآباد دکن سے آئے ہوئے تھے۔

آخر علامہ نے سر راس مسعود کے نام اپنے خط میں قرآن کریم کے متعلق اپنے افکار قلمبند کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھنے کا وہ پختہ ارادہ رکھتے تھے، مگر ان کی صحت جواب دے گئی اور یہ ارادہ عمل میں نہ آ سکا۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۹۴

علامہ اقبال کے خطوط

میرے مشاہدے میں دو شخص ایسے آئے ہیں جو خطوط کا جواب دینے کے سلسلے میں اس قدر باقاعدگی اور ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے تھے کہ دوسرا کوئی پڑھا لکھا آدمی اس ضمن میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مکاتیب کی کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے بھی شاید ہی ان کا کوئی ثانی ہو۔ ان میں سے ایک تو علامہ اقبال تھے جن کا دستور یہ تھا کہ ادھر ڈاکیہ خطوط دے کر جاتا تھا اور ادھر وہ اپنے خادم علی بخش کو فوراً قلم دان اور کاغذات کا ڈبہ لانے کی ہدایت فرماتے تھے۔ پھر فوراً جواب لکھتے تھے اور اسی وقت علی بخش کے حوالے فرماتے تھے کہ لیٹربکس میں ڈال آئے۔

علامہ کا خطوط لکھنے کا لیٹرپیڈ ابتداءً ایک ہی طرح کا تھا جس کے بائیں کونے میں اوپر کی طرف ہاتھی کی چھوٹی سی ابھری ہوئی تصویر بنی ہوتی تھی مگر جب آپ لیجسلیٹو کونسل کے ممبر بن گئے تو کسی دوست نے آپ کے نام کا پیڈ بنوا دیا جس کے ساتھ ایم۔ ایل۔ سی کے حروف بھی ہوتے تھے (یعنی ممبر لیجسلیٹو کونسل)۔

دوسرے صاحب جو خطوط کا جواب نہایت باقاعدگی سے دیتے تھے، ڈاکٹر مولوی عبدالحق (بابائے اردو) تھے۔ ان کا قاعدہ یہ تھا کہ

Marfat.com

روزانہ دوپہر کے وقت ان کا ملازم خود ڈاک خانے جا کر ڈاک لے آتا تھا۔ آپ ان کا مطالعہ کرتے مگر جواب دوسرے روز صبح کے وقت ناشتے کے فوراً بعد لکھتے تاکہ ملازم جب دوسرے روز کی ڈاک لینے کی غرض سے جائے تو ان خطوط کو بھی حوالۂ ڈاک کر آئے۔

ایک ہی شہر میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے [illegible] شروع سے ہی [illegible] کو علامہ سے تعارف کا شرف حاصل تھا مگر زیادہ قریب ہونے کا موقع [illegible] میں ہوا اور پھر یہ تعلقات ان کی زندگی کے آخری سانس تک برقرار رہے۔ میں سفر و حضر میں [illegible] ادنیٰ [illegible] اور خادم کی حیثیت سے ان کی خدمت میں حاضر رہا۔ چنانچہ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ لوگوں کے ہزاروں خطوط [illegible] اور اپنے ہاتھ سے بصورت جواب لکھے۔ [illegible] خصوصاً علمی استفسارات کے جواب میں ہوتے تھے مگر [illegible] مہمل ہے کہ وہ عام نوعیت کے خطوط [illegible] بھی۔ [illegible] لوگ ذاتی خط کی طرح [illegible] کی بجائے علاوہ ذاتی حالات [illegible] کے فیصلے کرتے ہیں۔ بعض اوقات [illegible] خاص جواب لکھنے سے فارغ ہوتے [illegible] کے باوجود جسمانی عوارض، علمی مطالعہ [illegible] کے بھی جواب لکھنے سے [illegible] میں مبتلا [illegible] ہے جس [illegible] انہوں نے [illegible]

خطوط [illegible] جاتا ہے [illegible] بھی خطوط [illegible] ہے۔ چنانچہ [illegible] میں اپنی [illegible] میں [illegible] جو [illegible] میں رہتی تھی۔ [illegible] حالات [illegible] :

"ڈیئر سراج !

دو تین روز سے طبیعت بہ سبب دورۂ درد کے علیل ہے -
یہ چند شعر قلم برداشتہ آپ کے شکریے میں عرض کرتا
ہوں - میرا ارمغان یہی ہے - اسے قبول کرکے مجھے مشکور
کیجیے - چاہیں تو پیشانی پر چند اردو سطور لکھ کر "مخزن"
میں بھیج دیجیے - والسلام

آپ نے مجھ کو جو بھیجی ارمغان انگشتری
دے رہی ہے مہر و الفت کا نشان انگشتری . . ." الخ

جہاں تک کم فرصتی یا فراغ بالی کا تعلق ہے ، یہ دونوں امر زیادہ تر انسان کے ذاتی احساسات اور نفسیاتی کیفیات سے تعلق رکھتے ہیں - صورتِ واقعہ خواہ کچھ ہو مگر انسان کے اعلیٰ اخلاق و کردار کا تقاضا یہ ہے کہ وہ فرضی یا واقعی موانع کو ادائیگیِ فرائض کے راستے میں حائل نہ ہونے دے - اقبال جو کچھ تھے اور ان کی مصروفیات جس نوعیت کی تھیں وہ کسی سے پوشیدہ نہ تھیں - ہر وقت ان کے گرد احباب کا ایک مجمع رہتا تھا جو طرح طرح کے مسائل پر ان سے گفتگو کرتے تھے - نہ صرف علمی اور سیاسی مسائل کے سلسلے میں وہ علامہ سے استمداد کرتے تھے بلکہ ذاتی اور خانگی مشکلات کے سلسلے میں بھی وہ علامہ اقبال کو اپنا مشکل کشا سمجھتے تھے - جب اس قسم کی مصروفیات سے کچھ وقت بچتا تھا تو وہ مطالعۂ علمی اور فکرِ شعر و سخن میں منہمک ہو جاتے تھے - پھر فکرِ معاش بھی ساتھ ساتھ تھا جس سے کبھی بھی وہ مکمل طور پر چھٹکارا حاصل نہ کر سکے - تاہم ان تمام مصروفیات کے باوجود وہ خطوط کا بروقت جواب نہ دینا گناہ سمجھتے تھے اور اسے اخلاقی کمزوری پر محمول فرماتے تھے -

Marfat.com

خطوط لکھتے وقت وہ بعض امور پر بطورِ خاص توجہ دیتے تھے ۔ ایک تو تاریخ نہایت التزام سے لکھتے تھے ، دوسرے مکتوب الیہ کا پتہ بہت چھان بین کے بعد درج فرماتے تھے اور تیسرے خط کے اختتام پر اپنا نام اور اس کے جزو "محمد" پر 'ص' (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا حرف بہت باقاعدگی سے لکھتے تھے۔ ان کے تمام خطوط میں یہ امور قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتے ہیں ۔

علامہ کے خطوط کے دو تین مجموعے اس وقت میرے پیش نظر ہیں ۔ ان میں سے قدیم ترین خط مولانا احسن مارہروی کے نام ہے جن کی کتاب "تاریخِ ادبِ اردو" کسی تعارف کی محتاج نہیں ۔ یہ خط ابتدا اسی "تاریخ ادب اردو" میں شائع ہوا تھا ۔ اس خط کے آخر میں علامہ نے اپنا نام اور متعلقہ کوائف یوں درج فرمائے ہیں :

"محمد اقبال

از لاہور گورنمنٹ کالج بورڈنگ ہاؤس

۲۸ فروری ۱۸۹۹ء"

اس خط میں بھی وہ تمام لوازم درج ہیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ۔

دوسرا خط نواب حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے نام ہے جس میں اس بات کی وضاحت بھی موجود ہے کہ نواب صاحب کا خط لاہور سے ہوتا ہوا انہیں فورٹ سنڈیمن میں ملا جو بلوچستان میں واقع ہے ۔ اس کے جواب میں علامہ نے مقام اور تاریخ اس طرح لکھی ہے :

"فورٹ سنڈیمن برٹش بلوچستان ۔ [illegible] ۱۹۰۳ء"

اب ان دنوں اپنے بڑے بھائی شیخ عطا محمد صاحب کے پاس [illegible] میں مقیم تھے جو بسلسلۂ ملازمت بلوچستان [illegible] [illegible] میں [illegible]

اس لیے خط میں نواب صاحب نے علامہ کی کسی نظم [illegible] کی تھی جس کے جواب میں علامہ نے نہایت خندہ پیشانی سے انہیں

Marfat.com

دعوت دی کہ ''آپ میری ہر نظم پر اسی قسم کا خط لکھ دیا کریں تو آپ کا ممنون ہوں گا۔''

بعض لوگ خط و کتابت کے ذریعے علامہ کی شاگردی کا شرف حاصل کرنے کے متمنّی ہوتے تھے اور وہ انہیں حتی الوسع مایوس نہیں فرماتے تھے۔ حیدرآباد سٹی کالج کے پروفیسر ابو الظفر عبد الواحد نے ۱۹۰۷ء میں جو خط علامہ کو لکھا وہ اسی قسم کی خواہش کا آئینہ دار ہے۔ علامہ نے اس خط کا جو جواب دیا اس کے آخری حصے کے الفاظ یہ ہیں :

''۔ ۔ ۔ اگر فن سیکھنا مقصود ہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کا انتخاب ٹھیک نہیں ہے۔ شاعری کے دو لوازم ہیں : زبان اور مضمون ۔ ۔ ۔ تاہم خطوط کے ذریعے سے جو کچھ میں آپ کے لیے کر سکتا ہوں ، اس کے لیے حاضر ہوں۔ آپ کبھی کبھی خط لکھ دیا کریں۔ جواب میں انشاء اللہ کبھی دریغ نہیں ہوگا۔''

خطوط کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ان میں عموماً تصنع کا عنصر نہیں ہوتا اور لکھنے والے کا مافی الضمیر مکمل بے ریائی کے ساتھ مکتوب الیہ تک منتقل ہو جاتا ہے۔ یہ خصوصیات تمام اچھے مکاتیب میں قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتی ہیں جبکہ تصانیف میں یہ ناپید ہوتی ہیں۔ بقول شخصے خطوط میں انسان ایک طرح خود سے باتیں کرتا ہے۔ یہ دلی خیالات و جذبات اور اسرارِ حیات کا صحیفہ ہوتے ہیں۔ ہمیں بڑے لوگوں کی زندگی کے اہم ترین واقعات زیادہ تر خطوط کے ذریعے معلوم ہوتے ہیں۔

حیرت کی بات ہے کہ علامہ کے بعض ایسے خطوط بھی ان کے مجموعہ ہائے مکاتیب میں شامل کر لیے گئے ہیں جو بالکل ذاتی اور نجی

Marfat.com

نوعیت کے ہیں۔ علامہ نے خود ایسے خطوط پر 'ذاتی' یا 'پرائیویٹ' کے الفاظ لکھ کر متنبہ فرما دیا تھا کہ ان خطوط کی تشہیر یا اشاعت غیر مناسب ہے، مگر ناشرین اور مرتبین نے اس قسم کی کسی تنبیہ کی پروا نہیں کی اور انہیں شائع کر دیا ہے۔ یہ درست ہے کہ اقبال کی ایک ایک سطر بلکہ ایک ایک لفظ قوم کی امانت ہے مگر جس حصے کو انھوں نے خود بالصراحت نجی قرار دے کر اس کی تشہیر کی ممانعت کردی تھی اسے شائع کرنا نہ صرف بے انصافی ہے بلکہ ایک طرح کی خیانت بھی ہے۔ ایسے مکاتیب جن پر "خفیہ" یا "ذاتی" کے الفاظ انہوں نے درج کیے تھے، دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو خالص سیاسی نوعیت کے تھے اور کسی وقت کے قومی و ملی مفاد کے پیش نظر ان پر خفیہ کے الفاظ [illegible] ان کی تشہیر کی ممانعت کی گئی تھی۔ مثلاً حضرت قائد اعظم کے نام بعض خطوط پر صراحتاً "خفیہ" کے الفاظ درج کیے جاتے ہیں [illegible] واقعی ایسے خطوط کی تشہیر [illegible] ہو سکتی تھی۔ دوسری قسم کے خطوط جن پر 'خفیہ' [illegible] کے الفاظ درج کیے گئے، بالکل ذاتی نوعیت کے ہیں جو [illegible] کے خلاف دوستوں کے نام لکھے گئے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] خطوط کی [illegible] [illegible] [illegible] کی نوعیت بھی [illegible] لائق نہ تھی [illegible] حسبِ خواہش [illegible] میں شائع نہ کیا جائے [illegible]

وہ حصے حذف کر دیے جاتے جو خالص ذاتی نوعیت کے تھے۔

خط کا جواب نہ دینا کوئی قانونی جرم نہیں ہے اور نہ ہی کسی قسم کی نالش کا خطرہ ہوتا ہے مگر صاحب کردار لوگوں کے لیے، جو اعلیٰ اخلاقی روایات کی پاسداری اپنا فرض سمجھتے ہیں، یہ امر کسی کچہری یا استغاثے سے کم نہیں ہے۔ کچہری سے تو ڈگری کے بعد معاملہ ختم ہو جاتا ہے مگر یہ کہ عمر بھر رہتا ہے کہ فلاں صاحب نے میرے خط کا جواب نہیں دیا۔ جس طرح مقروض اس وقت تک شرمندہ رہتا ہے جب تک وہ قرضہ ادا نہیں کر دیتا اور ہمیشہ قرض خواہ کا سامنا کرنے سے گھبراتا ہے، اسی طرح جواب خط سے گریز کرنے والا بھی سامنا نہیں کر سکتا۔ مگر یہ سب کچھ اسی وقت ہوتا ہے جب انسان اعلیٰ کردار کا مالک ہو اور اپنے اخلاقی فرائض کو پہچانتا ہو ورنہ تو ایسے لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں جو جواب دینا کسر شان خیال کرتے ہیں۔

حضرت علامہ اقبال کے سلسلے میں قبل ازیں بتایا جا چکا ہے کہ باوجود جسمانی عوارض اور دوسری مصروفیات کے انہوں نے کبھی خطوط کے جواب لکھنے میں پس و پیش سے کام نہیں لیا۔ نہایت باقاعدگی کے ساتھ وہ خطوط لکھتے تھے لیکن غیر ضروری طوالت سے مکمل طور پر اجتناب کرتے تھے۔ آخر عمر میں جب آپ کی بینائی جواب دے گئی تو معمول یہ ہو گیا کہ اپنے احباب اور نیازمندوں سے خطوط سنتے تھے اور جواب بھی ان کو املا کرا دیتے تھے۔ مکتوب الیہ سے معذرت بھی کر دیتے تھے کہ چونکہ اپنے ہاتھ سے جواب لکھنے کے قابل نہیں رہ گیا لہٰذا کسی دوست سے لکھوا کر بھیج رہا ہوں۔ خود راقم الحروف کو جو خط ۳؍ جون ۱۹۳۷ء کو پیرس کے پتے پر علامہ نے ارسال فرمایا تھا اس میں بھی یہ

Marfat.com

وضاحت موجود تھی - چنانچہ اُس کے آخری الفاظ یوں تھے :

"یہ خط ایک دوست کے ہاتھ سے لکھوایا ہے کہ میں اب اپنے ہاتھ سے بہت کم لکھتا ہوں ۔"

اقبال کا عام مسلک ، جس پر انھوں نے عمر بھر عمل کیا ، ان کی نظم "التجائے مسافر" کے مندرجہ ذیل شعر سے واضح ہوتا ہے - یہ نظم انھوں نے دہلی میں حضرت نظام الدین اولیا محبوب سبحانی کے مزار مبارک پر بھی پڑھی تھی - شعر یہ ہے :

مری زبانِ قلم سے کسی کا دل نہ دکھے
کسی سے شکوہ نہ ہو زیرِ آسمانِ کہن

ان کی زندگی اس شعر کی مکمل تفسیر تھی کیونکہ میرے علم و مشاہدے کے مطابق کبھی بھی کسی کو اقبال کی زبان یا قلم سے دکھ نہیں پہنچا - دکھ دینا تو دور کی بات ہے ، کبھی شکایت کا موقع بھی انھوں نے کسی کو نہیں دیا - میں اس مسلک [illegible] میں لکھوں گا کہ کس طرح انھوں نے ایک صحیح الفہم ، صحیح [illegible] اور صحیح الفطرت انسان ہونے کی حیثیت سے اپنے بعض نظریات سے رجوع فرما لیا ۔

یہاں یہ بھی [illegible]

اتنا ہوا ہے کہ یہ خطوط محفوظ ہوگئے ہیں اور اہلِ علم حسبِ ضرورت ان کے متن سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ صحیح معنوں میں ان کی اشاعت کا حق اس وقت ادا ہوگا جب مفصّل تعارف اور مکمل تحشیے کے ساتھ انہیں شائع کیا جائے گا۔

اب تک علامہ کے کافی خطوط شائع ہو چکے ہیں مگر میرے نزدیک اب بھی سینکڑوں مکاتیب ایسے ہیں جو سامنے نہیں آئے۔ یا تو وہ ضائع ہو چکے ہیں یا پھر بعض لوگوں کے پاس اب بھی محفوظ ہیں۔ کاش یہ تمام خطوط سامنے آتے اور کوئی مردِ مجاہد ان میں چھپے ہوئے علم و دانش کے موتیوں کی نشاندہی کر کے قوم کو اس خزانے سے مالا مال کر سکتا ہے۔

ایک مرتبہ میں علامہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ علی بخش ڈاک لایا جس میں کسی صاحب کا ایک دستی رقعہ بھی تھا۔ یہ رقعہ اگرچہ ڈاک سے پہلے آیا تھا مگر علی بخش نے فیصلہ کیا کہ معمول کی ڈاک کے ساتھ اسے علامہ کی خدمت میں پیش کردوں گا۔ علامہ نے ملاقاتیوں سے معذرت کر کے فوراً خطوط کا مطالعہ شروع کر دیا۔ پھر انھوں نے بڑے کمرے سے قلمدان منگوایا اور سب سے پہلے دستی رقعے کی پشت پر اس کا جواب لکھ کر حوالے کیا کہ جو آدمی یہ رقعہ لے کر آیا ہے اسے فوراً روانہ کر دو۔ یہاں یہ وضاحت بھی کر دی جائے کہ علامہ میکلوڈ روڈ والی کوٹھی کے کونے والے کمرے میں ایک چارپائی پر آرام فرمایا کرتے تھے اور ملاقاتی بھی یہیں آ کر بیٹھتے تھے۔ دستی رقعے کے جواب سے فراغت پانے کے بعد آپ نے کاغذات کا مخصوص ڈبہ کھولا اور بقیہ خطوط کا جواب بھی اسی وقت لکھ کر علی بخش کے حوالے کیا۔ اس کے بعد پھر ملاقاتیوں سے محو گفتگو ہوگئے اور اس تھوڑی سی غیر حاضری

Marfat.com

پر ایک مرتبہ پھر معذرت طلب کی۔

عام طور پر علامہ خود ہی اپنے لعابِ دہن سے لفافوں پر ٹکٹ چسپاں فرماتے تھے اور اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ ٹکٹ لفافے کے دائیں کونے پر چسپاں کیے جائیں اور اگر [illegible] سے زیادہ ٹکٹ ہوں تو ان میں تھوڑا تھوڑا مناسب فاصلہ ہو۔ لفافوں کے جو عکس شائع ہو چکے ہیں ان سے بھی یہی بات ظاہر ہوتی ہے۔

علامہ کے تمام مطبوعہ خطوط سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ [illegible] القاب کے سلسلے میں وہ مکتوب الیہ کے رتبے کا بطورِ خاص خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ جس قسم کے تعلقات ہوتے تھے [illegible] بھی بالکل ویسا ہی ہوتا تھا۔ بے تکلف دوستوں کو مکاتیب میں بھی کسی نام یا عرف سے مخاطب کرتے تھے جو [illegible] میں ازراہِ محبت استعمال کرتے تھے۔ بعض خطوط میں [illegible] "ماسٹر" سے مخاطب فرماتے تھے اور جو خطوط [illegible] نام تحریر فرمائے ہیں ان میں بھی یہی لفظ [illegible] ہے۔ [illegible] تمام احباب کے ساتھ ان کا یہی طرزِ عمل [illegible]۔

علامہ کا خط نہایت [illegible] تھا [illegible] دیکھنے میں آتا ہے۔ اس قسم کا خط [illegible] جا رہا ہے۔

میں نے ابھی بعض [illegible] خطوط [illegible]
[illegible] کسی بھی پہلو سے مناسب [illegible]
سے انھیں شائع کر دیا [illegible]
ہیں جن میں مکتوب [illegible]
سمجھا گیا ہے [illegible]
کیونکہ ان میں بعض بعض باتیں [illegible]

Marfat.com

ان باتوں کی حواشی کے ذریعے وضاحت نہ کر دی جائے ، یہ خطوط مہمل معلوم ہوتے ہیں ۔ ایسے خطوط کو قارئین کوئی علمی کارنامہ یا ادب پارہ سمجھنے کی بجائے بعض اوقات ہدفِ تنقید بھی بناتے ہیں ۔ یہی کیفیت اُن خطوط کی ہے جو عجلت میں لکھے جاتے ہیں ۔ لکھنے والے کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتا کہ کبھی انہیں شائع کر دیا جائے گا ۔ وہ روا روی میں بعض ذاتی مسائل کو اس طرح سپردِ قلم کرتا ہے کہ مکتوب الیہ تک ان کا مفہوم منتقل ہو جائے اور بس ۔ ایسے ذاتی نوعیت کے مکاتیب کو بغیر نظر ثانی کے من و عن شائع کر دینا سراسر زیادتی ہے ۔ جب علامہ کو بھی زندگی میں اس رجحان کا پتہ چلا تو انھوں نے اس کو سخت ناپسند کیا ۔ چنانچہ نیازالدین احمد خاں کے نام اپنے ایک خط میں ، جو لاہور سے ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو لکھا گیا ، تحریر فرماتے ہیں :

''مجھے یہ سن کر تعجب ہوا کہ آپ میرے خطوط محفوظ رکھتے ہیں ۔ خواجہ حسن نظامی بھی ایسا ہی کرتے ہیں ۔ کچھ عرصہ ہوا جب انھوں نے بعض خطوط ایک کتاب میں بھی شائع کر دیے تو مجھے بہت پریشانی ہوئی ۔ کیونکہ خطوط عجلت میں لکھے جاتے ہیں اور ان کی اشاعت مقصود نہیں ہوتی ۔ عدیم الفرصتی تحریر میں ایک ایسا انداز پیدا کر دیتی ہے جس کو پرائیویٹ خطوط میں معاف کر سکتے ہیں مگر ان کی اشاعت نظر ثانی کے بغیر نہیں ہونی چاہیے ۔ اس کے علاوہ میں پرائیویٹ خطوط کے طرزِ بیان میں خصوصیت کے ساتھ لاپروا ہوں ۔ امید ہے آپ میرے خطوط کو اشاعت کے خیال سے محفوظ نہ رکھتے ہوں گے ۔ زیادہ کیا عرض کروں ۔ امید کہ آپ

Marfat.com

کا مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ مخلص محمد اقبال"

اس خط سے میرے متذکرہ بیان کی پوری تائید ہوتی ہے کہ بعض مکاتیب ہرگز شائع نہیں ہونے چاہییں۔ اگر بہت ضروری ہو تو نظرثانی کے بعد انہیں شائع کیا جائے یا صرف نفسِ مضمون، جو ناگزیر ہو، قارئین تک پہنچا دیا جائے۔ ایسے خطوط، لکھنے والے کی امانت ہوتے ہیں اور امانت میں خیانت کسی صورت میں جائز نہیں۔

جس طرح حضرت علامہ خطوط کا جواب فوراً بالالتزام دیتے تھے، اسی طرح وہ موصول شدہ خطوط کو ضائع بھی بلاتکلف کردیا کرتے تھے۔ سوائے اکبر الہ آبادی کے خطوط کے، جواب لکھنے کے فوراً بعد وہ خطوط کو تلف کر دیتے تھے۔ میں علامہ کی [illegible] وجہ سے یہ حرکت کرتا تھا کہ بعض اہم شخصیات کے خط [illegible] تلف شدہ صورت میں بھی محفوظ کر لیتا، مثلاً حکیم اجمل خان [illegible] کے خطوط، مگر بعد میں جب احساس ہوا کہ کہیں خیانت کا [illegible] ہو رہا ہوں تو میں نے انہیں ضائع کردیا [illegible] ذخیرہ جمع [illegible] وہ تمام خطوط [illegible] بھی محفوظ [illegible]

[illegible]

خواہشات کے عین مطابق ہوا اور ''بانگِ درا'' کی فروخت کا کام شمس العلما مولانا سید ممتاز علی کے ادارے دارالاشاعت کے سپرد ہو گیا۔ مگر وہ چھوٹی سی کتاب پھر کبھی نظر نہ آئی جس کا علامہ نے ذکر کیا تھا۔ یہ کتاب دراصل حضرتِ اکبر الہ آبادی کے خطوط کا مجموعہ تھا جس کے متعلق علامہ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ بالکل مرتّب شدہ ہے۔ اس پر ضروری حواشی بھی ہوں گے اور لوگ اسے بہت پسند کریں گے۔ لوگوں میں اس مجموعے کا چرچا کافی دیر رہا اور وہ اس کے منتظر رہے مگر میں نے اسے اپنی آنکھوں سے پھر کبھی نہ دیکھا اور آہستہ آہستہ یہ مجموعہ طاقِ نسیاں کے حوالے ہو گیا۔ پھر جب پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار صاحب نے رسالہ ''اقبال'' کے اپریل ۱۹۶۲ء کے شمارے میں ایک فاضلانہ مضمون ''اکبر پیش روِ اقبال'' کے عنوان سے لکھا تو انھیں بھی اکبر الہ آبادی کے مذکورہ مجموعۂ خطوط کے سلسلے میں معلومات یک جا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ انھوں نے اس سلسلے میں راقم سے بھی رابطہ قائم کر کے اس کے متعلق استفسار کیا، جس کا ذکر مذکورہ مضمون کے صفحات ۲۸-۳۳ پر موجود ہے، مگر کافی تلاش و جستجو کے باوجود بھی یہ مجموعہ انھیں نہیں مل سکا اور نہ کسی اور کی نظر سے گزرا۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ یہ مجموعہ بطورِ امانت چودھری محمد حسین کے پاس رہا ہو گا اور انھوں نے اسے ضائع کر دیا ہو گا، کیونکہ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، اقبال لوگوں کے خطوط کو ان کی امانت سمجھتے تھے اور ان کی تشہیر پسند نہیں فرماتے تھے۔

۱۹۶۴ء کے ''معارف'' میں اکبر کے وہ تمام خطوط شائع ہو گئے ہیں جو انھوں نے سید سلیمان ندوی کو لکھے تھے۔ ان خطوط

Marfat.com

میں علامہ اقبال اور ان کے فکر و فن کا خاصا ذکر ہے ۔ مثلاً مسئلہ وحدت الوجود کا ذکر ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر اور اقبال کے درمیان اس مسئلے پر اور دیگر علمی مسائل پر اکثر خط و کتابت ہوتی ہوگی ۔ اگر اکبر کے خطوط ، جو اقبال کو لکھے گئے تھے ، مل جاتے تو اس امر کی تصدیق ہو جاتی ۔

"اقبال نامہ" (مجموعۂ خطوطِ اقبال) کے حصہ اوّل میں صفحہ ۳۳ سے ۷۷ تک وہ خطوط تو ملتے ہیں جو علامہ نے اکبر الہ آبادی کو تحریر فرمائے تھے ۔ اگرچہ میرے نزدیک وہ بھی مکمل خطوط نہیں ہیں ۔ مگر حضرت اکبر کے خطوط بنام اقبال کا کہیں سراغ نہیں ملتا ۔ خیال یہی ہے کہ اوّل اوّل تو علامہ نے ان کی افادیت کے پیش نظر انہیں شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا مگر پھر اس خیال سے انہیں ضائع کردیا کہ جس طرح وہ اپنے ذاتی خطوط کی اشاعت [illegible] پسند نہیں فرماتے ، اسی طرح دوسروں کے خطوط کی اشاعت بھی مناسب نہیں ہے ۔ بہرحال مقصد یہ ہے کہ اقبال حتی الوسع [illegible] کی اشاعت کو پسند نہیں فرماتے تھے اور ذاتی خطوط [illegible] قلم برداشتہ لکھے گئے مکاتیب کی اشاعت کو تو [illegible] سمجھتے تھے ۔

"اقبال نامہ" حصہ دوم (ص ۱۵۳ - ۱۶۹) میں علامہ [illegible] خطوط [illegible] اکبر منیر کے نام ہیں ۔ تاریخی طور [illegible] [illegible] جب اکبر منیر [illegible] اسلامیہ [illegible] طالب علم [illegible] جنوری ۱۹۱۸ء [illegible] [illegible] ہے ۔ [illegible] سیاسی دباؤ کے تحت پنجاب یونیورسٹی میں ایم ۔ اے فارسی کی [illegible] شروع ہوئیں تو اکبر [illegible] کے ساتھ صف اوّل میں [illegible]

Marfat.com

ایم - اے فارسی کے امتحان میں نمایاں مقام حاصل کیا اور ڈگری لی - میرا خیال ہے کہ انھوں نے اُس زمانے میں جن لوگوں سے فارسی زبان پڑھی تھی اُن میں مولانا سراج الدین پال ، قاضی فضل حق ، مولانا محمد شفیع اور علامہ اقبال نمایاں ہیں - اقبال اُنھی دنوں پنجاب یونیورسٹی میں فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے تھے - پروفیسر اکبر اگرچہ فارسی کا بہت اچھا ذوق رکھتے تھے، جس کی تعریف اقبال نے بھی کی ہے ، مگر بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں فارسی زبان پر کامل عبور حاصل نہیں تھا - ایم - اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد انھیں ملک سے باہر بحرین میں تعینات کیا گیا تھا کیونکہ دوسرا خط ، جو ۲۱ اپریل ۱۹۲۰ء کے زمانے سے تعلق رکھتا ہے ، بحرین سے لکھا گیا تھا - اقبال نے انہیں جو خط ۹ - اگست ۱۹۲۰ء کو تحریر فرمایا اُس میں وہ لکھتے ہیں :

> "ایک کتاب ـــــ غالباً "لطائفِ غیبی" نام ـــــ ایران میں شائع ہوئی تھی - پروفیسر براؤن نے "لٹریری ہسٹری" میں اس کا ذکر کیا ہے - یہ کتاب اُن اعتراضات کے جواب میں لکھی گئی ہے جو شیعہ حضرات نے وقتاً فوقتاً حافظ پر کیے ہیں - اگر کہیں سے دستیاب ہو جائے تو میرے لیے خرید کر بھیج دیجیے -"

اسی خط میں اقبال نے ایک اور کتاب "یونانی فلسفہ" کا ذکر بھی کیا ہے جو ابھی تک ان کی نظر سے نہیں گزری تھی - نیز نکلسن کے ترجمۂ "اسرار خودی" کا ذکر کیا ہے جو تا حال شائع نہیں ہوا تھا - انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ "میں گوئٹے کے دیوان کے جواب میں ایک دیوانِ فارسی لکھ رہا ہوں -" اس خط میں انھوں نے مکتوب الیہ کو مطلع کیا ہے کہ بے شمار لوگ

Marfat.com

افغانستان کی طرف ہجرت کر رہے ہیں۔

اکبر منیر نے اپنے مکتوب محررہ ۲۰ جنوری ۱۹۲۲ء میں اطلاع دی ہے کہ وہ ایک کتاب فارسی کے انٹرنس کے کورس کے لیے مرتب کر رہے ہیں۔

اس کے بعد اکبر منیر پنجاب کے محکمۂ تعلیم سے منسلک ہو گئے اور ملتان میں ان کا تقرر ہوا کیونکہ ۱۲ مارچ ۱۹۲۵ء کا خط ملتان کے پتے پر لکھا گیا ہے۔ اس میں ''زبور عجم'' کے متعلق اقبال نے لکھا ہے کہ اس کے لیے ابھی کچھ مدت درکار ہے۔

حضرت علامہ کے لیے سیکرٹری کا عہدہ بغیر کسی خاص ہدایت کے منشی طاہر الدین خود ہی کر دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ کسی بڑے دفتر کا [illegible] ہوں، [illegible] ایک ہی طرح کا [illegible] اور لکھے مستعمل ہوتے رہے۔ [illegible] جب علامہ انجمن [illegible] کے [illegible] منتخب ہو گئے تو کسی دوست نے ان کے [illegible] کس [illegible] چھپوا کر دے دیے مگر [illegible] وہی [illegible] کے مستعمل ہوتے رہے۔

[illegible]

اس قسم کے استفسارات زیادہ تر اسلامی مسائل کے متعلق یا پھر اشعار کی تشریح کے سلسلے میں ہوتے تھے۔

جب علامہ افغانستان کے سفر پر جانے لگے اور اسٹیشن پر پہنچنے کے لیے موٹر میں سوار ہوئے تو اسی وقت ڈاکیا روزمرہ کی ڈاک لے کر آ گیا۔ ایک خط میں مکتوب نگار نے خاقانی کے بعض اشعار کی شرح کرنے کی درخواست کی تھی۔ فرمانے لگے اب اس خط کا جواب کیسے دیا جائے۔ میں قریب ہی کھڑا تھا۔ میں نے عرض کی کہ خط کسی طرح شیرانی صاحب کے پاس بھجوا دیجیے۔ وہ آپ کی طرف سے تسلی بخش جواب بھیج دیں گے۔ چنانچہ اسی وقت مجھ سے قلم لے کر لفافے پر مندرجہ ذیل پیغام تحریر فرمایا اور خط شیرانی صاحب کو بھجوا دیا:

"ڈیئر شیرانی صاحب!

میں کابل جا رہا ہوں اس لیے فرصت نہیں ہے۔ آپ مہربانی کر کے اس خط کا جواب راقم کو دے دیں اور ان کو یہ بھی لکھ دیں کہ میں کابل جا رہا ہوں اس واسطے جواب نہ لکھ سکا۔ محمد اقبال"

علامہ اقبال ہر مکتوب الیہ کو جواب دینا اخلاقی فرض سمجھتے تھے۔ اس معاملے میں مکتوب الیہ کے مقام اور مرتبے مثلاً سماجی، اقتصادی، علمی یا سیاسی حیثیت کا کوئی معیار مقرر نہیں تھا۔ دنیا کے کسی خطے سے خط آتا، وہ کاتبِ خط کو جواب دینا اپنا

۱۔ "اقبال نامہ" حصہ دوم ص ۳۵۱ میں مرتّب نے شیرانی صاحب کے نام خطوط کے عنوان میں حافظ محمود شیرانی کی بجائے ان کے بیٹے اختر شیرانی کا نام لکھ دیا ہے۔

Marfat.com

فرض سمجھتے تھے - اس سلسلے میں ان کے نزدیک وائسرائے ہند اور ملک کے کسی ادنیٰ ترین فرد کو یکساں اہمیت حاصل تھی - اتنی ہی عجلت سے وہ علی بخش کو جواب دیتے تھے جتنی سرعت سے قائد اعظم محمد علی جناح کو خط کا جواب لکھتے تھے -

جب ۱۹۰۵ء میں آپ اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ تشریف لے گئے تو اپنے خدمت گار علی بخش کو کہہ گئے کہ جب تک میں واپس نہیں آتا تم کہیں نوکر نہ رہنا اور کوئی دوسری ملازمت نہ لینا - اسی دوران میں علی بخش کے ہاں چوری ہو گئی تو اس نے ۱۹۰۷ء کے آخر میں علامہ کو بھی اس کی اطلاع دی - اس کے جواب میں علامہ نے جو ہمدردانہ خط لکھا وہ ذیل میں درج ہے :

"عزیز علی بخش!

بعد سلام کے واضح ہو کہ خط تمہارا پہنچا ، حال معلوم ہوا - میرے آنے میں ابھی چھ سات ماہ کا عرصہ باقی ہے - امید ہے کہ اس وقت تک فارغ نہ رہو گے اور وہ نقدی جو چوری سے ہو گئی ہے ، اسے پورا کر لو گے - مجھے یہ سن کر افسوس ہوا - اگر میں وہاں ہوتا تو [illegible] ضرور تمہاری مدد کرتا -

تم نے شادی کے بارے میں مجھ سے مشورہ [illegible] حال تھا کہ تمہاری شادی ہو چکی ہے - [illegible] شادی سے پہلے یہ سوچ لینا چاہیے کہ [illegible] پرورش کے واسطے اس کے پاس [illegible] سمجھتے ہو کہ اپنی محنت سے [illegible] سکو گے تو ضرور کر لو - شادی کرنا [illegible] بیوی آسودہ رہ سکے - اگر کوئی شخص [illegible]

ہو تو وہ شادی کر کے نہ صرف اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا کرتا ہے بلکہ ایک بے گناہ کو بھی لے ڈوبتا ہے۔

محمد اقبال

۱۱۔ دسمبر ۱۹۰۷ء''

حضرتِ علامہ نے کافی خطوط مہاراجہ سر کشن پرشاد شاد یمین السلطنت، مدار المہام، صدر اعظم حیدرآباد دکن کو لکھے ہیں جو چھپ بھی گئے ہیں۔ مندرجہ ذیل خط انہوں نے جناب شبیر حسن جوش ملیح آبادی کی حیدر آباد میں تقرری کے لیے ۲۱ جنوری ۱۹۲۴ء کو لکھا۔ خط کا اصل متن درجِ ذیل ہے:

''یہ خط شبیر حسن جوش ملیح آبادی کی تقرری کے لیے لکھتا ہوں۔ یہ نوجوان نہایت قابل اور ہونہار شاعر ہیں۔ میں نے ان کی تصانیف کو ہمیشہ دلچسپی سے پڑھا ہے۔ اپنی خداداد قابلیت کے علاوہ لکھنؤ کے ایک معزز خاندان سے ہیں جو اثر و رسوخ کے ساتھ ساتھ لٹریری شہرت بھی رکھتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ سرکار ان کے حال پر نظر عنایت فرمائیں گے۔ اور اگر ان کو کسی امر میں سرکارِ عالی کے مشورے کی ضرورت ہوگی تو اس سے دریغ نہ فرمائیں گے۔ سرکارِ والا کی شرفا پروری کے اعتماد پر اس درخواست کی جرأت کی گئی ہے۔ امید ہے مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال، لاہور''

(منقول از ''شاد اقبال'' مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور، صفحہ ۱۵۹، مطبوعہ حیدرآباد دکن)۔

چنانچہ جوش صاحب اس کے بعد دارالترجمہ حیدرآباد میں ملازم ہوگئے تھے۔

Marfat.com

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں ، زندگی کے آخری ایام میں علامہ اقبال کی بصارت جواب دے گئی تھی ، مگر خطوط کا جواب وہ پھر بھی اسی عجلت اور احساسِ ذمہ داری کے ساتھ اپنے احباب اور عقیدت مندوں سے لکھوا کر بھجواتے رہے ۔ آخری خط جو حضرت علامہ نے ایک آرٹسٹ کاظمی صاحب کو لکھوایا ، ۱۸ اپریل ۱۹۳۸ء کا ہے ، جبکہ تین روز بعد ، یعنی ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو آپ ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہو گئے ۔ چونکہ یہ خط کئی لحاظ سے اہم ہے لہذا اسے ذیل میں درج کیا جا رہا ہے :

"لاہور ،

۱۸ اپریل ۱۹۳۸ء

مکرم بندہ ! السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ آیا ، پڑھ کر خوشی ہوئی ۔ [illegible] جیسے مردم خیز خطے میں "اقبال ڈے" منا رہے ہیں ۔ [illegible] آپ کو مبارک کرے ۔

میں نے اور علامہ یوسف علی صاحب نے [illegible] 'شکوہ' اور 'جواب شکوہ' [illegible] تھا ۔ میرا [illegible] مسٹر [illegible] عبداللہ یوسف علی صاحب [illegible] خیال ہے [illegible] آپ نے [illegible] [illegible] دنیائے اسلام کے [illegible] میں [illegible] کرکے [illegible] [illegible] ..."

Marfat.com

کرے گی ۔ آپ محض فنِ مصوری میں اضافہ نہیں کر رہے بلکہ دنیائے اسلام میں بحیثیت "مصورِ اقبال" ایک زبردست خدمت انجام دے رہے ہیں جو کہ شاید قدرت آپ ہی سے لینا چاہتی ہے ۔ پوری مہارتِ فن کے بعد آپ نے "جاوید نامہ" پر خامہ فرسائی کی تو ہمیشہ زندہ رہیں گے ۔

میری طبیعت پہلے سے اچھی ہے مگر حالت روز بروز ابتر نظر آتی ہے ۔ بوجہ کمزوری کے دوسرے صاحب سے خط لکھوا رہا ہوں ۔ خدا سے دست بدعا ہوں کہ وہ آپ کے نیک ارادوں میں کامیابی عطا کرے ۔ مجھے تو آپ کا مستقبل روشن نظر آتا ہے ۔ آپ میرے لیے اللہ سے دعا کریں کہ یا تو صحت کی دے یا ساتھ ایمان کے اٹھا لے ۔ والسلام

محمد اقبال ، جاوید منزل"

اس خط سے جہاں اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ اقبال اپنی موت سے تین روز پہلے تک برابر خطوط کا جواب دیتے رہے ، وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آخر وقت تک آپ کا حافظہ نہایت اعلیٰ درجے کا تھا اور خیالات میں توانائی تھی ۔ مصوری کا موضوع ، جس پر میں کبھی الگ بھی روشنی ڈالوں گا ، اگرچہ علامہ کا موضوع نہیں تھا مگر وہ اس موضوع پر بھی نقادانہ بصیرت کے ساتھ اظہار خیال فرما سکتے تھے ۔ پھر یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ اقبال کا حوصلہ آخر وقت تک بلند تھا اور دوسرے لوگوں کو بھی وہ عزم و ہمت کا پیغام دیتے تھے ۔ ان سے مل کر اور ان سے گفتگو کر کے ہمیشہ ایک تازگی کا احساس ہوتا تھا اور انسان کتنے ہی مصائب میں گھرا ہوا ہو وہ اس انداز میں مسائل کو حل کرتے تھے کہ عزم ایک مرتبہ پھر جوان ہو جاتا اور مردہ رگوں میں تازہ خون دوڑنے لگتا ۔

Marfat.com

بہرحال مکاتیبِ اقبال کے ضمن میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ زندگی کے رازہائے سربستہ پر اور زندگی کے حقائق پر جس طرح ان کے خطوط سے روشنی پڑتی ہے وہ دیگر ذرائعِ اظہار سے زیادہ توانا ہے ۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ مکاتیبِ اقبال کو ان کے پس منظر سے الگ کرکے صحیح معنوں میں نہیں سمجھا جا سکتا ۔ ان کے خطوط جہاں ان کی شخصی زندگی کا آئینہ ہیں وہاں متعلقہ عہد کے سوانح اور وقائع کی سچی تصویر بھی پیش کرتے ہیں ۔ اس لیے میں بار بار اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ اگر اقبال کے فکر و خرد و بینش کے متعلق ان کے نظریات کو صحیح معنوں میں سمجھنا ہے تو مکاتیبِ اقبال کو ان کے پس منظر سمیت [illegible] نہایت ضروری ہے ۔

جب ہم علامہ اقبال کے [illegible] زندگیوں کے بعد ان کے خطوط پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کی کیفیت اور کمیت دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں ۔ ان کی خطوط نویسی کی ابتدا [illegible] میں ہوئی تھی ۔ اب تک سب سے پہلا خط ۲۰ فروری ۱۸۹۹ء کا ملتا ہے جو آپ نے گورنمنٹ کالج کے بورڈنگ ہاؤس سے مولانا احسن مارہروی کو لکھا تھا ۔ اس کے بعد آخر دم تک یہ سلسلہ جاری رہا ۔ اگر وہ خود نہیں لکھ سکتے تھے تو اپنے کسی رفیق سے لکھوا کر اس فریضے کو ادا کرتے تھے ۔ [illegible] خطوط کے وہ تمام مجموعے جو آج بازار میں دستیاب ہیں ، وہ یہ ہیں :

۱۔ اقبال نامہ ، حصہ اول ، ۱۹۴۴ء ۔

۲۔ اقبال نامہ ، حصہ دوم ، ۱۹۵۱ء ۔

۳۔ اقبال ، [illegible] بنام [illegible] (انگریزی) ، ۱۹۴۲ء ۔

Marfat.com

۴۔ مکاتیبِ اقبال بنام خان نیاز الدین خان ، ۱۹۵۴ع -

۵۔ مکتوباتِ اقبال بنام سید نذیر نیازی ، ۱۹۵۷ع -

۶۔ یادگار یوم اقبال ، (کراچی) مرتبہ یعقوب توفیق ، ۱۹۶۶ع -

۷۔ اقبال کے خطوط و تحریریں (انگریزی) ۱۹۶۷ع -

۸۔ انوارِ اقبال ، ۱۹۶۷ع -

۹۔ مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی ، ۱۹۶۹ع -

۱۰۔ خطوطِ اقبال بنام محمد علی جناح (انگریزی) -

۱۱۔ شاد اقبال -

۱۲۔ نوادر اقبال ، بنامِ کشن پرشاد شاد -

۱۳۔ خطوطِ اقبال ، مرتبہ پروفیسر رفیع الدین ہاشمی -

نہ معلوم ابھی علامہ کے کتنے خطوط یا تحریریں گم نامی میں پڑی ہیں اور کتنی ہیں جو ضائع ہو چکی ہیں ۔ عام خط کا جواب لکھنا آسان ہوتا ہے جو کسی زیادہ تحقیق یا کسی قسم کی طویل تحریر کا محتاج نہیں ہوتا کیونکہ مکتوب الیہ اور مکتوب لکھنے والے میں معاملہ ایک طرح طے شدہ ہوتا ہے اور اس کے کئی پہلو پہلے سے واضح ہوتے ہیں ۔ میں نے بارہا علامہ کے پاس بیٹھے ہوئے مشاہدہ کیا ہے کہ آپ نے مکتوب الیہ کو محض ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعے نہایت تسلی بخش جواب لکھ دیا اور اس کو ضرورت بھی اسی کی تھی حالانکہ وہ معاملہ بذات خود اہم اور طویل تحریر کا محتاج تھا ۔

Marfat.com

علامہ کے بیشتر خطوط ان کے اپنے کلام اور مختلف علمی مسائل کی تفسیر و تشریح کے حامل ہیں ۔

میرا ارادہ تھا کہ میں یہاں ایک مختصر تعارف علامہ کے تمام مکتوب الیہ حضرات کا پیش کروں مگر یہ کام بذاتِ خود ایک طویل تحریر کا محتاج ہے ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۹۵

متفرق واقعات

جب راقم الحروف لدھیانہ سے لاہور آ گیا تو ایک روز میرے استاد مولوی حبیب الرحمٰن مکی صاحب میرے ہاں مہمان کی حیثیت سے تشریف لائے ۔ ان سے اکثر علامہ کے متعلق گفتگو ہوتی تھی مگر وہ ابھی تک علامہ سے ملے نہیں تھے ۔ وہ عرب نژاد تھے اور بعض اوقات ان کو علامہ کی نظموں کا مطلب ترجمہ کر کے سمجھانا پڑتا تھا ۔ میں جب ان کو علامہ کے پاس لے کر گیا تو علامہ بہت خوش ہوئے اور کئی مسائل معرضِ بحث میں آئے ۔ دورانِ گفتگو میں جب نمازِ ظہر اور عصر کا وقت ہو گیا تو مولوی مکی صاحب نے علامہ کو اپنا امام بنا کر ہر دو نمازیں ادا کیں ۔ علامہ کا یہ شعر انھیں بہت پسند تھا :

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

وہ حیران ہوتے تھے کہ کس طرح علامہ نے اس شعر میں معانی کے ایک دریا کو بند کر دیا ہے ۔

کسی شخص نے علامہ سے کہا کہ آپ ''تفسیرِ ابنِ عباس''

Marfat.com

کا مطالعہ کریں ۔ اس زمانے میں چونکہ بہت سے علمی مسائل علامہ کے پیشِ نظر تھے لہٰذا آپ نے مجھے مکلّف کیا کہ کہیں سے یہ تفسیر پیدا کرو ۔ چنانچہ جب وہ کتاب انجمنِ نعمانیہ کی لائبریری سے مل گئی تو میں وہاں سے مانگ کر لایا ۔ آپ نے اس کا مطالعہ کیا اور دوسرے ہی روز واپس کرتے ہوئے کہا کہ اس کتاب کو پھر پڑھ کر نہ لانا کیونکہ اس کے ہر لفظ کے معنی عجیب و غریب ہیں ۔

جن دنوں آپ زمان اور مکان کی بحث کے ضمن میں اہلِ علم سے گفتگو کیا کرتے تھے تو میں لاہور کے اکثر علما کو آپ کی خدمت میں لے کر گیا تھا جن میں سے مولانا [illegible] طلحہ صاحب [illegible] مولوی غلام مرشد صاحب اور مولوی حشمت علی اہلِ قرآن خاص [illegible] قابلِ ذکر ہیں ۔ مولوی روحی صاحب کو بھی میں ایک روز [illegible] کر لایا جو حقہ پینے کے عادی تھے ۔ جب وہ آئے تو علامہ [illegible] حقہ گڑگڑا رہے تھے ۔ مولوی صاحب نے آتے ہی [illegible] صرف [illegible] کے زور کا کش لگایا مگر اس میں [illegible] [illegible] تو مولوی صاحب بہت برہم ہوئے اور علامہ سے کہا [illegible] ہے ۔ آپ حقہ اس طرح پیتے ہیں ؟ علامہ نے کہا "[illegible] [illegible] ہی نہیں رہا تھا بلکہ محض اس سے باتیں کر رہا تھا ۔"

مجھے یاد ہے کہ سب مولوی صاحبان نے بہت [illegible] تھے ۔ سید طلحہ نے آپ کو امام غزالی کی "[illegible]" "کتاب المواقفات" کے متعلق [illegible] [illegible] کے ضمن میں ان کا خود مطالعہ [illegible] [illegible] کا حوالہ آپ کے لکچروں والی کتاب میں بھی [illegible] ہے

جب پروفیسر رشید احمد صدیقی لاہور میں ۱۹۲۹ء میں آئے تھے تو بہت سے احباب ان کی وجہ سے علامہ کے پاس آتے تھے جن میں پروفیسر احمد شاہ پطرس بخاری ، پروفیسر تاثیر ، مجید ملک اور سہر و سالک وغیرہ بھی ہوتے تھے ۔ میں نے ان کو جب لاہور کی سیر کرائی تو واپسی پر بہت سے حضرات علامہ کے ہاں موجود تھے ۔ انہوں نے لاہور پر اور علامہ پر جو تبصرہ کیا وہ واقعی عجیب و غریب تھا : انہوں نے کہا کہ میں نے تمام لاہور اس شخص کی ذات میں دیکھ لیا ہے ۔ ان کے آنے پر علامہ نے اپنے بہت سے احباب کو خود بھی خط لکھ کر مدعو کیا تھا ۔

ایک روز ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب حسب معمول دس بجے کے قریب تانگے پر تشریف لائے ۔ پہلے وہ اندر چلے گئے اور پھر باہر آ کر علامہ کی خیریت دریافت کی ۔ پھر جاتے جاتے انہوں نے علامہ سے کہا کہ گوشت سے ذرا پرہیز کیجیے ۔ ابھی وہ جانے کے لیے تانگے میں بیٹھے ہی رہے تھے کہ علامہ نے علی بخش کو آواز دی اور فرمایا کہ جاؤ اور عمدہ سا گوشت لے آؤ ، آج کباب بنائیں گے ۔ اس نے عرض کی کہ ابھی تو شاہ صاحب نے گوشت کھانے سے منع کیا ہے ۔ فرمایا کہ ڈاکٹر لوگ تو اس طرح کی باتیں کیا ہی کرتے ہیں ۔ تم فوراً گوشت لے آؤ ۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ماسٹر تم بھی کباب کھا کر جانا ۔

جب پنجاب کونسل کے الیکشن میں علامہ کو کامیابی نصیب ہوئی تو دین محمد کاتب مُصر ہوا کہ کسی روز میرے غریب خانے پر تشریف لا کر پلاؤ کی دعوت کھائیں ۔ در اصل دین محمد نے انتخابات

Marfat.com

کے دنوں میں بہت کام کیا تھا اور نہایت خلوص سے یہ دعوت دی تھی لہٰذا علامہ راضی ہو گئے اور ایک اتوار اس دعوت کے لیے مخصوص کر دی گئی ۔ مقررہ تاریخ کو ہم موٹر میں بیٹھ کر چل دیے مگر ابھی سڑک پر پہنچے تھے کہ کسی صاحب نے سامنے آ کر موٹر روک لی اور قریب آ کر عرض کی کہ مجھے آپ سے نہایت ضروری کام ہے ۔ پہلے میری بات سن لیجیے ۔ آپ نے مذاق فرمایا کہ آگے [illegible] جائیے ۔ آج کسی کی بات نہیں سنی جائے گی ۔ کیونکہ آج [illegible] سعادت کا دن ہے ۔

جیسے [illegible] میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں [illegible] علی بخش [illegible] صاحب میں [illegible] گفتگو کا موضوع بنی رہتی تھی ۔ اس [illegible] کئی مرتبہ [illegible] بھی ڈھونڈا گیا مگر [illegible] شادی کبھی نہ ہوئی [illegible] روز منشی طاہر [illegible] نے نہایت سنجیدگی سے علی بخش سے [illegible] آج تو تمہاری شادی واقعی ہو جائے گی ۔ چنانچہ دوستوں [illegible] جن میں [illegible] بھی تھے ۔ علی بخش کے [illegible] تھا اور وہ بار بار [illegible] مجھے [illegible] نہیں [illegible] [illegible] علی بخش [illegible] بات کی [illegible] ہے ۔ [illegible] جانی [illegible] ہے ۔ [illegible] علی بخش [illegible]

[illegible]

Marfat.com

میں نے کہا ''کیا عرض کروں ، اس قدر مصروفیت رہتی ہے کہ فرصت ہی نہیں ملتی اور اگر فرصت ملتی ہے تو وقت نہیں ملتا ۔'' میرے اس جواب پر علامہ نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور فرمایا ''منشی ! آج تو تم نے وہ بات کہی ہے جو آئن سٹائن کے باپ کو بھی نہیں سوجھی ہوگی ۔ واہ وا ! ''فرصت ملتی ہے تو وقت نہیں ملتا'' کیا بات پیدا کی ہے ۔'' پھر علی بخش کو آپ نے آواز دی اور فرمایا کہ جاؤ مولانا مہر اور سالک کو بلا لاؤ ۔ ان کو بھی ماسٹر کا کارنامہ سنائیں ۔

میں ایک روز علامہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے موٹر منگوائی اور مجھے ساتھ بٹھا کر چودھری شہاب الدین کے ہاں پہنچ گئے ۔ سردی کا موسم تھا اور چودھری صاحب غسل کر کے باہر دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے ۔ چونکہ وہ بہت زیادہ سیاہ فام تھے لہٰذا علامہ اکثر انہیں چھیڑتے رہتے تھے ۔ اس روز جب ہم ان کے ہاں پہنچے تو انہوں نے پہلے ہی علامہ سے کہہ دیا کہ آج کوئی مذاق نہ کرنا ۔ مگر علامہ نے فوراً ان کے ننگے سیاہ بازوؤں پر چٹکی لی اور پوچھا ''چودھری صاحب ! یہ صوف کیا بھاؤ لیا ہے ؟'' صوف دراصل سیاہ رنگ کا کپڑا ہوتا ہے ۔

ایک مرتبہ نواب ذوالفقار علی خاں نے مہترِ چترال (خان آف چترال) کی دعوت کی تھی جس میں دیگر معززین کے علاوہ چودھری شہاب الدین بھی مدعو تھے ۔ جب مہترِ چترال آ گئے تو معززین سے ان کا تعارف کرایا گیا ۔ چودھری شہاب الدین کی باری آئی تو نواب ذوالفقار علی خاں نے تعارف کراتے ہوئے کہا ''آپ مہترِ چترال ہیں اور آپ . . .'' نواب صاحب کا جملہ پورا نہ ہوا تھا کہ

Marfat.com

فوراً علامہ نے گرہ لگائی "۔ ۔ ۔ اور آپ مہترِ لاہور ہیں ۔" بات دراصل یہ تھی کہ ایک تو چودھری صاحب کا رنگ بہت سیاہ تھا اور دوسرے ان دنوں وہ لاہور میونسپل کمیٹی کے صدر تھے ۔ اسی دوگونہ مناسبت سے علامہ نے انھیں "مہترِ لاہور" کہہ کر نکتہ سنجی کی داد دی جس پر ساری محفل زعفران زار بن گئی ۔

جب علامہ نے علاج کے لیے حکیم نابینا (حکیم عبد الرزاق انصاری) سے رجوع کیا تو آپ نے حکیم صاحب پر یہ بات واضح کر دی کہ کھٹائی اور مرچ وغیرہ سے پرہیز میرے لیے ممکن نہیں ہے ، کیونکہ یہ چیزیں میری کمزوری ہیں ۔ چنانچہ حکیم صاحب نے جو دوا تجویز کی اس میں اس بات کا بطورِ خاص خیال رکھا کہ کھٹائی وغیرہ سے پرہیز اس میں شامل نہ ہو ۔

۱۹۳۸ء میں علامہ کی صحت کا یہ عالم تھا کہ [illegible] سے [illegible] محدود ہو گئے تھے ۔ مگر ان کا سیاسی اور ملی شعور [illegible] تھا کہ ملک کے طول میں مسلمانوں کے مفاد کے منافی [illegible] بات ہوتی تو آپ فوراً اس کا نوٹس لیتے اور اس کے خلاف [illegible] کا اظہار فرماتے ۔ علامہ [illegible] آپ الگ خاص فرقہ [illegible] سمجھتے تھے اور اس کی سرگرمیوں [illegible] طرح [illegible] جو لوگ [illegible] قومیت کے حامی تھے ان میں [illegible] بھی شامل [illegible] مسلمانوں [illegible] والے کسی ایسے شخص کو علامہ [illegible] اس کا علمی اور سیاسی مرتبہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو [illegible] جنوری ۱۹۳۸ء میں ، جب [illegible] کی وجہ سے [illegible]

Marfat.com

بستر سے لگ کر رہ گئے تھے ، آپ نے مولانا حسین احمد مدنی کو اس طرح للکارا کہ اس سے پورا ہندوستان گونج اٹھا ۔ آپ کا وہ یادگار قطعہ جس میں مولانائے موصوف کے نظریات کو ہدفِ تنقید بنایا گیا تھا ، ۳۱ جنوری ۱۹۳۸ء کے روزنامہ ''احسان'' میں شائع ہوا تھا ۔ اس کا مندرجہ ذیل شعر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے :

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست

علامہ اقبال اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :

''امیر شکیب ارسلان کو اگر آپ خط لکھیں تو میرا سلام ضرور لکھیے گا ۔ میرے دل میں ان کا بہت احترام ہے ۔ افسوس کہ قیامِ یورپ کے زمانے میں باوجود کوشش کے ان سے ملاقات نہ ہو سکی ۔ ان سے یہ بھی دریافت کر کے مجھے اطلاع دیں کہ سیّد ضیاء الدین طباطبائی آج کل کہاں ہیں اور کیا کرتے ہیں ؟

اقبال شیدائی اور ان کی بیگم صاحبہ کو میری طرف سے بہت بہت سلام کہیے ۔ ان کی بیگم صاحبہ کا قصد تھا کہ وہ اپنی میڈیکل تعلیم ختم کرنے کے بعد ہندوستان آ کر پریکٹس کریں گی ۔ معلوم نہیں ان کے اس ارادے کا کیا حشر ہوا ۔ ہاں خالدہ ادیب خانم کو بھی میرا بہت بہت سلام کہیے ۔

محمد اقبال''

علامہ نے اپنے اس خط میں امیر شکیب ارسلان کا ذکر کیا ہے جو بہت بڑے فاضل تھے اور عرب اتحاد و اخوت کے علم بردار

Marfat.com

تھے - انہوں نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پیرس کا سفر بھی اختیار کیا اور عربوں کو بیدار کرنے کے لیے زبردست جدوجہد کی - چنانچہ عربوں میں جو قومی بیداری اور حریت فکر پیدا ہوئی اس میں امیر شکیب ارسلان کی مساعی کا بہت بڑا حصہ ہے - اسی طرح مسلمانان عالم کی بیداری اور آزادی کے لیے بھی ان کی کوششیں قابل تحسین ہیں - انہوں نے اسلامی تاریخ و ثقافت پر بہت عمدہ اور مفید کتابیں لکھی تھیں اور علامہ ان کی انہی خدمات کی وجہ سے ان کا دل سے احترام کرتے تھے -

دوسرے شخص ، جن کا علامہ نے [illegible]

[illegible]

Marfat.com

سکتے تھے حالانکہ عام لوگوں کو یہ سہولت حاصل نہ تھی ۔ راقم نے خود بھی کئی مرتبہ علامہ کے لیے لائبریری سے کتابیں جاری کروائیں اور ان کی خدمت میں لے گیا ۔ ان کی علمی لگن کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی ناگزیر وجہ سے کتاب کے حصول میں تاخیر کا امکان ہوتا یا کسی اور کے نام مطلوبہ کتاب جاری ہوچکی ہوتی تو بجائے انتظار کرنے کے آپ فوری طور پر وہ کتاب خرید لیتے ۔ چنانچہ سپینگلر کی کتاب کے انگریزی ترجمے ''دی ڈیکلائن آف دی ویسٹ'' (انحطاط مغرب) کے سلسلے میں بھی یہی ہوا ۔ جب علامہ کو معلوم ہوا کہ یہ کتاب کسی اور کے نام جاری ہو چکی ہے اور فوری طور پر اس کا حصول ممکن نہیں تو آپ نے بلاتاخیر بازار سے خرید لی ۔

پنجاب یونیورسٹی سے علامہ کا تعلق ممتحن کی حیثیت سے بھی تھا ۔ آپ یونیورسٹی کے ایم ۔ اے اور ایل ۔ ایل ۔ بی کے پرچے دیکھتے تھے ۔ پرچے دیکھنے کے سلسلے میں آپ کا اصول یہ تھا کہ ہر روز جتنے پرچے دیکھ لیتے تھے ، انھیں اسی شام کو علی بخش کے ہاتھ رجسٹرار کو بھیج دیا جاتا تھا ۔ مقصد یہ تھا کہ جس حد تک ممکن ہو سفارش کی لعنت سے بچا جائے ۔ ویسے تو ان کا عزیز سے عزیز دوست اور رشتہ دار بھی سفارشی نمبروں کے لیے جرأت نہیں کر سکتا تھا ، پھر بھی وہ اپنے طور پر اس قسم کی پیش بندیاں ضروری خیال فرماتے تھے ۔ ایک مرتبہ ایل ۔ ایل ۔ بی کے ایک طالب علم نے ، جو اکثر امتحان میں فیل ہو جاتا تھا ، ڈاکٹر تاثیر اور راقم سے کہا کہ علامہ سے میرے کچھ نمبر بڑھانے کی درخواست کی جائے کیونکہ یہ پرچہ بہت ہی مشکل تھا ، مگر ہم نے اس سے صاف کہہ دیا کہ اس بات کی جرأت کوئی بھی نہیں کر سکتا ۔ تاہم جب اس نے بہت زیادہ اصرار کیا تو ہم صرف اتنی بات پر راضی ہوئے کہ پورے پرچے پر

Marfat.com

اصولی بات چیت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ہم نے علامہ سے پرچے کی مشکلات پر بات کی تو آپ نے ایک اصول کے تحت تمام امیدواروں کے پرچوں پر نظرثانی کی اور سب کے نمبر بڑھا دے جس سے اس خاص امیدوار کو بھی فائدہ پہنچا اور اتفاق سے وہ پاس بھی ہو گیا۔

ایک مرتبہ لاہور میں آل انڈیا سکھ ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس ہوا جس میں دور دور سے سکھ حضرات شامل ہوئے۔ ان دنوں میں علامہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ کچھ سکھ حضرات علامہ سے ملنے کے لیے آئے۔ ان میں ڈاکٹر بھوپن سنگھ، پروفیسر کشمیرا سنگھ، بھائی کیہر سنگھ اور سردار جوگندر سنگھ بھی تھے۔ علامہ ان تمام حضرات سے بہت اچھی طرح پیش آئے اور بے تکلفی سے گفتگو کرتے رہے۔ سردار جوگندر سنگھ علامہ کے شیدائی تھے اور علامہ ان سے بے تکلفی سے "جوگی جی" کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر بھوپن سنگھ نے بتایا کہ میں نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں آپ کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس کا نام "دی سیکرٹ آف دی اورینٹل پوئٹری" ہے۔ پھر علامہ نے بطور خاص سردار جوگندر سنگھ کی خیریت دریافت کی اور نہایت اپنائیت سے ان سے باتیں کرتے رہے۔ [illegible] کہہ کر بعد [illegible] سردار جوگندر سنگھ، علامہ کے پرستاروں میں سے تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کا نام بھی علامہ کے نام پر [illegible] تھا اور ان کے دنوں کا نام اقبال رکھا تھا۔ علامہ کی [illegible] جوگندر سنگھ نے "[illegible]" [illegible] تھا جس نے ایک ایک لفظ سے [illegible] ہے۔

ریاض الحسن نامی ایک شخص لاہور میں [illegible] کا ملازم تھا۔ اس نے انگریزی زبان میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام "فار انڈ

Marfat.com

اینڈ اسلام'' تھا اور اس میں ایک باب ''اقبال کے نام کھلا خط'' کے عنوان سے شامل تھا ۔ اس میں علامہ کی معروف نظم ''چین و عرب ہمارا'' کا حوالہ دے کر متحدہ ہندوستان اور کانگرسی نقطۂ نظر کی ترجمانی کی گئی تھی اور علامہ پر بھی تنقید تھی ۔ یہ کتاب عباس طیّب جی اور ڈاکٹر انصاری کے نام معنون تھی ۔ مگر علامہ اقبال نے اس کتاب یا اس کے مصنف کا کبھی ذکر تک نہ کیا اور نہ ہی انھوں نے اپنے سیاسی نظریات پر نظرثانی کرنے کے سلسلے میں کسی دباؤ کو قبول کیا ۔

علامہ اقبال جب کبھی باورد خانے میاں نظام الدین کے ہاں جاتے تو میاں صاحب ، ان کے صاحب زادے (مشہور ناول نگار اے ۔ اسلم) ، میاں امیرالدین اور دیگر اہلِ خاندان ان سے نہایت محبت اور احترام سے ملتے ۔ ان لوگوں کے درمیان علامہ نہایت خوش و خرم اور ہشاش بشاش نظر آتے اور ایسا محسوس ہوتا کہ اپنائیت اور یگانگت کے اس ماحول میں علامہ کی طبیعت نہایت شگفتہ ہو گئی ہے ۔ آموں کے موسم میں امیرالدین اکثر علامہ کو آم کھلانے کے لیے مدعو کیا کرتے اور اس سلیقے سے ''آم پارٹی'' کا انتظام کرتے کہ طبیعت خوش ہو جاتی ۔ اس خاندان کے ساتھ علامہ کے یہ تعلقات بالآخر عزیزداری پر منتج ہوئے اور آپ کی صاحب زادی کا عقد میاں امیرالدین کے صاحب زادے سے ہو گیا ۔

میں نے عام طور پر علامہ کی سیکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں ابتدا سے دیکھا کہ علامہ جس کمرے میں عموماً بیٹھتے تھے ، وہاں ایک چمڑے کا بیگ درمیانہ سائز کا قریب ہی پڑا رہتا تھا جو دراصل

Marfat.com

آپ کے اشعار کی بیاض تھی۔ جب کبھی کوئی شعر آپ کے ذہن میں آتا تو آپ علی بخش کو آواز دے کر بلاتے اور اس کو فرماتے کہ مجھے یہ رجسٹر دینا۔ ساتھ ہی قلم دوات بھی منگواتے اور شعر درج کر لیتے۔ ہم نے یہ کبھی نہ پوچھا کہ یہ کیا رجسٹر ہے جو اس میں لکھا ہے یا آپ کیا لکھ رہے ہیں۔ اس کام کے لیے کوئی وقت مقرر نہ تھا اور نہ ہی آپ کسی اور وقت پر اس کام کو ٹال سکتے تھے۔ خواہ آپ کسی سے گفتگو کر رہے ہوتے یا کسی اہم کام میں مصروف رہتے۔

ایک دفعہ میں علامہ کے ساتھ [illegible]

[illegible]

Marfat.com

علامہ کی طبیعت میں جو اطمینان و استغنا اور ضبط و تحمل کی سدا بہار صفت تھی اس میں ان کی زندگی کے آخری لمحات تک سر مو فرق نہیں آیا ۔ انتہائی کٹھن حالات کا مقابلہ بھی آنھوں نے ہمیشہ نہایت استقامت کے ساتھ کیا ۔ اپنے دوستوں اور ملنے والوں سے ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے ۔ مشکل سے مشکل حالات میں بھی ہم نے ان کی پیشانی پر بل نہیں دیکھا ۔ سچائی اور صاف گوئی کی تمام صفات علامہ اقبال کی ذات میں ودیعت کی گئی تھیں اور کبھی ہم نے آنھیں مصلحت کوشی سے کام لیتے ہوئے نہیں دیکھا ۔

☆ ☆

Marfat.com

۹۶

علامہ اقبال کی بیماری اور آخری ایام

اگر ہم ابتدا سے علامہ اقبال کی جسمانی صحت اور ان کے شب و روز کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ بظاہر وہ تندرست و توانا نظر آتے تھے ، اور شروع ایام میں وہ واقعتاً تندرست بھی تھے ، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی نہ کسی اعتبار سے وہ اکثر جسمانی تکلیفات کا شکار بھی رہے - ہم نے اکثر یہ دیکھا کہ علامہ نے بعض دعوتوں میں شرکت سے اس لیے معذوری کا اظہار کیا کہ وہ جسمانی طور پر تندرست نہیں ہوتے تھے - جن لوگوں نے ۱۹۲۲ء میں آپ سے نظم "خضر راہ" سنی ہے وہ جانتے ہیں کہ [illegible] ان دنوں نقرس کے مرض میں مبتلا تھے لہٰذا آپ نے یہ نظم بیٹھ کر پڑھی تھی ۔ مگر جب آپ نے یہ نظم شروع کی تھی تو [illegible] بیماری کا [illegible] - ۱۹۳۲ء ہی میں جب [illegible] گول میز کانفرنس میں [illegible] [illegible] نمودار ہوا جس سے علامہ [illegible] خوف زدہ ہو گئے مگر اللہ [illegible] اور آپ [illegible] ۱۹۳۳ء میں [illegible] اورنگ آباد میں مولوی عبدالحق کے ہاں [illegible] کسی نے علامہ اقبال کی علالت کے متعلق [illegible]

Marfat.com

بھی اس بیماری کی خبر شائع ہوئی کہ علامہ کا گلہ بیٹھ گیا ہے اور وہ بات چیت نہیں کر سکتے ۔ اس خبر نے ہمیں اس قدر پریشان کیا کہ ہم اسی روز چل کھڑے ہوئے اور دوسرا کوئی کام نہیں کیا ۔ راستہ بھر ہم دعا کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے حفظ و امان میں رکھے اور جلد صحت یاب کرے ۔ پھر جب میں اورنگ آباد سے واپس آ کر علامہ کی خدمت میں پہنچا تو اگرچہ مکمل طور پر صحت یاب نہیں ہوئے تھے مگر کسی قدر افاقہ ضرور تھا ۔ اس زمانے میں آپ حکیم عبدالرزاق نابینا دہلوی کے زیر علاج تھے جس سے آپ کو افاقہ بھی ہوا ۔ لاہور میں ڈاکٹر عبدالحمید ملک اور حکیم محمد حسن قریشی آپ کے خصوصی معالج تھے اور میاں محمد شفیع ، راجا محمد حسن اختر اور دوسرے رفقا علامہ کے تیماردار اور نگران تھے ۔

ایک مرتبہ علامہ اپنے علاج کی غرض سے بھوپال بھی تشریف لے گئے تھے جہاں سید راس مسعود نے درخواست کر کے آپ کو بلایا تھا ۔ اس سفر میں علامہ کا قدیمی خدمت گار علی بخش بھی آپ کے ہمراہ تھا ۔ جب علامہ اس سفر سے واپس تشریف لائے تو احباب کا ایک ہجوم آپ کا منتظر تھا ۔ دوسرے ڈاکٹر حضرات جو علامہ کی صحت کی نگرانی کیا کرتے تھے ، ان میں ڈاکٹر عبدالقیوم ، ڈاکٹر جمعیت سنگھ ، ڈاکٹر محمد یوسف اور ڈاکٹر الٰہی بخش خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ دوستوں میں میاں محمد شفیع ، راجا حسن اختر اور سید نذیر نیازی آپ کی تیمارداری اور دیکھ بھال پر مامور تھے ۔

علامہ کی زندگی کے آخری ایام کی پوری کیفیت مولانا عبدالمجید سالک مرحوم نے اپنی کتاب ”ذکر اقبال“ میں بیان کر دی ہے ۔ وہ ان ایام میں اکثر علامہ کے قریب رہتے تھے اور ان کے شب و روز کی کیفیت کا مطالعہ کرتے رہتے تھے ۔ جب میں ۱۹ اپریل

Marfat.com

۱۹۲۸ کو علامہ کی مزاج پرسی کی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت بھی سالک مرحوم ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ علامہ کے آخری وقت میں ان کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد صاحب بھی آپ کے پاس موجود تھے۔ بالآخر ان کا آخری وقت قریب آ گیا اور وہ تبسّم برلب اپنے تمام دوستوں اور عزیزوں کو روتا ہوا چھوڑ کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے:

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسّم برلبِ اوست

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۹۷

علامہ اقبال کی وفات

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں ۱۹ اپریل ۱۹۳۸ء کو میں آخری مرتبہ علامہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور ان کی کیفیتِ مزاج دیکھ کر مجھے یہ اندوہ ناک احساس ہوا تھا کہ اب وہ زیادہ عرصہ ہمارے درمیان میں نہیں رہیں گے - ۲۰ - اپریل کو بعض مصروفیات کی وجہ سے میں ان کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا جس کا مجھے ہمیشہ افسوس رہے گا کیونکہ یہی دن ان کی زندگی کا آخری دن ثابت ہوا - ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کی صبح کو ابھی میں نماز سے فارغ ہوا تھا کہ کسی نے دروازے پر آواز دی - میں نے باہر نکل کر دیکھا تو علی بخش زار و قطار رو رہا تھا - اس نے روتے ہوئے مجھے بتایا کہ شیخ صاحب (علامہ اقبال) کا انتقال ہو گیا ہے - میں اسی حالت میں جاوید منزل کی طرف بھاگا اور وہاں پہنچ کر دیکھا تو بہت سے لوگ جمع ہو چکے تھے اور ہر آدمی پریشان اور شکستہ حال تھا - میں بغیر توقف کے سیدھا علامہ کے کمرے میں پہنچا اور آپ کا آخری دیدار کیا - پھر میں وہیں بے دم ہو کر زمین پر بیٹھ گیا اور آپ کے جسدِ بے روح کو دیر تک گھورتا رہا - وہ بطلِ جلیل جس نے لاکھوں کروڑوں انسانوں کو ایک نئی زندگی دی

Marfat.com

تھی اور حریت و مساوات اور آزادی و خودداری کا شعلہ ان کے دلوں میں بھڑکایا تھا ، آج اس کا اپنا جسدِ خاکی زندگی کی حرارت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو چکا تھا ۔

علامہ کے انتقال کی خبر بجلی کی طرح شہر بھر میں پھیل گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے عقیدت مندوں کا ایک ہجوم جاوید منزل میں جمع ہو گیا ۔ لوگوں کے آہ و بکا کا یہ عالم تھا کہ شہر کے در و دیوار بھی آہ و زاری کرتے ہوئے محسوس ہوتے تھے ۔ لاہور شہر اور گرد و نواح سے اس قدر لوگ جمع ہو گئے اور ایسے ایسے چہرے میں نے آہ و بکا میں مصروف دیکھے کہ جنہیں اپنی زندگی میں پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا ۔

جب جنازہ تیار ہو گیا تو اس ہجوم کے پیشِ نظر جس کا ہر فرد جنازے کو کندھا دینے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا تھا [illegible] ہوئی کہ چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ دیے جائیں [illegible] فرد یہ سعادت حاصل کر سکے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا [illegible] تھا تھیں سرک ہوا سہ پہر بعد دوپہر شاہی مسجد کی [illegible]

مسلمانانِ لاہور کی یہ دلی خواہش تھی کہ علامہ [illegible] کے سائے میں دفن کیا جائے اور اس کے لیے حکومت [illegible] حاصل کرنا ضروری تھا ۔ ادھر پنجاب کے [illegible] موجود نہیں تھے اور حکامِ بالا اس معاملے [illegible] سکتے تھے ۔ مگر بالآخر حکام نے مسلمانوں [illegible] اور ساتھ ہی مرکزی حکومت نے [illegible] شرط بھی لگا دی کہ علامہ کی [illegible] شان و شوکت کے اعتبار سے شاہی مسجد کی [illegible] کرے گی ۔ چنانچہ گورنمنٹ کی اس شرط کو قبول [illegible]

Marfat.com

مسجد کی سیڑھیوں کے پاس بطرفِ جنوب علامہ کی آخری آرام گاہ تجویز ہوئی - جب یہ تمام باتیں طے ہو گئیں تو شاہی مسجد میں بھی یہ اطلاع پہنچا دی گئی - اس سلسلے میں مولوی ابو محمد مصلح صاحب رقم طراز ہیں جو ان دنوں شاہی مسجد کے ایک حجرے میں مقیم تھے :

''ایک دن دوپہر کے وقت خطیبِ مسجد مولوی نورالحق صاحب نے کنڈی کھٹکھٹائی - میں باہر آیا تو ان کی زبانی ڈاکٹر اقبال کے انتقال کی خبر ملی - خطیب صاحب نے یہ بھی کہا کہ دروازے کے دوسری طرف یعنی جنوبی سمت کے حجروں کے سامنے جو صحن ہے ، وہی مزار کے لیے تجویز کیا گیا ہے - ابھی ابھی میاں نظام الدین صاحب (بارود خانے والے) ، سید محسن شاہ صاحب اور مولانا غلام مرشد صاحب اس سلسلے میں آئے تھے -''

بعد دوپہر جاوید منزل سے جنازے کا جلوس روانہ ہوا - اس قدر ہجوم تھا کہ الفاظ میں اس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی - ہم سب انتہائی مایوسی و غم زدگی کی حالت میں جنازے کے ساتھ ساتھ تھے - مجھے یاد ہے میاں عبدالحی وزیر تعلیم اور بعض دوسرے سربرآوردہ حضرات بھی میرے ساتھ گردن جھکائے ہوئے چل رہے تھے - جوں جوں جنازہ اسلامیہ کالج کی طرف بڑھ رہا تھا ، ہجوم میں بھی تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا اور کلمۂ شہادت کے وظیفے سے پوری فضا گونج رہی تھی - بالآخر انسانوں کا یہ سمندر اسلامیہ کالج پہنچا اور کالج کی گراؤنڈ میں ، جہاں کبھی علامہ کی ترنم ریز آواز میں ہم ان کی ایمان افروز نظمیں سنا کرتے تھے ، نماز جنازہ ادا کی گئی -

نماز جنازہ سے فراغت کے بعد جنازہ دلی دروازے کی طرف روانہ ہوا اور اسی دروازے سے اندرونِ شہر داخل ہو گیا - جب ڈبی بازار

Marfat.com

کی سنہری مسجد کے قریب جنازہ پہنچا تو مجھے یاد ہے مرزا جی عطر والے نے بلند آواز سے پکار کر کہا تھا کہ "لوگو! پتلون پوش ولی آج چل بسا ہے۔"

چونکہ آخر میں شاہی مسجد میں بھی نماز جنازہ ادا کرنے کا پروگرام طے ہو چکا تھا لہٰذا یہاں بھی لوگوں کی ایک کثیر تعداد مسجد کے اندر اور باہر موجود تھی۔ بعض لوگ اتنے بڑے ہجوم کے پیش نظر حضوری باغ میں نماز جنازہ ادا کرنے کے حامی تھے مگر بالآخر صحن مسجد میں نماز ادا کی گئی اور مولوی غلام مرشد صاحب نے امامت کے فرائض انجام دیے۔

اس کے بعد جنازہ قبر کے قریب لا کر رکھ دیا گیا۔ مستری غلام دستگیر قبر تیار کرنے کے کام پر مامور تھے۔ قبر کے بارے میں یہ طے پایا تھا کہ اس میں لحد نہ ہو اور اسے [illegible] جائے۔ چنانچہ جب قبر تیار ہو گئی تو ہم سب عقیدت مند [illegible] علامہ کے جسم خاکی کو قبر میں اتارنے لگے۔ اس وقت [illegible] تھی نہ آنکھیں اشک بار تھیں اور دل جیسے خون [illegible] تھا۔ اس ہجوم [illegible] ایک [illegible] جسد خاکی کو [illegible] نے آخری [illegible] علامہ [illegible] اس کے بعد [illegible] لکھتے ہیں:

"لاہور کی شاہی مسجد [illegible] مسجد ہے۔ اس کے صحن میں نماز جنازہ [illegible]

Marfat.com

کے بعد تدفین عمل میں آئی ۔ قلعے اور مسجد کا درمیانی صحن صدیوں سے خالی پڑا تھا ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بادشاہوں نے بھی اس رعایت کو مدنظر رکھا تھا اور خود اورنگ زیب عالم گیر علیہ رحمۃ کو بھی اپنے سوگوار اقبال کی خاطر منظور تھی ۔ اور چونکہ اس کے بعد بھی میں عرصے تک لاہور میں رہا اس لیے وہ سب مناظر میں دیکھتا رہا جو اقبال کے مزار سے متعلق عقیدت مندوں کی طرف سے پیش ہوتے رہے اور آیندہ بھی ہوتے رہیں گے ۔

زیارت گاہِ اہلِ عزم و ہمت ہے لحد میری
کہ خاکِ راہ کو میں نے بتایا رازِ الوندی''

علامہ اقبال کے انتقال پر ہندوستان کے تقریباً تمام شہروں میں تعزیتی جلسے منعقد ہوئے اور اخبارات و رسائل نے خاص نمبر شائع کیے ۔ اس قدر لوگوں نے قطعاتِ تاریخ کہے کہ شمار سے باہر ہیں ۔ اسی طرح کا ایک قطعہ ملاحظہ فرمائیے :

زہے کرشمۂ فیضانِ مرقدِ اقبال
کہ گشت مرجعِ تسکینِ پیر و برنائے
نقیبِ عظمتِ مینارِ مسجدِ شاہی
مزارِ شاعرِ مشرق سپہر آرائے

مزارِ اقبال کے ضمن میں مولانا عبدالمجید سالک مرحوم کی رائے ملاحظہ ہو :

''ڈاکٹر اقبال کے مزار کی تعمیر کا معاملہ احباب کے زیرِ غور تھا ۔ چنانچہ نجی طور پر بعض دوستوں نے ایک رقم بھی فراہم کر لی تھی کہ انھی دنوں حکومتِ افغانستان نے ڈاکٹر صاحب کے مزار کے لیے ایک تعویذ بھیجا ۔ ہم

Marfat.com

سنگِ مرمر کی بے شمار سلیں تھیں جن پر مناسب آیات کندہ تھیں ۔ یہ تمام اجزا پچیس صندوقوں میں بحفاظت بند تھے ۔ مجموعی وزن کوئی ڈیڑھ سو من ہوگا ۔ تعویذ کو ترتیب سے جوڑنے کے لیے ایک نقشہ' ہدایات ہمراہ تھا ۔ حکومتِ افغانستان کے افسروں نے تعویذ میاں امیر الدین صاحب اور چودھری محمد حسین غفرلہ کے سپرد کر دیا جو اب مزار پر نصب کیا جا چکا ہے ۔"

جیسا کہ ذکر ہوا ، ملک بھر میں ہزاروں جلسہ ہائے تعزیت منعقد ہوئے جن میں شاعرِ مشرق کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ۔ اسی طرح کا ایک جلسہ ۲۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو علی گڑھ یونیورسٹی میں بھی ہوا تھا جس میں ڈاکٹر عبدالعزیز نے اپنی تقریر کے دوران میں یہ قطعہ پڑھا تھا جو بعد میں ''انسانیت موت کے دروازے پر'' کے زیرِ عنوان جلسے کی کارروائی کے ساتھ شائع ہو گیا تھا :

یاد داری کہ وقتِ زادنِ تو
ہمہ خنداں بوند و تو گریاں
آنچناں زی کہ وقتِ مردنِ تو
ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

☆ ☆ ☆

Marfat.com

۹۸

آخری ملاقات

میں ۱۸- اپریل ۱۹۳۸ء کو یورپ سے واپس آ کر ۱۹- اپریل ۱۹۳۸ء کی شام کو ایک پارٹی سے فارغ ہو کر چند دوستوں کے ساتھ جاوید منزل میں علامہ کے ہاں گیا۔ علی بخش جب آیا تو اس کو میں نے کہا کہ میں علامہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ مجھے اکیلے کو ملنے کی اجازت دے دی گئی اور میرے تمام ساتھی باہر رہے۔ میں اندر گیا اور دیکھا کہ مولانا غلام مرشد اور مولانا عبد المجید سالک آپ کے پاس بیٹھے ہیں۔ آپ ایک گاؤ تکیے کے سہارے لیٹے تھے۔ نہایت بشاشت سے آپ نے ہاتھ ملایا، بیٹھنے کو کہا اور حسبِ عادت بے تکلفانہ گفتگو کی اور فرمایا کہ پیرس میں تم خوب آزاد رہے ہو۔ پھر آپ نے اطالوی زبان کے بعض رسائل کا تقاضا فرمایا اور کہا کہ ان کو جلد مہیا کرو۔ دراصل ان رسائل میں آپ کے لیکچروں پر تبصرہ تھا۔ پروفیسر رینو کی لڑکی نالینو کی زیرِ ادارت یہ رسالہ چھپتا تھا۔ آپ ویسے علیل ضرور نظر آتے تھے مگر آپ کا دماغ درست تھا اور طبیعت نہایت شگفتہ تھی۔ میں نے اپنی تمام کیفیت پیرس یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ حاصل کرنے کی بیان کی۔ اسی دوران میں پیرس یونیورسٹی کے بعض پروفیسروں کا ذکر بھی آیا جن کو آپ بھی جانتے تھے۔

Marfat.com

پھر مجھے کسی نے حاضرین میں سے اشارہ کیا کہ گفتگو مختصر کردو۔ چنانچہ میں نے اسی وقت آپ سے اجازت طلب کی اور ہاتھ ملا کر باہر آ گیا۔ مگر افسوس کہ ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو آپ کا انتقال ہو گیا — انا للہ و انا الیہ راجعون :

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید
نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سرآمد روزگارے ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

علامہ کے چالیسویں پر آپ کے دیرینہ دوست چوہدری محمد حسین اور منشی طاہر الدین (متوفی ۲۲ مئی ۱۹۷۰ء) کے زیر اہتمام ایک نہایت عمدہ دعوت کا انتظام کیا گیا تھا۔ ہم سب احباب اس دعوت سے فارغ ہو کر رخصت ہونے ہی لگے تھے کہ میاں شاہنواز [illegible] اپنی بیوی کے ساتھ موٹر میں تشریف لائے۔ ان کی [illegible] اتر کر ہم لوگوں کے پاس آئیں مگر میاں صاحب موٹر ہی میں بیٹھے رہے۔ پھر انہوں نے موٹر سے [illegible] بھی [illegible] اٹھائے اور ہم سب لوگ بھی اٹھ کر [illegible] پڑھنے لگے۔ افسوس [illegible] رہے ہیں۔ میاں شاہنواز صاحب بھی اس کے چند [illegible] ہوگئے تھے۔

★ ★ ★

Marfat.com

۹۹

علامہ اقبال کی محفلِ احباب

(چودھری محمد حسین)

میں عرصہ دراز تک علامہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا ۔ سفر میں بھی ساتھ دیا اور حضر میں بھی ان کے درِ دولت پر جبیں سائی کی ۔ مجھے یاد نہیں کہ کبھی انھوں نے خیریت دریافت کرنے کے سلسلے میں مجھے پہل کرنے کا موقع دیا ہو ۔ میں جب حاضر ہوتا اور ان کی نظر مجھ پر پڑتی ، نہایت بے تکلفی اور اپنائیت سے فرماتے ''آؤ ماسٹر کیا حال ہے اور آج کیا خبر ہے ۔'' ان کے ہاں ہر وقت دوستوں اور ملنے والوں کا ایک ہجوم جمع رہتا تھا ۔ ان میں طرح طرح کے لوگ ہوتے تھے اور طرح طرح کی باتیں کرتے تھے جو بعض اوقات ناگوارِ خاطر بھی ہوتیں مگر ہم نے کبھی علامہ کو چیں بہ جبیں ہوتے یا ترش روئی سے پیش آتے نہیں دیکھا ۔ دوستوں سے ان کے لگاؤ کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات مصروفیات کی وجہ سے میں ان کی خدمت میں کچھ روز کے لیے حاضر نہ ہو سکتا تو فوراً علی بخش کو رقعہ دے کر بھیجتے یا کارڈ لکھتے جس میں نہایت خوبصورت پیرائے سے غیرحاضری کا ذکر ہوتا ۔ اسی طرح کا ایک رقعہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے اور اس کا

Marfat.com

پیرایۂ بیان بھی دیکھیے :

''ڈیئر ماسٹر عبد اللہ !

تمام لاہور میں اس بات کا چرچا ہے کہ ماسٹر عبد اللہ اعلانِ آزادی کے خوف سے کہیں بھاگ گئے ہیں ۔ کیا یہ واقعی درست ہے ؟

۷ فروری ۱۹۲۹ء محمد اقبال ، لاہور ''

یہی ان کا برتاؤ تھا کہ ہم ان کے گرویدہ تھے ۔ ان کی علمی شان اور اخلاقی عظمت کا احاطہ کرنا میرے جیسے ہیچمدان کے لیے ناممکن ہے ۔ میں نے تو انہیں علمی معاملات میں ہمیشہ عجز و انکسار سے کام لیتے ہوئے دیکھا اور تعلّی یا خودنمائی کا شائبہ تک نظر نہ آیا ۔ جب کبھی ایسا ہوتا کہ کسی نظم یا شعر کے معاملے میں کوئی بات مشتبہ نظر آتی یا زبان کے معاملے میں کوئی امر تصفیہ طلب ہوتا تو وہ علی بخش کو فیمنگ روڈ پر بھیجتے کہ جاؤ [illegible] کو بلا لاؤ ۔ بعض اوقات پروفیسر شیرانی کو بھی بلا لیتے اور پھر زبان و ادب اور شعر و شاعری پر گفتگو شروع ہو جاتی جو بعض اوقات رات گئے تک جاری رہتی ۔ شیرانی مرحوم تحقیق کے مردِ میدان تھے اور فارسی زبان و ادب پر بھی ان کی نظر بہت گہری تھی ۔ بعض دفعہ [illegible] تفنّن شیرانی مرحوم سے کہتے کہ '' [illegible] شیرانی ! [illegible] کہیں [illegible] اقبال نامہ [illegible] کوئی شخص [illegible] آسمان [illegible] بھی [illegible] '' [illegible] مرحوم [illegible] فارسی [illegible] کوئی [illegible] قدما کے کلام سے [illegible] مضمون [illegible]

ایک مرتبہ علامہ نے اپنی کوٹھی [illegible] کی [illegible] خاص محفل شروع کی تھی جس میں روزانہ رات کو [illegible] کی مثنوی معنوی

Marfat.com

''اسرار خودی'' کا درس ہوتا تھا ۔ مثنوی کا متن مولانا عبدالمجید سالک پڑھتے تھے اور علامہ اشعار کی شرح کرتے جاتے تھے ۔ فلسفہ و تصوف کے ایسے ایسے نکات سے پردہ اٹھتا تھا کہ سننے والے جھوم جھوم جاتے تھے ۔ مجھے یاد پڑتا ہے اس محفل میں دیگر احباب کے علاوہ مسٹر ممتاز حسن ، احمد الدین ازہر اور چودھری محمد علی بھی شریک ہوتے تھے ۔

علامہ کے ملاقاتیوں کے لیے کوئی خاص وقت مقرر نہیں تھا اور نہ ہی علامہ حتی الوسع ملاقات سے پہلوتہی کرتے تھے ۔ معمول یہ تھا کہ دن بھر ملاقاتیوں کی آمد و رفت جاری رہتی ۔ دوپہر کو دس اور گیارہ بجے کے درمیان آپ کھانا کھا لیتے جو خاصا پرتکلف ہوتا اور جس میں اچار جزوِ لازم کے طور پر شامل ہوتا ۔ آپ دن بھر میں صرف یہی کھانا کھاتے اور اس سے فارغ ہو کر پھر احباب اور ملاقاتیوں میں گھر جاتے ۔

چار بجے کے بعد کسی بھی وقت چودھری محمد حسین کا ان کی خدمت میں حاضر ہونا معمول تھا ۔ چودھری صاحب ان دنوں پریس برانچ میں ملازم تھے اور قلعہ گوجر سنگھ میں رہائش رکھتے تھے ۔ اگر اس معمول میں کوئی گڑبڑ ہوتی یا چودھری صاحب کسی وجہ سے نہ آ سکتے تو لازمی طور پر علی بخش کو ان کے گھر خیریت معلوم کرنے کی غرض سے بھیجا جاتا ۔

چودھری محمد حسین چونکہ پریس برانچ میں ملازم تھے جہاں پنجاب بھر کے اخبارات و رسائل حکماً آتے تھے اور ان کا مطالعہ ان کے فرائضِ منصبی میں شامل تھا لہذا وہ حالاتِ حاضرہ سے بخوبی آگاہ رہتے تھے ۔ علامہ ان کی آمد کا بطورِ خاص انتظار فرماتے تھے کیونکہ وہ تازہ ترین ملکی حالات اور سیاسی رجحانات سے علامہ کو باخبر

Marfat.com

رکھتے تھے ۔ چودھری صاحب ہندو اخبارات کا بطورِ خاص مطالعہ کرتے تھے اور شام کو علامہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان اخبارات کے اداریوں ، مضامین اور خبروں کا نچوڑ علامہ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے ۔ علامہ چونکہ ہندو سیاست اور ہندو ذہنیت کے تازہ ترین رجحانات پر ہر وقت نظر رکھتے تھے لہذا چودھری صاحب آتے ہی بغیر کسی تمہید کے وہ سب کچھ بیان کر دیتے جو اخبارات نے لکھا ہوتا ۔ اس طرح مسلمانوں کے خلاف ہندو ذہنیت کے نشیب و فراز سے آپ آگاہ رہتے اور مناسب تدابیر پر غور و فکر فرماتے ۔ چودھری صاحب بعض اوقات شام کے کھانے کے لیے علامہ سے رخصت لیتے اور پھر واپس آ جاتے اور نصف شب تک ان کی خدمت میں رہتے ۔

چودھری محمد حسین مرحوم صحیح معنوں میں علامہ کے مزاج شناس تھے ۔ وہ اس وقت سے علامہ سے عقیدت رکھتے تھے جب نواب ذوالفقار علی خاں کے بچوں کے اتالیق تھے ۔ چودھری صاحب کی دیانت داری اور اخلاص نے انہیں علامہ کا سب سے بڑا [illegible] بنا دیا تھا ۔ مدراس لیکچرز کے لیے علامہ کی روانگی سے [illegible] آخری لمحوں میں جب چودھری محمد حسین بھی ان کے [illegible] کے لیے تیار ہو گئے تو بعض لوگوں نے اس سے یہ [illegible] حکومت نے چودھری صاحب کو علامہ کی [illegible] ساتھ روانہ کیا ہے ۔ جب علامہ کو [illegible] کوئی غرض نہ تھی کیونکہ انہیں چودھری محمد حسین [illegible] اعتماد تھا اور ساتھ ہی یہ یقین بھی تھا کہ [illegible] نے اس اعتماد کو ٹھیس پہنچائی [illegible] بھی وفا کی دنیا میں ایسی مثال [illegible] کی ۔ انہوں نے نہ صرف علامہ کی زندگی میں ان کے علمی [illegible]

Marfat.com

کارناموں کو روشناس کرانے میں غیر معمولی جدوجہد کی بلکہ ان کے انتقال کے بعد بھی صحیح معنوں میں ان کی جائداد اور تصانیف کے سلسلے میں ایک دیانت دار ٹرسٹی کے فرائض انجام دیے - علامہ نے خود بھی اپنی بعض تصانیف کے دیباچوں میں چودھری صاحب کی خدمات کا اعتراف کیا ہے -

علامہ نے اپنی زندگی میں اپنی جائداد اور تصانیف کے بارے میں جو وصیت کی تھی چودھری محمد حسین اور منشی طاہر الدین نے اس کے ایک ایک حرف پر عمل کیا - آمد و خرچ کا حساب کتاب منشی طاہر الدین کے سپرد تھا جو ان فرائض کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے تھے اور علامہ کو ان کی ذات پر مکمل اعتماد تھا - میں نے اپنی طویل رفاقت میں علامہ کی جیب میں کبھی کوئی نقدی وغیرہ نہیں دیکھی تھی - ضروریات زندگی کی فراہمی اور آمد و خرچ کا مکمل حساب کتاب انہی دو حضرات کی صوابدید پر منحصر تھا اور یہی دونوں حضرات علامہ کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد یہ فرائض انجام دیتے رہے - یہ محض چودھری محمد حسین کا کارنامہ تھا کہ علامہ کے انتقال کے بعد ان کا خاندان کسی کا محتاج نہیں رہا - اسے علامہ اقبال کے خاندان کی خوش قسمتی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ علامہ کی شفقت سے محروم ہونے کے بعد انہیں ایک ایسا سرپرست اور منتظم مل گیا جس نے اس خاندان کی دیکھ بھال اور فلاح و بہبود کے لیے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی - چودھری محمد حسین ایک علم دوست انسان تھے اور علامہ ان کی علمی جستجو اور تنقیدی بصیرت کے قدردان تھے - انھوں نے علامہ کی بعض کتابوں کے علاوہ دوسرے مصنفین کی تصانیف پر بھی عالمانہ تبصرے لکھے جو پسند کیے گئے - وہ سیالکوٹ کے ایک گاؤں بھارنگی کے رہنے والے تھے -

Marfat.com

Marfat.com

۱۰۰

نتیجہ

میں نے ان صفحات میں علامہ اقبال کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر متعدد عنوانات کے تحت روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے ۔ یہ وہ حالات و واقعات ہیں جو میرے سامنے وقوع پذیر ہوئے یا جن کا مجھے علم ہے ۔ میں ۱۹۱۳ء سے سفر و حضر میں علامہ کے قریب رہا اور یہ سوانح میرے ذاتی مشاہدات اور علم پر مبنی ہیں اور میں نے انہیں اپنی بہترین یادداشت کے مطابق قلم بند کیا ہے ۔ یہ عین ممکن ہے کہ بعض دیگر حضرات ، جو علامہ کے قریب رہے اور اب تک بقید حیات ہیں ، ان موضوعات پر زیادہ شرح و بسط کے ساتھ لکھ سکیں ۔ اور میرے خیال میں بہتر یہی ہوگا کہ یہ حضرات بھی میرے ان بیانات کی موجودگی میں اپنے مشاہدات بیان فرمائیں ، تا کہ قارئین مختلف بیانات کا تجزیہ کر کے کسی نتیجے تک پہنچ سکیں ۔ میں ان بیانات کو مزید طوالت بھی دے سکتا تھا مگر میں نے یہی بہتر خیال کیا کہ مختصر طور پر قارئین سے علامہ اقبال کو متعارف کرا دیا جائے ۔

بعض حالات و سوانح کو الگ الگ عنوانات کے تحت لکھنے کی بجائے میں نے یکجا کر دیا ہے کیونکہ یہ ایک ہی زمانے میں

Marfat.com

وقوع پذیر ہوئے تھے؛ مثلاً "عطیہ فیضی"، "پروفیسر آرنلڈ" اور "تیاری مقالہ برائے پی ایچ - ڈی" کو یکجا کر دیا گیا ہے کیونکہ مقالۂ مذکور کی تیاری کے سلسلے میں پروفیسر آرنلڈ اور عطیہ فیضی سے علامہ کو سب سے زیادہ واسطہ پڑا - بالآخر جب یہ مقالہ اشاعت پذیر ہوا تو علامہ نے اسے پروفیسر آرنلڈ کے نام منسوب کر دیا - پروفیسر آرنلڈ کا انتقال ۱۹۳۰ء میں ہوا - اسی طرح "دنیائے اسلام میں علامہ اقبال کی مقبولیت" کے زیرِ عنوان ان تمام اسلامی ممالک کو یکجا کر دیا گیا ہے جن میں علامہ کے فکر و فن پر کسی قدر [illegible] کدہ ہوا ہے -

یہ حقیقت ہے کہ علامہ اقبال کا دور ہماری تاریخ کا درخشاں [illegible] دور تھا - اسے ملتِ اسلامیہ کی نشاۃ الثانیہ کا دور کہنا [illegible] زیادہ مناسب ہوگا - انہوں نے جو کچھ سوچا، جو کچھ کہا، جو کچھ کیا، صرف اسلام کی سربلندی کے لیے سوچا، ملتِ اسلامیہ کی بیداری کے لیے کہا اور برِ عظیم کے مسلمانوں کی اصلاح و فلاح کے لیے جد و جہد کی - انہوں نے ہر امر کو اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھا اور اسی نقطۂ نظر سے اسے پیش کیا - آج کے حالات اور اقبال کے [illegible] ہے - [illegible] محسوس کر سکتے ہیں [illegible] جو جذبہ اقبال نے اپنے [illegible] مسلمانوں [illegible] سرد پڑتا جا رہا ہے اور [illegible] ہے [illegible] شروع سے [illegible] نقطۂ نظر [illegible] اسلام [illegible] اور دنیا کے تمام مسائل کا حل [illegible] ہے - انہوں نے زندگی بھر اسی نقطۂ خیال [illegible] اور اسلام کو ایک عالمگیر مسلک کے طور پر پیش [illegible]

Marfat.com

تھا کہ ایک نہ ایک دن ملتِ اسلامیہ ایک مرکز پر ضرور جمع ہوگی اور پھر یہ ملت پوری دنیا کی رہنمائی کے فرائض انجام دے گی - ان کی زندگی میں تو یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا مگر حالات بتا رہے ہیں کہ بالآخر اسلامی دنیا اقبال کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کے لیے مجبور ہو جائے گی - صہیونیت ، سامراج اور دوسری اسلام دشمن طاقتیں آج جس انداز میں اسلام کے خلاف صف آرا ہیں ، یہ حالات یقیناً مسلمانوں کو اس نتیجے پر پہنچائیں گے کہ نجات کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اقبال کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر اپنے تشخص کو برقرار رکھا جائے - اگر یہ ہوگیا تو دنیا کی کوئی طاقت اسلام کو میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکے گی اور یہی وہ وقت ہوگا جب اسلام دنیا بھر کی رہنمائی اور امامت کے فرائض انجام دے گا -

اسلام کے ساتھ علامہ اقبال کی وابستگی کو مشہور عرب شاعر لبید کے مندرجہ ذیل شعر کا مکمل نمونہ سمجھنا چاہیے جس نے اسلام لانے کے بعد رسول کریم ؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا :

الحمد للہ اذ لم یاتنی اجلی
حتی کسانی فی الاسلام سربالا

ترجمہ : خدا کا شکر ہے کہ مجھے اس وقت تک موت نہیں آئی جب تک میں نے اسلام کا جامہ نہیں پہن لیا -

یہی حالت اقبال کی تھی جن کا اوڑھنا بچھونا اسلام تھا اور وہ اپنے مسلمان ہونے پر فخر کرتے تھے -

حضرت بلال رض کے متعلق علامہ نے دو نظمیں کہی ہیں - ایک نظم میں وہ اس مفلوک الحال اور غریب الوطن حبشی کو محض اس لیے فاتحِ اعظم سکندرِ رومی پر ترجیح دیتے ہیں کہ بلال رض

Marfat.com

عاشقِ رسول ؐ اور اسلام کا سچا شیدائی تھا ۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

لیکن بلال رض وہ حبشی زادۂ حقیر
فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر
اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے
رومی فنا ہوا ، حبشی کو دوام ہے

☆ ☆ ☆

Marfat.com

Marfat.com

اشاریہ

مرتبہ

احمد رضا

اشخاص - - - - - - - - - - ۵۳۱

مقامات ، ادارے - - - - - - - ۵۴۳

کتب ، اخبارات و رسائل ، مضامین - - ۵۶۸

منظومات - - - - - - - - - - ۵۷۷

Marfat.com

Marfat.com

اشخاص

آ

آربری ، پروفیسر : ۱۰۶ -

آرنلڈ ، سر ٹامس ، پروفیسر : ۳ ، ۲۱ ، ۳۳ ، ۵۰ ، ۵۳ ، ۵۵ ، ۵۷ ، ۵۸ ، ۶۳ تا ۶۷ ، ۲۵۱ ، ۵۲۵ -

آزاد ، ابوالکلام ، مولانا : ۱۱۲ ، ۱۲۵ ، ۲۰۳ ، ۲۰۴ -

آزاد بلگرامی : [illegible] -

آسن [illegible] آسین [illegible] ، پروفیسر : ۲۸۲ ، ۳۰۲ -

آغا حشر : [illegible] -

آغا خان ، سر : ۱۰۹ ، ۱۶۸ ، ۲۰۸ ، ۳۱۰ ، ۳۱۲ تا ۳۱۵ -

آفتاب احمد خان ، صاحبزادہ : ۷۷ ، ۹۳ ، ۲۹۱ ، ۳۰۳ -

آفتاب اقبال : ۱۵ ، ۱۶۶ ، ۱۶۸ -

آکشس : ۵۸ -

آنحضرت صلعم : (دیکھیے رسالتمآب صلعم) -

[illegible] : ۱۵۹ ، ۲۹۸ -

الف

ابراہیم ٹونکی ، سیٹھ : ۳۰۰ -

ابراہیم رحمت اللہ ، سر : ۳۱۲ -

ابراہیم میر سیالکوٹی ، مولوی : ۱۱۳ ، ۲۸۰ -

ابن العربی : ۳۰۲ -

ابن خلدون : [illegible] -

ابن خلکان : [illegible] -

ابن سعود : ۱۰۳ -

ابن سینا (دیکھیے [illegible]) -

ابن [illegible] : [illegible] -

[illegible]

Marfat.com

۳۸۱ تا ۳۸۳ -
احسن ماربروی مولانا : ۱۸ ، ۲۲ ، ۳۷۳ ، ۳۹۱ -
احمد احسائی ، شیخ : ۱۹۷ ، ۱۹۸ -
احمد الدین ازہر : ۵۲۰ -
احمد الدین ، وکیل ، مولوی : ۳۵ ، ۱۷۰ ، ۲۴۳ ، ۳۷۸ ، ۴۴۴ ، ۴۴۵ -
احمد بخش ، مولوی ، پروفیسر : ۳۶ -
احمد بخش ، میاں : ۳۸ -
احمد حسین ، پروفیسر : ۲۹ -
احمد حمدی برجندی : ۳۱۱ -
احمد رضا بریلوی ، مولوی : ۱۱۴ ، ۱۱۵ -
احمد رفعت : ۱۸۳ -
احمد سرہندی ، سید : ۱۹۲ -
احمد سعید ، مولانا : ۳۱۱ ، ۳۱۲ ، ۳۲۰ -
احمد شاہ بخاری (پطرس) : ۲۹۷ -
احمد شجاع ، حکیم : ۱۸ -
احمد علی ، مولوی : ۳۶ ، ۱۲۶ ، ۱۲۷ -
احمد یار خاں ، نواب : ۳۲۲ تا ۳۲۴ -
اختر شیرانی : ۳۶ ، ۲۱۳ ، ۳۸۶ -
اختر علی خان : ۲۰۸ -
ارسطو : ۳۸۴ -
ارشد گورگانی ، مرزا : ۱۶ ، ۲۰ -
ارون ، لارڈ : ۲۶۰ -
اسحاق حیسنی ، مسٹر : ۲۷۵ -
اسد اللہ ، منشی : ۲۰۱ ، ۲۲۴ -
اسلم جیراجپوری : (دیکھیے محمد اسلم جیراجپوری) -
اسلم ، قاضی : ۲۸ ، ۲۹ ، ۳۶ -
اسماعیل ، امین الملک ، سر : ۳۴۰ -
اسماعیل ، حاجی سر سیٹھ : ۳۱۹ ، ۳۳۲ تا ۳۳۴ ، ۳۴۰ -
اسماعیل ، مرزا : ۳۳۳ -
اشرف علی تھانوی ، مولونا : ۱۱۴ ، ۱۱۵ -
اصغر علی روحی ، مولانا : ۳۳ ، ۱۱۴ ، ۳۰۲ -
اصغر علی ، شیخ : ۱۸۰ ، ۲۰۳ -
اعجاز احمد ، شیخ : ۶ ، ۸ ، ۲۸ ، ۶۹ ، ۱۶۵ -
اعظم ، خواجہ : ۸ ، ۹ -
افتخار الدین ، سید : ۷۶ -
افضال علی حسنی ، سید : ۱۳۵ ، ۱۳۶ ، ۴۶۹ -
افلاطون : ۱۴۳ -
اقبال سنگھ : ۵۰۳ -
اقبال شیدائی : ۹۱ ، ۲۶۳ ، ۲۶۸ ، ۳۸۲ ، ۵۰۰ -
اقبال علی شاہ ، سردار : ۳۷۳ -
اکبر اعظم : ۳۰۹ -
اکبر الہ آبادی : ۲ ، ۱۲ ،

Marfat.com

١٧١ ، ٢١٩ ، ٢٢٨ تا ٢٣٠ ،
٣٨١ -
اکبر حیدری ، سر : ١٦٩ ، ١٧٠ ،
٢١٥ ، ٢٦٩ ، ٣٣٠ ، ٣٠٠ -
اکبر علی ، پیر : ٣٢٣ -
اکبر منیر ، پروفیسر : ٣٨٣ تا
٣٨٥ -
البیرونی : ١٣١ ، ٢٨٣ -
الپسن ، مسٹر : ١٨٦ -
الحضری ، سید : ٣٥١ -
الطاف حسین حالی ، مولانا : ٣٧ ،
٤٧ ، ٢٢٥ ، ٢٩٥ ، ٣٣٧ ،
٣٨٩ -
اللہ بخش آرٹسٹ ، ماسٹر : ١٢١ -
الٰہی بخش ، ڈاکٹر : ٥٠١ -
الیگزانڈر ، پروفیسر : ١٣٣ -
اُم بی بی : ١٢ -
امان اللہ خان ، امیر افغانستان :
١٣٦ ، ١٣٠ ، ١٥٢ ، ١٦٠ ،
١٩١ ، ٢٦٥ ، ٣١٠ ، [illegible] -
امتیاز علی تاج ، سید : ١٧١ ،
٢٠٣ -
امجد علی شاہ ، [illegible] : [illegible] تا
٢٠٧ ، [illegible] -
امراؤ سنگھ شیرگل [illegible] :
٢٦٧ ، ٢٦١ ، ٣٨١ -
امرتا شیرگل : ٢٦١ -
امیر الدین ، میاں ، خان صاحب :
٢٣١ ، ٢٣٣ ، ٥٠٣ ، ٥١٥ -

امیر مینائی : ١٨ ، ٢٢١ -
امین الحسینی ، سید ، مفتی اعظم :
٢٣٨ ، ٢٦٦ ، ٢٧٥ -
امین الدین ، حکیم : ١٩ -
امین الدین ، میاں (آئی - سی -
ایس) : ٢٣١ -
امین جنگ ، سر : ٣٠١ -
امیہ بن الصلت : ١٥٨ -
انشاء اللہ خان ، مولوی : ٢١٢ -
انصاری ، ڈاکٹر ، شیخ الجامعہ :
٥٦ ، ١١٩ ، ١٢٠ ، ٣١٦ تا
٣١٨ ، ٥٠٣ -
انصری صاحب ارجمند [illegible] : ٣٢ -
انور [illegible] خان : ٢٩ -
انور شاہ ، سید ، مولانا : [illegible] ،
[illegible] ، ١٣٣ ، ١٣٣ ، ١٢٦ ،
١٣٠ ، ١٣٢ ، ١٣٣ ، [illegible] -
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ب

[illegible]
[illegible]
[illegible]

Marfat.com

براؤن ، پروفیسر : ۱۰۴ ، ۱۴۴ ، ۱۸۴ ، ۱۹۶ تا ۲۰۱ ، ۲۲۴ ، ۴۸۴ -

برڈوڈ ، سر (لاٹ صاحب) : ۳۸۸ -

برکات احمد ، حکیم : ۲۰۳ -

برکات احمد ، مولانا : ۲۰۴ -

برکت علی ، ملک : ۲۴۷ ، ۳۷۸ -

برگساں : ۶۶ ، ۱۲۳ ، ۱۴۴ ، ۱۵۸ ، ۱۶۰ -

بشیر : ۱۸۰ -

بشیر احمد ابن مولوی احمد الدین : ۴۵ ، ۲۴۴ ، ۲۴۵ ، ۴۴۵ -

بشیر احمد ڈار : ۲۳۸ ، ۳۲۹ -

بشیر احمد ، مولوی : ۱۲۷ -

بشیر احمد ، میاں (ہمایوں) : ۳۹۱ -

بشیر الدین محمود قادیانی ، مرزا : ۳۶۲ ، ۳۷۸ -

بشیر بھٹی : ۲۱۰ -

بشیر حسین خان شاہجہانپوری : ۲۴ -

بشیر حیدر : ۸۸ ، ۸۹ -

بشیر زیدی : ۲۹۴ -

بشیر ہاشمی : ۳۴۳ -

بصیری : ۲۰۳ -

بلال ، حضرت : ۵۲۶ ، ۵۲۷ -

بنکی ، نواب : ۳۵۲ -

بو علی سینا : ۱۴۵ ، ۳۸۷ -

بہار ، ملک الشعرا : ۴۰۹ -

بہاری ، ملا : ۲۰۵ -

بھورے میاں ، حکیم : ۳۷ -

بیدل ، مرزا : ۴۵ ، ۱۹۲ ، ۲۴۴ ، ۴۱۴ -

بیسنٹ ، رانی : ۳۳۰ -

بیک ، پروفیسر : ۵۱ -

بیکن : ۱۳۲ ، ۳۸۴ ، ۳۸۷ -

بیگم بھوپال : ۲۹۲ -

بیگم جنجیرہ : ۶۳ -

بیگم شاہنواز : ۱۲۲ -

پ

پال کاوڈے (ڈرامہ نسٹ) : ۲۶۰ -

پرمیشور لال : ۵۷ -

پطرس بخاری ، احمد شاہ بخاری ، پروفیسر : ۴۹۶ -

پکتھال ، مارما ڈیوک : ۲۷۶ ، ۳۰۷ -

پھجو (فضل الدین) : ۲۱۰ -

پورن سنگھ ، ڈاکٹر : ۵۰۳ -

پیغمبر خدا (دیکھیے رسالتمآب صلعم) -

ت

تاثیر ، محمد دین ، ڈاکٹر ، پروفیسر : ۹۰ ، ۱۷۸ تا ۱۸۰ ، ۲۰۹ ، ۲۱۳ ، ۲۲۵ ، ۲۲۶ ، ۲۳۱ ، ۲۴۲ ، ۳۰۲ ، ۳۵۶ تا ۳۵۹ ، ۴۹۶ ، ۵۰۲ -

تاجور ، مولانا : ۸۶ ، ۲۱۳ -

Marfat.com

تحسین، ڈاکٹر : ۴۱۲ -
تشنہ : ۱۹ -
تلوک چند محروم : ۱۰۰ -
توفیق بے، ڈاکٹر : ۱۸۳ -
توفیق فطرت : ۴۱۴ -

ٹ

ٹالسٹائی : ۲۵۹ -
ٹھاکر سنگھ، بھائی : ۵۰۳ -
ٹیپو سلطان (شہید) : ۳۳۴ تا ۳۴۰، ۳۴۵ تا ۳۴۸، ۳۵۱، ۳۵۳ تا ۳۵۵ -
ٹیک چند، بخشی : ۲۱۵ -
ٹیگور : ۱۴۱، ۱۱۵، ۱۱۶، ۲۴۹، ۳۹۶ -

ج

جارج پنجم، بادشاہ : ۳۱۳ -
جان برائٹ : ۲۶۸ -
جان اسٹوارٹ مل : ۳۱۷، ۳۸۷ -
جان [illegible] : ۳۱۹ -
جاوید اقبال، ڈاکٹر : ۸، ۴۲، [illegible]، ۱۶۴ تا ۱۶۶، ۱۶۸، [illegible]، ۲۷۳، [illegible] -
[illegible] محمد علی (رئیس) : ۳۳۳ -
[illegible]، پروفیسر، ڈاکٹر، [illegible] : ۴۱۲ -
جعفر، میر : ۳۸ -
جلال الدین، چودھری : ۳۰ -
جلال الدین رومی، مولانا : ۱۱۷، ۱۳۵، ۱۳۶، ۲۵۸، ۳۹۵ -
جلال الدین، مرزا : ۳۴، ۳۵۶، ۳۶۷ -
جلیل لکھنوی، میر : ۹۰، ۲۲۲، ۲۴۳ -
جماعت علی شاہ، پیر : ۲۰۸ -
جمال محمد، سیٹھ : ۱۲۹، ۳۰۲، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۲۰ تا ۳۲۳، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۳۰ تا ۳۳۲، ۳۴۲ -
جمعیت سنگھ، ڈاکٹر : ۲۰۵ -
جمیل احمد : ۲۳۵ -
جمیل احمد خاں، حکیم : ۳۱۱ -
جواہر لال نہرو، پنڈت : ۳۰۴، ۳۳۶ -
جناح، مسٹر : (دیکھیے قائد اعظم)
جوش ملیح آبادی، شبیر حسن : ۳۰۸ -
جوگندر سنگھ، سردار : ۲۶، ۵۰۳ -
جولیس [illegible] : [illegible] -
[illegible]، حافظ : [illegible] -

چ

چراغ [illegible] : ۳۳۵ -
چغتائی : (دیکھیے عبدالرحمن چغتائی) -

Marfat.com

چھوٹو رام ، سر : ۳۴۹ -
چونی لال سونگا ، لالہ : ۴۰ -
چیٹرجی ، پروفیسر : ۲۸ ، ۲۹ -
چیٹرجی ، جسٹس : ۷۱ -

ح

حاتم علی خان ، خان بہادر : ۲۳۵ -
حافظ شیرازی : ۵۰ ، ۵۵ ، ۵۶ ، ۸۷ ، ۹۶ ، ۹۷ ، ۱۰۵ ، ۱۱۰ ، ۳۸۳ -
حاکم علی ، مولوی ، پروفیسر : ۳۸ ، ۳۹ ، ۱۱۳ ، ۳۵۱ -
حبیب الرحمٰن ، پروفیسر : ۱۳۸ -
حبیب الرحمٰن خان شروانی ، نواب : ۳۷۳ -
حبیب الرحمٰن لدھیانوی ، مولوی : ۷۶ ، ۱۱۳ ، ۱۲۷ ، ۱۲۷ ، ۱۲۸ ، ۳۰۱ -
حبیب الرحمٰن مکیؔ ، مولوی : ۴۹۴ -
حبیب اللہ خان ، خان بہادر ، سردار : ۲۳۱ ، ۴۲۳ -
حبیب ، سید : (برادر نادر شاہ افغان) : ۳۷۳ -
حمستان : ۲ -
حسرت ، مولانا چراغ حسن : ۴۳۰ ، ۴۳۲ -
حسن اختر ، راجہ : ۵۰۸ ، ۵۲۳ -
حسن آفندی : ۵۳ -
حسن الدین ، شیخ : ۱۷۸ -
حسن علی ، میر : ۳۵۱ -
حسن نظامی ، خواجہ : ۴۹ ، ۹۷ ، ۳۸۰ -
حسن یار جنگ بہادر ، نواب : ۵۳ -
حسین احمد مدنی ، مولانا : ۱۸۷ ، ۳۱۱ ، ۴۶۹ ، ۵۰۰ -
حسین دانش : ۱۸۲ ، ۱۸۳ -
حسین علیہ السلام ، امام : ۳۰۸ ، ۳۱۲ -
حشمت علی ، مولوی : ۳۹۵ -
حضور اکرم : (دیکھیے رسالتمآب صلعم) -
حفظ الرحمٰن (مدیر) : ۱۷ -
حفیظ جالندھری ، ابوالاثر : ۸۶ ، ۸۷ ، ۲۱۳ -
حفیظ ہوشیارپوری : ۲۱۸ ، ۲۲۰ ، ۲۲۶ ، ۲۲۷ -
حکیم نابینا : (دیکھیے عبدالرزاق انصاری ، حکیم نابینا) -
حمید اللہ خان ، نواب : ۲۰۷ ، ۲۹۵ ، ۴۲۷ -
حمید حسن ، سیٹھ : ۳۰۶ ، ۳۰۷ ، ۳۲۰ ، ۳۲۲ ، ۳۲۵ ، ۳۲۶ ، ۳۲۸ ، ۳۳۰ -
حمید علی ، سید : ۱۷۱ -
حیات (گھی والا) : ۱۷۸ -

Marfat.com

حیدر علی شاہ جلال پوری ، پیر : ۲۰۷ تا ۲۱۹ -

حیدر علی ، سلطان : ۳۴ ، ۳۲۶ ، ۳۳۷ ، ۳۴۶ ، ۳۴۸ تا ۳۵۰ -

خ

خاقانی : ۴۶ ، ۳۷۵ ، ۳۸۶ -

خالد خلیل : ۴۵۹ -

خالد شیلڈرک (نو مسلم) : ۲۶۸ -

خالدہ ادیب خانم : ۵۰۰ -

خرج اللہ ، کاتب : ۲۱۱ -

خلیفۂ قادیان : ۲۸۲ -

خلیل آفندی : [illegible] -

خلیل (حضرت ابراہیم) : [illegible] -

خواجہ اعظم : (دیکھیے اعظم ، خواجہ) -

خواجہ کمال : (دیکھیے کمال الدین ، خواجہ) -

د

دارا شکوہ : [illegible] -

داغ دہلوی : [illegible] ۱۹ -

دل محمد ، خواجہ : [illegible] -

دین محمد ، [illegible] : [illegible] ۹۶ -

دین محمد [illegible] : [illegible] -

دیوان چند ، پروفیسر : ۲۷ -

ڈ

ڈارلنگ ، سر : ۳۰۵ -

ڈاکٹر انصاری (دیکھیے انصاری ، ڈاکٹر) -

ڈانٹے : ۲۵۷ ، ۲۵۸ ، [illegible] -

ڈائر ، جنرل : ۳۰۳ -

ڈکنسن ، ایرک ، پروفیسر : ۳۳ ، ۴۴ ، ۷۵ ، ۱۰۳ ، ۲۵۵ -

ڈلہوزی ، لارڈ : [illegible] -

ڈورا ، مس : ۲۹۶ -

ڈیکارٹ : [illegible] ۲۸۷ -

ڈیوڈ آئیسن : [illegible]

ذ

[illegible]

Marfat.com

ر

راج آنند ملک ، ڈاکٹر : ۱۰۲ -
راجپال : ۱۲۴ ، ۱۲۵ -
راس مسعود ، سید : ۲۰۶ ، ۲۷۲ ، ۲۹۴ ، ۲۹۵ ، ۳۴۳ ، ۳۷۵ ، ۳۷۶ ، ۴۰۷ ، ۴۳۷ ، ۴۶۸ ، ۴۶۹ ، ۴۷۵ ، ۵۰۸ -
راو سرنداس ، رائے بہادر ، لالہ : ۳۹ -
ران ، پروفیسر : ۹۵ -
رحما (ڈرائیور) : ۱۳۶ ، ۴۵۳ -
رحمت اللہ قریشی ، ڈاکٹر : ۳۶۹ -
رحمت علی خان ، چودھری : ۲۰۴ ، ۲۷۸ ، ۲۲۹ ، ۳۰۰ -
رحیم بخش ، خان بہادر ، حاجی میاں : ۳۹۷ ، ۴۲۳ ، ۴۶۷ -
رسالت مآب صلعم : ۱ ، ۶۶ ، ۶۷ ، ۸۸ ، ۹۰ ، ۱۱۵ ، ۱۴۴ ، ۱۴۵ ، ۱۵۸ ، ۱۷۵ ، ۲۵۹ ، ۳۱۵ ، ۳۴۸ ، ۳۵۵ ، ۳۶۹ ، ۴۲۷ ، ۵۲۶ ، ۵۲۷ -
رسول کریمؐ (دیکھیے رسالت مآب صلعم) -
رشید احمد صدیقی ، پروفیسر : ۲۹۰ تا ۲۹۸ ، ۴۹۶ -
رشید رضا مصری : ۳۸۶ -
رضا علی ، سید : ۱۲۲ -
رفیع الدین ، ڈاکٹر : ۲۱۸ -
رفیع الدین ہاشمی ، پروفیسر : ۴۹۲ -
رفیعہ سلطان نازلی بیگم : ۶۰ -
رنجیت سنگھ : ۲۲۲ -
روبنز ، (آرٹسٹ) : ۱۰۹ -
روحی ، مولوی : ، ۴۹۵ -
روزیٹا فوربس ، مس : ۲۴۷ -
روسو ، ڈائیشو : ۱۸۳ -
روسولا ، مس : ۵۶ -
رومی ، مولانا (دیکھیے جلال الدین رومی ، مولانا) -
ریاض الکریم : ۵۰۳ -
رینو ، پروفیسر : ۵۱۶ -

ز

زرتشت : ۲۵۹ -
زہرہ بیگم : ۵۲ -

س

سالک (مولانا عبدالمجید) : ۴۷ ، ۸۶ ، ۹۰ ، ۹۷ ، ۱۱۹ تا ۱۲۱ ، ۱۶۲ ، ۲۰۸ تا ۲۱۱ ، ۲۱۳ ، ۲۳۳ ، ۲۳۹ ، ۳۰۸ تا ۳۱۰ ، ۳۱۲ ، ۳۱۶ ، ۳۷۳ ، ۴۹۶ تا ۴۹۸ ، ۵۰۸ ، ۵۰۹ ، ۵۱۳ ، ۵۱۹ ، ۵۲۰ ، ۵۲۳ -
سائمن ، سر جان : ۲۴۶ ، ۳۱۶ -
سبحان علی ، ڈاکٹر : ۱۶۲ -
سپونر ، ڈاکٹر : ۱۸۵ -

Marfat.com

سٹرٹن ، مس : ۵۸ -
سجاد احمد ، جسٹس : ۲۱۷ -
سجاد حیدر ، سید : ۵۰۳ -
سجاد علی انصاری ، مولوی : ۱۰۱ ، ۱۰۲ -
سداکور ، مائی : ۱۲۲ -
سروجنی داس ، مس : ۵۶ -
سروجنی نائڈو ، مسز : [illegible] ، ۳۹۳ -
سرور گویا اصفہانی : ۳۲ -
سراج الدین احمد ، سید ، مدنی : ۸۶ ، ۹۱ ، [illegible] ، ۳۷۱ ، ۳۷۲ -
سراج الدین [illegible] : [illegible] -
سراج الدین پال ، مولانا : [illegible] -
سراج الدین [illegible] : [illegible] -
سر سید احمد خاں : ۲۲۱ ، [illegible] ، ۳۱۳ -
سرور کائنات (دیکھیے [illegible] صلعم) -
سعید احمد [illegible] ، مولوی : ۲۰۵ -
سعید مرزا ، [illegible] : ۳۶۰ -
سلاث ، (الیس [illegible]) : ۲۲۲ -
سلاث ، [illegible] : ۱۶۵ ، ۲۱۵ ، ۲۱۶ -
سکندر اعظم : [illegible] ، ۵۲۶ -
سکندر حیات خان ، سر : ۲۰۶ -
سکندر خان : ۲۰ -
سلجوق : (دیکھیے صلاح الدین سلجوقی) -
سلطان احمد ، مرزا : [illegible] -
سلطان شہید (دیکھیے ٹیپو سلطان) -
سلیمان اشرف خاں ، مولانا : ۳۹۳ -
سلیمان خاں : ۳۱ -
سلیمان شاہ پھلواری ، مولانا : [illegible] ، ۹ -
سلیمان ندوی ، سید ، مولانا : [illegible] ، ۱۹۹ ، ۲۰۲ ، [illegible] ، ۳۱۲ ، [illegible] -
[illegible]

شاطبی ، امام : ۴۴ ، ۳۰۲ ، ۳۹۵ -
شاہ دین ہمایوں ، جسٹس : ۲۲۳ ، ۴۳۰ -
شاہ سلیمان ، سید (چیف جسٹس) : ۴۰۱ -
شاہ نواز ، میاں : ۱۲۲ ، ۵۱۷ -
شبلی نعمانی ، مولانا : ۲ ، ۶۳ ، ۷۳ ، ۱۹۶ ، ۲۰۰ ، ۲۹۴ ، ۳۸۹ -
شبیر حسین زیدی ، سید : ۲۴۳ -
شبیر حیدر ، سید : ۴۵۲ -
شپینگلر : ۱۳۰ تا ۱۳۲ ، ۵۰۲ -
شریف مکتبہ : ۳۰۶ -
شفاعت احمد خاں ، سر : ۲۶۹ -
شفاعت اللہ خان : ۲۲۹ ، ۲۳۱ -
شفیع داؤدی ، مولوی : (دیکھیے محمد شفیع داؤدی ، مولوی) -
شکیب ارسلان ، امیر : ۳۸۲ ، ۵۰۰ ، ۵۰۱ -
شمس الدین خاور : ۲۸۰ :
شمس الدین (شمو بھولی) : ۱۴۸ :
شور بازار ، ملا : ۱۹۰ تا ۱۹۲ ، ۳۴۲ ، ۳۷۴ -
شوستری ، پروفیسر : ۳۳۰ -
شوکت علی ، مولانا : ۳۱ ، ۱۱۲ ، ۳۱۱ ، ۳۱۲ ، ۴۰۳ ، ۴۰۴ ، ۴۰۶ ، ۴۲۱ -
شولے ، مس : ۵۶ -
شہاب الدین ، چودھری : ۴۷ ، ۷۶ ، ۹۳ ، ۴۹۸ -
شہاب الدین درزی : ۴۵۱ -
شہباز الدین ، حکیم : ۳۹ -
شہاب الدین سہروردی : ۱۴۴ ، ۱۸۴ -
شہید کربلا : (دیکھیے امام حسین)
شوارنس (استاد فلکیات) : ۱۳۱ -
شوپنہار : ۱۵۶ -
شیخ الازہر : ۴۰۷ -
شیکسپیر : ۳ -
شیرانی ، پروفیسر : (دیکھیے محمود شیرانی) -
شیر علی حیدرآبادی ، مولانا : ۳۸۶ -
شیر علی ، ڈاکٹر : ۳۱۲ -
شیلے : ۳۱ ، ۳۲ ، ۱۴۳ -

ص

صادق ، نواب : ۸۷ -
صدرالدین محمد بن ابراہیم شیرازی (ملا صدرا) : ۱۹۷ ، ۱۹۸ -
صدر الدین ، مولوی : ۹۴ -
صلاح الدین احمد ، مولانا : ۳۵ ، ۳۶ -
صلاح الدین سلجوقی افغانی ، علامہ : ۳۲ ، ۲۶۷ ، ۳۷۷ -
صمد : (دیکھیے عبدالصمد ، خواجہ ٹکڑو) -

Marfat.com

ض

ضیاء الدین احمد، ڈاکٹر: ۱۲۹، ۱۳۱۔

ضیاء الدین احمد، مولوی: ۳۰، ۳۵، ۳۶۔

ضیاء الدین طباطبائی، سیّد: ۵۰۰۔

ط

طالب علی، حکیم: ۳۹۱۔

طاہرالدین، منشی: ۴۰، ۴۱، ۴۵، ۴۶، ۱۳۶، ۱۶۳، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۷۱، ۱۹۱، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۵، ۳۰۱، ۳۴۸، ۴۴۵، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۸، ۴۸۵، ۴۹۷، ۵۱۷، ۵۲۲۔

طاہر عریاں، [illegible]: ۲۵۵۔

طُرفہ: ۲۰۳۔

طلحہ، مولانا، سیّد: [illegible]، ۲۱۰، ۳۰۲، ۳۹۵۔

طیّب جی: ۵۳۔

ظ

ظفرالحسن، ڈاکٹر: ۴۹۲، [illegible]۔

ظفراللہ خاں، چودھری، [illegible]: ۱۱۹، [illegible]۔

ظفر حسن، ڈاکٹر: (دیکھیے ظفرالحسن، ڈاکٹر)۔

ظفر شاہ، بادشاہ: ۳۵۵۔

ظفر علی خاں، مولانا: ۷، ۹۳، ۲۰۸ تا ۲۱۳، ۲۹۲، ۳۰۲، ۳۰۴، ۳۶۳، ۳۷۳، ۳۷۴، ۴۳۱۔

ظہور الدین: ۴۵۴۔

ظہیر دہلوی: ۲۲۲۔

ع

عابد حسین، سیّد، پروفیسر، ڈاکٹر: ۱۳۹، ۴۱۶۔

عاقل شاہ: ۳۵۴۔

عالم جان، مفتی: ۲۰۳۔

عباس طیّب جی: ۵۰۴۔

عباس علی خاں [illegible]: ۳۹۴ تا ۳۹۶۔

عبدالباری: ۱۱۰۔

عبدالحق، ابن مولانا محمد غوث: ۲۲۱۔

عبدالحق، [illegible]: ۱۰۳۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]: ۱۱۰، ۱۸۰، ۲۵۵، ۲۸۶۔

Marfat.com

عبدالحمید عرفانی ، خواجہ : ۲۱۴ -
عبدالحمید ، مرزا : ۳۶۸ -
عبدالحمید ، ملک ، ڈاکٹر : ۵۰۸ -
عبدالحی لدھیانوی ، میاں : ۳۰۱ ، ۳۰۲ ، ۴۰۴ ، ۵۱۲ -
عبدالرب نشتر ، سردار : ۴۵۴ -
عبدالرحمٰن چغتائی : ۱۰۴ ، ۱۰۶ ، ۱۲۹ ، ۲۰۱ ، ۲۱۵ ، ۲۲۴ ، ۲۷۸ ، ۲۹۳ ، ۳۵۶ تا ۳۶۱ ، ۴۶۳ ، ۳۱۵ -
عبدالرحمٰن ، ڈاکٹر ، سر (وائس چانسلر) : ۴۰۱ -
عبدالرحمٰن ، قاضی : ۱۷۹ -
عبدالرحیم ، میاں : ۳۰۲ -
عبدالرزاق انصاری (حکیم نابینا) ، ۳۹۵ ، ۴۹۹ ، ۵۰۸ -
عبدالرزاق حیدرآبادی ، : مولوی : ۱۶۹ ، ۱۷۰ -
عبدالرشید ، شیخ : ۲۱۰ -
عبدالسلام ، شیخ : ۴۲۷ ، ۴۲۸ -
عبدالسلام ، شیخ : ۴۲۷ ، ۴۲۸ -
عبدالصمد ککڑو ، خواجہ : ۴۷ ، ۸۱ تا ۸۳ ، ۸۵ -
عبدالعزیز بیرسٹر : ۴۶۰ -
عبدالعزیز ، خان بہادر : ۱۸۴ -
عبدالعزیز ، ڈاکٹر : ۵۱۵ -
عبدالعزیز مالواڈہ ، میاں : ۱۷۷ -
عبدالعزیز (ماما جیجی) : ۱۰۰ -
عبدالعزیز ، منشی (پیسہ اخبار) : ۱۲ ، ۲۳ -
عبدالعزیز ، میاں : ۴۰۴ -
عبدالعلی ہروی ، علامہ : ۴۱۱ -
عبدالغفور ، حاجی ، سیٹھ : ۳۳۲ -
عبدالغنی ، خواجہ : ۲۱۹ ، ۴۴۹ -
عبدالقادر جیلانی ، شیخ : ۲۶ -
عبدالقادر ، سیّد ، کاتب : ۳۵۱ -
عبدالقادر ، سیّد ، پروفیسر : ۲۱۲ -
عبدالقادر ، شیخ ، سر : ۳۶ ، ۵۴ ، ۷۵ ، ۸۵ ، ۸۸ ، ۹۰ ، ۹۲ ، ۱۱۲ ، ۱۱۶ ، ۱۲۶ ، ۱۷۱ ، ۲۱۲ ، ۳۰۳ -
عبدالقادر کراخان ، ڈاکٹر : ۴۰۴ -
عبدالقیوم ، ڈاکٹر ، ۵۰۸ -
عبدالقیوم ، سر : ۳۱۲ -
عبدالکریم ، چودھری : ۲۳۱ -
عبدالماجد ، بابو : ۲۱۰ -
عبدالماجد دریا بادی ، مولانا : ۲۲۹ -
عبدالمجید ، پروین رقم : ۱۲۸ ، ۱۷۱ -
عبدالمجید سالک (دیکھیے سالک) -
عبدالمجید سندھی ، شیخ : ۳۱۱ ، ۳۱۳ -
عبدالواحد ، سید : ۳۶۱ -
عبدالوحید ، ڈاکٹر : ۲۷۵ -
عبدالوہاب عزام پاشا ، پروفیسر : ۲۶۵ ، ۲۶۶ ، ۳۰۸ -
عبداللہ ، بابو : ۱۷۸ -

Marfat.com

عبداللہ ٹونکی ، مفتی : ۳۸، ۳۶۸-
عبداللہ چغتائی ، ڈاکٹر : ۱۲۷ ، ۱۸۲ ، ۲۱۳ ، ۲۱۷ ، ۲۲۶ ، ۲۳۱ تا ۲۳۶ ، ۲۷۱ ، ۲۹۷ ، ۳۰۵ ، ۳۵۷ ، ۳۵۸ ، ۳۸۳ ، ۴۳۲ ، ۴۶۶ ، ۴۹۶ ، ۴۹۸ ، ۵۰۵ ، ۵۱۸ ، ۵۱۹ -
عبداللہ خاں ، نواب : ۲۳۷ ، ۲۳۸ -
عبداللہ ، سیّد ، ڈاکٹر : ۲۱۰ ، ۲۱۱ ، ۴۰۰ -
عبداللہ عمادی ، علامہ : ۴۳ ، ۱۲۷ ، ۳۴۰ -
عبداللہ ، ماسٹر (دیکھیے عبداللہ چغتائی) -
عبداللہ ، مستری : ۱۳۵ ، ۱۳۶ -
عبداللہ ہارون ، سیٹھ : ۳۱۱ ، ۳۹۷ ، ۳۹۸ -
عبداللہ یوسف علی ، پرنسپل : ۲۱۲ ، ۲۶۰ ، ۲۶۱ ، ۳۳۴ ، ۴۰۱ ، ۴۱۹ -
عثمان علی خاں ، میر (نظام دکن) : ۸۷ ، ۱۲۳ ، ۱۳۸ ، [illegible] ، ۳۳۲ ، ۴۰۰ -
عراق : [illegible] ، ۳۸۵ -
عرشی ، مولانا : ۲۹۱ -
عرفان ، مولانا : ۱۰۵ -
عزیز الرحمٰن ، مفتی : ۱۲۷ -
عطا محمد ، شیخ : ۶ ، ۸ ، ۱۳ ، ۱۴ ، ۴۳ ، ۶۹ ، ۱۶۵ ، ۴۵۲ ، ۴۷۳ ، ۵۰۹ -
عطاء اللہ شاہ بخاری ، سید ، مولانا : ۴۳ ، ۴۶ ، ۱۲۸ ، ۱۴۳ تا ۱۴۶ -
عطر چند : ۳۴۳ -
عطیہ بیگم فیضی : ۵۰ ، ۵۲ تا ۵۴ ، ۵۸ ، ۶۰ تا ۶۳ ، ۱۰۶ ، ۳۹۱ ، ۵۲۵ -
علم الدین : ۱۳۶ ، ۳۰۸ -
علم دین (شہید) : ۳۷ ، ۷۵ -
علی امام ، [illegible] : ۹۵ ، ۲۰۰ -
علی بخش (خدمت گزار علامہ) : [illegible] ، ۳۹ ، [illegible] ، ۶۳ ، ۱۲۶ ، ۱۰۳ ، [illegible] ، ۲۳۰ ، ۲۹۳ ، ۲۲۶ ، [illegible] ، ۵۰۱ ، ۵۰۲ ، [illegible] -
علی [illegible]
علی [illegible]
علی [illegible]
علی [illegible] : ۲۱۱ -
علی [illegible] ، حضرت : ۲۹۰ -
علی محمد خاں ، [illegible] : ۲۹۱ ، ۳۰۰ -

Marfat.com

عمر حیات خان ٹوانہ ، ملک : ۲۶۹ -
عنایت اللہ شیخ ، ڈاکٹر : ۲۸۲ -
عنایت اللہ مشرقی ، علامہ : ۱۲۸ ، ۲۰۴ ، ۲۰۹ -
عنایت اللہ ، ملک : ۲۱۰ -
عنایت ، سردار : ۳۷۴ -
عنایت شاہ : ۳۷۳ -
عیسیٰ صادق : ۱۹۶ ، ۲۰۰ -
عیسیٰ علیہ السلام (دیکھیے مسیح علیہ السلام) -

غ

غازی رؤف بے : ۳۱۶ تا ۳۱۸ ، ۳۳۱ -
غالب ، مرزا : ۴۹ ، ۹۱ ، ۱۰۶ ، ۳۵۶ -
غزالی ، امام : ۳۸۳ ، ۳۸۴ ، ۳۸۷ -
غلام احمد خان : ۸۸ -
غلام احمد قادیانی ، مرزا : ۷۷ ، ۳۰۳ -
غلام احمد کلامی ، نواب : ۳۳۸ -
غلام السیدین ، پروفیسر : ۱۳۸ ، ۲۹۴ ، ۴۱۶ -
غلام بھیک نیرنگ ، میر ، سید : ۲۶ ، ۲۷ ، ۳۰ ، ۳۳ ، ۳۶ ، ۴۹ -
غلام حسن ، خواجہ : ۸۳ -
غلام حسین ذوالفقار ، ڈاکٹر : ۲۵ ، ۳۸۲ -
غلام حسین (ایک آنکھ والا) : ۱۱۰ -
غلام حسین صادیقی ، ڈاکٹر : ۴۱۱ -
غلام دستگیر ، مستری : ۵۱۳ -
غلام ربانی : ۲۱۳ -
غلام رسول ، مولوی : ۳۳
غلام رسول مہر ، مولانا : ۶ ، ۴۷ ، ۱۱۹ ، ۱۲۱ ، ۱۹۱ ، ۲۰۸ تا ۲۱۱ ، ۲۱۳ ، ۲۳۳ ، ۲۳۹ ، ۲۴۹ ، ۲۵۰ ، ۲۶۲ ، ۳۰۸ تا ۳۱۰ ، ۳۱۲ ، ۳۱۳ ، ۳۱۶ ، ۳۱۸ ، ۳۵۶ ، ۳۷۲ ، ۴۹۶ تا ۴۹۸ ، ۵۱۹ -
غلام رسول میاں (کوتوال) : ۱۲۲ ، ۲۲۴ -
غلام رضا سعیدی ، سید : ۴۱۳ -
غلام قاسم ، افصح الفصحا : ۳۵۵ -
غلام محمد بٹ ، ڈاکٹر : ۲۹۴ ، ۳۴۳ -
غلام محمد خان مشیر مال : ۲۷ -
غلام محمد عرف علی جان (دیکھیے علی جان) -
غلام محمد ، ڈاکٹر : ۱۳۵ ، ۱۶۲ ، ۲۲۹ ، ۴۴۴ -
غلام مرشد ، مولوی : ۳۰۲ ، ۴۹۵ ، ۵۱۲ ، ۵۱۳ ، ۵۱۶ -
غلام یٰسین : ۴۲۳ -

Marfat.com

ف

فارسٹر ، ای - ایم ، پروفیسر : ۱۰۱ ، ۱۰۲ ، ۱۰۳ ، ۱۰۵ ، ۱۸۵ -

فاطمۃ الزہرا[ع] : ۳۴۸ -

فتح حیدر : ۳۵۵ -

فتح دین بسمل ، مولوی : ۴۳۹ -

فتح علی خاں قزلباش ، نواب : ۴۱۱ -

فخرالدین رازی ، امام : ۲۰۳ تا ۲۰۵ ، ۲۰۸ ، ۲۰۹ ، ۳۸۷ -

فرانسس ینگ ، سر : ۲۵۰ ، ۲۶۰ -

فرانکو ، جنرل : ۲۱۹ -

فرزدق : ۲ -

فرعون : ۲۵۹ -

فشر ، ڈاکٹر : ۱۸۳ -

فضل الدین ، مولوی : ۱۱۳ -

فضل امام واقف : ۴۴۷ -

فضل الٰہی : [illegible] -

فضل حسین ، میاں ، سر : [illegible] ، ۱۰۰ ، ۱۰۹ ، ۱۱۰ ، ۱۱۲ ، ۱۱۳ ، ۱۱۹ تا ۱۲۲ ، [illegible] -

فضل حق ، شیخ : [illegible] -

فضل حق ، قاضی : [illegible] -

فضل کریم درانی : [illegible] -

فغانی ، [illegible] : [illegible] -

فورک بارس ، [illegible] : [illegible] -

فیروز الدین ، میاں : [illegible] -

فیروز الدین احمد ، حافظ : ۳۶ ، ۳۷ -

فیروز الدین احمد طغرائی ، حکیم : ۹۶ -

فیروز خاں نون ، سر ملک : ۱۲۰ ، ۲۲۵ ، ۳۰۸ تا ۳۱۲ ، ۳۸۸ -

فیروز ، خواجہ : ۴۳۸ -

فیض احمد فیض : ۱۹۴ -

فیضی (برادر عطیہ بیگم) : ۵۸ -

ق

قاضی اسلم : ۳۸ ، ۳۹ ، ۴۰ (دیکھیے اسلم قاضی) -

قائد اعظم (محمد علی جناح) : ۲۶ ، ۱۸۸ ، ۳۱۰ ، ۳۱۶ ، ۳۱۷ ، ۳۸۹ ، ۴۴۶ تا ۴۴۹ ، ۴۵۵ ، ۴۸۲ ، ۴۹۲ -

ک

کاندی ، [illegible] : [illegible] -

کانٹ : ۳۸۵ -

[illegible]

[illegible] ، [illegible] : [illegible] -

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ، ۵۰۳ -

[illegible]

Marfat.com

۷۱ ، ۳۴۱ ، ۴۸۸ ، ۴۹۲ ۔
کفایت اللہ ، مفتی ، مولانا : ۳۱۱ تا ۳۱۴ ، ۴۲۰ ۔
کلیم الرحمٰن : ۲۹ ۔
کلارک (پرنسپل) : ۳۳۱ ۔
کمال الدین ، خواجہ : ۲۱۲ ، ۳۸۶ ۔
کندی : ۲۸۳ ۔
کنھیا لال گابا : ۴۶۰ ، ۴۶۱ ۔
کورنیلیا سہراب جی : ۵۰ ۔
کومولا ، مس : ۵۶ ۔
کھنڈو ارائیں : ۳۹ ۔
کیٹس : ۱۰۳ ۔
کیمف میٹر ، پروفیسر : ۱۴۰ ، ۲۷۸ ۔

گ

گاما پہلوان : ۱۹۳ ، ۱۹۵ ۔
گاندھی جی : ۱۰۹ ، ۱۱۱ ، ۱۱۹ ، ۱۷۶ ، ۲۷۸ ، ۲۸۲ ، ۲۸۳ ، ۳۹۲ ، ۳۹۳ ، ۴۰۵ ۔
گرامی ، مولانا : ۳ ، ۱۴ تا ۴۳ ، ۸۸ ، ۲۰۳ ، ۳۶۶ ، ۴۳۲ ، ۴۹۲ ۔
گلاب دین ، شیخ : ۳۹ ۔
گوتم بدھ : ۲۵۹ ۔
گوشن ، لارڈ : ۳۲۳ ۔
گوئٹے : ۳ ، ۱۳۷ ، ۱۳۹ ، ۱۴۰ ، ۱۴۳ ، ۱۴۵ ، ۱۴۶ ، ۱۸۴ ، ۲۵۵ ، ۳۲۰ ، ۳۷۱ ، ۴۸۴ ۔

ل

لاجپت رائے ، لالہ : ۲۹۹ ، ۴۴۲ ۔
لال دین قیصر ، ملک : ۱۷۸ ، ۱۸۸ ، ۲۱۰ ۔
لبید (عرب شاعر) : ۵۲۶ ۔
لطیف ، ملک (سٹیشن ماسٹر) : ۲۱۰ ۔
لمعہ (دیکھیے عباس علی خاں لمعہ) ۔
لنڈسے ، ڈاکٹر : ۲۱۶ ۔
لولی حج ، حضرت بابا : ۹ ، ۱۰ ۔
لولی گارڈن : ۲۹۰ ، ۲۹۱ ۔
لوئی میسمینیون یا لوئی میسنگ نون ، پروفیسر : ۲۶۸ ، ۲۷۱ تا ۲۷۳ ۔
لیڈی ارون : ۲۶۰ ۔
لیڈی آرنلڈ : ۶۵ ۔
لیڈی ایلیٹ : ۵۶ ۔
لیسنگ : ۱۴۰ ۔
لیمنگٹن ، لارڈ : ۲۶۹ ۔
لینن : ۱۵۹ ۔

م

ماسٹر صاحب (دیکھیے عبداللہ چغتائی) ۔
مائیکل اوڈوائر ، سر : ۹۹ ۔

Marfat.com

مائیکل لورینٹ : ۲۷۸ ، ۲۷۹ -
مبارک علی شاہ ، سیّد : ۳۹۷ -
مبارک علی ، شیخ : ۱۷۰ -
مٹھانی : ۳۳۵ -
مجتبٰی مینوی ، پروفیسر : ۳۱۰ -
مجیب ، پروفیسر : ۳۱۶ -
مجید ملک ، پروفیسر : ۳۹۶ -
محبوب عالم ، منشی : ۲۱۲ -
محبوب عالم ، مولوی (پیسہ اخبار) : ۲۲۳ -
محبوب علی خان ، میر : ۲۹۱ ، ۳۶۶ -
محسن شاہ ، سیّد : ۵۱۲ -
محسن علی سبزواری ، مولانا : ۳۱۱ -
محمد ابا (عباس) ، سیٹھ : ۳۳۸ ، ۳۳۹ -
محمد احمد ، حافظ : ۱۲۳ ، ۱۲۴ -
محمد اسلم جیراجپوری ، حافظ : ۹۶ ، ۳۰۱ -
محمد اسلم ، قاضی (دیکھیے اسلم ، قاضی) -
محمد اسلم ، میاں : ۲۳۱ ، ۲۳۳ -
محمد اسماعیل خان ، نواب : ۳۱۳ ، ۳۱۷ -
محمد اشرف (ایڈووکیٹ) : ۲۱۸ -
محمد اشرف ، شیخ (ناشر) : ۱۰۶ ، ۳۶۸ -
محمد اعظم (سیکرٹری ایجوکیشنل یونین) : ۳۶۲ -
محمد اقبال ، شیخ ، پروفیسر : ۲۱۰ ، ۲۱۲ ، ۳۹۹ ، ۴۰۰ -
محمد اکرم شاہ ، سیّد ، پروفیسر : ۳۱۰ -
محمد الدین ، ملک (ایڈیٹر) : ۲۱۹ ، ۲۳۰ -
محمد امین ، ڈاکٹر : ۱۷۸ -
محمد امین لدھیانوی ، مولوی : ۳۰۲ -
محمد امین ، ملک ، (ایڈووکیٹ) : ۲۱۰ -
محمد ایاز خان ، رئیس میسور : ۳۴۷ -
محمد باقر ، ڈاکٹر : [illegible] -
محمد باقر ، مولوی ، پروفیسر : ۳۸ -
محمد ثانی ، سلطان : [illegible] -
محمد حسن قرشی ، حکیم : [illegible] -
محمد حسین ، چودھری : [illegible] ، ۱۲۹ ، ۱۳۷ ، ۱۳۲ ، [illegible] ، ۱۶۸ ، [illegible] ، ۲۲۶ ، ۲۳۱ ، ۲۳۳ ، [illegible] ، ۳۰۹ ، ۳۱۰ ، ۳۲۱ ، [illegible] ، ۳۳۳ ، ۳۴۴ ، [illegible] ، ۵۱۵ ، [illegible]
محمد حسین [illegible] : [illegible] ، ۲۲۳ ، [illegible] ، ۲۶۹ -
محمد حسین ، [illegible] : ۲۲۳ -
محمد حسین ، شمس العلماء ، [illegible] پروفیسر : ۳۱ -

Marfat.com

محمد حسن ، قاضی : ۹۴ -
محمد حسین ، ملک (ایڈووکیٹ) : ۱۷۷ -
محمد داؤد رہبر : ۱۲۹ -
محمد دین تاثیر (دیکھیے تاثیر) -
محمد دین فوق : ۸ ، ۱۰۷ ، ۱۰۸ ، ۲۲۱ ، ۲۲۲ -
محمد دین ، ملک : ۱۷۷ -
محمد رفیق افضل : ۲۴۷ -
محمد ریاض ، ڈاکٹر : ۴۱۳ -
محمد زکریا ، مولوی : ۱۲۴ -
محمد سابد ، خواجہ : ۱۷۹ ، ۳۰۹ ، ۳۱۰ -
محمد ، سیٹھ : ۳۱۹ ، ۳۳۳ -
محمد شفیع ، پروفیسر : ۲۱۲ ، ۴۰۰ ، ۴۸۴ ، ۴۸۵ -
محمد شفیع داؤدی ، مولوی : ۱۱۹ ، ۱۲۰ ، ۲۶۲ تا ۲۶۴ ، ۳۱۴ -
محمد شفیع ، میاں ، سر : ۸۰ ، ۹۲ ، ۱۲۶ ، ۱۷۵ ، ۲۱۲ ، ۲۱۵ ، ۲۴۷ ، ۳۱۰ تا ۳۱۵ ، ۳۱۷ -
محمد شفیع ، میاں (م - ش) : ۲۱۷ ، ۲۹۶ ، ۳۹۴ ، ۴۴۹ ، ۵۰۸ ، ۵۲۳ -
محمد صالح : ۳۵۵ -
محمد صدیق : ۱۱۷ -
محمد صلعم ، حضرت (دیکھیے رسالتمآب صلعم) -
محمد صدیق (نعت خواں) : ۴۳۳ تا ۴۳۶ -
محمد ظریف ، قاضی : ۴۶۶ -
محمد عاشق : ۱۷۹ -
محمد عبدالغنی ، میرزا : ۲۰ -
محمد عبدالوہاب قزوینی ، مرزا : ۱۹۶ -
محمد عبداللہ چغتائی ، (دیکھیے : عبداللہ چغتائی ، ڈاکٹر) -
محمد عبداللہ قریشی : ۴۴ -
محمد علی (ایم - اے) ، مولوی : ۲۱۲ -
محمد علی جناح (دیکھیے قائدِ اعظم) -
محمد علی جوہر ، مولانا : ۳۱ ، ۱۰۹ ، ۱۱۲ ، ۲۴۸ ، ۲۴۹ ، ۲۶۶ ، ۳۱۱ تا ۳۱۵ ، ۴۰۳ تا ۴۰۶ ، ۴۲۱ -
محمد علی ، چودھری : ۵۲۰ -
محمد علی خان قزلباش ، نواب : ۲۴۲ ، ۲۴۳ -
محمد علی قصوری ، مولوی : ۳۲ -
محمد علی ، مولانا (امیرِ جماعتِ احمدیہ) : ۳۰۳ ، ۴۶۱ -
محمد غوث ، حضرت شاہ : ۸۱ ، ۸۲ -
محمد غوث ، مولانا : ۴۳۱ -
محمد قاسم نانوتوی ، مولانا : ۱۲۴ -
محمد لطیف ، سید : ۴۲ ، ۷۳ -
محمد محیط طباطبائی ، سید : ۴۱۲ -
محمد نادر خان (دیکھیے نادر خان ، جنرل) -
محمد نصیر ہمایوں ، شیخ : ۴۲۷ -
محمد نعیم لدھیانوی ، مفتی : ۱۲۳ ، ۳۰۱ -

Marfat.com

محمد یعقوب (سٹینو) : ۳۰۵ ، ۳۰۱ -

محمد یوسف ، ڈاکٹر : ۵۰۸ -

محمود احمد ، سید : ۳۲ -

محمود الحسن ، حضرت مولانا : ۱۱۳ ، ۲۰۳ -

محمود الخضیری ، ڈاکٹر : ۳۸۰ تا ۳۸۲ ، ۳۸۳ ، ۳۸۵ -

محمود الٰہی شمس آبادی ، ملک : ۳۲۳ -

محمود حسین خاں ، ڈاکٹر : ۲۹۶ -

محمود دھرم پال : ۵۳۳ -

محمود شستری : ۲۵۶ -

محمود شیرانی ، پروفیسر : ۳۶ ، ۱۶۶ ، ۲۱۰ ، ۲۱۲ ، ۲۹۳ ، ۳۳۷ ، ۳۵۶ ، ۳۷۶ ، ۴۰۰ ، ۴۰۱ ، ۴۵۳ ، ۴۱۵ ، ۴۱۶ ، ۵۱۹ -

محمود علی ، پروفیسر : ۹۶ -

محمود غزنوی ، سلطان : [illegible] -

محمود نظامی : [illegible] -

محی الدین ابن عربی : ۱۳۳ ، ۲۶۸ ، ۲۷۱ ، ۳۱۶ -

محی الدین قادری زور ، ڈاکٹر ، سید : [illegible] -

مختار احمد [illegible] : ۱۷ ، ۲۶۹ -

مدن گوپال سنگھ چاولہ ، پروفیسر : ۳۰ ، ۳۱ -

مدن موہن مالویہ : ۱۰۹ -

مراتب علی شاہ ، سید : ۲۶۷ -

مرزا جی (عطر والے) : ۵۱۳ -

مس بیک : ۵۱ -

مس ران : ۵۹ -

مسز بولی گارڈن : ۲۹۱ -

مسز جینا (بیگم جناح) : ۳۸۹ -

مسز حیدری : ۶۱ -

مسز عبدالسلام : ۳۲۸ -

مسز وسوگر : ۲۱۵ ، ۲۱۶ -

مسعودی : ۲۸۳ -

مس کیدبر : ۱۲۲ -

مسلم ، مولوی : ۱۷۸ -

مسولینی : ۲۶۵ -

مسیح علیہ السلام : ۱۰۳ ، ۲۵۹ ، ۳۰۳ -

مشیر حسین قدوائی ، شیخ : ۹۶ -

مصطفیٰ حیرت : [illegible] -

مصطفیٰ [illegible] : [illegible] -

مصطفیٰ [illegible] -

مظفر [illegible] : [illegible] -

مظفر [illegible]

[illegible]

Marfat.com

مقبول : ۲۷۶ -
مقبول ، میر : ۲۷۶ -
ملٹن : ۳۲ ، ۳۳ -
ملک محمد کاشمیری : ۹۶ -
ملکولم لائل ڈارلنگ : ۴۴۸ -
ممتاز حسن : ۲۱۸ ، ۵۲۰ -
ممتاز علی ، سیّد : ۲۱۲ -
ممتاز علی ، شمس العلماء ، مولوی :
۱۷۱ ، ۴۸۲ -
ممتاز مرزا : ۱۹۰ ، ۳۷۲ -
منصور حلاج : ۲۷۲ -
منوہر ناتھ : ۲۹ -
موتی لال نہرو ، پنڈت : ۴۰۳ -
موسیٰ جاراللہ : ۲۰۶ -
مہاراجہ میسور : ۳۳۴ تا ۳۳۶ ،
۳۳۸ -
مہتر چترال (خان آف چترال) :
۴۹۸ -
مہدی سوڈانی : ۲۵۹ -
مہر (دیکھیے غلام رسول مہر) -
مہر علی شاہ گولڑوی ، حضرت
پیر : ۱۳۳ -
مہری نور اللہ (دیکھیے غلام قاسم
افصح الفصحا) -
میتھیو آرنلڈ : ۱۳۰ -
میراں بخش ، ملک : ۱۷۸ -
میر حسن ، مولوی ، سیّد : ۳۰ ،
۲۱۷ ، ۲۲۵ -
میک ٹگارٹ ، ڈاکٹر : ۱۹۸ ،
۲۵۰ -
میکملن : ۱۰۳ -
میکنزی : ۱۸۶ -
مین : ۱۸۶ -

ن

نادر حسین ، سید : ۲۲۳ -
نادر خاں ، جنرل ، غازی : ۳۷۲ ،
۳۷۳ تا ۳۷۶ ، ۴۰۷ -
ناصر حسین ، میر ، دہلوی : ۲۰ -
ناظر جوگی : ۴۳۹ -
نالینو ، مس : ۵۱۶ -
نائیڈو ، ڈاکٹر : ۳۹۰ -
نپولین بونا پارٹ : ۲۶۸ -
نطشے : ۳ ، ۶۶ ، ۱۳۳ ، ۱۴۴ ،
۱۵۶ تا ۱۵۸ ، ۱۹۸ ، ۱۹۹ ،
۲۵۸ ، ۳۸۵ -
نذر محمد ، منشی : ۴۹ -
نذیر احمد خاں ، چودھری
(ایڈووکیٹ) : ۳۹۸ -
نذیر احمد دہلوی ، ڈاکٹر مولوی :
۷۳ -
نذیر نیازی ، سید : ۴۱۶ ، ۴۱۹ ،
۴۹۲ ، ۵۰۸ ، ۵۲۳ -
نسیم دہلوی : ۱۹ -
نصرالدین ، حضرت بابا : ۹ -
نصراللہ خاں نومسلم ، رانا : ۲۰۹ -
نصیرالدین طوسی ، ’ملا‘ : ۳۸۴ -
نظام الدین اولیا ، حضرت : ۴۹ ،
۴۷۷ -

Marfat.com

نظام الدین : ۴۵۴ -
نظام الدین درزی : ۴۶۴ -
نظام الدین ، میاں : ۲۳۱ ، ۲۳۴ ،
۲۳۶ ، ۵۰۴ ، ۵۱۲ -
نکلسن ، پروفیسر ، ڈاکٹر : ۴ ،
۱۰۱ ، ۱۰۳ تا ۱۰۶ ، ۱۳۷
تا ۱۳۹ ، ۱۴۲ ، ۱۴۴ ، ۱۴۵ ،
۱۵۳ ، ۱۸۴ ، ۱۹۹ ، ۲۰۱ ،
۲۲۴ ، ۲۵۵ ، ۴۸۴ -
نکولاس ۔ پی ۔ اغنیدر : ۲۹۹ -
ن ۔ م ۔ راشد : ۴۰۸ -
نواب آف ڈھاکہ : ۷۸ -
نواب آف رام پور : ۳۶۷ -
نواب آف جنجیرہ : ۶۳ -
نورالحق : ۳۷۳ -
نورالدین خواجہ ، پروفیسر : ۱۷۸ -
نورالدین ولی ، حضرت ، ۹ -
نور حسین ، سید (ڈی ۔ ایس ۔ پی) :
۲۷۵ -
نور محمد ، شیخ (والد علامہ اقبال) :
۱۸۰ ، ۲۲۵ -
نیاز الدین احمد خاں : ۲۲۹ ،
۲۹۰ ، ۲۹۲ -
نیلسن : ۱۱۰ -
نٹشے ، مس : ۶۵ ، ۶۶ -
نیوٹن : ۱۳۱ -

و

واجد علی شاہ ، سید (ایڈووکیٹ) :
۲۱۰ -
واحدی ، مُلا : ۴۹ -
واکر : ۲۵ -
والٹ وہٹمین : ۱۰۳ -
والدۂ آفتاب : ۱۶۲ -
والدۂ جاوید اقبال : ۳۸ ، ۲۶۹ ،
۲۹۳ ، ۴۵۲ -
والدۂ سلطان ٹیپو : ۳۳۶ -
وجاہت حسین جھنجھانوی : ۲۲۱ -
وجیہ الدین احمد : ۳۶ -
وحیدالدین ، فقیر : ۲۱۸ -
ورجل : ۱۳۰ ، ۲۵۸ -
ورڈزورتھ : ۳۲ -
وسولر : ۲۱۵ ، ۲۱۶ -
وشوامتر ، جہاں دوست : [illegible] -
ولسن ، سمتھ : [illegible] -
ولیم جان ڈریپر : ۳۳۳ -
ولیم ، قیصر : ۱۵۹ -
ویر سنگھ ، بھائی : ۱۱۶ -

ہ

ہادی حسن ، آغا : [illegible] -
ہادی سبزواری ، مُلا : [illegible] -
ہاشمی ، [illegible] : [illegible]
ہالا : [illegible] -
[illegible] -
[illegible] -
ہرمنسن ، [illegible] : [illegible] -
ہرشمن ، لالہ : [illegible] -
ہرنام سنگھ ، کاکا : ۱۱۸ -

Marfat.com

ہگسن بوتھم : ۳۴۳ -

ہیگل : ۱۵۶ -

ہیمی : ۲۹ -

ہیولاک ایلس : ۱۳۹ -

ہیوم ، پروفیسر ، ڈاکٹر : ۲۳۹ تا ۲۴۱ -

ہیوم ، مسٹر (سیکرٹری) : ۳۴۰ ، ۴۵۶ -

ی

یعقوب بیگ ، مرزا ، ڈاکٹر : ۳۰۳ ، ۳۲۳ -

یعقوب توفیق : ۳۹۲ -

یعقوب حسن ، سیٹھ : ۳۲۲ -

یوسف حسن ، حکیم : ۲۱۳ -

یوسف علی : ۲۱۲ -

یوسف علی ، علامہ : ۱۸۰ -

ییٹس : ۴ ، ۵ ، ۱۴۱ -

☆ ☆ ☆

Marfat.com

مقالات ، ادارے

آ

آٹو ہبر سووٹس : ۳۱۳ -
آرہ : ۲۲۸ ، ۲۲۹ -
آزاد کشمیر : ۲۱۷ -
آسٹریا : ۳۲۰ -
آسٹریلیا : ۳۲۱ -
آکسفورڈ یونیورسٹی : ۲۱۶ -
آل انڈیا اورینٹل کانفرنس : ۱۲۸ ، ۱۲۹ ، ۱۸۹ ، ۳۵۸ ، ۳۹۹ -
آل انڈیا سکھ ایجوکیشنل کانفرنس : ۵۰۳ -
آل انڈیا کشمیر کمیٹی : ۳۲۸ -
آل انڈیا مسلم یوتھ لیگ کانفرنس : ۳۹۷ ، ۳۹۸ -
آل انڈیا مسلم کانفرنس : (دیکھیے آل پارٹیز مسلم کانفرنس) -
آل ایشیا ایجوکیشنل کانفرنس : ۱۱۸ -
آل پارٹیز مسلم کانفرنس : ۱۱۶ ، ۳۰۸ ، ۳۱۰ ، ۳۱۲ ، ۳۱۶ ، ۳۱۸ ، ۳۲۷ -

آئرلینڈ : ۹ -
آئینۂ ادب ، لاہور : ۲۷۲ -

الف

اٹلی : ۹۳ ، ۹۲ ، ۱۰۲ ، ۸۵ ، ۲۱۶ ، ۲۶۵ ، ۳۸۲ ، ۴۰۲ -
احمدیہ بلڈنگ : ۵۲ ، [illegible] -
ادارۂ معارف اسلامیہ : ۲۹۹ ، ۳۰۰ -
اڈون ، برلن : ۹ -
اڈیار (مدراس) : [illegible] -
اردو بازار ، لاہور : [illegible] -
ارسطوطولین سوسائٹی [illegible] : ۲۶۱ ، [illegible] -
استنبول : [illegible] -
اسٹریچی ہال : ۲۹۰ -
[illegible]
[illegible]

Marfat.com

۳۶۴ ، ۳۶۸ ، ۳۷۲ ، ۴۰۵ ،
۴۱۳ ، ۴۸۳ ، ۵۱۲ -
اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ :
۲۳ ، ۲۴ ، ۴۱ ، ۷۳ ، ۸۱ ،
۱۱۶ -
اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ :
۱۶۴ -
اعظم گڑھ : ۱۰۱ ، ۲۰۵ ، ۲۱۲ ،
۲۸۵ -
افریقہ (جنوبی) ۱۲۱ ، ۱۲۲ -
افغانستان : ۱۳۹ ، ۱۸۳ ، ۱۸۵ ،
۱۹۰ ، ۱۹۱ ، ۲۰۲ ، ۲۰۶ ،
۲۱۶ ، ، ۲۷۳ ، ۲۷۴ ، ۳۷۱
تا ۳۷۵ ، ۳۷۷ ، ۴۰۷ ،
۴۸۵ ، ۴۸۶ ، ۵۱۴ ، ۵۱۵ -
افغان قونصل خانہ ، بمبئی : ۶۲ ،
۲۰۶ ، ۲۶۷ -
اقبال اکیڈمی (کراچی ، لاہور) :
۲۶ ، ۶۶ ، ۶۷ ، ۲۳۸ ،
۲۶۶ ، ۲۶۹ ، ۲۸۲ ، ۳۹۴ ،
۴۱۹ ، ۵۰۱ -
اقبال منزل : ۲۱۵ -
اقبال نگر : ۵۰۳ -
اقبال ہوسٹل : (دیکھیے گورنمنٹ
کالج ہوسٹل) -
اکبری منڈی (لاہور) : ۴۳۹ -
الاسکوریل (میڈرڈ) : (دیکھیے
ایسکوریل محل) -
الاصلاح (کتب خانہ) : ۱۵ -
الہ آباد : ۷۰ ، ۱۸۷ تا ۱۸۹ ،
۲۱۹ ، ۲۲۹ ، ۲۷۸ ، ۳۹۷ -
الہ آباد ہائی کورٹ : ۱۰۴ -
الہ آباد یونیورسٹی : ۹ -
الہ آباد کا قلعہ : ۱۸۸ -
امپیریل بنک : ۳۷۴ -
اُم درمان : ۲۵۹ -
امرتسر : ۳۷ ، ۴۱ ، ۹۷ ، ۱۱۸ ،
۱۲۵ ، ۲۰۴ ، ۲۳۹ ، ۳۹۲ ،
۴۰۳ ، ۴۰۴ ، ۴۰۶ -
امریکہ : ۱۸ ، ۱۸۶ ، ۲۰۴ ،
۲۹۹ ، ۳۰۰ ، ۳۲۱ -
انٹرمیڈیٹ کالج بنگلور : ۳۳۳ -
امیر منزل : ۱۹۱ -
انارکلی ، لاہور : ۱۳ ، ۴۰ ، ۴۱ ،
۱۱۱ ، ۱۳۵ ، ۱۳۷ ، ۲۲۳ ،
۴۰۴ ، ۴۴۴ ، ۴۴۵ ، ۴۶۲ ،
۴۶۸ -
انجمن اربابِ علم : ۸۶ -
انجمن اسلامیہ (بارہ مولا) : ۸۳ -
انجمن ترقی اردو (مدراس) : ۳۲۸ -
انجمنِ حمایتِ اسلام : ۲۳ ، ۲۴ ،
۴۱ ، ۷۳ تا ۷۵ ، ۷۸ ، ۷۹ ،
۸۱ ، ۸۳ ، ۸۸ ، ۹۲ ، ۹۳ ،
۱۱۱ تا ۱۱۶ ، ۲۰۷ ، ۲۰۹ ،
۳۰۰ ، ۳۳۴ ، ۳۶۱ ، ۳۹۱ ،
۴۳۳ ، ۴۴۶ -
انجمن خدام الدین : ۱۲۶ تا ۱۲۸ -
انجمن نصرتِ اسلام (سری نگر) :
۸۲ -

Marfat.com

انجمن نعمانیہ : ۴۹۵ -

اندلس : (دیکھیے سپین) -

انڈیا : (دیکھیے ہندوستان) -

انڈین ایجوکیشنل سروس : ۶۹ -

انڈین سوسائٹی ، لندن : ۲۵۰ -

انگلستان : ۹ ، ۲۰ ، ۳۹ ، ۴۰ ، ۶۴ ، ۶۵ ، ۶۷ ، ۶۹ ، ۹۶ ، ۹۹ ، ۱۰۲ ، ۱۱۰ ، ۱۱۹ ، ۱۴۲ ، ۱۷۲ ، ۱۸۳ ، ۱۹۷ ، [illegible] ، ۳۱۲ ، ۳۱۳ ، [illegible] ، ۴۳۱ ، ۵۱۴ -

انگلینڈ (دیکھیے انگلستان) -

اورینٹل کالج لاہور : ۲۱ ، ۲۶ ، ۲۱۰ ، ۳۹۱ ، ۴۱۰ -

اورنگ آباد : ۵۰۷ ، ۵۰۸ -

ایبٹ آباد : ۳ ، ۲۶۹ -

ایجوکیشنل یونین اسلامیہ کالج : ۳۶۲ -

ایف - جی - سی ، لاہور : ۱۱۷ -

ایران : ۲۵ ، [illegible] ، ۲۰۰ ، ۲۵۶ ، [illegible] -

ایس - پی - ایس ہال ، لاہور : ۱۶ -

ایسکوریل [illegible] : [illegible] ، ۳۱۱ -

ایشیا : [illegible] ، ۳۲۷ -

ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) : ۱۰۴ -

اینگلو عربک کالج ، دہلی : ۲۰۲ -

ایوان رفعت : ۶۱ -

ایمپریس روڈ (لاہور) : ۴۱۱ -

ب

بادشاہی مسجد ، لاہور : ۳۶۸ -

بارہ مولا : ۸۱ ، ۸۳ ، ۸۵ -

باغبان پورہ : ۵۷ ، ۱۳۳ ، ۲۰۸ ، ۵۱۷ -

باغِ عامہ (احمد آباد) : [illegible] -

باغِ فردوس (جرمنی) : ۵۹ -

باؤلی صاحب (گوردوارہ) : ۳۷ -

ببلوتھیکا نیشنل ، پیرس : ۳۸۲ -

بٹالہ : ۴۹ -

بٹ سٹیشنری [illegible] ، لاہور : [illegible] -

بحران : [illegible] -

بدایوں : ۱۹ -

برٹش [illegible] : [illegible] -

برٹش میوزیم ، لندن : [illegible] ، ۲۷۶ -

برطانیہ (دیکھیے انگلستان) -

برعظیم پاک و ہند : [illegible]

[illegible] (دیکھیے ہندوستان) -

بروٹ لائن : ۳۹ -

[illegible] : [illegible] -

[illegible] : [illegible] ، ۱۲۶ -

[illegible] : [illegible] -

بزمِ ادب [illegible] : [illegible] -

بزمِ اردو ، لاہور : [illegible] ، ۴۳ -

بزمِ اقبال ، لاہور : ۳۹ -

Marfat.com

بزمِ اقبال حیدرآباد (دکن) : ۵۳ -
بزمِ معدی کرب : ۲۳۵ -
بغداد : ۲۱۱ -
بلقان : ٦، ۷٦ ، ۹۲ ، ۹۳ ، ۹۹ ، ۴۳۱ -
بلوچستان : ۱۳ ، ۴۷۳ -
بمبئی : ۲٦ ، ۳۰ ، ۳۲ ، ۳٦ ، ۵۳ ، ٦۱ تا ٦۳ ، ۱٦۳ ، ۲۳۹ ، ۲٦٦ ، ۲٦۹ ، ۲۷۹ ، ۲۹۰ ، ۳۱٦ ، ۳۱۹ تا ۳۲۱ ، ۳۲٦ ، ۳۷۳ ، ۴٦۷ -
بنارس : ۱۰۹ ، ۱۸۸ -
بنگال : ۱۸۸ ، ۲۲۸ -
بنگال سکول : ۳۵۷ -
بنگلور : ۳۲۸ ، ۳۳۱ تا ۳۳۲ ، ۳۳۸ ، ۳۴۰ ، ۳۴۷ ، ۳۵۵ -
بنوں : ۴۴۹ -
بورسٹو ہوٹل (مدراس) : ۳۰۱ ، ۳۲٦ ، ۳۳۱ ، ۳۳۲ -
بہار (صوبہ) : ۲٦۲ ، ۴٦۷ -
بھاٹی دروازہ ، لاہور : ۱۸ تا ۲۳ ، ۳۰ ، ۳۸ ، ۴۱ ، ۴۳۳ ، ۴۳۰ ، ۴۵۱ -
بہارنگی : ۵۲۲ -
بہاولپور : ۷۸ -
بھٹی بوٹ ہاؤس ، ڈبی بازار لاہور : ۲۱۰ -
بھوپال : ۲۰٦ ، ۲۷۲ ، ۲۹۵ ، ۳۴۲ ، ۳۹۵ ، ۴۳۷ ، ۴٦۸ ، ۵۰۸ -
بیبیاں صاحب (قبرستان) : ۲۲۵ -
بیت اللہ : (دیکھیے کعبۃ اللہ) -
بیت المقدس : ۲۴۹ ، ۲٦۵ ، ۲٦٦ ، ۲٦۷ ، ۴۰۵ -
بین الاقوامی ادارۂ اطلاعات : ۲۷۸ -
بینک آف انڈیا : ۳۷۵ -

پ

پاکستان : ۷ ، ۳۳ ، ۴۰ ، ۴۲ ، ٦۳ ، ۱۸۸ ، ۱۹۰ ، ۲٦۵ ، ۲۷۸ ، ۲۸۲ ، ۳۱۳ ، ۴۰۸ ، ۴۰۹ ، ۴۲۸ ، ۴۵۴ ، ۴۵۵ ، ۴٦۰ ، ۵۰۱ -
پانی پت : ۲۹۵ ، ۴۳۷ -
پبلک سروس کمشن ، لاہور : ۲۹۷ ، ۲۹۸ -
پٹنہ : ۱۵ ، ۱۸۹ ، ۲٦۲ -
پٹیالہ (ریاست) : ۲۷٦ -
پرانی کوتوالی لاہور : ۲۱۰ ، ۲۲۲ -
پشاور : ۷۷ ، ۳۷۴ -
پنجاب : ۲۵ ، ۳۷ ، ۴۳ ، ٦۹ ، ۷۱ ، ۸٦ ، ۹۹ ، ۱۰۰ ، ۱۱۳ ، ۱۴۲ ، ۱۸۷ ، ۱۸۸ ، ۲۰۹ ، ۳۰۸ ، ۳۱۰ ، ۳۷۰ ، ۳۸۸ ، ۴۴۲ ، ۴۴۵ ، ۴۴۸ ،

Marfat.com

۳۳۹ ، ۳۵۳ ، ۳۸۵ ، ۵۱۱ ،
۵۲۰ -
پنجاب اسمبلی : ۱۸۷ ، ۲۲۵ -
پنجاب پبلک لائبریری : ۱۰۳ -
پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی : ۳۳۵ -
پنجاب مسلم لیگ : ۲۳۶ -
پنجاب یونیورسٹی ، لاہور : ۳۱ ،
۱۱۳ تا ۱۱۵ ، ۲۱۵ ، ۲۱۹ ،
۲۳۹ ، ۲۳۰ ، ۳۳۵ ، ۳۹۹ ،
۴۸۳ ، ۴۸۴ ، ۵۰۱ ، ۵۰۲ -
پنجاب سائمن کمشن : ۴۲۲ ،
۴۲۳ -
پورٹ سعید : ۲۹۰ -
پونا : ۴۶۷ -
پیرس : ۹۱ ، ۲۶۳ ، ۲۶۷ ،
۲۶۸ ، [illegible] ، ۳۸۲ ، [illegible] ،
۳۸۵ ، ۴۱۱ ، ۴۱۶ ، [illegible] ،
۵۰۱ ، ۵۱۶ -
پیرس یونیورسٹی : [illegible] -

ت

تاج محل : ۳۰۱ -
تحریک ترک موالات : ۱۰۹ ،
۱۱۰ ، ۱۱۲ ، ۱۱۳ -
تحریک عدم تعاون : ۱۱۱ ،
۱۲۵ ، ۳۹۲ -
ترکی : ۵۳ ، ۳۲۷ ، ۳۱۳ ،
۳۱۴ ، ۳۱۶ ، ۳۱۷ -

تکیہ سادھواں ، لاہور : ۱۷۸ -
تہران : ۳۰۸ ، ۳۱۰ ، ۳۱۲ -
تھیوسوفیکل سوسائٹی ، مدراس :
۱۸۵ -

ٹ

ٹاؤن ہال ، میسور : ۳۳۸ -
ٹبی بازار (لاہور) : ۴۲۵ -
ٹکسالی دروازہ : ۴۳۲ -
ٹونک : ۳۰۴ -
ٹیکنیکل سکول [illegible] : ۳۰۰ -

ج

جاپان : ۳۲۱ -
جالندھر : ۳۲۸ -
جامع مسجد (دہلی) : [illegible] -
جامعۃ الازہر : ۲۶۵ ، ۴۰۷ -
جامعہ ملیہ اسلامیہ ، دہلی : [illegible]
۱۱۰ ، [illegible] ، ۱۳۹ ، ۳۵۶ ،
۴۱۶ ، ۴۱۸ ، ۴۱۹ -
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
جلیانوالہ باغ : ۱۲۵ ، [illegible] -

Marfat.com

جمعیت الاقوام : ۱۵۵ -
جمعیت علمائے ہند : ۱۱۴ ، ۱۲۴ ، ۱۲۵ ، ۳۱۱ ، ۳۲۰ -
جمنا (دریا) : ۱۸۸ -
جموں : ۴۷ ، ۸۳ ، ۸۸ ، ۳۲۷ -
جنجیرہ : ۶۰ -
جنوبی ہند : ۴۴ -
جنوبی ہسپانیہ : ۲۸۵ -
جونپور : ۲۹۸ -
جہلم : ۹۶ -
جھنگ : ۳۲۱ -

چ

چابک سواراں (محلہ) : ۱۷۴ ، ۱۷۸ -
چاندنی چوک (دہلی) : ۳۱۲ -
چتوڑ : ۳۵۰ -
چک نمبر ۸۸ آر - بی ، لائلپور : ۴۵۵ -
چکو ، موضع : ۹ -
چنگڑ محلہ ، لاہور : ۲۶ ، ۴۰۰ -
چنیوٹ : ۳۲۱ -
چوبرجی ، لاہور : ۱۷۵ -
چہل بیبیاں ، محلہ ، لاہور : ۹۰ ، ۲۴۲ ، ۲۴۳ ، ۴۱۱ -
چیرنگ کراس ، لندن : ۲۸۱ -
چیف کورٹ ، لاہور : ۲۷ (دیکھیے ہائی کورٹ) -
چیفس کالج ، لاہور : ۳۶ -
چین : ۱۷۹ ، ۳۴۰ -
چینیاں والی مسجد لاہور : ۱۷۸ -

ح

حبیبیہ ہال ، لاہور : ۱۱۰ ، ۳۰۳ ، ۳۶۳ -
حجاز : ۱۱۵ ، ۱۱۷ ، ۴۰۶ -
حسن ابدال : ۳۷۹ -
حسینیہ ارشاد (تہران) : ۴۱۲ -
حضوری باغ (لاہور) : ۵۱۳ -
حیدر آباد (دکن) : ۵۳ ، ۶۱ ، ۷۸ ، ۱۲۴ ، ۱۲۹ ، ۱۶۸ ، ۱۷۰ ، ۲۰۵ ، ۲۱۵ ، ۳۰۶ ، ۳۴۰ ، ۳۴۲ تا ۳۵۰ ، ۳۶۶ ، ۳۹۰ ، ۴۰۰ ، ۴۱۱ ، ۴۴۰ ، ۴۶۶ ، ۴۶۷ ، ۴۶۹ ، ۴۸۸ -

خ

خراسان : ۲۵۶ -
خضری محلہ (لاہور) : ۴۴۱ -
خطۂ صالحین (حیدر آباد دکن) : ۱۲۴ -
خلافت ہاؤس : ۲۶۶ -
خورشید منزل ہلال گنج : ۴۶۱ -
خیرپور (سندھ) : ۷۸ -

د

دارالاشاعت پنجاب : ۱۷۱ ، ۲۲۹ ، ۴۳۲ ، ۴۸۲ -

Marfat.com

دارالترجمہ حیدر آباد : ۴۸۸ -
دارالمصنفین (اعظم گڑھ) : ۲۰۵ -
دانشگاہ پنجاب (پریس) : ۲۴۷ -
دائرۃ المعارف (حیدر آباد دکن) : ۲۰۵ -
دکن : ۵۳ ، ۷۸ ، ۱۶۸ ، ۳۴۲ ، ۳۵۳ -
دلی دروازہ لاہور : ۵۱۲ -
دولت باغ (میسور) : ۳۳۷ ، ۳۵۲ -
دہلی : ۱۵ ، ۱۶ ، ۱۷ ، ۱۹ ، ۴۹ ، ۱۱۰ ، ۱۱۴ ، ۱۲۰ ، ۱۲۱ ، ۲۹۵ ، ۳۰۸ تا ۳۱۰ ، ۳۱۲ ، ۳۱۶ ، ۳۱۷ ، ۳۱۹ ، ۳۴۲ ، ۳۹۵ ، ۳۹۹ ، ۴۰۱ ، ۴۰۲ ، ۴۱۶ تا ۴۱۸ ، ۴۴۶ ، ۴۷۷ -
دہلی بازار میرٹھ : ۲۳۶ -
دہلی دروازہ لاہور : ۱۷۵ ، ۲۲۲ ، ۴۳۹ -
دہلی ریڈیو سٹیشن : ۲۹ -
دہلی یونیورسٹی : ۹ ، ۴۰۱ -
دیسنہ : ۱۵ -
دیوبند : ۷۶ ، ۸۳ ، ۱۱۵ ، ۱۲۳ ، ۱۲۴ ، ۱۲۶ ، ۱۲۸ ، ۱۳۷ -

ڈ

ڈبی بازار لاہور : ۵۱۲ -
ڈسکہ : ۳۰ -
ڈھاکہ : ۷۸ ، ۲۸۰ -
ڈھاکہ یونیورسٹی : ۲۹۶ -
ڈی - اے - وی کالج : ۲۱۶ -
ڈی - پی سکول لدھیانہ : ۱۱۰ -
ڈیرہ دون : ۳۶۶ -

ر

رانچی : ۲۰۳ -
رائے کوٹ : ۲۹۹ -
راولپنڈی : ۸۱ ، ۳۶۰ -
راؤنڈ ٹیبل کانفرنس : (دیکھیے گول میز کانفرنس) -
راوی ، دریا : ۲۱۰ -
روضۂ حکیم سنائی (غزنی) : ۳۷۰ -
رندھیر کالج ، کپورتھلہ : ۹۲ -
رنگ محل ، لاہور : ۱۷۱ -
رواز ہوسٹل ، لاہور : ۱۰۱ ، ۷۵ ، ۹۳ -
روس : ۵۰۱ -
روم : ۱۴ ، ۲۹۰ -
ریلوے روڈ ، لاہور : [illegible]

س

سائنس کالج : [illegible] ، ۲۱۶ -
سبحان منزل ، لدھیانہ : ۱۶۳
سپین : ۲۶۲ ، ۲۶۶ ، ۲۸[illegible]

Marfat.com

۲۸۹ ، ۳۸۰ ، ۳۸۴ -
سٹریچی ہال : ۲۹۲ ، ۳۴۳ -
سٹی کالج حیدر آباد : ۴۷۴ -
سرنگا پٹم ، قلعہ : ۳۳۴ ، ۳۳۵ ،
۳۳۷ ، ۳۳۸ ، ۳۴۵ تا ۳۴۷ ،
۳۴۹ ، ۳۵۰ -
سرہند : ۱۹۲ -
سری نگر : ۸۱ تا ۸۳ -
سری نگر ہائی سکول : ۸۳ -
سریاں والا بازار ، لاہور : ۱۷۴ -
سکندر آباد : ۳۴۰ -
سمرہل : ۳۸۸ -
سنٹرل ماڈل سکول : ۱۶۴ -
سندھ (صوبہ) : ۷۸ -
سنہری مسجد ، لاہور : ۱۷۴ ،
۱۸۰ ، ۵۱۳ -
سوڈان : ۲۵۹ -
سیالکوٹ : ۶ ، ۷ ، ۱۱ ، ۱۴ ، ۱۵ ،
۲۱ ، ۳۰ ، ۴۳ ، ۸۹ ، ۱۶۴
تا ۱۶۸ ، ۲۲۵ ، ۲۳۴ ،
۲۴۴ ، ۳۴۳ ، ۵۰۱ ، ۵۲۲ -
سید مٹھا بازار ، لاہور : ۳۵ -
سیسل ہوٹل : ۳۸۸ -
سینٹ جیمز پیلس : ۲۶۸ -

ش

شالا مار باغ : ۲۲۱ -
شاہ پور : ۳۶۷ -
شاہی مسجد ، لاہور : ۹۲ ،
۳۶۶ ، ۳۶۷ ، ۵۱۱ تا ۵۱۳ -
شمالی ہند : ۲۳۲ -
شملہ : ۲۷ ، ۴۳ ، ۱۸۳ ، ۲۲۵ ،
۳۰۵ ، ۳۸۸ ، ۴۲۲ ، ۵۰۵ -
شیرانوالہ گیٹ ، لاہور : ۲۳ ،
۲۴ ، ۴۴۱ ، ۴۴۲ -

ط

طرابلس : ۹۲ تا ۹۴ ، ۹۹ -

ع

عبدالرحمٰن اینڈ سن (سال روڈ
لاہور) : ۴۶۲ ، ۴۶۳ -
عثمانیہ یونیورسٹی (حیدر آباد) :
۳۴۰ ، ۳۴۱ -
عجم : ۲۱۴ -
عدن : ۲۶۳ -
عرب : ۱۱۷ ، ۱۷۹ ، ۳۴۰ ،
۴۰۸ -
عرب ہوٹل (لاہور) : ۴۲۷ -
علامہ اقبال روڈ (میو روڈ) لاہور :
۴۷ ، ۲۲۴ ، ۴۶۸ -
علی گڑھ : ۲۸ ، ۳۳ ، ۴۴ ، ۵۱ ،
۸۲ ، ۱۳۱ ، ۲۲۱ ، ۲۴۵ ،
۲۹۲ ، ۲۹۴ ، ۲۹۵ ، ۲۹۷ ،
۲۹۸ ، ۳۰۶ ، ۳۴۲ ، ۴۶۳ ،
۴۶۴ -
علی گڑھ یونیورسٹی (دیکھیے مسلم
یونیورسٹی علی گڑھ) -
علی گڑھ کالج : ۲۹۲ ، ۲۹۳ -
علی گڑھ ہائی سکول : ۳۴۳ -

Marfat.com

غ

غزنی : ۲۷۳ ، ۳۷۶ -

ف

فرانس : ۵۲ ، ۱۰۰ ، ۲۶۰ ، ۲۶۵ -
فرید چوک (امرتسر) : ۳۰۳ -
فلسطین : ۲۶۵ ، ۲۶۶ ، ۲۷۲ ، ۲۷۵ ، ۴۰۵ ، ۴۰۷ -
فلیمنگ روڈ لاہور : ۱۹۱ ، ۵۱۹ -
فورٹ سنڈیمن : ۱۳ ، ۴۷۳ -
فیروز پور : ۱۲۴ ، ۱۶۵ -
فیروز سنز ، لاہور : ۲۷۵ -
فین روڈ (لاہور) : ۲۱۵ -

ق

قادیان : ۲۷۲ ، ۴۰۶ -
قاسم العلوم ، مدرسہ : ۱۲۳ -
قاہرہ : ۲۶۵ ، ۲۶۶ ، ۳۰۷ ، ۴۵۹ -
قرطبہ : ۱۸۳ ، ۲۱۵ -
قسطنطنیہ : ۵۳ ، ۱۸۳ ، ۲۱۳ -
قلعہ گوجر سنگھ (لاہور) : ۲۶۵ ، ۲۶۳ ، ۵۲۰ -
قلعہ لاہور : ۲۲۲ -
قندھار : ۳۷۳ ، ۳۷۶ -
قومی کتب خانہ (لاہور) : ۳۲۷ -

ک

کابل : ۴۶ ، ۱۸۳ ، ۳۷۲ ، ۳۷۶ ، ۳۷۷ ، ۴۸۶ -
کابلی محل ، حویلی : ۱۷۳ -
کالکا ریلوے سٹیشن : ۲۷ -
کانپور : ۲۷ ، ۲۲۸ -
کانگریس : ۳۱ ، ۲۳۸ ، ۳۱۱ ، ۳۱۶ ، ۳۹۰ ، ۳۹۲ ، ۴۰۳ ، ۴۰۵ ، ۴۴۶ ، ۴۴۷ ، ۴۹۹ -
کاویری ، دریا : ۳۳۴ ، ۳۳۷ ، ۳۳۸ -
کپور تھلہ : ۹۶ -
کراچی : ۲۶ ، ۲۸ ، ۴۳ ، ۶۳ ، ۶۶ ، ۲۳۸ ، ۳۹۲ -
کربلائے معلیٰ : ۳۳ -
کشمیر : ۸ ، ۹ ، ۷۴ ، ۸۱ ، ۸۲ ، ۸۶ ، ۸۸ ، ۱۰۸ ، ۱۳۶ ، ۲۴۳ ، ۳۷۸ ، ۳۷۹ ، ۴۷۱ -
کشمیری بازار ، لاہور : ۱۷۹ ، ۱۸۰ ، ۲۱۰ ، ۳۶۸ ، ۴۰۸ -
کعبۃ اللہ : ۲۵۹ ، ۲۶۰ ، ۳۵۵ -
کلکتہ : [illegible] ، ۳۱۱ ، [illegible] ، ۳۳۰ ، ۳۵۳ -
[illegible]
[illegible]
[illegible] : ۳۱ -
[illegible]
[illegible] ، لاہور : [illegible] ، ۳۵ ، ۳۶ -

Marfat.com

کوڈرینگل ہوسٹل (دیکھیے گورنمنٹ کالج ہوسٹل) -
کورن ویل روڈ : ۵۱ -
کولابا (ریلوے سٹیشن ، بمبئی) : ۳۱۹ -
کولمبیا یونیورسٹی : ۲۰۴ ، ۲۹۹ ، ۴۵۸ -
کونسل ، پنجاب : (دیکھیے لیجس لیٹو کونسل پنجاب) -
کوہاٹ : ۴۴۹ -
کوئٹہ : ۳۷۴ -
کیمبرج یونیورسٹی : ۵۱ ، ۵۴ ، ۵۵ ، ۱۰۲ ، ۱۰۶ ، ۱۳۷ ، ۱۴۲ ، ۱۸۳ ، ۱۸۴ ، ۱۹۷ ، ۱۹۸ ، ۲۰۱ ، ۲۲۴ ، ۲۵۰ ، ۲۵۲ ، ۲۷۴ ، ۲۷۷ ، ۲۸۳ ، ۴۴۸ -
کیمبل پور : ۱۴ -

گ

گجرات : ۱۶۲ -
گڈول : ۳۸۸ -
گرگ یا گورگ : ۳۳۹ ، ۳۵۲ -
گمٹی بازار ، لاہور : ۳۰ ، ۳۵ -
گنج : ۲۲۳ -
گنجام : ۳۴۶ -
گنگا (دریا) : ۱۸۸ -
گوجرانوالہ : ۷۷ -
گورنمنٹ کالج لاہور : ۱۵ ، ۲۱ ، ۲۵ ، ۲۷ ، ۳۳ تا ۳۵ ، ۳۸ ، ۶۴ ، ۶۹ ، ۷۲ ، ۹۴ ، ۱۳۵ ، ۲۱۰ ، ۲۲۱ ، ۲۴۵ ، ۲۷۶ ، ۴۹۱ -
گورنمنٹ کالج ہوسٹل (اقبال ہوسٹل) : ۱۸ ، ۲۱ ، ۴۷۳ -
گورنمنٹ کالج مدراس : ۳۳۰ -
گورنمنٹ ہاؤس میسور : ۳۳۵ -
گوکھلے ہال (مدراس) : ۳۲۰ ، ۳۲۶ -
گوشہ ہسپتال (مینگلور) : ۳۳۳ -
گول باغ ، لاہور : ۴۶۱ -
گول میز کانفرنس : ۱۴ ، ۴۴ ، ۶۱ ، ۶۲ ، ۱۰۶ ، ۱۱۰ ، ۱۱۹ تا ۱۲۱ ، ۱۳۹ ، ۲۰۸ ، ۲۴۹ ، ۲۶۲ ، ۲۶۳ ، ۲۶۵ ، ۲۶۷ تا ۲۶۹ ، ۲۷۱ ، ۲۷۴ ، ۲۸۳ ، ۲۹۰ ، ۳۱۷ ، ۳۴۳ ، ۴۰۵ ، ۴۰۷ ، ۴۶۱ ، ۵۰۷ -
گولکنڈہ : ۳۴۲ -

ل

لا سکول ، لاہور : ۷۱ -
لا کالج ، لاہور : ۳۶ -
لال باغ (گنجام) : ۳۴۶ ، ۳۵۲ -
لاہور : ۶ ، ۸ ، ۱۳ ، ۱۵ ، ۱۸ ، ۱۹ ، ۲۱ ، ۲۴ تا ۲۶ ، ۲۹ تا ۳۱ ، ۳۵ ، ۳۷ تا ۳۹ ، ۴۱ ، ۴۳ ، ۴۴ ، ۴۹ ، ۶۵ ، ۶۷ ،

Marfat.com

۶۹، ۷۱، ۷۳، ۷۸، ۷۹،
۸۱، ۸۵، ۸۶، ۹۰، ۹۲،
۹۷، ۹۹، ۱۰۳، ۱۰۴،
۱۰۶، ۱۰۹ تا ۱۱۱، ۱۱۳
تا ۱۱۵، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۴
تا ۱۲۹، ۱۳۵، ۱۳۷ تا
۱۳۹، ۱۴۴، ۱۶۲ تا ۱۶۵،
۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۳ تا ۱۷۵،
۱۷۷، ۱۷۸، ۱۸۱، ۱۸۳،
۱۸۵، ۱۸۸ تا ۱۹۰، ۱۹۳،
۱۹۴، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۵،
تا ۲۰۸، ۲۱۰، ۲۱۲ تا ۲۱۵
۲۲۰، ۲۲۲، ۲۲۸، ۲۳۱،
۲۳۶ تا ۲۳۸، ۲۴۲، ۲۴۳،
۲۴۷، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۹،
۲۷۱، ۲۷۳، ۲۷۶، ۲۸۰،
۲۸۲، ۲۸۴، ۲۹۳، ۲۹۵ تا
۲۹۷، ۳۰۱ تا ۳۰۴، ۳۰۶،
۳۰۹، ۳۱۰، ۳۳۲، ۳۳۷،
۳۴۲، ۳۴۳، ۳۵۱، ۳۵۹،
۳۶۴، ۳۶۶، ۳۷۱، ۳۷۴،
۳۷۸، ۳۸۹ تا ۳۹۱، ۳۹۶،
۳۹۷، ۳۹۹، ۴۰۱، ۴۰۴،
۴۱۱، ۴۱۶، ۴۲۳، ۴۲۵،
۴۲۷، ۴۳۰، ۴۳۲، ۴۳۳،
۴۳۵، ۴۳۹، ۴۴۱، ۴۴۴،
۴۴۶، ۴۴۹، ۴۵۱، ۴۵۶،
۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۴، ۴۶۶ تا
۴۶۸، ۴۷۳، ۴۸۰، ۴۸۸،
۴۸۹، ۴۹۴ تا ۴۹۶، ۴۹۹،
۵۰۳، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۱۱،
۵۱۲، ۵۱۴، ۵۱۹ -
لاہور چھاؤنی : ۱۳۵، ۱۷۵ -
لاہور ریلوے سٹیشن : ۱۶۶،
۱۶۷، ۲۸۴، ۲۹۶، ۳۰۹،
۳۷۳، ۴۰۴ -
لائل پور : ۴۵۴، ۴۵۵ -
لپزگ (جرمنی) : ۱۳۸، ۱۴۲،
۱۸۳، ۴۱۳ -
لدھیانہ : ۱۳، ۴۰، ۱۲۳، ۱۲۴،
۱۳۵، ۱۶۲ تا ۱۶۵، ۲۲۳،
۲۲۵، ۲۲۹، ۲۹۹ تا ۳۰۲،
۳۰۶، ۳۵۲، ۴۹۴ -
لکھنؤ : ۱۹، ۴۷، ۲۴۴، ۲۳۸،
۳۱۷، ۳۲۹، ۳۸۸ -
لندن : ۴۱، ۴۸، ۵۱، ۵۲،
۵۴، ۵۷، ۵۸، ۶۱، ۶۲،
۶۲، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۰۶،
۱۱۹، ۱۴۴، ۱۹۷، ۲۰۸،
۲۵۰، ۲۶۲، ۲۶۹، ۲۷۰،
۲۷۴، ۲۷۶، ۲۹۰، ۳۰۶،
۳۱۷، ۳۳۲، ۳۳۷، [illegible]
۳۴۴، ۳۵۰، ۴۰۵، [illegible]
لندن مسلم لیگ [illegible]
[illegible] -
لندن [illegible]
[illegible] -
لیجسلیٹو اسمبلی [illegible]
۱۷۴، ۱۳۶، ۱۷۲، ۱۷۷،
۱۸۱، ۱۹۳، ۳۰۸، ۳۶۲،

Marfat.com

۳٦۴ ، ۴۲۲ ، ۴۲۳ ، ۴۷۰ ،
۴۸۵ ، ۴۹٦ -

م

مال روڈ ، لاہور : ۱۳۵ ، ۴٦۲ -
مالٹہ : ۲۰۳ -
مالیر کوٹلہ : ۱۱٦ -
مجلس احرار : ۳۷۸ -
مجلس ارسطو ، لندن : ۳۴۴ -
محمد علی ہال (دہلی) : ۴۱۷ -
محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس : ۳۸٦ -
محمڈن ہال ، لاہور ، ۲۴ ، ۹۳ ،
۹۴ ، ۱۹۰ ، ۳۷۲ ، ۴۳۰ -
مدراس : ٦۳ ، ۱۲۹ ، ۱۸۵ ،
۲۰۳ ، ۲۰۵ ، ۲۹۹ ، ۳۰۴ تا
۳۰۸ ، ۳۱۰ ، ۳۱۹ تا ۳۲۳ ،
۳۲٦ تا ۳۳۲ ، ۳۳٦ ، ۳۴۱ ،
۳۹۰ ، ۴۰۰ ، ۴٦۳ ، ۵۲۱ -
مدرسۂ اہلِ حدیث (لدھیانہ) :
۳۰۲ -
مدرسۂ جمالیہ (مدراس) : ۳۰۴ ،
۳۲۱ ، ۳۳۰ -
مدرسۂ دیوبند : ۱۲۴ -
مدرسۂ عالیہ کلکتہ : ۲۰٦ -
مدرسۂ فیضِ عام (بارہ مولا) :
۸۳ -
مدینۂ منورہ : ۲۹۰ -
مڈل ایسٹ : ۲۷۲ -
مرکزی پبلیکیشن ، کلکتہ : ۲۴۷ -

مرپاہو (قریہ) : ۲۹۸ -
مزنگ چونگی ، لاہور : ۷۵ -
مزنگ ، لاہور : ۱۱۲ -
مستی گیٹ ، لاہور : ۱۴۴ -
مسجدِ اعلیٰ ، سرنگاپٹم : ۳۳۷ ،
۳۵۳ -
مسجدِ اقصیٰ : ۲۴۹ -
مسجدِ داتا صاحب : ۲۲۴ -
مسجدِ شہید گنج : ۴۴ ، ۱۷٦ -
مسجدِ قرطبہ : ۲۸۴ تا ۲۸۹ -
مسجدِ کانپور : ۲۲۹ -
مسجدِ وزیر خاں : ۲۲۲ -
مسلم ایجوکیشنل کانفرنس (علی گڑھ)
۸۲ -
مسلم ایسوسی ایشن (امریکہ) :
۲۹۹ ، ۳۰۰ -
مسلم ایسوسی ایشن (مدراس) :
۳۰۷ ، ۳۰۸ ، ۳۲۰ ، ۳۲۳ ،
۳۳۰ -
مسلم کانفرنس : ۱۸۸ ، ۲۴۸ -
مسلم لائبریری ، بنگلور : ۳۳۳ -
مسلم لیگ : ۱۸۸ ، ۳۱۱ ، ۳۱۷ ،
۳۹۷ ، ۴۰۳ ، ۴۰٦ ، ۴۲۸ ،
۴۴۹ -
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ : ٦۱ ،
۱۰۹ ، ۱۲۹ ، ۱۸۴ ، ۲۲۱ ،
۲۹۴ ، ۲۹۷ ، ۳۴۲ ، ۵۱۵ -
مشرقِ اقصیٰ : ۲۸۳ -
مشرقی بنگال : ۳۹۷ -

Marfat.com

مشن کالج سیالکوٹ : ۲۱ ، ۳۸ ،
۳۵۱ -
مشن ہائی سکول لاہور : ۱۷۸ -
مصر : ۱۸۳ ، ۲۶۵ ، ۳۷۸ ،
۴۰۷ ، ۴۰۸ -
مطبع صالح (بنگلور) : ۳۵۵ -
مظفرآباد (آزاد کشمیر) : ۲۱۷ ،
۲۱۸ ، ۳۷۹ -
مقبرۂ جہانگیر : ۲۹ -
ملتان : ۷۹ ، ۳۶۶ ، ۴۸۵ -
منڈی بہاؤالدین : ۲۱۹ -
منگلا ڈیم : ۳۰۹ -
مؤتمر عالم اسلامی : ۲۶۵ ، ۲۶۶ -
موچی دروازہ ، لاہور : ۶۷ ، ۹۳ ،
۱۹۴ -
موری دروازہ ، لاہور : ۱۷ -
موگا : ۱۲۴ -
موتی بیگم کا مکان ، لاہور : ۲۶ -
موہن لال روڈ ، لاہور : [illegible] ،
۴۰ ، ۴۳۵ -
میانوالی : ۱۵ -
میڈرڈ : [illegible] -
میرٹھ : [illegible] -
میسور : [illegible]
[illegible] -
میسور یونیورسٹی : [illegible]
۳۳۹ -
مے فیئر ہوٹل (لندن) : [illegible] -
میکلوڈ روڈ ، لاہور : ۱۳ ، [illegible]

۲۹ تا ۳۱ ، ۴۱ ، ۴۲ ، ۱۳۵ تا
۱۳۷ ، ۱۶۲ ، ۱۶۳ ، ۱۶۵ ،
۱۷۷ ، ۱۸۰ ، ۲۰۷ ، ۲۴۵ ،
۳۰۲ ، ۳۰۳ ، ۳۶۵ ، ۴۲۶ ،
۴۲۸ ، ۴۴۵ ، ۴۶۲ ، ۴۷۸ ،
۵۰۴ -
میو روڈ (دیکھیے علامہ اقبال روڈ) -
میونک (سٹی) : ۵۹ -
میونک یونیورسٹی (جرمنی) : ۶ ،
۵۴ ، [illegible] -
میونسپل کمیٹی ، سیالکوٹ : ۶ -
میونسپل کمیٹی ، لاہور : ۴۹۹ -
میونسپل کمیٹی ، ملتان : ۹۷ -
میونسپل گارڈن (دیکھیے گول باغ) -
میوہ منڈی ، لاہور : ۱۹۱ -

ن

[illegible]

و

[illegible]

Marfat.com

والنٹیرز : ۱۸۸ -
وائنا : ۲۷۰ -
وائی-ایم - سی - اے ہال ، لاہور : ۲۳۰ ، ۳۵۶ -
وزیرآباد ، ۱۳ -
ولادا وسٹا : ۳۴۱ ، ۳۴۲ -
ولایت : (دیکھیے انگلستان) -
ومبلڈن : ۵۷ -
وینس : ۲۶۷ -

ہ

ہائیڈل برگ : ۵۳ ، ۵۴ ، ۵۸ تا ۶۰ -
ہائیڈل برگ یونیورسٹی : ۵۹ -
ہائی کورٹ ، لاہور : ۲۷ ، ۳۱ ، ۴۰ ، ۶۹ تا ۷۲ ، ۱۶۳ ، ۱۶۵ ، ۲۱۵ ، ۳۶۲ -
ہائی کورٹ مدراس : ۳۲۲ -
ہائی گیٹ (لندن) : ۲۷۴ -
ہسپانیہ (دیکھیے سپین) -
ہلال احمر : ۱۸۳ -
ہندوستان : ۴ ، ۵ ، ۲۰ ، ۳۹ ، ۵۰ ، ۵۲ تا ۵۴ ، ۵۷ ، ۵۸ ، ۶۰ ، ۶۵ تا ۶۷ ، ۸۹ ، ۱۰۱ ، ۱۰۳ ، ۱۰۴ ، ۱۰۷ ، ۱۰۹ ، ۱۱۰ ، ۱۱۴ ، ۱۲۰ ، ۱۲۱ ، ۱۲۵ ، ۱۳۱ ، ۱۳۵ ، ۱۷۵ ، ۱۷۹ ، ۱۸۳ ، ۱۸۵ تا ۱۸۸ ، ۱۹۶ ، ۱۹۸ ، ۲۱۲ ، ۲۱۶ ، ۲۳۷ ، ۲۳۸ ، ۲۴۶ تا ۲۴۹ ، ۲۵۸ ، ۲۶۷ ، ۲۶۸ ، ۲۷۵ ، ۲۷۸ ، ۲۸۳ ، ۲۹۱ ، ۳۰۴ ، ۳۱۱ ، ۳۱۳ ، ۳۱۵ ، ۳۱۷ ، ۳۲۳ ، ۳۲۷ ، ۳۳۵ ، ۳۴۰ ، ۳۵۲ ، ۳۸۵ ، ۳۸۸ ، ۳۹۰ ، ۳۹۷ ، ۴۰۳ ، ۴۰۹ ، ۴۱۲ ، ۴۱۴ ، ۴۲۱ ، ۴۴۶ ، ۴۶۰ ، ۴۸۷ ، ۵۰۰ ، ۵۰۴ ، ۵۱۳ ، ۵۱۴ -
ہندو یونیورسٹی ، بنارس : ۱۰۹ -
ہندی پرچار سبھا : ۳۲۸ -
ہوڑا (کلکتہ) : ۳۳۰ -
ہوشیار پور : ۲۹۹ ، ۳۳۲ ، ۳۵۱ -

ی

یادگار آفس : ۳۴۹ -
یوتھ لیگ کانفرنس : (دیکھیے آل انڈیا مسلم یوتھ لیگ کانفرنس) -
یورپ : ۵ ، ۶ ، ۲۵ ، ۲۶ ، ۴۹ ، ۵۰ ، ۶۰ ، ۶۲ ، ۶۴ ، ۶۹ ، ۷۰ ، ۷۲ ، ۷۵ ، ۹۴ ، ۹۹ ، ۱۰۱ ، ۱۰۷ ، ۱۳۹ ، ۱۵۷ ، ۱۶۴ ، ۱۶۵ ، ۱۹۰ ، ۲۱۹ ، ۲۵۶ تا ۲۵۹ ، ۲۶۷ ، ۲۷۰ تا ۲۷۲ ، ۲۸۴ ، ۲۹۲ ، ۳۲۱ ، ۳۲۷ ، ۳۵۸ ، ۳۶۳ ، ۳۶۴ ، ۳۶۶ ، ۳۸۱ ، ۳۸۳ تا ۳۸۷ ،

Marfat.com

۳۲۹ ، ۳۳۱ ، ۳۵۲ ، ۳۶۷ ، ۳۸۷ ، ۵۰۰ ، ۵۰۱ ، ۵۱۶ -
یونان : ۳۵۰ -
یونیورسٹی پریس ، لاہور : ۱۴۴ ، ۱۹۸ -
یونیورسٹی گراؤنڈ ، لاہور : ۱۷۳ -
یونیورسٹی لائبریری لاہور : ۵۰۱ ، ۵۰۲ -

☆ ☆ ☆

کتب ، اخبارات و رسائل ، مقالات و مضامین

آ

آبزرور : ۹۷ -
آتش (مجلہ) : ۴۱۳ -
آج کل : ۱۵ ، ۱۶ ، ۱۹۶ -
آرٹ اینڈ کلچر : ۱۴۰ -
آفاق : ۲۲۰ -
"آنحضرت صلعم" : ۴۲۷ -

الف

اتقان فی ماھیۃ الزمان : ۲۰۴ -
اجتہاد فی الاسلام (مقالہ) : ۳۰۲ -
احسان : ۵۰۰ -
احیاء العلوم : ۳۸۳ ، ۳۸۴ ، ۳۸۷ -
احیائے فکر اسلامی : ۴۱۲ -
ارتقائے تخلیقی : ۱۴۳ -
ارتقائے مابعدالطبیعیات در ایران : ۱۹۷ ، ۱۹۸ ، ۲۸۴ -
ارمغان حجاز : ۲۲۰ -
اسرار خودی : ۴ ، ۱۱ ، ۴۱ ، ۸۹ ، ۹۵ تا ۹۸ ، ۱۰۱ ، ۱۴۳ ، ۱۴۴ ، ۱۸۳ تا ۱۸۶ ، ۱۹۸ ، ۲۱۶ ، ۲۵۵ ، ۲۸۴ ، ۴۱۲ ، ۵۲۰ -
اسرار خودی (مضمون) : ۹۶ -
اسفار : ۱۹۷ -
اسلام ایز اے مارل اینڈ پولیٹیکل آئیڈیل (مقالہ) : ۷۰ -
اسلامک کلچر (مجلہ ، حیدرآباد) : ۱۲۹ ، ۳۵۸ -
اسلامیات (عنوان رسالہ سہیل) : ۲۹۳ -
اسلامیکا : ۱۳۸ ، ۱۴۲ ، ۱۶۱ ، ۱۸۳ ، ۱۸۴ -
اسلامی دماغی دنیا اور سویت : ۲۸۲ -
اسماء الرجال اقبال (مضمون) : ۲۱۶ -
اصلاح (اخبار) : ۳۷۵ -
افکار : ۲۳۲ ، ۲۳۳ ، ۲۲۵ -
افکار و حوادث : ۲۱۱ ، ۲۳۴ -
اقبال اور قرآن : ۴۶۶ -

Marfat.com

اقبال ایٹ اے کالج ریسیپشن ان لاہور (مضمون) : ۲۸ -
اقبال — ایرانیوں کی نظر میں : ۴۱۲ -
اقبال — چند جواہر ریزے : ۲۸۵ -
اقبال — چند یادیں : ۴۹۹ -
اقبال (خطوط کا مجموعہ) : ۴۹۱ -
اقبال (رسالہ) : ۴۸۲ -
اقبال ریویو : ۲۸ -
اقبال قرآن کی روشنی میں : ۴٦٦ -
اقبال کے خطوط اور تحریریں : ۴۹۲ -
اقبال لاہوری : ۴۱۱ -
اقبال (مجموعۂ کلام) : ۱۷۰ -
اقبال (مقالہ) : ۳۵ -
اقبال نامہ : ۳٦ ، ۱۲۷ ، ۱۳۳ ، ۲۰۲ ، ۲۲۹ ، ۳۰۴ ، ۳۸۳ ، ۳۹۲ ، [illegible] ، ۴۳۳ ، ۴٦٦ ، ۴۹۱ -
اقبال نامہ (از چراغ حسن حسرت) : ۳۰ ، ۴۳۲ -
اقبالیات کا تنقیدی جائزہ : ٦۷ -
ادل الکل (مضمون) : ۲۲٦ -
ادبی بحث در اقبال : [illegible] -
الاشارۃ و التنبیہ : ۲۵۷ -
الاحزاب : ۱۱۳ -
الحدیث : ۲۸۲ -
المبسوط : ۲٦۵ ، ۲٦٦ ، ۳۰۱ -
الشفا : ۳۱۷ -
الکلام (روزنامہ) : ۳۳۲ ، ۳۳۸ -
المعارف : ۲۷۵ -
الموافقات : ۴۴ ، ۳۰۲ ، ۳۹۵ -
النمل (سورۂ قرآن) : ۲۷۷ -
الہدایہ : ۲۹۹ -
امان افغان : ۱۸۳ -
امروز : ۵۰۱ -
انجیلِ مقدس : ۱۸۴ -
انحطاطِ مغرب : ۱۳۰ ، ۱۳۱ ، ۵۰۲ -
انڈین انٹی کوئٹی : ۲٦ -
انڈین ریویو : ۱۸۵ ، ۱۸٦ -
انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا : ۳ -
انقلاب (اخبار) : ۱۲ ، ۱۲۱ ، ۱۷۱ ، ۱۸۳ ، [illegible] ، ۲۳۴ ، ۲۳۷ ، ۲۳۹ ، [illegible] ، ۲۳۹ ، ۲۵۰ ، ۳۱۳ ، [illegible] ، ۳۴۳ ، ۳۷۲ ، ۳۲۲ ، [illegible] -
انوارِ اقبال : ۳۱ ، ۳۲ ، ۳۷ ، ۴۹۲ -
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] : ۱۰۱ ، [illegible] ، ۱۹۵ -

Marfat.com

اے وائس فرام دی ایسٹ :
۲٦۸ -

ب

باقیات اقبال : ۱۷۲ -
بالِ جبریل : ۲۸۵ ، ۲۸۷ ،
۲۸۹ -
بانگِ درا : ۱۲ ، ۳۰ ، ۴۳ ،
٦۷ ، ۱٦۹ ، ۱۷۱ ، ۱۷۲ ،
۲۲۹ ، ۳۲۹ ، ۴۴۵ ، ۴۸۱ ،
۴۸۲ -
بخاری شریف : ۱۲۸ -
بمبئی کرانیکل : ۴ ، ۲۷۹ -
بندگی نامہ : ۲۵۷ :
بہارستان : ۲۱۳ -
بیادِ اقبال : ۲۹۵ -

پ

پاکستان ٹائمز : ۱۰۵ -
پاکستان ریویو : ۱۰۵ -
پرافٹ آف دی ڈیزرٹ : (دیکھیے
پیغمبرِ صحرا) -
پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق :
۳۷۷ -
پنجاب پنچ : ۴۳۹ -
پنجابی کسان : ۲٦ ، ۴۴۸ -
پولیٹیکل اکانومی : ۵۷ -
پولیٹیکل تھاٹ اِن اسلام : ۷۰ -
پیامِ مشرق : ۳۱ ، ۴۳ ، ۱۰۴ ،
۱۳۷ تا ۱۴۲ ، ۱۴۵ تا ۱۴۷ ،
۱۵۸ ، ۱۸۱ ، ۱۸۳ تا ۱۸۵ ،
۲۰۳ ، ۲۵۵ ، ۲۵٦ ، ۲٦۵ ،
۲۷۸ ، ۳۷۱ ، ۴۰۸ ، ۴۱٦ -
پیام مشرق (مضمون) : ۱۸٦ -
پیسہ اخبار : ۱۲ ، ۲۳ ، ۲۲۴ -
پیامِ اقبال (مقالہ) : ۲۹۳ -
پیغامِ حق : ۱۳۸ -
پیغمبرِ صحرا : ۴٦۰ -

ت

تاریخِ ادبِ اُردو : ۴۷۳ -
تاریخ ادبیات ایران : ۱۴۴ -
تاریخِ ادبیاتِ و زبان فارسی :
۱۸۷ ، ۱۹٦ ، ۱۹۷ ، ۲۰۰ -
تاریخ اورینٹل کالج لاہور : ۲۵ -
تاریخ گو اقبال (مضمون) : ۲۲۰ -
تاریخ کشمیر : ۸ تا ۱۰ -
تاریخ لاہور : ۴۲ ، ۷۳ -
تبصرۂ پیام مشرق : ۱۳۹ ، ۱۴۲ ،
۱۹۹ -
تذکرہ : ۱۲۸ -
ترجمۂ اسرار خودی : ۱۰۱ ،
۱۰۳ تا ۱۰۵ ، ۱۹۹ ، ۴۸۴ -
تعلیمات اقبال : ۳٦۸ -
تصوفِ وجودیہ : ۹۷ -
تفسیر ابن عباس : ۴۹۴ -
تقابلِ ادیانِ عالم : ۲۳۹ -

Marfat.com

تمدن عرب : ۵۱ -

تہذیبِ نسواں : ۵۲ -

ٹ

ٹائمز آف انڈیا : ۵ -

ٹائمز (بمبئی) : ۳۲۶ -

ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ : ۱۰۲ -

ٹریبیون : ۱۷۳ -

ج

جاوید نامہ : ۵۷، تا ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱ -

جدید علم و ادب کا طلوع : ۱۶۷ -

جسٹس (اخبار) : ۳۲۰ -

جمہوریتِ اسلام (مضمون) : ۱۵۷ : ۱۹۹ -

جوہر (دہلی) : ۲۹۵ -

جوہرِ اقبال : ۹۶ -

جوہر الفرد : ۵۰ -

چ

چٹان : ۱۶۳ -

چٹرجی ایم : ۱۵۳ -

ح

حجۃ اللہ البالغہ : ۳۰۲ -

حق : ۱۰۰ -

حکمت الاشراق : ۱۴۳ -

حکمت العرشیہ : ۱۹۲ -

حیات شبلی : ۳۸۶ -

خ

خطبات مدراس : ۱۲۹، ۲۹۹، ۳۴۲، ۴۱۳ -

خطبۂ اوریئنٹل کانفرنس : ۱۲۹ -

خطوطِ اقبال بنام محمد علی جناح : ۲۶، ۴۹۲ -

خطوط اقبال : ۴۹۲ -

خود نگرشے : ۱۳۷ -

خوں بہا : ۱۹ -

د

داراشکوہ (ڈراما) : ۳۳ -

درۃ المختار : ۲۹۹ -

دی ڈاکٹرائن آف دی ابسولیوٹ یونٹی ایز ایکسپاؤنڈڈ بائی الجیلانی (مقالہ) : ۲۶ -

دی ری کنسٹرکشن آف ریلیجس تھاٹ ان اسلام : ۳۳۳ -

دی سپرٹ آف اسلام [illegible] : ۲۱۲ -

دی [illegible] آف [illegible] -

دی [illegible] : ۲۶۶ -

دین و دانش : ۹۶ -

دیوان غالب : ۲۱۵، ۲۵۶، ۲۵۹ -

Marfat.com

دیوانِ مغرب (دیکھیے مغربی دیوان) :

ڈ

ڈویلپمنٹ آف میٹا فزکس ان پرشیا : ۵۴ -
ڈیکلائن آف دی ویسٹ : ۱۳۰ -
(نیز دیکھیے انحطاطِ مغرب) -
ڈیوائن کامیڈی : ۲۵۷ -

ذ

ذخیرہ : ۳۸۹ -
ذکر اقبال : ۱۶۲ ، ۵۰۸ -
ذکر حبیب : ۲۱۷ ، ۲۱۹ ، ۲۳۰ -

ر

رائل اکیڈمی جرنل : ۱۰۳ -
رائل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل : ۱۰۴ ، ۱۸۴ ، ۱۹۹ -
رباعیاتِ عمر خیام : ۲۱۱ -
رموزِ بے خودی : ۱۴ ، ۲۰۲ ، ۲۵۵ -
رنگیلا رسول : ۴۳ ، ۱۷۴ ، ۱۷۵ -
رونٹ ایکٹ : ۱۲۵ -
روداد چوبیسواں سالانہ جلسہ انجمن حمایت اسلام ، لاہور (بطور رسالہ) : ۸۰ -
رہبر دکن : ۱۲۴ -

ز

زبان : ۱۵ تا ۱۷ ، ۱۴۳ -
زبور : ۲۱۴ -
زبور عجم : ۱۲ ، ۱۸۱ ، ۲۱۴ ، ۲۵۶ ، ۳۱۰ ، ۳۸۵ -
زمان (رسالہ) : ۲۰۳ -
زمان و مکان : ۱۲۹ -
زمیندار : ۹۶ ، ۱۱۰ ، ۱۱۳ ، ۱۲۵ ، ۱۲۸ ، ۲۰۷ ، ۲۰۸ ، ۲۱۱ ، ۲۱۳ ، ۲۳۹ ، ۲۴۳ ، ۳۶۴ -

س

ساما فراسن : ۱۸۵ -
Subjective mind and Objective mind : ۹۴ -
سب رس : ۳۹۰ -
سپرٹ آف دی اورینٹل پوئٹری : ۵۰۳ -
سرگزشتِ الفاظ : ۵۴۴ -
سرود رفتہ : ۱۷۲ -
سفرنامہ کابل : ۲۰۶ -
سوراجیہ (اخبار) : ۳۲۷ -
سوہنی مہینوال : ۳۳ -
سول اینڈ ملٹری گزٹ : ۵۰۰ -
سہیل : ۲۹۲ تا ۲۹۵ -
سیاستِ مدن : ۲۵ -
سیکرٹ آف دی سیلف : ۱۰۱ -

Marfat.com

ش

شاد اقبال : ۳۸۸ ، ۳۹۲ -
شذرات (معارف) : ۱۹۹ ، ۲۱۲ -
شرح مواقف : ۲۰۳ -
شعر العجم : ۱۹٦ ، ۲۰۰ -
شکستہ پر (Broken Wings) : ۳۸۹ -
شور محشر : ۱۹ -

ص

صدائے ہند : [illegible] -
صوفی : ۲۱٦ -

ط

طریقت : [illegible] ، ۱۰۸ -

ع

عروس المجالس : [illegible] -
عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ [illegible] السلام : [illegible] -
علامہ اقبال کی [illegible] ڈاکٹر جاوید اقبال : [illegible] -
علم الاقتصاد : [illegible] -
علوم اسلامیہ : [illegible] -
علی گڑھ میگزین : [illegible] -
عمل چغتائی : ۳٦۱ -

غ

غایۃ الاسکان فی درایۃ المکان : ۱۳۰ ، ۱۳۲ -

ف

فار انڈیا اینڈ اسلام : ۵۰۳ -
فارسی شاعری اور اس کی قدامت : ۲۹۳ -
فاؤسٹ : ۱۳٦ ، ۳۲۰ -
فروغِ اُردو نمبر (کریسنٹ) : ۳٦۸ -
فصوص الحکم : ۲٦۸ ، ۲۷۱ -
فقہ الاکبر امام اعظم : ۲۹۹ -
فلاہات : ۲۱۱ -
فکر و نظر : [illegible] -
فلسفۂ سخت کوشی : ۱۰۰ -
فینانس تھیوری آف اسلام : ۵۱۸ -
فی درایۃ الزمان : ۱۳۰ -

ق

قانون مسعودی : [illegible] -
قائد اعظم کے خطوط [illegible] کے نام : [illegible] -
[illegible] : [illegible] -
قرآن اور اقبال : [illegible] -
قرآن مجید : [illegible]
[illegible]

Marfat.com

۲۲۴ ، ۲۲۵ ، ۲۷۶ ، ۲۸۰ ،
۲۹۵ ، ۳۰۰ ، ۳۲۲ ، ۳۳۶ ،
۳۳۸ ، ۳۴۵ ، ۳۶۴ ، ۳۶۱ تا
۳۷۰ ، ۳۷۶ ، ۳۹۵ ، ۴۱۲ ،
۴۵۷ ، ۵۶۵ تا ۴۶۹ ۔
قصیدۂ بردہ : ۲۰۳ ۔
قندیل : ۹۷ ۔
قومی زندگی : ۱۴ ۔

ک

کتاب الاعتصام : ۴۹۵ ۔
کتاب الموافقات : ۴۹۵ ۔
کاروان (سالنامہ) : ۳۵۹ ، ۳۶۰ ۔
کریسنٹ (رسالہ) : ۳۶۸ ۔
کشمیر کی تہذیب و تمدن : ۹ ۔
کشمیری میگزین : ۱۰۷ ۔
کلام اقبال کے تراجم اور اس پر تنقید و تبصرہ (مضمون) :
۱۸۱ ، ۱۸۲ ۔
کلیات اقبال : ۱۷۰ ، ۴۱۰ ۔
کیا مذہب ممکن ہے ؟ : ۲۸۱ ،
۳۴۴ ، ۳۸۰ ، ۳۸۱ ۔

گ

گفتار اقبال : ۲۴۷ ، ۳۰۸ ،
۳۴۵ ۔
گلشن راز : ۲۵۶ ۔
گلشن راز جدید : ۲۵۷ ۔
گوئٹے کی گفتگو ایکرمین سے :
۱۳۹ ۔
گیتانجلی : ۱۴۱ ۔

ل

لاہور کا چیلسی (مضمون) : ۱۹ ۔
لٹریری ہسٹری : ۴۸۴ ۔
لسان الغیب : ۹۶ ۔
لطائف الطوائف : ۲۱۱ ۔
لطائف غیبی : ۴۸۴ ۔
لیٹرز اینڈ رائٹنگز آف اقبال : ۶۶ ۔

م

مابعد الطبیعیات ایران : ۱۴۴ ۔
ماڈرن ریویو : ۳۵۷ ۔
مارننگ پوسٹ : ۱۸۶ ۔
مباحثِ مشرقیہ : ۲۰۳ تا ۲۰۵ ،
۲۰۸ ، ۲۱۰ ۔
مثنوی مولانا روم : ۱۴۳ ۔
محمد اقبال ، سیرتہ و فلسفتہ و شعرہ :
۴۰۸ ۔
مجموعۂ خطبات : ۳۰۶ ۔
محمڈن تھیوریز آف فینانس : ۲۹۹
(دیکھیے مسلمانوں کے نظریاتِ
مالیات) ۔
مخزن : ۱۴ ، ۴۹ ، ۵۷ ، ۸۵ ،
۸۷ ، ۲۲۶ ، ۳۳۷ ، ۴۷۲ ۔
مدراس میل : ۳۲۲ ۔

Marfat.com

مذہب اسلام (مقالہ) : ۶۶ -
مردم دیدہ : ۴۳۲ -
مرقع چغتائی : ۱۰۶ ، ۲۹۶ ، ۲۹۷ ، ۳۵۶ ، ۳۵۸ -
مرقع غالب : ۲۰۱ -
مرکزی : ۳۸۵ -
مسٹر گزٹ (اخبار) : ۴۲۵ -
مسلمانوں کے نظریات متعلقہ مالیات : ۲۰۳ ، ۲۹۹ -
مسلم آؤٹ لک : ۱۸۶ ، ۴۴۱ تا ۴۴۳ -
مسلم ورلڈ : ۴۵۶ ، ۴۵۹ -
مسند امام اعظم : ۲۹۹ -
مشاعر : ۱۹۷ -
مشاہیر کشمیر : ۸ -
معارف : ۱۰۱ ، ۱۰۲ ، ۱۸۶ ، ۲۰۲ ، ۲۰۳ ، ۲۰۷ ، ۲۱۲ ، ۳۸۵ ، ۴۸۲ -
معارف اسلامیہ : ۲۱۹ -
معرکۂ مذہب و سائنس : ۳۶۳ -
مغربی دیوان (دیوان مغرب) : ۱۳۷ ، ۱۴۰ ، ۱۵۰ ، ۱۷۱ ، ۱۷۳ -
مقالات اقبال : ۳۶۸ -
مکاتیب اقبال بنام گرامی : ۴۳ ، ۴۹۲ -
مکاتیب اقبال بنام نیاز الدین خاں : ۴۹۲ -
مکان و زمان اور الوہیت (مقالہ) : ۱۲۳ -
مکتوبات اقبال : ۴۱۹ ، ۴۹۲ -
ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر : ۲۶ ، ۲۹۲ -
ملفوظات اقبال : ۴۶۷ ، ۴۶۸ -
منادی (اخبار) : ۴۹ -
میتھڈ (Method) : ۳۸۳ ، ۳۸۷ -
میونسپل گزٹ : ۴۳۹ -

ن

نقوش : ۱۹ -
نقوش اقبال : ۳۹۱ -
نوادر اقبال : ۴۹۲ -
نوائے وقت : ۱۰ ، ۱۸ ، ۳۱ ، ۶۰ ، ۱۰۰ ، ۲۷۹ ، ۴۴۹ -
نوٹس آف اقبالز آن اسرار خودی : ۱۰۶ -
نیرنگ خیال : ۳ ، ۸ ، ۱۰ ، ۱۳ ، ۱۳۹ ، ۱۶۱ ، ۱۸۳ ، ۲۰۷ ، [illegible] -
نیشن : ۱۰۲ -
نیو ایرا : ۱۵۷ ، ۱۹۹ -

و

وطن (اخبار) : [illegible] -
وکیل : [illegible] ، ۹۸ ، [illegible]

ہ

ہزار داستان : ۱۲۷ -

Marfat.com

ہمدم : ۲۳۷ -
ہلال : ۳۳ -
ہندو : ۳۲۲ ، ۳۲۶ -
ہندوستان ریویو : ۷۰ -
ہندوستان کی بیداری : ۱۸۶ -
ہیر وارث شاہ : ۳۲ ، ۳۶ -

ی

یادِ رفتگاں : ۲۱۸ -
یادگار اقبال : ۳۹۱ -
یادگار یوم اقبال : ۳۹۲ -
یونانی فلسفہ : ۳۸۳ -

☆ ☆ ☆

Marfat.com

منظومات

الف

ابر گوہربار (فریادِ اُمت) : ۷۷ ، ۸۸ -
از خوابِ گراں خیز : ۳۱۰ -
اسلامیہ کالج کے خطاب پنجاب سے : ۷۴ -
التجائے مسافر : ۷۹ ، ۳۷٦ ، ۳۷۷ -
انسان : ۲۵٦ -
اوڈ ٹو اسٹارٹیلی : ۳۰ -

ب

بزمِ قدرت : ۲۵٦ -
بلالؓ : ۷۷ -
بندگی نامہ : ۲۵٦ -
بوئے گل : ۲۵۴ -

پ

پس چہ باید کرد اے اقوام شرق : ۳۷۷ -
پیراڈائز ریگینڈ : ۳۳ -
پیراڈائز لاسٹ : ۳۲ ، ۳۳ -
پیغام برگساں : ۱۵۹ -

ت

ترانۂ ملی : ۹۷ ، ۱۳۱ ، [illegible]
تصویرِ درد : ۴۷ -
تاجدار سلطان شہید ٹیپو : [illegible] -

ج

جلال اور گوئٹے : ۱۴۰
جمعیت الاقوام : ۱۵۵ -
جوابِ شکوہ : ٦۷ ، [illegible] ، ۹۰
۹۹ ، ۱۱۷ ، ۱۹۹ ، ۳۱۹ -
جوئے آب : ۱۴٦ -

ح

حُسن : ۲۵۲ -
حضور رسالت مآب میں : [illegible]
۹۹ -
حور و شاعر : ۱۴٦ ، [illegible]

Marfat.com

حیات جاوید : ۱۵۰ -

خ

خدا : ۲۵۶ -
خضر راہ : ۴۱ ، ۱۱۶ ، ۱۱۸ ، ۲۰۳ ، ۴۶۲ ، ۵۰۷ -
خطاب بہ اقوامِ شرق : ۳۷۲ -
خطاب بہ انگلستان : ۱۶۰ -
خود نگرے (رباعی) : ۱۳۷ -

د

دعا : ۲۸۹ -
دین و دنیا : ۴۷ -

ز

زندگی : ۱۴۸ -
زندگی و عمل : ۱۵۱ -

س

سرود انجم : ۱۵۳ -
سوالات : ۱۵۱ -

ش

شکوہ : ۱۱ ، ۷۵ ، ۹۲ ، ۹۳ ، ۱۸۵ ، ۴۳۴ ، ۴۸۹ -
شمع و شاعر : ۷۶ ، ۲۱۴ -
شوپنہار اور نٹشا : ۱۵۶ -

ط

طلوع اسلام : ۳۰۰ -

ع

عبدالرحمٰن اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت : ۲۸۹ -

ف

فاطمہ بنت عبداللہ : ۳۲۹ -

ق

قسمت نامۂ سرمایہ دار و مزدور : ۱۵۹ -
قید خانے میں معتمد کی فریاد : ۲۸۹ -

ک

کچنر اور فرعون : ۲۵۸ -

گ

گلشن راز : ۲۵۶ -

م

مسجدِ قرطبہ : ۲۸۵ ، ۲۸۹ ، ۴۳۱ -

Marfat.com

ن

نالۂ فراق : ۶۷ -
نالۂ یتیم : ۱۰ ، ۲۳ ، ۲۷ ، ۳۷ ، ۳۷ ، ۳۳۷ -
نقش فرنگ : ۱۵۷ -
نمونۂ سخن از عارف ہندی : ۲۵۸ -
نوائے مزدور : ۱۵۹ -
نوائے وقت : ۱۵۰ -
نیٹشا : ۱۵۸ -

و

والدۂ مرحومہ کی یاد میں : ۱۲

ہ

ہسپانیہ : ۲۸۷ -
ہسپانیہ اور طارق کی دعا : ۲۸۹ -
ہیر وارث شاہ : ۳۲ -

ی

یتیم کا خطاب ہلال عید سے : ۳۷

☆ ☆

Marfat.com